

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی مہندی مدظلہ العالی
کے شہر آفاق مکتوبات شریعت کی پہلی اردو شرح

کتابخانه

در علم و ادب

شرح

مکتوبات

از استاد
تألیف

شماره

ابوالبیان محمد سعید احمد راجدی

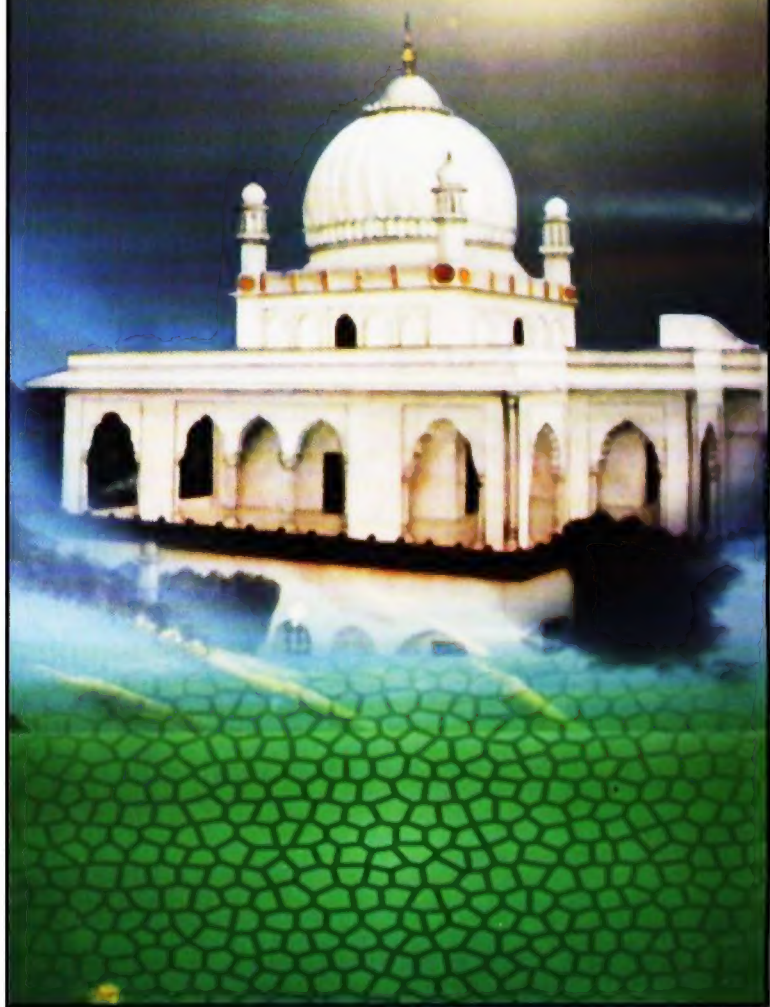
بندۂ ناچیز کو زیر نظر مسودہ
 البینات شرح مکتوبات میمجا گیا
 دوران مطالعہ بعض مضامین کے
 بارے شکوک و شبہات پیدا
 ہوئے عین اسی وقت واقعہ
 میں حضرت امام ربانی قدس سرہ
 العزیز کی زیارت ہوئی۔ آپ نے
 فرمایا ”یہ سب مضامین درست ہیں“

حدر لعلیہ

مولانا علامہ محمد لغیرت اللہ مجیدی
 شیخ الحدیث دارالعلوم نقشبندیہ
 امینیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

اس بشارت کو تحدیث نعمت
 کے طور پر شامل اشاعت کیا جا
 رہا ہے ادارہ

حاضر ہوا میں شیخ مجتہد کی لحد پر
وہ حال کہ ہے زیرِ فلک مطلع انوار



حَضْرَاتِ اَبَانِیْ مُجَدِّدِ الْفِثَانِیْ الشَّیْخِ اَحْمَدُ فَاوُوقِیْ حَنْفِیْ سَمْدِیْ مَدِیْنِیْ

کے کتاب و سنت کی روشنی میں شریعت، طریقت
و حقیقت کے علوم و معارف پر مشتمل شہر آفاق مکتوبات شریفہ
کی پہلی اردو شرح

سمی بہ

الشیخ احمد فاوقی

شرح

مکتوبات

جلد اول

شاح

ابوالیان محمد سعید احمد راجدی

121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

پاکستان 431-841160 +92

نظم الاسلامیہ پبلیکیشنز

www.maktabah.org

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ



بار اول مئی 2002 تعداد 1,100
 بار دوم ستمبر 2003 تعداد 1,100
 صدیہ 400 روپے

خطاطی نائل:

• محمد امداد احمد این صوفی خورشید عالم خورشید رقم

خطاطی:

واجد محمود یا قوت رقم • محمد امان اللہ قادری
 خورشید عالم گوہر قلم • محمد وسیم صدیقی



ناشر

تنظیم الاسلام سہیلی کیشنر

مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ 121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

Tanzeem-ul-Islam Publications

121-B Model Town Gujranwala, Pakistan

Ph #: +92-431-841160, 259575 Mob: 0333-4322012

URL: tanzeemulislam.org

E-mail: info@tanzeemulislam.org

tanzeemulislam@hotmail.com

www.maktabah.org



رَبَّنَا أَنْتَ جَنَانُ دِينِنَا وَأَخْطَانَا رَبَّنَا وَلَا
تَحْمِلْ عَلَيْنَا أَثْرَ كُلِّ مَحَلَّةٍ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا
رَبَّنَا أَتَحْمِلُنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَارْحَمْنَا
وَأَنْتَ يَاقِينُ أَنْتَ أَفْضَرُّ نَدَاءً عَلَى الْقَوْمِ
الْكَافِرِينَ

رَبَّنَا

تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

اللَّهُمَّ
عَنِّي عَفْوُكَ عَنِّي عَفْوُكَ عَنِّي
يَا غَفُورُ يَا غَفُورُ يَا غَفُورُ

اَسْتَغْفِرُكَ يَا تَوَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْنِبْ مَآكَرَ اَللّٰهِ
سُبْحَانَكَ وَفَعْلًا وَخَطَرًا وَسَمْعًا وَبَاطِنًا
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ



صَلَّى اللّٰهُ عَلَى حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ

الاملا

وارث کمالاتِ محمدیہ
مہبط علومِ حیدریہ
حائلِ نسبتِ صدیقیہ
امیرِ عساکرِ اسلامیہ
قیومِ الوقتِ والموجود
خليفة الله المعبود



کے حضورِ ناز میں بصد شوق و انکسار ارمانِ نیاز

گر قبولِ اُفتد ہے غر و شرف

ابو الیاس محمد سعید لغوی

برہان ولایت محمدیہ ۛ حجت شریعتِ مصطفویہ

کاشف اسرارِ سبعِ ثمانی ۛ عالمِ علومِ مقطعاتِ قرآنی

ارحامِ ربانی ، عارفِ حقانی ، قیومِ زمانی

شیخ الاسلام والمسلمین ، آیت اللہ فی الارضین

حضرت شیخ احمد فاروقی

حنفی ، ماتریدی ، نقشبندی ، سرسندی

مجدد الفِ سِ ثمانی

اولیٰ سِ ، رحمانی

ۛ

قدِّسَ سِرُّہُ السُّبْحَانِی

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۰۵	سیر کی دو قسمیں	۲۶	پیش لفظ
۱۰۷	ہستیات	۲۸	خراج عقیدت بحضور امام ربانی قدس سرہ
۱۰۹	اسم الظاہر کی تجلی کا ظہور عورتوں کے لباس میں	۲۹	مختصر سوانح حیات شارح مکتوبات
۱۱۱	تخصیص نساء کی تین وجوہات	۳۰	مقدمہ
۱۱۲	ہستیات	۸۹	الخطبہ
۱۱۳	حدیث نبوی سے استدلال		مکتوب ۱
۱۱۵	ہستیات	۹۳	مختصر تعارف خواجہ محمد باقی اللہ دہلوی علیہ الرحمہ
۱۱۶	جسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا		متن (در اثناء راہ آفتاب تجلی اسم)
"	عدم سایہ کی حکمتیں	۹۶	الظاہر متجلی گشت (.....)
"	ذات رسالت منظر کمالات ثلاثہ	"	ترجمہ، اشرح
۱۱۷	مختلف اشیاء میں ظہور حیاتیات	"	اسم الظاہر کا مفہوم
۱۱۸	رفیقِ اعلیٰ کی آرزو	۹۷	مفہوم مذکورہ پر حدیث پاک سے استدلال
۱۱۹	بینہ	۹۸	تجلی کا مفہوم
"	تنبیہ و تنبیہ	۹۹	توحید شہودی اور توحید وجودی کا اجمالی تعارف
۱۱۲	تعیین جدی و تعین علی	۱۰۱	توحید وجودی کی پانچ اقسام
۱۲۴	عروج فوق العرش	"	تمام اشیاء میں تجلی اسم الظاہر کے ظہور کا مفہوم
۱۲۵	عالم خلق، عالم امر	۱۰۲	سیر اسماء و صفات
۱۲۶	لطائف عشرہ	۱۰۳	امہات اسماء
۱۲۷	اسماء لطائف کا ثبوت قرآن سے	"	دائرہ اسماء، دائرہ صفات، دائرہ ذات
۱۲۸	مقامات لطائف عالم امر	۱۰۴	سیر دوائر
"	لطیفۂ قلب	۱۰۵	مراقبہ اسم الظاہر
"	لطیفۂ روح	"	سیر کا معنی
۱۲۹	لطیفۂ سر		

۱۵۲	ماسوی اللہ سے تعلق کا مفہوم	۱۲۹	لطیفہ خفی
"	فنائے واقعی	"	لطیفہ اخفی
"	فنائے علمی	۱۳۰	مقامات لطائف عالم خلق
"	اقسام فنا	"	لطیفہ نفس
۱۵۳	بقا کا مفہوم	"	لطیفہ قابلیہ
۱۵۴	سکرو صحو	۱۳۱	مقامات لطائف کا ثبوت
"	بینہ	۱۳۲	بینہ
"	تجلی ذاتی	۱۳۳	لطیفہ جاری ہونے کا مطلب
۱۵۶	تجلی صفاتی	"	فنا اور بقا کا مفہوم
"	احسان کا معنی	۱۳۴	حیات انبیاء و اولیاء
۱۵۸	متن (وجہ جذبہ انون تمام شد و شروع در سیر فی اللہ)	۱۳۵	احادیث مبارکہ سے استدلال
۱۵۹	سیر فی اللہ سے مراد	۱۳۶	بینہ
"	جذبہ دلوک	۱۳۷	جنت عرش کے نیچے ہے
۱۶۰	اقسام جذبہ	۱۳۸	عرش پر مقامات انبیاء و اولیاء کا مشاہدہ
۱۶۱	جذبہ صوری	"	اجسام لطیفہ اور ارواح نفیسہ کا
"	جذبہ حقیقی	۱۳۹	عروج کرنا
"	حضرت شاہ نقشبند بخاری علیہ الرحمہ کی عظمت	"	غزابی شواہد
۱۶۲	اقسام سالک	۱۴۱	دنیا کے شیر کے شواہد
۱۶۳	طریقتہ جذبہ صوری		مکتوب ۲
"	مکتوب ۳	۱۴۷	متن (امر باستخارہ رسانید)
۱۶۷	متن	"	ترجمہ، شرح
"	ترجمہ، شرح	۱۴۸	استخارہ
۱۶۸	سالکین کی اقسام	"	استخارہ کا سنون طریقہ
۱۶۹	بینہ	۱۵۰	مراتب دلوک
"	توجہ شیخ	"	عروج
"		۱۵۱	نزول
"		"	فنا کا مفہوم

۱۹۴	اعتبار کا مفہوم	۱۷۰	توجہ کا ثبوت قرآن و حدیث سے
۱۹۵	دائرہ و ظلال	۱۷۲	اقسام توجہ
۱۹۶	دائرہ کا مفہوم	۱۷۳	توجہ انوکھی
۱۹۷	دائرہ اصل	۱۷۴	توجہ الہامی
۱۹۸	دائرہ ظلال	۱۷۵	توجہ اتحادی
۱۹۹	ظلال کا مفہوم	۱۷۶	طریق توجہ
۲۰۰	حدیث پاک سے استدلال	۱۷۷	تجلی ذاتی کے دو مفہوم
۲۰۱	بہت ناسات	۱۷۸	ذات باری تعالیٰ کے مختلف اطلاقات
۲۰۲	مبداء فیاض	۱۷۹	طریق ابرار
۲۰۳	مبداء تعین	۱۸۰	طریق مقربین
۲۰۴	ذات اور ممکنات	۱۸۱	ابرار اور مقربین کے اعمال و وظائف کا فرق
۲۰۵	حضرت امین عربی کا موقف	۱۸۲	حسنات ابراہیم علیہ السلام کے پانچ مفہوم
۲۰۶	حضرت امام ربانی کا موقف	۱۸۳	بہت ناسات
۲۰۷	حقائق سبعہ	۱۸۴	مقام حیرت
۲۰۸	حقیقت کبر معظّم	۱۸۵	حیرت مذموم
۲۰۹	حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ	۱۸۶	حیرت محمود
۲۱۰	حقیقت محمدیہ اسم اعظم ہے	۱۸۷	مکتوب ۲
۲۱۱	حقیقت کبر و مبداء فیاض ہے	۱۸۸	متن
۲۱۲	حقیقت محمدیہ نور ذاتی ہے	۱۸۹	ترجمہ اشرح
۲۱۳	حقیقت محمدیہ کادراک ناممکن ہے	۱۹۰	تفہیم مکتوب کے لیے چند مصطلحات کی توضیحات
۲۱۴	حقیقت محمدیہ بطور احوال و حقیقت الحقائق ہے	۱۹۱	ذات
۲۱۵	تخریج و تحقیق حدیث نور و لولاک (عاشیہ)	۱۹۲	صفت
۲۱۶	حقیقت محمدیہ تعین حتیٰ اور تعین موجدی ہے	۱۹۳	متکلمین اہلسنت کی تحقیق
۲۱۷	حقیقت محمدیہ شیخ اکبر کی نظر میں	۱۹۴	حضرت امام ربانی کی تحقیق
۲۱۸	حقیقت محمدیہ امام ربانی کی نظر میں	۱۹۵	شیونيات
۲۱۹	صنعت مشاکلہ	۱۹۶	صفات و شیونيات کے درمیان باریک فرق
۲۲۰	قول فیصل	۱۹۷	مقام شیون مواجہہ ذات ہے

۲۳۹	غیر محمدی الشرب	۲۲۱	حقیقت محمدیہ کی مختلف تعبیرات اصطلاحات
۲۴۲	حقیقت محمدیہ کے حامل نہ ہونے کا مفہوم	۲۲۲	حقیقت کعبہ، حقیقت محمدیہ سے افضل ہے
۲۴۳	متابعت کے دو معنی	۲۲۳	حقیقت قرآن
۲۴۵	واژمان کمالات نبوت کی دو قسمیں	۲۲۴	قرآن غیر مخلوق ہے
	مکتوب ۵	۲۲۴	تعبیر قرآن
	متن	۲۲۵	قرآن تمام ذاتی و مشیونی کمالات کا جامع ہے
۲۴۹	ترجمہ، شرح	۲۲۵	کلام کی دو قسمیں
"	رسالہ طریقت خواجگان نقشبندیہ	۲۲۶	کلام اللہ کے مراتب اربعہ
"	رسالہ سلسلہ الاحرار	"	کلام اللہ کے سات مراتب
۲۵۰	رباعیات حضرت خواجہ باقی اللہ قدس سرہ	"	حدیث پاک سے استدلال
۲۵۱	سیر عن اللہ باللہ کا مفہوم (سیر سلیم)	۲۲۸	کلام کی تفسیر و بیان مراتب کی توجہ یہ
۲۵۳	مکتوب ۶	"	حقیقت محمدیہ حقیقت قرآن کا ظل ہے
	متن (بہر برکت توجہ عالی بہر دو	"	مرتبہ حقیقت قرآن مرتبہ نور سے بھی بالاتر ہے
۲۵۷	طریق جذبہ و سلوک تربیت فرمود.....)	۲۳۰	حقیقت رمضان
"	ترجمہ، شرح	۲۳۱	قرآن و رمضان میں مناسبت
۲۵۸	جذبہ و سلوک		حقیقت محمدیہ میں ذات کی قابلیت
"	بینہ	۲۳۲	شان العلم کے اعتبار سے ہے
"	اقسام جذبہ	"	قابلیت اولیٰ سے مراد حقیقت محمدی ہے
۲۵۹	تعبیر اجمال و جلال	۲۳۳	صوفیاء کا اختلاف
۲۶۰	رسالہ قدسیہ	"	انسان نسخہ جامع ہے
۲۶۱	حضرت خواجہ محمد ہار قدس سرہ کا مختصر تعارف	۲۳۵	حقیقت امکاکی
	متن (محبت ذاتیہ علامت فہاست.....	"	حقیقت وجوبی
"	و این حیرت و جہل دائمی است.....)	۲۳۶	فیض کی دو قسمیں
۲۶۲	ترجمہ، شرح	"	فیض تخلیقی
"	محبت ذاتیہ علامت فہاست	"	فیض کمالاتی
		۲۳۷	قابلیت، نسبت، قابلیت اولیٰ
		"	مبدأ فیض - مبدأ فیاض
		۲۳۷	انبیاء و مرسلین کے مبادئی فیوض
		۲۳۸	اولیاء کرام کے مبادئی فیوض
		"	محمدی الشرب اولیاء

۲۸۲	ترجمہ، شرح	۲۶۳	حیرت و جہل کا مفہوم
"	مشاہدات روحانیہ	۲۶۵	مراتب یقین
۲۸۴	متن	"	علم الیقین
۲۸۵	ترجمہ، شرح	"	عین الیقین
"	اکابر اربعہ نقشبندیہ	۲۶۶	حق الیقین
۲۸۶	سید الطائفہ حضرت عین الدی قدس سرہ	۲۶۷	تمن
"	کامقصر تعارف	"	ترجمہ، شرح
۲۸۷	سبب اضطراب	۲۶۸	عارف کا مرتبہ نزول
"	متن	۲۶۹	عارف کا مرتبہ حق الیقین
۲۸۸	ترجمہ، شرح	"	تجلی آفاقی و انفسی
"	حضرت امام ربانی کا شیطانی اثرات	۲۷۰	مطلوب آفاق و انفس سے دور ہے
"	تصرفات سے پاک ہونا	۲۷۱	تمن
"	مکتوب ۸	۲۷۲	ترجمہ، شرح
۲۹۱	تمن	"	عارف کی کیفیات عروج و نزول
"	ترجمہ، شرح	۲۷۳	مکتوب ۷
۲۹۲	توحید و جہود اور توحید شہودی کے درمیان فرق	۲۷۴	متن (مقامیکہ فوق محدود بود روح
۲۹۳	تمن	۲۷۵	خود را بطریق عرف در انجامی یافت)
۲۹۴	ترجمہ، شرح	"	ترجمہ، شرح
"	مسئلہ استطاعت مع الفعل	۲۷۶	سیور اربعہ
۲۹۵	بینہ	"	سیر عروجی - سیر نزولی
۲۹۶	تمن	"	عروج کی دو قسمیں
"	ترجمہ و شرح	۲۷۷	سیر الی اللہ
۲۹۷	مختصر تعارف حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ	۲۷۸	سیر فی اللہ
۲۹۸	مختصر تعارف حضرت علامہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ	۲۷۹	سیر عن اللہ باللہ
۲۹۹	مختصر تعارف حضرت خواجہ غلام الحسین غلامانی قدس سرہ	۲۸۰	سیر فی الاشیاء باللہ
"	مصطلحات نقشبندیہ	۲۸۱	تمن
"	ہوش و دردم		
"	نظر بر قدم		
۳۰۰	سفر در وطن		
"	خلوت در انجمن		

۳۱۷	عثمان غنی رضی اللہ عنہما	۳۰۱	یاد کرد
۳۱۹	مسئلہ تقدیر پر قول فیصل	"	بازگشت
"	مسئلہ قضا و قدر اور اقوال صوفیائے	"	ننگہداشت
"	وجودیہ کی تاویلات	"	یادداشت
۳۲۰	تمن	۳۰۲	مختصر تعارف حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہ
"	ترجمہ، شرح	"	مختصر تعارف حضرت امام داؤد طائی قدس سرہ
۳۲۲	مسئلہ صفات باری تعالیٰ میں اختلاف کی نوعیت	۳۰۳	مختصر تعارف حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ
"	صوفیائے دہودیہ	۳۰۴	مختصر تعارف حضرت خواجہ حبیب عجمی قدس سرہ
"	معجزہ، اشاعرہ، ماتریدیہ	۳۰۵	تمن
۳۲۳	صوفیائے شہودیہ	۳۰۶	ترجمہ، شرح
"	علمائے متکلمین اہلسنت	۳۰۸	فَلَا طَلِيبَ لَهَا وَلَا رَاقَ
"	بہینات	۳۰۹	وصل اور معرفت
۳۲۴	صفات سبعہ یا ثمانیہ	۳۱۰	کمال معرفت
"	مکتوب ۹	۳۱۱	امام ربانی کا عقیدہ توحید
۳۲۹	تمن	۳۱۲	تمن
۳۲۰	ترجمہ، شرح	"	ترجمہ، شرح
۳۲۱	بہینات	"	علماء و طلباء اہلسنت کے ساتھ اظہارِ محبت
"	عارف کا اپنے آپ کا فرزند کو	۳۱۳	معارف توحید شہودی
۳۳۲	بہتر جاننے کی توجیہات	۳۱۴	مسئلہ قضا و قدر کی تحقیق
۳۳۵	مقام عبدیت	۳۱۵	فرقہ قدریہ
۳۳۶	محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عبدیت	"	قدریہ کا بانی
۳۳۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان عبدیت	"	فرقہ جبریہ
"	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان عبدیت	۳۱۶	جبریہ کا بانی
۳۳۸	حضرت یوسف علیہ السلام کی شان عبدیت	"	اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک
"	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان عبدیت	"	جبریہ و قدریہ کے عقائد کفریہ ہیں
۳۳۹	حضرت بشر حافی کی شان عبدیت	۳۱۷	بندہ اپنے افعال افعال کا خالق نہیں کہ سب سے
"	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی شان عبدیت	"	مسئلہ قضا و قدر اور حضرت سیدنا عمر فاروق اور

۳۶۶	عارف کا مقام استقرار و عبور	۳۴۱	متن
۳۶۷	متن	"	ترجمہ، شرح
۳۶۸	ترجمہ، شرح	۳۴۲	جامعیت انسان
"	وصولی الی اللہ کے دو مقام	۳۴۳	ایک مثال
۳۷۰	متن، ترجمہ، شرح	۳۴۴	ظَلُّوْ مَا جَهْلُوْا کا مفہوم
۳۷۲	سرگزشت مقام سیر فی اللہ	۳۴۵	متن
"	فنائے ارادہ	۳۴۶	ترجمہ، شرح
۳۷۳	مقامات عالیہ میں عبور کا مطلب	۳۴۷	اولیاء محبوبین
	حضرت محمد پاک کی دربار جہانگیری میں	۳۴۸	اولیاء و مجتہدین
۳۷۴	تشریف آوری (چند اشکالات کے جوابات)	"	خاصۃ نقشبندیہ
۳۷۷	عمل ارشاد کی اہمیت	۳۴۹	طریقہ محبوبین
۳۷۸	خلیفہ مطلق و خلیفہ مقیّد	۳۵۰	متن
۳۷۹	متن (..... عین نمی ماند اثر کجا ماند)	۳۵۱	ترجمہ، شرح
"	ترجمہ، شرح	"	ایک سوال اور اس کا جواب
۳۸۰	مختصر تعارف حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمہ		مکتوب ۱۰
۳۸۱	مختصر تعارف حضرت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ	۳۵۷	متن
۳۸۲	مختصر تعارف حضرت مولانا عبدالرحمان جامی علیہ الرحمہ	"	ترجمہ، شرح
۳۸۳	فنائے عین و اثر کی بحث	۳۵۸	ایمان شہودی
۳۸۴	مسکب حضرت ابوسعید علیہ الرحمہ	"	ایمان غیبی
"	مسکب حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمہ	۳۵۹	متن
"	مسکب امام ربانی قدس سرہ	۳۶۰	ترجمہ، شرح
۳۸۵	تطبیق	۳۶۲	حدیث مَا أَوْذَى نَبِيٍّ کی تخریج
	متن (حضرت شیخ از دوام ابن حدیث		مکتوب ۱۱
۳۸۷	فرمودہ اگر یہ از نوادہ است)	۳۶۵	متن (اما چون مقام و استقرار
"	ترجمہ، شرح	۳۶۶	در آنجا نہ داشت)
			ترجمہ، شرح

۲۰۵	حضرت مولانا نعیم الرحمن خاں کے نزدیک سلب امراض کا طریقہ	۳۸۸	نہات کی اصل عبارت
۲۰۶	حضرت مرزا مظہر قدس سرہ کے نزدیک سلب امراض کا طریقہ	۳۸۹	حدیث دوم
۲۰۷	دفع عذاب	۳۹۰	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جبہ مبارک
۲۰۸	حضرت امام ربانی اور دفع عذاب	۳۹۱	نسبت نقشبندیہ
۲۰۹	کثرت کرامات قلت نزول کی وجہ سے ہے	۳۹۲	ہستنا
۲۱۰	کرامات ارکان ولایت میں سے نہیں	۳۹۳	تجلی کا مفہوم
۲۱۱	مقن، ترجمہ، شرح	۳۹۴	تجلی ذاتی کا مفہوم
۲۱۲	جذبہ تسلیم و رضا	۳۹۵	تجلی ذاتی برقی
۲۱۳	امام ربانی اور جذبہ تسلیم و رضا	۳۹۶	تجلی ذاتی دائمی
۲۱۴	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور جذبہ تسلیم و رضا	۳۹۷	یادداشت
۲۱۵	حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور جذبہ تسلیم و رضا	۳۹۸	مقن
۲۱۶	حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی اور جذبہ تسلیم و رضا	۳۹۹	ترجمہ، شرح
۲۱۷	یاران طریقت کے باطنی احوال کا تجزیہ	۴۰۰	حضرت علاؤ الدولہ عثمانی قدس سرہ کا مختصر تذکرہ
۲۱۸	جذبہ کا مفہوم	۴۰۱	شیخ علاؤ الدولہ اور ابن عربی میں ملال النزاع
۲۱۹	سلوک کا مفہوم	۴۰۲	مقن
۲۲۰	استغفار برائے دفع خطرات	۴۰۳	ترجمہ، شرح
۲۲۱	غلبہ احدیت	۴۰۴	سلب امراض
۲۲۲	مکتوب ۱۲	۴۰۵	حضرت امام ربانی اور سلب امراض
۲۲۳	مقن	۴۰۶	حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک
۲۲۴	ترجمہ، شرح	۴۰۷	سلب امراض کا طریقہ
۲۲۵	وجہ خاص کا مفہوم	۴۰۸	حضرت شاہ عبدالعزیز کے نزدیک سلب امراض کا طریقہ
۲۲۶	افعال خداوندی معطل نہیں	۴۰۹	
۲۲۷	معتزلہ کا مسک	۴۱۰	

۴۴۴	مزید اقسام	۴۲۳	اشاعرہ کا مسلک
"	مرتبہ وجوب	۴۲۴	ماتریدیہ کا مسلک
"	مشاہدہ	"	ذواتِ اشیا اور ان کی استعدادات مخلوق ہیں
۴۴۵	تجلیاتِ عالم وجوب	۴۲۵	مسئلہ جبر و اختیار
۴۴۶	عنوانِ حقانیت	"	معزلہ کا موقف
	متن (دور ہمین اثناء آرزئے	"	اشاعرہ کا موقف
۴۴۶	موت پیدا شد.....)	"	ماتریدیہ کا موقف
"	ترجمہ، شرح	۴۲۷	حضرت امام ربانی علم کلام کے مجتہد ہیں
"	خواہش وصل		مکتوب ۱۳
"	آرزئے موت	۴۳۱	متن
۴۴۹	بسیئات	"	ترجمہ، شرح
۴۵۱	صفات کو اصل کے ساتھ ملانے کا مفہوم	۴۳۲	آہ ہزار آہ
۴۵۲	تجلی صوری	"	پچاس ہزار سالہ راہ
۴۵۳	فنائے حقیقی	۴۳۴	ولایتِ صغریٰ
۴۵۴	تعیین وجہ خاص	۴۳۵	مقولہ ہمہ اوست
۴۵۵	واقعہ	۴۳۶	مقولہ ہمہ از دست
۴۵۶	تبعیہات واقعہ	۴۳۷	توحید وجودی ایک تنگ کو چہ ہے
"	اعیانِ ثابۃ		مکتوب ۱۴
"	اعیانِ ثابۃ اور حضرت ابن عربی قدس سرہ	۴۴۱	متن
۴۵۷	ایک سوال اور اس کا جواب	"	ترجمہ، شرح
۴۵۸	متن (اکثر بطریق رابطہ مشغول اند.....)	۴۴۲	تجلی کا مفہوم
۴۵۹	ترجمہ، شرح	"	تجلی کا ثبوت
"	طریق رابطہ	"	تجلیات لا تعداد ہیں
"	اثباتِ طریق رابطہ	۴۴۳	اقسامِ تجلیات
۴۶۰		"	تجلی استاری، تجلی فعلی، تجلی صفاتی
		"	تجلی ذاتی

۳۸۱	اصحاب مجتب	۳۶۰	قرآن وحدیث سے استدلال
۳۸۲	مجاہد غلامانی	۳۶۱	تصویر شیخ کے فوائد
"	مجاہد نورانی	۳۶۲	تصویر شیخ کے طریقے
"	مجاہد کیفی	۳۶۳	متن
"	ارباب قلوب	۳۶۴	ترجمہ، شرح
	متن (عزیز متوقف از فوق	"	در پر محبوبیت
۳۸۴	فردا آمدہ ست	۳۶۵	ادیانے محبوبین
۳۸۵	ترجمہ، شرح	"	حضرت امام ربانی محبوب سبحانی ہیں
"	جذبہ اصراریہ		مکتوب ۱۵
۳۸۶	عزیز متوقف کے متعلق تین اقوال	۳۶۹	متن
۳۹۰	جذبہ کی دو قسمیں	"	ترجمہ، شرح
	مکتوب ۱۶	"	کیفیات عروج و نزول
۳۹۳	متن	۳۷۲	متن (از صعود و عروج باز ماندہ.....)
"	ترجمہ، شرح	"	ترجمہ، شرح
۳۹۴	رسالہ کثیر البرکات کو مرقہ کائنات	۳۷۳	صعود و عروج
"	صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا۔	"	مقلب قلب - مقام قلب
"	اس سے کونسا مکتوب شریف مراد ہے	"	ساک کی روح و نفس کی دونوں
	متن (چند ان وجوہ ولایت و کمالات	۳۷۵	جہتوں کے جامع ہونے کا مفہوم
۳۹۷	آفران و نمودند	۳۷۶	مقام جمع - مقام فرق
"	ترجمہ، شرح	"	روح و نفس کی تفصیلی بحث
"	کمالات ولایت کے تین مفہوم		متن (دست چپ عبارت از مقام
	متن (این مقام مقام تکمیل و	۳۸۰	قلب ست.....)
۳۹۸	ارشاد ست	"	ترجمہ، شرح
		۳۸۱	مقام قلب کے دو مفہوم

۵۱۸	تلوین	۲۹۹	ترجمہ، شرح
"	تمکین	"	مقام دعوت
۵۲۰	حیرت و پریشانی	۵۰۰	مراد۔ مرید
"	معنوی سردی	۵۰۲	قطب ارشاد
	متن (عجب آنست کہ حالاً بحق	"	قطب افراد
۵۲۱	یقین مشرف ساختہ اند.....)		متن (نزول در مقام قلب
"	ترجمہ، شرح	۵۰۵	بحقیقت مقام فرق.....)
۵۲۲	علم الیقین	۵۰۶	ترجمہ، شرح
"	عین الیقین	"	مقام ارشاد
۵۲۳	حق الیقین	"	مقام جمع و فرق
۵۲۴	اقسام عارف	"	خلاصۃ المرام
	متن (فوق مقام ولایت		مکتوب ۱۷
۵۲۵	مقام شہادت مست.....)	۵۱۱	متن
۵۲۶	ترجمہ، شرح	"	ترجمہ، شرح
"	مراتب ولایت	"	عزیز متوقف حضرت خواجہ باقی باللہ مراد ہیں
"	تعریفات مراتب	"	عزیز متوقف کی روحانی ترقی کی خبر دینا
"	پہلا مرتبہ۔ ولایت	۵۱۳	متن
۵۲۷	دوسرا مرتبہ۔ شہادت	"	ترجمہ، شرح
۵۲۸	تیسرا مرتبہ۔ صدقیت	"	راہ طریقت میں مجاہدہ کے ساتھ
۵۲۹	چار کامل مرتبہ	"	توجہات شیخ بھی ضروری ہیں۔
۵۳۰	غایۃ مافی الہاب		مکتوب ۱۸
"	متن		متن (درازلوین بہ تمکین
۵۳۱	ترجمہ، شرح		مشرف فرمود.....)
"	صدقیت اور نبوت کے درمیان کوئی مقام نہیں	۵۱۷	ترجمہ، شرح
۵۳۲	متن		
"	ترجمہ، شرح		
۵۳۳	اللہ تعالیٰ کا وجود الکی ذات پر زائد ہے	۵۱۸	

۵۵۰	موت اختیاری کی اقسام		متن (برسر مسئلہ قضا و قدر
۵۵۱	موت ابیض	۵۳۳	نیز اطلاع دادند.....)
"	موت اسود		ترجمہ، شرح
"	موت احمر	۵۳۳	
"	موت اخضر	"	مسئلہ قضا و قدر کی حقیقت
۵۵۲	متن	۵۳۶	متن
"	ترجمہ، شرح	"	ترجمہ، شرح
"	صورت ایمان اور حقیقت ایمان کا فرق	۵۳۷	تشبیہ و تنزیہ
۵۵۳	استشہاد بالحدیث		مکتوب ۱۹
۵۵۵	متن		متن
"	ترجمہ، شرح	۵۴۱	ترجمہ، شرح
"	ولایت عامہ	"	حاجت مندوں کی مالی امداد و سفارش
۵۵۶	ولایت خاصہ	"	ارباب حونک کی حاجتیں پوری کرنا
"	درجات ولایت	۵۴۲	موجب اجر و ثواب ہے
۵۵۷	خلعت		خدمت خلق کی فضیلت
"	حب	"	مکتوب ۲۰
"	ختم		حاجت مندوں کی مالی امداد و سفارش
۵۵۸	عبودیت	۵۴۵	مکتوب ۲۱
"	نبوت اور ولایت کا باہمی تعلق		متن (إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي
"	اتباع کی دو قسمیں	۵۴۹	قَبْلَ الْمَوْتِ الْمُعْتَرِعَةِ بِالْفَنَاءِ...)
"	نبوت کا ظاہر و باطن	"	ترجمہ، شرح
۵۵۹	ولایت انبیاء	۵۵۰	مُؤْتَوْ قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا کا مفہوم
۵۶۰	مناصب و مراتب اولیاء		
۵۶۱	احادیث سے استدلال		
۵۶۲	بعض اصطلاحات مناصب کا مفہوم		
"	ولی کا معنی و مفہوم		
۵۶۳	قطب کا مفہوم		

۵۷۴	اقسامِ حجابات	۵۷۴	اقسامِ قطاب
"	حجابات وجودیہ و حجابات اعتباریہ	"	فرائضِ قطاب
۵۷۸	زوالِ علمی و زوالِ عینی	۵۶۵	قطبِ مدار
"	وصلِ عریانی	"	غوث
"	متن	۵۶۶	قیوم
۵۷۹	ترجمہ، شرح	"	قیوم کے دو مفہوم
"	ولایتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ	۵۶۷	ابدال
"	تجلی ذاتی برقی		ابدال کے باذن اللہ امداد اور فیض
۵۸۰	تجلی ذاتی دائمی	۵۶۸	پہنچانے پر حدیثِ پاک سے استدلال
۵۸۱	نسبتِ نقشبندیہ	۵۶۹	متن
"	اکابرِ نقشبندیہ اور نسبتِ صدیقیہ	۵۷۰	ترجمہ، شرح
	مکتوب ۲۲		اسماء و صفات اور شیزات
	متن (سبحان من جمع بین		و اعتبارات کی بحث
۵۸۷	النور والظلمۃ.....)	۵۷۱	اسماء و صفات
"	ترجمہ، شرح	"	اسماءِ حسنیٰ
۵۸۸	روح کا معنی	۵۷۲	اقہاتِ اسماء
"	روح کی تعریف	"	اسم جامع
۵۹۰	متعلقاتِ مسئلہ روح	"	اعیانِ ثابترہ و اعیانِ ممکنات
۵۹۱	روح کے دو بدن	۵۷۳	ذات و صفات
۵۹۲	روح کے بائے میں دو مکتبِ فکر	۵۷۴	شیزات
۵۹۳	نفس کا معنی اور درجہ تسمیہ		اعتبارات
"	اقسامِ نفس		متن (حرقِ جمیع المحجب
۵۹۵	ابلیس اور نفس	۵۷۵	متن الوجودیۃ والاعتباریۃ
"	نفس اور روح حقیقتِ واحد ہیں	"	عِلْمًا وَعَيْنًا۔ يتحقق في هذا المقام...
۵۹۶	قرآن و حدیث سے استدلال	۵۷۶	ترجمہ، شرح
"	خلاصہ مکتوب	"	ظلال
			حجابات

۶۲۳	فلے مطلق	۵۹۹	اولیائے مستہلکین و مرجوحین
"	محبت ذاتیہ میں انعام و ایلام برابر ہوتے ہیں		مکتوب ۲۳
۶۲۴	محبت ذاتیہ کا مفہوم	۶۰۳	متن
"	مقربین و ابرار کی عبادات میں فرق	"	ترجمہ، شرح
	جنت کی طلب کرنا اور دوزخ	۶۰۵	شیخ ناقص و شیخ کامل کی پہچان
۶۲۵	سے نجات مانگنا مقربین کا مرتبہ ہے	۶۰۷	اولیائے نقشبندیہ مجذوب ساکک ہوتے ہیں
	مکتوب ۲۵	۶۰۸	اقلیم شیخ
	متن (سلم اللہ تعالیٰ قلبکم و	"	مجذوب ساکک (محبوب)
۶۲۹	شرح صدرکم و زکی نفسکم.....)	"	ساکک مجذوب (محبت)
"	ترجمہ، شرح	۶۰۹	متن
۶۳۰	حضرت امام ربانی کی چار دعائیں	"	ترجمہ، شرح
	متن (فعلیکم بمتابعتہ و	"	کفریہ القابات عبارات اجتناب کی تلقین
۶۳۲	متابعة خلفائہ الراشدین.....)	۶۱۳	اسلام کی روشنیوں
"	ترجمہ، شرح		مکتوب ۲۴
"	تعظیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم		متن (ہوشان الصوفی
۶۳۴	شیخ سلطان اور ان کے بیٹوں کی سفارش	۶۱۷	الکائن البائن.....)
	مکتوب ۲۶	۶۱۸	ترجمہ، شرح
	متن (الاطال شوق الابزار	"	صوفی کائنات کے دو مفہوم
۶۳۷	الحی لقائی.....)	۶۱۹	ایک دل میں دو محبتیں جگہ نہیں پکڑتیں
"	ترجمہ، شرح	۶۲۰	متن
۶۳۸	شوق کا مفہوم	"	ترجمہ، شرح
"	قرآن وحدیث سے استدلال		متن (وہذہ الدولۃ القصوی
۶۳۹	رجال اشتیاق	۶۲۲	لا تتحقق الابد الفنا.....)
"	مقربین	"	ترجمہ، شرح

۶۵۳	نسبت سلاسل	۶۳۹	ابرار
"	سلسلہ نقشبندیہ	۶۴۰	حدیث شوق
۶۵۴	سلسلہ قادریہ سلسلہ سہروردیہ	"	حدیث طال شوق الابرار..... کی تخریج
"	سلسلہ چشتیہ	۶۴۱	حدیث قدسی کی تعریف
۶۵۵	بسیئات	"	متن
۶۵۶	نسبت نقشبندیہ مجددیہ کی انفرادیت	۶۴۲	ترجمہ، شرح
۶۵۷	سماع و رقص اور وجد، امام ربانی کی نظر میں	"	زوال شوق کے اسباب
۶۶۰	اہل سماع و رقص حقیقت نماز سے بے خبر ہیں		متن (لا یقال ان مراتب
۶۶۱	بدعت فی الطریقت		الوصول لا تنقطع
"	اپنی طریقت کی حفاظت اہم ترین امر ہے	۶۴۳	ابد الابدین.....)
۶۶۲	اس کی چند وجوہات	"	ترجمہ، شرح
	مکتوب ۲۷	"	سیر اجمالی۔ سیر تفصیلی
۶۶۷	متن (نسبت مافوق ہمہ نسبت	۶۴۵	حضرت ابن عربی علیہ الرحمہ کا کلمہ مکریمہ
"	ہاست.....)		حضرت امام ربانی قدس سرہ کا علوم
"	ترجمہ، شرح	۶۴۶	ظاہریہ و کشفیہ میں منفرد مقام
"	نسبت نقشبندیہ تمام نسبتوں کے لئے ہے		متن (فاحصاء الشوق والتواجد
۶۶۸	یادداشت کا مضمون	۶۴۷	لیسوا الا اصحاب التجلیات الصفائیہ
"	یادداشت اور یاد کرد میں فرق	"	ترجمہ، شرح
۶۶۹	متن		حقیقت وجد
"	ترجمہ، شرح	۶۴۸	مطلق وجد کا ثبوت آیات قرآنیہ سے
۶۷۰	نسبت نقشبندیہ قلیل الوجود	۶۴۹	تواجد کا معنی
"	اور کم یاب ہو چکی ہے	۶۵۰	تواجد کے متعلق صوفیاء کی دو آراء
"	حضور حق تعالیٰ میسر آنے کے	"	وجود کا مضمون
"	دو وقت (بیتہ)	۶۵۱	صوفی صاحب الوجود
۶۷۱	جہات ستہ	"	وجد، تواجد اور وجود کا باہمی ربط
"	اکابر مشائخ نقشبندیہ کی مدح میں	۶۵۲	اختلاف صوفیاء کی حکمت
"	مولانا جامی کی مشہور رباعی		

۶۹۵	ماء مستعمل طاہر ہے	مکتوب ۲۸
۶۹۷	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات	متن (چہرے ست کہ آزادان
۶۹۸	مہار کہ طاہر ہیں	یاد مگر قاتران کنند)
۶۹۹	متن	ترجمہ - شرح
"	ترجمہ - شرح	"
"	سجدہ کی تعریف	۶۷۶ آزاد اور مگر قاتران کی اصطلاح
"	سجدہ کی دو اقسام سجدہ عبادت ، سجدہ تحیت	۶۷۷ مرتبہ نزول کی بلندی
۷۰۰	احادیث تحریم سجدہ تحیت	مکتوب ۲۹
	مکتوب ۲۰	متن (مقربات اعمال یا فرائض
۷۰۵	متن	اندیا نوافل -----)
"	ترجمہ - شرح	۶۸۱
۷۰۶	شہود آفاق و شہود نفسی کا فرق	"
"	مطلوب آفاق و نفس سے دراد ہے	۶۸۲
۷۰۹	متن	"
"	ترجمہ - شرح	۶۸۳
"	شہود نفسی و تجلی صوری کا فرق	۶۸۴
۷۱۱	متن	"
"	ترجمہ - شرح	۶۸۵
"	وجود عدم اور وجود فناء	۶۸۸
۷۱۳	متن (لذا نہایت مراتب لاییت	۶۸۸
"	ترجمہ - شرح	۶۸۹
۷۱۵	مقام عبدیت	۶۹۱
۷۱۶	متن	"
۷۱۶	ترجمہ - شرح	۶۹۲
۷۱۶	توحید فعلی	"
		۶۹۳
		شرح
		ماء مستعمل کی تعریف و احکام
		ماء مستعمل کے متعلق امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ
		کے تین اقوال

پیش لفظ

امام ربانی، قوم زمانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی وہ عظیم المرتبت شخصیت ہیں جنہوں نے برصغیر میں اسلام کے احیاء و فروغ اور سر بلندی کے لیے وہ کارنامے سر انجام دیئے جن کو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی مسند تجدید پر فائز تھے ہندوستان میں جب اکبر بادشاہ نے دین الہی کی بنیاد رکھی تو حضرت امام ربانی نے نہ صرف اکبر کے وضع کردہ دین الہی کو بنیادوں سے اکھیر کر رکھ دیا بلکہ شریعت و طریقت پر پڑنے والی گرد کو بھی صاف کیا اور وہ بدعات جو دین میں در آئیں تھیں ان کا بھی قلع قمع فرمایا۔ اس مقصد کے لیے آپ نے اس وقت کے امراء، وزراء، علماء، و صوفیاء کے نام جو مکاتیب تحریر فرمائے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ جس طرح آپ کے تجدیدی کارناموں کی عظمت کا اعتراف اہل علم و فضل نے کیا ہے اور آئیوے ہر عہد میں کیا جاتا ہے گا اسی طرح آپ کے تحریر کردہ مکتوبات شریفہ جو کہ شریعت و طریقت اور معرفت و حقیقت کے علوم و معارف کا گنجینہ ہیں علماء و صوفیاء نے ہر دور میں ان کی فضیلت کی بھی گواہی دی ہے۔

مکتوبات شریفہ کی اہمیت کا اندازہ انقرہ (ترکی) کے جلیل القدر فاضل حضرت العلامة سیّد عبدالحکیم بن المصطفیٰ الآرواسی علیہ الرحمہ کے اس قول سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ

افضل الكتب الاسلاميه بعد كتاب الله تعالى وبعد

احادیث النبویہ مکتوبات للامام الربانی لا مثل له فی الاقطار
الجهانی

ترجمہ: قرآن پاک اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت کے بعد
کُتب اسلامیہ میں سب سے افضل کتاب، مکتوبات امام ربانی ہے جس کی
سینہ گیتی پر کوئی مثال نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ گردش حالات اور مرور زمانہ ان کی مقبولیت و افادیت
میں رکاوٹ نہیں بن سکے اور ان کی جامعیت اور ہمہ گیری میں فرق نہیں آیا۔
جہاں یہ آج بھی طالبان راہ سلوک کے لیے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق و
کردار، حقائق و معارف کا خزانہ اور روحانی ترقی کا موجب ہیں وہاں ان میں ملت
اسلامیہ کی زبوں حالی، مصائب، امراض اور مشکلات کا شافی حل بھی موجود ہے۔

ضرورت اس امر کی تھی کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ
النورانی نے اپنے مکتوبات شریفہ میں جو علوم و معارف بیان فرمائے ہیں ان کو
سلیس، عام فہم اور سادہ الفاظ میں قارئین تک پہنچایا جائے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ
النورانی کے بیان کردہ حقائق و معارف، دستیق اصطلاحات کو سمجھنا اور سلیس الفاظ
میں بیان کرنا نہایت ہی مشکل کام تھا مگر عامل فیوضات مجدد الف ثانی، شیخ طریقت
حضرت علامہ ابوالبلیان پیر محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مشکل ترین کام کا
بیڑا اٹھایا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ رحمت، حضرت
مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کے خاص فیضانِ کرم سے مکتوبات شریفہ کی شرح
لکھنے کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جس کے مضامین و مقالات ”البینات شرح مکتوبات“
کے عنوان سے ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام گوجرانوالہ میں بالاقساط شائع ہوتے رہے
جنہیں اب مزید حوالہ جات کے ساتھ مزین کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔

حوالہ جات کی تحقیق و تخریج، کتابت، پروف ریڈنگ اور طباعت کے

جائگہ مراحل میں علامہ محمد نصرت اللہ مجددی، پروفیسر محمد عظیم فاروقی مجددی، علامہ صاحبزادہ سید احمد فاروق شاہ مجددی، علامہ محمد بشارت علی مجددی، علامہ غلام تقی ساقی مجددی، علامہ محمد نوید اقبال مجددی، علامہ تنویر حسین مجددی، محمد سعید احمد صدیقی مجددی اور محمد ندیم ارشد مجددی کی شبانہ روز محنت قابل تائیس اور جذبہ لائق تحسین ہے میں دور حاضر کے عظیم محقق اور بالغ نظر مورخ محترم جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی زید مجددی (دلاہور) کا انتہائی سپاس گزار ہوں جنہوں نے اپنی مصروفیات کے وقت نکال کر نہایت تاریخی، تحقیقی اور واقعہ مقدمہ تحریر فرمایا۔ موصوف بلند کردار کے حامل اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اجر عظیم اور ثواب عظیم عطا فرمائے اور بیش از بیش دین اسلام کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا کو کہ یہ کتاب مستطاب ارباب قلوب اور اصحاب سلوک کے لیے کامیابی کی تعلید، شرف باریابی کی نوید جانفز اور طالبان راہ حقیقت اور سالکان جادۂ طریقت کے لیے بہترین تحفہ ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ کے حضور ملتی ہوں کہ وہ اس کتاب کو شرف قبولیت بخشے اور سرارج العارفین شیخ طریقت حضرت علامہ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات عالیہ کو مزید بلند فرمائے اور ہمیں اس عظیم علمی و روحانی مشن کی تکمیل و تیتیم کی توفیق انیق رفیق فرمائے۔

اللهم آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم
قارئین کرام سے التماس ہے کہ دوران مطالعہ اگر کتابت یا پروف ٹیکنگ کی کوئی غلطی پائیں تو دامن عفو میں جگہ دیں اور ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کردی جائے۔

جناب مولانا رفیع احمد مجلوی

نہادہ سین درگاہ حضرت ابوالیمان رحمۃ اللہ علیہ

خارجِ عمیت

امام ربانی مجدد الف ثانی ^{بمختصر} ^{العزیز}



وَبَلِّغْ أَمْرَ الشَّيْخِ إِلَى أَنْ لَا

يُحِبُّهُ الْآمُومُنْ تَقَى وَلَا يَغْضَدُ

الْأَفَاجِرُ شَقَى

شیخ (حضرت امام ربانی قدس سرہ) کا معاملہ یہاں تک
پہنچ چکا ہے کہ متقی مومن ہی کو آپ سے محبت ہوگی
اور شقی فاجر ہی کو آپ سے عداوت

بگو داستان ز احمد نقشبند
 کہ داری دل از داغ مهرش سپند
 گزشتہ بیک گام زین و طبع
 ز قد و سیان برده گونے سبق
 بہند و ستان گرچہ دار مہتمام
 ببالائے ہفتم فلک ماندہ گام
 مربع نشیں و مسدس سرا!
 برایش جبیں سودہ ہفتم سما
 نگین گشتہ در حلقہ اولیاء
 چو در انبیا خاتم الانبیا



حضرت خواجہ عبدالاحد و حدت

بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی قدس سرہما

اے خاک پاکِ روضہ، عمیری و غمیری ' کہ اہل جہان بے تو بدوش گشتہ اند
 ساقی فائدہ بر تو خوش آئے کہ اہل ہر عاقل شپیت آئندہ مخمور رفتہ اند!
 بہرے خاکِ خلد تو داری کہ اہل رض یکفختہ تو باقیہ بر چرخ رفتہ اند
 نے نے تر از تربتِ سبب شستہ اند پنہاں روم و شام بہر سبب ہشتہ اند
 ایں خاکِ احمدی است نباتِ احمدی نے یکہ صدر ہزارین خاکِ حبشہ اند
 اہلاً و مر حبابے زوار تو بے! افعال بعد بر رخ اعدا ت سببہ اند
 یارب ممکن خلاص ازین خاکِ درمرا بد حال اس کساں کہ ازین خاکِ تلذہ اند
 شیرے بخواب بہلویے دوشبل یارب چہ از ہا ملست کہ ازین جانہ ہفتہ اند

تنہا غنی نہ مدحِ نعمتہ تو نہ کرد

کہو بیاں عرش ہمیں گو نہ گفتہ اند



حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ اصرار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبرِ دار!



علامہ محمد اقبال مرحوم

(بالِ جبریل)

مختصر سوانح حیات

حضرت علامہ ابوالبیان محمد سعید احمد مجذری رحمۃ اللہ علیہ

علم و ادب، خلوص و سادگی، متانت و نجیدگی، ایثار و وقار، شفقت و محبت، تہی گئی و بے باکی، ذہانت و فطانت، حسن اخلاق اور حسن گفتار و کردار جیسی عظیم صفات کو اگر ایک لڑھی میں پڑ دیا جائے تو شیخ طریقت حضرت علامہ ابوالبیان محمد سعید احمد مجذری قس سرگودھا کی ذات گرامی تشکیل پاتی ہے جو مشائخ کے لیے سرپا ادب و نیاز، علماء کے لیے پیکر ایثار و مروت اور عوام الناس کے لیے شفقت و محبت کا ساںباں تھے۔

نگہ بلند، سخن و نواز، جاں پرور

یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

قدرت نے آپ کی ذات ستودہ صفات میں گونا گوں خوبیاں و ولایت فرمائی تھیں بلاشبہ آپ شریعت کے عالم بھی تھے اور طریقت کے حامل بھی، سنت کے حامل بھی تھے اور شیخ کامل بھی، عاشق رسول اللہ بھی تھے اور مجاہد فی سبیل اللہ بھی، مایہ ناز خطیب بھی تھے اور بلند پایہ ادیب بھی، کتاب و سنت کے حامی بھی تھے اور شرک و بدعت کے ماحی بھی، مرد فقیر بھی تھے اور پیر روشن ضمیر بھی۔

مختصر یہ کہ آپ حسن صورت اور حسن سیرت کا حسین امتزاج تھے۔

انوکھی وضع ہے سائے زمانے سے نرلے ہیں

یہ عاشق کون سی بستی کے یارب ہنسنے والے ہیں

ولادت: کون جانتا تھا کہ خطہ کشمیر جنت نظیر میں حضرت مولانا لال دین رحمۃ اللہ علیہ

کے گھر ۱۹۴۳ء بروز جمعۃ المبارک بوقت فجر پیدا ہونے والا سچہ ایک دن روشن آفتاب بن کر چمکے گا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات کی ترجمانی کرتے ہوئے وہ عظیم کا زمانہ سرانجام دے گا جسے گزشتہ چار صدیوں میں کوئی نہ کر سکا۔

◎ آپ کا خاندان ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان آگیا تو ضلع جہلم تحصیل سرانے عالمگیر کے گاؤں ”اونگ آباد میں قیام کیا۔

◎ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا لال دین رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم باعمل اور صوفی منش بزرگ تھے والدہ مرحومہ درد دل رکھنے والی نیک سیرت اور پاک باز خاتون تھیں۔ والدین کی تربیت نے آداب فرزند کی سکھائے، خود شناسی اور خدا شناسی اور خود آگاہی و خدا آگاہی ورثے میں ملی۔

~ یہ حق آگاہی، یہ خوش گوئی، یہ ذوق معرفت

یہ طریقی دوستی، خود داری و تمکنت

~ اس کے شاہد ہیں کہ ان کے والدین ابراہیم

با خدا تھے اہل دل تھے صاحب سر تھے

◎ آپ کا سلسلہ نسب صحابی رسول، حضرت وحید کلبی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے جو نہایت حسین و جمیل شخصیت کے مالک تھے حضرت جبریل امین علیہ السلام جب کبھی لباس بشری میں بارگاہ رسالت مآب علی صاحبہا الصلوٰۃ میں حاضر ہوتے تو اکثر حضرت وحید کلبی کی صورت میں متشکل ہوتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے حسن و جمال کی جھلک آپ میں نمایاں نظر آتی تھی۔

~ ان کی ذریت کا ہر ذرہ نہ کیوں ہو آفتاب

سرزمین حسن سے نکلی ہے یہ کان جمال

تعلیمی زندگی، گھریلو مذہبی ماحول کی وجہ سے سکول کی تعلیم کے بعد مختلف دینی مدارس

میں ممتاز اور جید علمائے کرام سے علوم دینیہ کا اکتساب کیا۔

◎ جامعہ نظامیہ لاہور سے تنظیم المدارس کے تحت الشہادۃ العالمیہ (ایم اے عربی و اسلامیات) کا امتحان پاس کیا۔

◎ شیخ القرآن حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ قرآن پڑھا۔

◎ امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید کانہی رحمۃ اللہ علیہ (طمان) سے سند حدیث حاصل کی۔

خطابت، عشق رسول میں ڈوبی ہوئی آواز، محبت بھرا لہجہ و انداز، تجنیس الفاظ، سخن دل نواز، مترادفات کی دل نشینی، استعارات آفرینی، مطالب کا سیلاب، اشارات و کنایات، تلمیحات و محاورات کا وافر استعمال آپ کی خطابت کے دلنشین عناصر اور آپ کے عمیق مطالعہ کا بین ثبوت ہیں۔

◎ خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ (آلومار شریف) کی ۲۵ سالہ صحبت و رفاقت اور تربیت و شفقت نے آپ کے دینی، روحانی، فکری اور ادبی رجحانات میں مزید نکھار پیدا کیا جس سے میدان خطابت میں آپ کو عالمگیر شہرت اور پذیرائی حاصل ہوئی۔

آپ کی خطابت کی جولانی، شعلہ بیانی اور سلاست و روانی کو دیکھ کر شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الوالبیان“ کا لقب عطا فرمایا جو آپ کے نام کا جزو لازم بن کر رہ گیا۔

تبلیغی و تحریکی سرگرمیاں، جمعیت علمائے پاکستان، جماعت اہلسنت اور دیگر کئی مذہبی و سیاسی تنظیموں میں نمایاں عہدوں پر تبلیغی و روحانی خدمات سر انجام دیتے رہے۔

◎ عرصہ تین سال تک آزاد کشمیر کی سب سے بڑی دینی اور سیاسی تنظیم جمعیت علمائے جموں و کشمیر کی صدارت کے فرائض بھی انجام دیے آپ نے سیاست کی پرچار وادی میں بھی قدم رکھا لیکن جلد ہی عملی سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔

عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کا قیام

فروری ۱۹۸۰ء میں عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کی بنیاد رکھی جس کے تحت نوجوانوں کی علمی و نظریاتی تربیت اور روحانی ذوق کی آبیاری کے لیے عملی جدوجہد شروع کر دی۔ عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کے قیام کا بنیادی مقصد تعلیمات کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت اور غلبہ اسلام کے لیے مسلمانوں کو متحد منظم کرنا، ان کی علمی و عملی، فکری و روحانی اور جہادی تربیت کرنا تاکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے نئے دور کا آغاز ہو سکے۔

۴ اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے

مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

ادارہ کی تنظیم صالح، باکھوار اہل علم و دانش اور غیر افراد پر مشتمل ہے جو پاکستان کے علاوہ آسٹریلیا، ملائیشیا، برطانیہ اور دیگر ممالک میں اسلامی انقلاب کے لیے مؤثر کردار ادا کر رہی ہے۔ نیز بفضلہ تعالیٰ ادارہ کے تحت بیسیوں مساجد و مدارس کا نظام کجمن و خوبی چل رہا ہے۔

© ۱۹۸۲ء میں جی ٹی روڈ بالمقابل ریگل چائے گوجر والہ (بطرف لاہور) پانچ ایکڑ اراضی پر مشتمل جامعہ ریاض المدینہ کی بنیاد رکھی مگر بعض جاہ پسند عناصر کی وجہ سے کافی عرصہ تعلیمی نظام معطل رہا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پھر آپ ہی کی زیر سرپرستی تعلیمی نظام کا آغاز ہو چکا ہے خدا کرے کہ مستقبل میں یہ گوارہ ایک عظیم الشان شہنشاہی یونیورسٹی کا روپ دھارے (اللھم آمین)

© گوجر والہ ڈویژن میں اہل سنت کی معروف دینی درس گاہ دارالعلوم نقشبندیہ امینیہ ماڈل ٹاؤن کے بانی بھی آپ ہی ہیں۔

© آپ نے کئی مرتبہ بیرونی ممالک (برطانیہ، آسٹریلیا، ملائیشیا، عراق، ہندوستان وغیرہ) میں تبلیغی و روحانی دورے فرمائے۔

© اٹھ مرتبہ حج بیت اللہ اور متعدد عمرہ کی سعادت حاصل فرمائی۔

روحانی نسبت

آپ نے درد و سوز اور تصوف کی طرف میلان ورثہ میں پایا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر زبدۃ الفقراء حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی مجددی قدس سرہ (خلیفہ خاص آکوہار شریف سیالکوٹ) سے ملاقات ہوئی۔ جو مادر زاد ولی اور بلند پایہ صاحب حال صوفی تھے، ان کی نگاہ ولایت نے پہلی ہی نظر میں جوہر قابل اور گوہر نایاب کو پہچان لیا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت فرمایا۔ شیخ کامل کی روحانی توجہات نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کو منازل سلوک طے کروا کے نہ صرف فرقہ خلافت سے نوازا بلکہ ”شہباز طریقت“ کا لقب بھی عطا فرمایا۔

آپ کے شیخ کامل حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر روز قیامت خدا نے پوچھا اے محمد علی! دنیا سے کیا لائے ہو تو میں محمد سعید احمد کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ ایزدی میں پیش کر دوں گا۔

حاصل عمر شارہ یا اے کرم دم

شادم از زندگی خویش کہ کائے کرم دم

آپ کی اعلیٰ روحانی و علمی استعداد کو دیکھتے ہوئے اندرون و بیرون ملک کے جلیل القدر مشائخ عظام نے دیگر سلاسل طریقت مثلاً قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، شاذلیہ وغیرہا کے فیوض و برکات اور خرقہ ہائے خلافت و اجازت سے نوازیوں آپ کی ذات جملہ سلاسل کے فیوض و برکات کی جامع و منجم قرار پائی۔ ان میں سے چند مشائخ کرام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

◎ خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ

تاجدار آکوہار شریف ضلع سیالکوٹ

◎ شیخ المشائخ حضرت سید محمد فضل شاہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین

چورہ شریف ضلع انک

○ پیر طریقت حضرت خواجہ محمد غلام فرید شاہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین نتمیال

شریف ضلع انک

○ شہزادہ غوث الوریٰ حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد انور شاہ گیلانی بغدادی مدظلہ

سجادہ نشین سدرہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں (صوبہ سرحد)

○ غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کانپی رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)

○ شیخ القرآن حضرت علامہ محمد عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (وزیر آباد)

○ شیخ الشیوخ حضرت العلامة شیخ ابوالنور شازلی مدظلہ (دمشق)

○ پیر طریقت حضرت صاحبزادہ پیر سید عاشق حسین شاہ مجددی مدظلہ سجادہ نشین

○ استانہ عالیہ سرہند شریف (انڈیا) حال تقیم شوپورہ پاکستان۔

علوم تصوف

طریقت کے نہایت باریک ، لطیف اور دقیق مسائل و معارف پر شرح

و بسط کے ساتھ کلام کرنے اور عامۃ الناس کے قلوب و اذہان میں صحیح اسلامی

تصوف کو اجاگر کرنے کی صلاحیت خصوصی طور پر قدرت نے آپ کو ودیعت فرمائی

تھی یہی وجہ ہے کہ آپ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق

کتاب مستطاب کشف المحجوب کا مسلسل ۸ سال تک ہفتہ وار درس ارشاد فرماتے رہے۔

○ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے خصوصی علوم و معارف پر مثل ان

کی تصنیف لطیف ”مبدأ و معاد“ احباب کو سبقاً پڑھاتے رہے۔

○ نیز مکتوبات امام ربانی کا تقریباً ۲۰ برس تک درس ارشاد فرمایا۔ علمی تصوف کے ساتھ

ساتھ آپ کو عملی تصوف میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ سلوک نقشبندیہ مجددیہ طے کروانے

میں انتہائی مشاق اور قوی التوجہ تھے یہی وجہ ہے کہ احباب کو پہلی ہی توجہ سے عالمِ

و عالم خلق کے لطائف طے کروائیے۔

البینات شرح مکتوبات

۱۹۸۹ء میں جب عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کے زیر اہتمام ”ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام“ کا اجراء ہوا تو آپ نے تعلیمات مجددیہ کے فروغ و احیاء کے لیے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے ”مکتوبات شریفہ“ کی پہلی اردو شرح ”البینات شرح مکتوبات“ کے لکھنے کا آغاز فرمایا۔

مکتوبات شریفہ کی شرح یقیناً ایک مشکل ترین کام تھا کیونکہ مکتوبات امام ربانی علیہ الرحمہ کو سمجھنے کے لیے صرف عربی اور فارسی زبان پر عبور اور اصطلاحات تصوف کا جان لینا ہی کافی نہیں بلکہ حضرت مجدد پاک علیہ الرحمہ کے لامحدود مکشوفات، حقائق و معارف کو سمجھنے کے لیے اعلیٰ روحانی استعداد، بلند فکری و نظر، قال کے بجائے حال اور علم کسی کے ساتھ ساتھ علم و ہی کی بھی ضرورت ہے۔ اس کا تعلق واردات قلبیہ اور مشاہدات ذاتیہ کے ساتھ ہے نیز قلبی واردات و کیفیات اور ذاتی مشاہدات و مکاشفات کا ادراک کر کے ان کو الفاظ کی حسین لٹری میں پرونا اور بھی مشکل کام ہے بحمد تعالیٰ اللہ رب العزت نے یہ ساری قابلیتیں و صلاحیتیں آپ کی ذات بابرکات میں ودیعت فرمائی تھیں۔

آپ کے اس کام نے علماء کے علاوہ انخاص کو بھی درطرحیرت میں ڈال دیا۔ کچھ نے اس کام کو سراہا اور داد تحسین دی تو کچھ انگشت بندھاں رہ گئے جب کہ کچھ نے تو یہ سمجھا کہ یہ کام زیادہ دیر تک چلنے والا نہیں لیکن جس کام کی بنیاد خلوص و لئیت پر ہو، جہاں تائید ایزدی اور بزرگوں کی توجہات شامل حال ہوں، مزید یہ کہ خود حضور مجدد پاک علیہ الرحمہ کی روحانیت ممد و معاون ہو تو ناکامی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلہ میں آپ خود فرماتے ہیں کہ بارہا ایسا ہوا کہ البینات کے سلسلہ میں کسی مشکل مسئلہ کے حل کی جب کوئی صورت نہ بن پڑتی تو حضور مجدد پاک علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں فاتحہ شریف پڑھ کر متوجہ ہوتا تو اس مسئلہ کا حل معلوم ہو جاتا کبھی القائی طور پر تو کبھی ریل

کہ اچانک کسی نہ کسی کتاب میں فوراً وہی مسئلہ سامنے آجاتا والحمد للہ علی ذلک
وصال پُر ملال

دواڑھائی برس بستر علالت پر پہننے کے بعد آخر کار علم و معرفت اور فقر و ولایت
کایہ آفتاب ۱۰ اور ۱۱ اگست ۲۰۰۲ء کی درمیانی شب بمطابق یکم جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ
کو لبوں پر مسکراہٹ سجائے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے دارفنا سے دار بقا کی طرف عازم سفر
ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دُعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کی اس سعی جمیدہ کو قبول فرما کر بلند نئی درجات
عطا فرمائے۔

ۛ اِس از من و از جملہ جہاں آمین باد

صاحبزادہ سید احمد فاروق شاہ مجددی

امیر عالی ادارہ تنظیم الاسلام

مَقَلَمَا

نوشۃ
پروفیسر محمد اقبال محمد دی
صدر شعبہ تاریخ، اسلامیہ کالج، رسول لائبریری لاہور

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ ۹۷۱ھ - ۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۳ - ۱۶۲۴ء کا زمانہ حیات کئی اعتبار سے بھجان انگیز تھا۔ اس میں ذہنی بے چینی اور معاشرتی انتشار پھیلانے والی ایسی کئی تحریکیں اُٹھیں جن کے ہندوستانی معاشرت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ ان ادوار میں بہت سی ایسی تحریکیں نے برصغیر پاکستان و ہند کا رخ کیا جن کا بنیادی نقطہ نظر عقل محض تھا۔ ان تحریکوں نے مذہبی اعتقادات میں انتشار پھیلانے کی پوری پوری کوششیں کیں۔ بد قسمتی سے ان ایام میں ہندوستان میں اکبر بادشاہ ۱۵۵۶ء - ۱۶۰۵ء اور اس کے حواریوں کے زیر اثر آزاد خیالی اور اتحاد کے لیے زمین ہموار کی جا رہی تھی۔ اکبر بادشاہ ابتداء میں دیندار اور پابندِ صوم و صلوة تھا اور علماء کی بہت تعظیم و توقیر کرتا تھا اس نے ان کو بڑے بڑے منصب دے کر با اختیار بنادیا تو علماء فقر و قناعت سے نکل کر اُمرار کے زمرہ میں آ گئے۔ انہوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا عبادت خانہ کے بے ہنگم مباحث نے کم علم اکبر کو دین اسلام سے ہی منحرف کر دیا۔ چونکہ عہدہ دار علماء اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے اس لیے قدرتی طور پر دوسرے فرقوں خصوصاً شیعہ علماء نے بھی اسی قسم کا اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی اور یہ عہدہ کر لیا کہ جب تک ان کو اقتدار سے ہٹا نہ دیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

اکبر بادشاہ ان علماء کے کردار اور حُبِ جاہ کی وجہ سے ان سے اتنا متنفر ہوا کہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے فکر مند رہنے لگا۔ ان دنوں جو افسوسناک واقعات پیش آئے ان میں سے اکبر کے عہد کے ایک نہایت ہی زیرک خانوادہ یعنی ملا شیخ مبارک ناگوری اور اس کے خانوادے کی تذلیل و تھتیر بھی ہو ایوں کہ شیخ مبارک اپنے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کو

لے کر صدر الصدورشیح عبدالنبی اور مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطانپوری کی خدمت میں گیا اور تنگ دستی کی شکایت کرتے ہوئے ان سے صرف ایک سو بیگہ زمین بطور مدد معاش مانگی تو انہوں نے یہ کہہ کر کہ تم شیعہ ہو اپنے در سے نکال دیا۔ اس وقت فیضی کی رگ حمیت پھٹک اٹھی اور اس نے کہا کہ :

”اگر میں اپنی اصل سے ہوں اور اپنے اعتقاد میں سچا ہوں تو تم سے ایسا انتقام لوں گا جس کی گونج سارے ہندوستان میں سنی جائے گی۔“

واقعی وہ گونج سارے ہندوستان میں سنی گئی۔ اکبر نے علماء کا اقتدار ختم کرنے کے لیے منصوبہ تیار کر لیا۔ اس سارے ڈرامے کی روح رواں ملا مبارک ناگوری اور اس کے یہ دونوں نہایت زیرک اور موقع شناس بیٹے (ابوالفضل اور فیضی) تھے۔ انہوں نے ۹۸۷ھ کو ایک محضر نامہ تیار کیا جس کی رُو سے اکبر بادشاہ کو اعدل، اعقل اور اعلم قرار دیتے ہوئے تمام علماء سے اس پر دستخط کروا کر اکبر بادشاہ کو مجتہد تسلیم کروا لیا۔

اب ان باہم دست و گریباں علماء کا اقتدار ختم ہو گیا کاش یہ علماء خدا ترس ہوتے اپنے عمل، کردار اور تقویٰ سے جب کہ انہیں بادشاہ کی تائید و حمایت بھی حاصل تھی ہندوستان کو مسلمانوں کے لیے ایک مثالی اسلامی مملکت بنا دیتے لیکن ان کی حبت جاہ اور دولت کی ہوس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو نہایت نازک حالات سے دوچار کر دیا، اب ہر غیر اسلامی نظریات رکھنے والی تحریک کو یہاں پنپنے کے خوب مواقع ملے۔ ان باطل فرقوں میں سے جو ہندوستان آئے فرقہ لفظویہ کے عقائد سب سے زیادہ خطرناک تھے۔ ان کے نزدیک نماز، حج اور قربانی بے عقلی کے مترادف تھی طہارت اور غسل کے مسائل کی بھی تضحیک کرتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ مذہب اسلام منسوخ ہو چکا ہے اس لیے اب نئے

۱۔ فرید بھکری : ذخیرہ خوانین ۱/ ۶۸-۶۹ ۲۔ عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ ۲/ ۲۴۱-۲۴۲

نظام الدین احمد : طبقات اکبری ۲۴۳-۲۴۴

دین کی ضرورت ہے۔

گویا ان کا کہنا تھا کہ اسلام کی عمر صرف ہزار سال تھی اب اگلے ہزار سال کے لیے ہمارے مرتب کردہ عقائد قبول کیے جائیں بقطوی تحریک کے بانی دراصل ایرانی علما تھے جب شاہ عباس صفوی کو ان کے عقائد کا علم ہوا تو اس نے اس فرقہ کے ماننے والے ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کچھ افراد جان بچا کر ہندوستان آنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان میں شریف آملی بڑا باکمال عالم تھا ان دنوں ہندوستان کے حالات تو پہلے ہی ایسی تحریکوں کے لیے ہموار ہو چکے تھے۔ اکبر اور اس کے حاشیہ نشینوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اکبر بادشاہ اسے اپنے مرشدوں کی طرح مانتا تھا خود ابو الفضل کا اس فرقہ کے ساتھ گہرا تعلق وہم آہنگی تھی۔

شریف آملی نے اپنے فرقے کی کتابوں سے ثبوت پیش کر کے اکبر کو نیا دین بنانے کی ترغیب دی بقطوی فرقہ کے داعیوں نے ہندوستان آکر الف ثانی کے لیے نئے دین اور نئے آئین کے لیے راہ ہموار کی جب انہیں اکبری دور کے علمائے سُور کی تائید و حمایت حاصل ہو گئی تو انہیں اس کے پورے مواقع ملے اور ان کے عقائد اکبر کے دین الہی میں جلوہ گر ہو گئے۔

یہ سب کچھ علمائے سُور کے کردار کا مظہر تھا جس کے ہندوستان کے مسلمانوں پر ناقابل تلافی منفی اثرات مرتب ہوئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زمانہ ماضی (عہد اکبر) میں جو بلا و آفت بھی اسلام کے سر پر ٹوٹی وہ نہی علمائے سُور کی شومی کی بدولت تھی لکھتے ہیں :

۱۔ دبستان مذہب ۳۰۰ ۲۔ بقطوی فرقہ اور اس کے عقائد کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

انڈیا احمد اکبری دور کا فارسی ادب مقالہ مشمولہ (رسالہ تحقیق شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی سندھ شمارہ ۱۲-۱۳ (۱۹۹۸-۱۹۹۹) صفحہ ۲۹۰ (شمارہ ۱۲۰ قبل) ۲-۳ Khaliq Ahmed Nizami. Akbar and Religion, pp 58-61. ۳۔ صادق کیا بقطویان یا سپہنایان تہران ۱۳۲۰

”در قرن ماضی ہر ہلای کہ بر سر آمد از شومستی این جماعت بود بادشاہان
رایشاں از راہ می برند ہفتاد و دو ملت کہ راہ ضلالت اختیار کردہ اند
تقتہ یان اینہا علماء سُو بودند و اکثر جہلای صوفی نمای این زمانہ
حکم علماء بُرو دارند فساد اینہا نیز فساد متعدی است“

ان حالات میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ (ف ۱۰۱۲ھ) نے اس ماحول کا بغور
جائزہ لیا اور راسخ العقیدہ اُمراء و دربار، علماء اور صوفیہ کی ایک جماعت تیار کی جن میں آپ
کے دو خلفاء حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نواب
مُرضی خان فرید بخاری خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان حضرات نے علمائے سُو کے منفی کردار
کے اثرات زائل کرنے کے لیے اکبر کے بعد نور الدین جہانگیر کی جانشینی پر اس شرط کے
ساتھ حمایت کی کہ وہ دین اسلام کی ترویج میں ان کا حامی و مؤید ہوگا۔

جب خُمر و کی بجائے جہانگیر کا اکبر کے جانشین کی حیثیت سے انتخاب ہوا تو حضرت
مجدد الف ثانی نے نواب مُرضی خان فرید بخاری کو خط لکھا اور مُبارک باد دیتے ہوئے
اس انتخاب کو اسلام کے لیے تقویت کا باعث قرار دیا۔

حضرت مجدد الف ثانی نے اکابر اُمراء اور مقربین بادشاہ (جہانگیر) کو اکبر کے عہد
میں ہندوستان کے مسلمانوں پر ہونے والی زیادتیوں کی تمام تفصیلات سے آگاہ کیا اور
ان ایام میں اسلام کی زبوں حالی کے سامنے حقائق ان اُمراء کے سامنے رکھے اور ان حضرات
کے نام اپنے مکاتیب میں زمانہ ماضی میں اسلام کے ضعف کے اسباب گنوائے اور آئندہ
ان کا ازالہ کرنے کے لیے کیا کیا اقدام کرنے چاہیں؟ سب تجاویز ان کے گوش گزار کیں آپ
اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ زمانہ ماضی (بعد اکبر) میں بادشاہ کے اسلام سے برگشتہ
ہونے کا سبب سے اہم سبب علماء کی ہوسِ اقتدار اور حُبِ جاہ تھا۔

اس لیے جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ جہانگیر بھی یہ چاہتا ہے کہ
 ”پار دین دار علماء سفر و حضر میں اس کے ساتھ رہیں اور اسے احکام شرعی
 سے آگاہ کرتے رہیں تاکہ کوئی امر خلاف شرع واقع نہ ہو“۔
 تو آپ نے فوراً جہانگیر کے سب سے مقتدر منصب دار نواب مفضل خان فرید
 بخاری کو تفصیلی خط لکھتے ہوئے اس امر سے آگاہ فرمایا کہ چار علماء کی بجائے صرف ایک
 ”عالم آخرت“ میسر آجائے تو یہ سب سے بہتر ہوگا۔ آپ زمانہ سابق میں علماء سُوء کے
 کردار کے نتائج پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”دیندار علماء بلاشبہ بہت کم ہیں جن کے دلوں سے مرتبہ اور سرداری کی محبت نکل
 چکی ہو اور جن کا مطلب و مدعا اس کے سوا کچھ نہ ہو کہ شریعت کی ترویج اور ملتِ اسلام کی
 تقویت و تائید ہو طلبِ جاہ کی صورت میں ان علماء میں سے ہر ایک الگ الگ پہلو اختیار
 کرے گا اور اپنی فضیلت اور بزرگی کا اظہار کرے گا اور اختلافی باتیں درمیان میں لائیگا
 اور اس روش کو بادشاہ کی نزدیکی کا ذریعہ بنائے گا۔ اس صورت میں تبلیغِ دین کی مہم اتری اور
 خرابی کا شکار ہوگی۔ گزشتہ زمانے میں بھی علماء کے اختلافات عالمِ اسلام کو بلا اور فتنے میں
 مبتلا کر چکے ہیں ایسی ہی صورت اب بھی درپیش آسکتی ہے۔ اس طرح دین کی ترویج کیا
 ہوگی اُلٹی دین کی تخریب ہوگی۔ اللہ سبحانہ کی اس سے پناہ اور علماء سُوء کے فتنے سے بھی
 خدا کی پناہ۔ اس غرض کے لیے اگر ایک عالم کو منتخب کر لیں تو بہتر ہوگا۔ اگر علمائے آخرت
 میں سے کوئی میسر آجائے تو یہ کتنی بڑی سعادت ہوگی.....“

یہ آپ کی نہایت مدبرانہ، حکیمانہ اور مجتہدانہ بصیرت تھی کہ آپ نے فی الفور زمانہ ماضی
 میں علماء سُوء کے عمل سے پیدا شدہ اثرات سے بچنے کے لیے ایسی تجویز پیش کی جس سے
 ان اقدام کا بروقت تدارک ہوگا۔

مجددی حضرات کی سعی مسلسل اور جہانگیر بادشاہ کی تائید و حمایت سے ملک میں اکبر کے جاری کردہ خلاف اسلام احکام منسوخ ہونا شروع ہو گئے اور جہانگیر کے جانشین شاہجہاں نے ملک میں ترویج شریعت کے لیے احکام جاری کرنے کا عمل جاری رکھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اورنگ زیب مجددی حضرات رحمہم اللہ کی تحریک اچھائے دین کا سب سے اہم ستون ثابت ہوا وہ خود حضرت مجدد الف ثانی کے جانشین حضرت خواجہ محمد مصحوم سرہندی قدس سرہ کا مرید تھا۔

شاہ جہان کے آخری ایام حیات میں اس کے فرزند اکبر داراشکوہ کی ہندوانہ ذہنیت کے باعث قریب تھا کہ ہندوستان پھر سے اکبری عہد جیسے حالات سے دوچار ہو جاتا لیکن ہمارے حضرات مجددیہ نے اس موقع پر سینہ سپر ہو کر داراشکوہ اور اس کے حامی علماء صوفیہ کے افکار و خیالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جس کے نتیجے کے طور پر اورنگ زیب تخت نشین ہوا اور اس کی تائید و حمایت دین حاصل کرنے کے لیے حضرت خواجہ محمد مصحوم قدس سرہ نے ایک جامع منصوبہ مرتب فرمایا اور ”خلافتِ مقیدہ“ کا سلسلہ شروع کیا یعنی آپ نے اپنے کئی ذی علم مریدین کو صرف اور صرف اورنگ زیب کی تعلیم و تربیت کے لیے خلافت دے کر مرکز میں اورنگ زیب کے پاس بھیجا۔ اصحاب مع صاحبزادگان باری باری وہاں رہ کر ترویج شریعت کے لیے احکام جاری کرواتے۔ اس طرح ہندوستان کے مسلمانوں کو وہ سکون میسر آیا جو صرف ایک نظریاتی مملکت میں ہی ممکن ہو سکتا تھا یعنی اس میں مسلمانوں کو زہبی اور معاشرتی آزادی حاصل تھی اور دیگر غیر مسلم رعایا بھی ذمی کی حیثیت سے اپنے مذہبی رسم و رواج پر عمل کرتے ہوئے زندگی بسر کر سکتے تھے۔

یہ اسی مجددی تحریک اچھائے دین کا نتیجہ تھا کہ اورنگ زیب نے اسلامی قانون کی مثالی کتاب ”فتاویٰ عالمگیری“ مرتب کروائی اور اس عظیم کام کے لیے سارے ملک سے علماء و فقہاء کا بورڈ بنا کر یہ اہم کارنامہ سرانجام دیا جو آج بھی ملت اسلامیہ کے لیے رہنما کا کام دے رہا ہے۔

آئیے اس مختصر سے خاکے میں اس تحریک اہمیت دین کے روح رواں حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات شریف کی ایک شرح (البینات) کا مطالعہ کریں جو اس عہد کی فکری و نظریاتی تاریخ کا سب سے اہم ماخذ ہے لیکن پہلے آپ ہمارے حضرات کی ان کوششوں کی تفصیل پڑھیے جنہوں نے اس اہم تاریخی اور فکری دستاویز مکتوبات شریف کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے کی تھیں۔

مکتوبات کے فہم و فہیم میں حضراتِ مجددیہ کی کوششیں

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ میں شامل بعض دقیق مسائل کو سمجھنے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کی زندگی میں ہی سوالات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا خود آپ کے کئی اصحاب نے بعض مطالب کی نشر و تحریک کی درخواست کی تھی جن کے جواب میں خود صاحب مکتوبات نے خامہ فرسائی کی ہے پھر آپ کے حین حیات آپ کے کلام پر بعض حاسدین اور کم فہم اصحاب نے اعتراضات شروع کیے تو آپ نے ان اعتراضات کے مدلل جواب مرحمت فرمائے۔ آپ کے حالات پر دو معاصر کتابوں یعنی نبدۃ المقامات اور حضرات القدس میں بھی اس کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ حضرات القدس میں شامل آپ کے ملفوظات میں

۱۔ حقیقت یہ ہے کہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اس عہد کی فکری و مذہبی تاریخ کا ایک ایسا ماخذ ہے کہ جب تک اس عہد کے جملہ مسائل سیاسی، معاشرتی و مذہبی اور فکری کا ایک ایسے تجزیاتی خاکے کا پہلے بغور مطالعہ نہ کر لیں اس وقت تک یہ سمجھ ہی نہیں آسکتا کہ ان مکتوبات کا لکھنے والا کن حالات میں یہ ساری جہتیں پیش کر رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جس طرح مکتوبات کی شرح لکھنا از بس لازم ہے اسی طرح اس عہد کی ایک جامع فکری و نظریاتی تاریخ مرتب کی جائے جس کے پس منظر میں قاری باسانی یہ سمجھ جائے کہ ان مکتوبات کے حقائق ہمیں آج کے حوالے سے کیا سبق دے رہے ہیں۔ لیکن اس مختصر مقدمہ میں اس کی گنجائش کہاں؟ اس کے لیے تو کئی جگہ گاندھروں کی ضرورت ہوگی۔

ہم نے جانشین حضرت مجدد الف ثانی اور تحریک اہمیت دین کے محرک اعظم حضرت خواجہ محمد مصدوم سرسندی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و تعلیمات اور افکار پر ایک ضخیم و مجسم کتاب ”مقاماتِ مصدومی“ ایڈٹ کی ہے جس کی پہلی جلد ۲۰ صفحات (بقدار ۲۰) تو صرف مقدمہ پر مشتمل ہے جس میں اس عہد کی فکری، نظریاتی اور مذہبی تاریخ بیان کی ہے۔ یہ تمام معلومات اسی سے مخلصاً ماخوذ ہیں۔

آپ کی بعض دقیق تحریرات کی تشریحات بھی کی گئی ہیں !
 فہم و تہنیم کے لیے یہ کوششیں حضرت مجدد الف ثانی کے وصال (۱۰۳۲ھ) کے بعد
 بھی جاری رہیں آپ کے صاحبزادگان کے مکتوبات کے مجموعوں میں جا بجا ایسے مغلط مقامات
 کی تشریحات کی گئی ہیں کہ ان کے بغیر مکتوبات کے سمجھنے کی کوشش کرنا عبث ہے۔
 آپ کے فرزند گرامی حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ (ف ۱۰۷۱ھ) نے اپنے مکتوبات
 میں کئی مقامات پر آپ کے کلام کی توضیحات پیش کی ہیں مثلاً مکتوب ۱۲/۶ وحدت الشہود
 کے بیان میں مکتوبات حضرت مجدد کی تشریح ۱۳/۶ کرامات کے بیان میں ۲۶/۲۰ مرض
 موت میں مجہول کیفیت کا واضح ہونا، ۲۳/۲۸ رفع شہادت برکلام حضرت مجدد ۲۹/۲۴
 معارف حضرت مجدد کا بیان، ۲۸/۳۲ (بشارت بسلسلہ قطب ۳۱/۷۳ وحدت
 الوجود ۵۷/۱۱۲) تشریح مکتوب حضرت مجدد ۶۸/۱۲۷ (حقیقت کعبہ
 کا بیان)

اسی طرح آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم (ف ۱۰۷۹ھ)
 نے بھی اپنے مجموعہ مکاتیب میں جو تین ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے بڑے اہتمام سے مکتوبات و
 معارف حضرت مجدد الف ثانی کی توضیحات پیش کی ہیں جن کی نشاندہی بجائے خود ایک
 طویل موضوع تحقیق ہے !

۱۔ بدرالدین سرہندی، حضرات القدس ۲/۱۱۳-۱۳۲ (یہ پورا باب ہی مخالفین کے شہادت کے جواب میں ہے)
 ۲۔ چند اشارات ملاحظہ ہوں مکتوبات معصوم ۱/۶۸، ۱۸۷، ۱۸۸، ۲۰۳، ۸۸، ۲۶۹-۲۳۳،
 ۱۱۳/۲۶۹، ۱۱۹/۲۶۹، ۱۲۳/۲۶۹، ۱۸۰-۲۴۸، ۱۸۳/۳۳۳، ۱۳۵۶ (یہ پورا مکتوب معارف کی تشریح کے
 لیے اہم ہے) ۱۹۵/۱۹۶، ۳۷۳/۲۰۸، ۳۸۳/۲۲۳، ۳۰۲ (رد شہادت برکلام حضرت مجدد)
 ۲/۷۶، ۱۲۳ (لفظ قیوم کی تشریح) ۱۰۲۰/۲۰۰، تحقیق زوال عین اثر ۱۱۶/۲۰۰ (سالہ مبارک و سعادت میں صطلح و لایست
 ابن عربی) ۱۰۹/۱۷۹ (جمل کی بحث) ۱۱۶/۲۰۰، تحقیق زوال عین اثر ۱۱۶/۲۰۰ (سالہ مبارک و سعادت میں صطلح و لایست
 صفری و کبریٰ کی تشریح) ۳/۳۸، ۱۶۹ (افادہ بقا کی بحث) ۴۷/۷۹ (آپ کی نسبت ہزار سال کے بعد منجند شہود پر آئی)
 ۶۲/۱۰۱، مل شہادت برکلام حضرت مجدد ۱۳۲/۱۸۲ (جمل ذاتی برقی .. نزد حضرت مجدد و جمل ذاتی نیست ۱۵۰/۲۰۴
 (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اسی طرح ان حضرات شیخین کے فرزند ان گرامی نے بھی اپنے اپنے مکاتیب کے مجموعوں میں بھی یہی اہتمام کیا ہے۔ حضرت شیخ عبداللہ وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید کے مجموعہ مکاتیب موصوم بہ گلشن وحدت حضرت حجتہ اللہ محمد نقشبند ثانی (ف ۱۱۱۵ھ) بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول کی دونوں جلدوں میں قابل توجہ اشارات پائے جاتے ہیں۔ حضرت مروج الشریعت محمد عبید اللہ (ف ۱۰۸۳ھ) بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات خزینۃ المعارف اور حضرت خواجہ سیف الدین (ف ۱۰۹۶ھ) بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات سیفیہ میں بھی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے بعض مشکل مقامات کی تشریحات ملتی ہیں جن سے مکتوبات حضرت مجدد کو سمجھنے کے لیے استفادہ کرنا از بس لازم ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے دونوں صاحبزادگان خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم بڑے اہتمام کے ساتھ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کو سمجھانے کے لیے اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم کے نواسے شیخ صفر احمد معصومی نے ان حضرات شیخین کے درس مکتوبات کے سلسلے میں بڑی اہم اور عجیب روایت بیان کی ہے موصوف لکھتے ہیں کہ درس کی مجلس میں حضرت خواجہ محمد سعید خاموش بیٹھتے تھے محض سماعت فرماتے تھے جبکہ حضرت خواجہ محمد معصوم مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی شرح بیان کرتے تھے۔ مؤلف نے ان دونوں بزرگوں کے طریق کار میں فرق کی روایت اپنے والد بزرگوار شیخ محمد فضل اللہ (امام حضرت خواجہ محمد معصوم) سے بیان کی ہے کہ حضرت خواجہ محمد سعید درس کے دوران حضرت مجدد الف ثانی کے فیض باطن سے فیض یاب ہوتے تھے اور وہی فیض آپ سامعین کے قلوب پر القا فرماتے تھے اور حضرت خواجہ محمد معصوم کا درس کے دوران باقاعدہ تقریر کرنا مفسرین اور محدثین کا اتباع تھا، لکھا ہے :

اشیخ محمد فضل اللہ می فرمودند کہ درس مکتوبات قدسی سمات حضرت مجدد الف ثانی نزدیک حضرت خازن الرحمۃ (خواجہ محمد سعید) دوام داشتہ اما آنحضرت استماع آن بسکوت و ادب تمام می نمودند و سرمعانی آن لب سبدک نمی تشووند الا ما اشار اللہ تعالیٰ و حضرت ایشان (خواجہ محمد معصوم) ہم بر درس مکتوبات مداومت داشتند اما معانی آن بر حاضران موافق حوصلہ ہای آنہا افشامی ساختند روزی ایں درویش (صفر احمد معصومی) بہ عرض آنحضرت رسانیدند کہ وجہ سکوت خازن الرحمۃ و تقریر حضرت ایشان اگر بین فرمایند موجب تشفی خاطر نیازمندان گردد (اشیخ محمد فضل اللہ) فرمودند حضرت خازن الرحمۃ القار معانی را تفویض بر باطن فیض موطن حضرت مجدد الف ثانی می نمودند تا ازاں برکات رشکہ بر اہل مجلس تقاطر نماید و خود بر اقبہ می ساختند و حضرت ایشان (خواجہ محمد معصوم) کہ معانی آن می فرمودند پیروی مفسران و شراح حدیث می نمودند و القای معانی و صورتاً و معناً فانض اہل حضور شود و اجرین القا و بیان حاصل آید۔ لہ

یہی مؤلف ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد معصوم مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ کبھی اپنے مکتوبات کی جلد اول کی سماعت بھی فرماتے تھے اور حضرت امام ربانی کے احوال مبارک پر دونوں معاصر کتابوں یعنی زبدۃ المقامات تالیف خواجہ محمد ہاشم کشمی اور حضرات القدس مؤلفہ ملا بدر الدین سرہندی بھی اسی مجلس شریف میں سنتے تھے، لکھتے ہیں :

بدر کتب احادیث مثل صحیح بخاری و صحیح مسلم و مشکوٰۃ المصابیح می پرداختند و گاہی بر مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی می شنیدند و معانی

اُن ہم درمیان می آورند و گاہی جلد اول مکتوبات خود و گاہی مقامات مجددی
شنوندہ.....

ایک اور معاصر تذکرہ نویس شیخ محمد امین بخشی نے جو حضرت خواجہ محمد معصوم کے مُرید
خاص تھے لکھا ہے کہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور مکتوبات معصومیہ دونوں کا مدرسہ سہند
میں درس دیا جاتا تھا۔

حضرت خواجہ محمد معصوم سہندی قدس سترہ کے بعض بزرگ خلفاء بھی مکتوبات حضرت
مجدد الف ثانی قدس سترہ کا درس دیتے تھے۔ ان میں چند نمایاں نام حسب ذیل ہیں۔
آپ کے نامور خلیفہ مفتی محمد باقر لاہوری قدس سترہ (ف عدد ۱۱۰۹) جو عالم ہفتہ
اور لاہور کے مفتی بھی تھے حضرت مجدد الف ثانی قدس سترہ اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس
سترہ کے مکتوبات کو بخوبی سمجھتے تھے اور ان کے مطالب پر عبور کامل رکھتے تھے اسی لیے
حضرت خواجہ سیف الدین قدس سترہ نے انہیں اس امر کی دعوت دی کہ تم طالبوں کو مکتوبات
حضرت مجدد الف ثانی قدس سترہ کی فہم و تفہیم کے سلسلے میں مدد کرو، فرماتے ہیں،
چوں شمار اور مکتوبات و معارف آنحضرت رضی اللہ عنہ مہارت تمام است
آنچہ از ضروریات ایں راہ است بہ طالبان صادق رہنمونی می نموده باشند۔

۱۔ صفحہ احمد، مقامات معصومی مرتبہ محمد اقبال مجددی زیر طبع (ص ۳۷۹-۳۸۰)
۲۔ محمد امین بخشی، سانچہ اکبرین (جلد سوم) خطی مخزن کتاب خانہ انڈیا آفس لندن نمبر ۶۵۲
۳۔ مفتی محمد باقر لاہوری حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلفاء میں بہت بلند مرتبہ کی مالک شخصیت تھے۔ آپ نے انہیں
خلافت ہی صرف اور صرف اور رنگ زیب کی تعلیم و تربیت کے لیے دی تھی اور موصوف مرکز میں اور رنگ زیب
کے ساتھ رہ کر احیائے دین اور ترویج شریعت کے لیے کوشاں رہتے تھے اور اس سلسلے میں بادشاہ کی محنت
حاصل کر کے تقویت دین متین کا باعث بنے تھے۔ آپ کی تالیفات میں سے انتہی الایکادہ کشف الامجاز (۱۱۰)
تفسیر قرآن مجید بزبان عربی، حاشیہ قرآن کریم، شمائل نبوی، دہم حق، خلاصہ کیدانی کو فارسی نظم میں ڈھالا، اور کنز الہدایات
قابل ذکر ہیں۔ آپ کو اور رنگ زیب نے لاہور کا مفتی مقرر کیا تھا (مقامات معصومی ۴۵۲-۴۵۵ مع تعلیقات محقق)
۴۔ سیف الدین خواجہ، مکتوبات ۱۶۷/۱۳۱

مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اس حوزہ علمیہ کی پہلی بزرگ شخصیت ہیں جنہوں نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مطالب کی وضاحت کے لیے کتابی صورت میں بھی کاوش کی اور ۱۰۸۰ھ کو کنز الہدایات کے نام سے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، مکتوبات معصومیہ اور رسالہ مبدار و معاد کی عبارات کو موضوعی ترتیب سے یکجا کیا، خود توضیح فرماتے ہیں :-

اما بعد می گوید اصغف عباد اللہ المعین محمد باقر بن شرف الدین لاہوری العباسی الحسینی عفی عنہما کہ چوں مراتب حصول سلوک و حقائق و خصائص حضرت امام حمام مجدد الف ثانی در مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی و حضرت پیر و شگیر قطب الانام حضرت خواجہ محمد معصوم مرتبہ بعد مرتبہ مذکور نیست و بیان ترتیب ایں مراتب در اینجا ملحوظ نہ بخاطر ایں فدوی ریخت کہ رسالہ مبدار و معاد و دفاترستہ مکاتیب حضرت مجدد الف ثانی و حضرت ایشان خواجہ محمد معصوم، راضی اللہ تعالیٰ عنہما در نظر داشته ایں لالی منشورہ را منتظم سازد فی السحادی و العشرین من شوال سنۃ الف و ثمانین من الهجرة المبارکہ التمسْتُ تالیفہ فی تاسع ذی القعدہ من العام المذكور اتماماً و بعد از اتمام بعضی خصائص در غایت ذکر یافتہ ایں فقیر التزام کردہ کہ عبارات اصل را بعینہا تہرکاً ایراد نماید مگر در بعضی مواضع کہ بجهت بعضی حکم بہ تغیر بسیر آوردہ لفظ فائدہ بجای فصل اختیار نمودہ و در اثنا تالیف بارہا خوش وقتی حضرت مجدد الف ثانی و حضرت ایشان رضی اللہ عنہما در باب ایں تالیف پر تو انداختہ و اتحاد خاص بجانب آنحضرت و نسبتی خاص در خود یافتہ و توفیق و امداد از آن جناب معلوم ساختہ ۱

کنز الہدایات کے عربی میں بھی ترجمے ہوئے ہیں اس وقت تک ہمیں صرف ان دو ترجموں کا علم ہے۔

- ۱۔ عربی ترجمہ از شیخ محمد باقر بن محمد جعفر حنفی دہلوی جلی نسخہ رباط منظرہ۔ مدینہ منورہ
- ۲۔ حرز العنایات ترجمہ کنز الہدایات۔ از شیخ محمد حفیظی آفندی، قلمی نسخہ مخزنہ کتب خانہ سلیمانہ استنبول ترکی۔ یہ عربی ترجمہ ڈاکٹر امین اللہ و شیر نے مرتب کر کے مجلہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور جنوری۔ اپریل ۱۹۷۵ء کو شائع کرایا تھا۔

کنز الہدایات کے فارسی متن کو مولانا نور احمد امجدی مرحوم نے ایڈٹ کر کے ۱۳۳۵ھ کو امجدی شائع کیا اور اس کتاب کا اردو ترجمہ اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور سے قیام پاکستان سے قبل چھپا تھا۔

مفتی محمد باقر لاہوری قدس سرہ کے بھائی ملا محمد امین حافظ آبادی بھی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ماہرین میں شمار کیے جاتے تھے۔ انہیں ان کے پڑھنے اور پڑھانے کا اتنا درک اور شعف تھا کہ انہوں نے حضرت خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما سے ”مکتوب خوان“ کا خطاب پایا تھا یہ معاصر تذکرہ نویس کا مشاہدہ ملاحظہ ہو :

”مہارتی بر مکتوبات کہ منور جہات ستہ است حاصل کردہ از خدمت
مخدوم زادہ قطب المحققین شیخ سیف الحق والدین قدس سرہ مکتوب خوان

۱۔ تعارف ترجمہ : اوٹیل کالج سگیزین لاہور (صد سالہ جشن نمبر ۱۹۷۲ء)
۲۔ ملا محمد امین حافظ آبادی مفتی محمد باقر لاہوری کے حقیقی بھائی تھے سلوک کی ابتدائی تعلیم کا آغاز مفتی محمد باقر کی خدمت میں کیا اور خلافت حضرت خواجہ محمد معصوم سے حاصل کی۔ ملا محمد امین حافظ آبادی کے نام حضرت خواجہ محمد معصوم کے چار کتابتیں ہیں ۱۱۹/۲۱
۳۔ ۱۹۶۱/۱۰۲/۳۱۵۵ حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۷۹ھ) کے بعد انہوں نے حضرت خواجہ سیف الدین سے منسلک ہو کر اس کا رد و دعوت و عزیمت میں حصہ لیا۔ (مقامات معصومی، تعلیقات ۳۹۰/۱۸)

خطاب یافتہ درگوشہ وطن (حافظ آباد پنجاب) بہ خلافت حضرت ایشاں خواجہ محمد معصومؒ بہ ارشاد تمام ششستہ بہ مداریت آنجا سرافراز گشتہ آئے۔
اس اقتباس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ملا محمد امین حافظ آبادی حضرت مجددیہ کی محافل مبارکہ میں مکتوبات شریف کے درس کے دوران مکتوب کی قرأت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔
حضرت خواجہ محمد معصومؒ قدس سرفہ سے رف خلیفہ حاجی حبیب اللہ حصاری بخاری قدس سرفہ (حدود ۱۱۱۰ھ) کا توشیوۃ مرضیہ ہی مکتوبات حضرت مجددی ثانی قدس سرفہ پر عمل کرنا اور ان مکتوبات شریف کے درس و تدریس کا انہوں نے ایسا اہتمام کیا تھا کہ اس کا عشر عشر بھی ہندوستان میں نہیں تھا۔ شیخ صفر احمد معصومی قدس سرفہ کے عقیدت و احترام سے لسبزیہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

شیوۃ مرضیہ عمل بر مکتوبات قدسی آیات حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و درس آن دفاتر قرار گرفتہ، عزیز می نقل می کردند کہ آن قدر رواج دہی مکتوبات احمدی و مقررات معصومی..... کہ در حضرت بخاریہ نظر درآمدہ عشر عشر آن در بلاد ہند و ستان نمودار نشد.....

۱۰ صفر احمد : مقامات معصومی ۲۹۰

اے حاجی حبیب اللہ حصاری بخاری حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے نامور خلیفہ تھے۔ موصوف حصول نسبت کے لیے مآقول سر ہند شریف آکر مقیم ہے۔ وسطی ایشیاء کے وہ احباب جو حضرت خواجہ سے غائبانہ محبت و ارادت رکھتے تھے مسلسل استدعا کر رہے تھے آپ اپنا کوئی خلیفہ ان دیار میں بھیجیں تو آپ نے انہیں خلافت دے کر بخاریہ متعین کیا جہاں ان سے فیض یاب ہونوالوں کی اتنی کثرت تھی کہ خواجگان نقشبندیہ کی اولاد نے بھی ان سے رُوحانی فیض پایا وہ خود بخوس طریقہ نقشبندیہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری کے خلیفہ مولانا یعقوب چرخ کی اولاد میں سے تھے۔ ملخص و بخاریہ کا مالک بخان قلی (۱۶۸۰-۱۷۰۲) بن نذر محمد خان بھی آپ کا مرید تھا حضرت خواجہ محمد معصومؒ حضرت مروج الشریعت علیہ اللہ، حضرت حجتہ اللہ محمد نقشبند ثانی کے کسی مکتب حاجی حبیب اللہ بخاری کے نام ہیں۔ خواجہ محمد نقشبند ثانی نے اپنے ایک مکتوب نام اورنگ زیب میں حاجی صاحب کی بہت تعریف کی ہے (مدیۃ بقول ۲۹/۱۶۹) حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے معروف شیخ ظہیر الدین شیخ مراد شامی کو خلافت بیکر شام کی طرف روانہ کیا تو انہیں چند دن حاجی حبیب اللہ کی خدمت میں رہنے کا حکم دیا۔ حاجی حبیب اللہ بخاری نے پارسو مصحاب (بقیہ ما تبصرہ بر صفحہ آئندہ)

اس مؤلف بزرگ نے لکھا ہے کہ موصوف اس کے درس کے اوقات کا اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ اگر اس کی تفصیلات لکھی جائیں تو کوئی جُز بن جائیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے ایک اور خلیفہ نامہ ارشیخ محمد مراد شامی قدس سرہ (ف ۱۱۳۲ھ) شام میں مکتوبات شریف کا درس دیتے تھے بلکہ انہوں نے مکتوبات حضرت مجدد قدس سرہ اور مکتوبات معصومیہ کا عربی میں ترجمہ بھی کیا تھا۔ مقامات معصومی میں ہے :
”درس مکتوبات احمدی و معصومی دیدن خود گرفتہ بلکہ اکثر مکتوبات شریفیہ کہ زبان فرس اند معرب گردانیدہ ہے۔“

شیخ محمد مراد شامی کے مکتوبات شریف کے اس درس کے اہتمام اور اس کے عربی ترجمہ کے ترکی اور دیار عرب میں خوش گوار اثرات مرتب ہوئے۔ نہ صرف اہل عرب اس طریقہ مبارکہ کی حقانیت سے آگاہ ہوئے بلکہ ترک بھی اس کی عظمت کے معترف ہو گئے۔ ان کے معاصرین نے مکتوبات شریف کا ترکی زبان میں بھی ترجمہ کیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کو مرتب کمال و تکمیل پر پہنچا کر خلافت سے سرفراز کیا جنہوں نے نہ صرف وسطی ایشیا بلکہ عالم اسلام میں جا کر دعوت و ارشاد کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ (مقامات معصومی، تعلیقات ۱۵/۴۶۸۱، غلط)

۳۔ صفر احمد، مقامات معصومی ۴۶۷، لے شیخ محمد مراد شامی حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایسے خلیفہ تھے جن کی بدولت ترکان میں سلسلہ نقشبندیہ کی نشرو اشاعت عمل میں آئی۔ موصوف نے سرہند شریف میں صرف ایک ہفتہ قیام کر کے سلوک کی تمام منازل طے کر لیں اور خلافت معصومی کے حق دار ہوئے۔ حضرت جتہ اللہ محمد نقشبند ثانی جب حدود ۱۰۹۷ھ کو حج کیلئے حرمین الشریفین حاضر ہوئے تو شیخ محمد مراد شامی بھی وہاں حاضر ہوئے اور ان کا استقبال کیا اور اخراجات کے لیے ایک لاکھ روپیہ بطور ہدیہ پیش کیے۔ شیخ محمد مراد شامی کے والد گرامی شیخ علی بن داؤد نے سلوک کی تعلیم حضرت مجدد الف ثانی سے حاصل کی تھی۔ شیخ محمد مراد نے طویل سفر کی تھی۔ چار مرتبہ حج کی سعادت نصیب ہوئی، سنوری، یروکمان، محمد خلیل مرادی، زرکی اور کہا لے آپ کی تصانیف کا بھی تعارف کروایا۔ ان میں مفردات القرآن، تفسیر قرآن مجید، بہت مشہور ہے جو آپ نے عربی، فارسی اور ترکی میں زبانوں میں تالیف کی تھی۔ شیخ محمد مراد شامی نے عربی زبان میں سلسلہ نقشبندیہ کی تشریح پر قابل قدر رسائل بھی لکھے تھے (تعلیقات بر مقامات معصومی ۴۶۹-۴۷۰)

۴۔ صفر احمد، مقامات معصومی ۴۶۹

۵۔ ان تراجم کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

ملاؤسی بھٹی کوئی رحمۃ اللہ علیہ (من مصنفات جلال آباد افغانستان) بھی حضرت خواجہ محمد مصوم قدس سرہ کے خلیفہ تھے جن کی کوشش سے سلسلہ نقشبندیہ کی بھٹی کوٹ اور ننگرہار میں نشر و اشاعت ہوئی۔ ان کے ایک فرزند میر سعد اللہ بھی تھے جو اپنے والد کے جانشین بنے اور انہوں نے سلوک کی تعلیم خواجہ محمد زبیر سرہندی قدس سرہ کی خدمت میں مکمل کی۔ خواجہ محمد زبیر قدس سرہ نے اپنے قیام کابل کے دوران (۱۱۱۴ھ) انہیں خلافت یکر ان کے علاقے میں متعین کیا یہ وہ افغانستان میں خواجہ محمد زبیر قدس سرہ کے خلیفہ تھے اور افغانستان میں اس سلسلہ کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔ اے میر سعد اللہ بھٹی کوئی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا درس بڑی مسانت کے ساتھ دیتے تھے۔

درس دفاتر مکتوبات قدسی آیات بہ دقت و مسانت تمام ہمارہ
مونس آیات توفیق مراضی الہی جل شانہ شامل حال باد اے
حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے پوتے شیخ عبدالاحد وحدت قدس سرہ
(معروف شاہ گل) متوفی ۱۱۲۶ھ نے بھی مکتوبات امام ربانی کی شرح لکھی تھی ہمیں تاحال
اس کے کسی خطی نسخے کا علم نہیں ہے۔ اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کیا وہ ہر سہ دفاتر
مکتوبات کی شرح ہے یا بعض مکاتیب کی شرح لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ خاندانی مؤلف
 حاجی محمد فضل اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت وحدت نے شرح کلمات
قدسی آیات مکاتیب مجددی بھی تالیف کی تھی ۵

۱۔ کمال الدین محمد احسان، روضۃ القیومیہ ۳/۱۲۸، ۲۴ ۲ ایضاً ۲۹۳/۲-۲۹۵
۲۔ صفراء مقامات مصمومی ۴۶۱ کہ شیخ عبدالاحد وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف
ثانی۔ آپ معروف عالم، شیخ طریقت اور فارسی شاعر تھے۔ شعراء کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے کلام کو بہت
سراہا ہے۔ ہم نے آپ کی ایک تالیف ”لطائف الدینہ“ ایڈٹ کی ہے جس کے مقدمہ میں آپ کے مفصل
حالات تحریر کیے ہیں۔

۵۔ محمد فضل اللہ قندھاری، عمدۃ المقامات (سال ۱۲۳۳ھ) لاہور ۱۳۵۵ھ

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے ایک خلیفہ حافظ محسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ بھی مکتوبات شریف کا درس دیتے تھے صاحب مقامات معصومی نے مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔

درس مکتوبات قدسی آیات التزام داشتہ و معانی آن را بیان می ساختہ

حضرت خواجہ محمد معصوم، خواجہ سیف الدین، خواجہ عبید اللہ، روح الشریعہ قدس سرہم کے مکاتیب حافظ محسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ان کے مجموعہ ہائے مکاتیب میں پائے جاتے ہیں جن میں ان کی روحانی ترقی اور مدارج کا تذکرہ عمدہ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

معروف شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی بن خواجہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نے بھی مکتوبات شریف کا درس دینے کا اہتمام کیا۔ ۱۱۱۹ھ کو جب آپ نے لاہور میں عرصہ تک قیام فرمایا تو یہاں مجالس سکوت کے علاوہ مکتوبات شریف کے درس کا بھی خصوصی التزام کیا تھا۔ موصوف اپنی توجہ باطنی سے اس کے مطالب سامعین پر بھی القاء کرتے تھے۔

معروف ترک خطاط اور عالم مستقیم زادہ سعد الدین سلیمان نقشبندی نے ۱۱۶۲-۱۱۶۵ھ

۱۱۶۵ھ حافظ محسن سیالکوٹی اور حافظ محمد محسن دہلوی دو معاصرین تھے دونوں حضرت خواجہ محمد معصوم کے حلقہ ارادت میں شامل تھے ثانی الذکر تو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد میں سے تھے جن کا سیالکوٹ سے کوئی تعلق نہیں تھا اس لیے اول الذکر شخصیت نے ہی مکتوبات شریف کے درس کا اہتمام کیا تھا۔ ان دونوں کے مابین فرق اور دلائل کے لیے ملاحظہ ہو تعلیقات بر مقامات معصومی ۱۱/۱۲ ۱۲۹۳ھ صفر ۱۲۹۳ھ

آلہ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲/۴۲

۱۱۱۹ھ کے ترک خواجہ محمد معصوم کے ایک خلیفہ شیخ قل احمد معروف بہ احمد یک دست (ف ۱۱۱۹ھ) جن کے ترک خلفاء میں سے ایک بزرگ شیخ محمد امین قواری بھی تھے جن سے مستقیم زادہ سعد الدین سلیمان نے ظاہری و باطنی فیض پایا (نسخۃ الخطاطین، مقدمہ ۳۵-۳۶)

کو مکتوبات مصنومہ کا ترجمہ ترکی زبان میں کیا اور نقشبندی سلسلہ کے افکار پر ترکی زبان میں مستقیم زادہ کی کئی قابل توجہ کتابیں ترکی کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔
ان کتب سے اس سلسلہ مبارکہ کا تعارف ترکستان کے مختلف علاقوں میں ہوا اور طالبان حق جو حق و ربوق اس میں داخل ہوئے۔

مستقیم زادہ نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا بھی ترکی میں ترجمہ کیا تھا جو ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء کو استنبول سے چھپ چکا ہے۔

مکتوبات کی ترتیب و تعداد
حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے حین حیات ہی آپ کے مکتوبات شریف مرتب مرقون ہو کر کامل شہرت حاصل کر چکے تھے۔ نور الدین جہانگیر بادشاہ نے اپنی توزک میں ۱۰۲۸ھ - ۱۱۱۹ء کے واقعات کے تحت جہاں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا ذکر نہایت بے ادبانہ انداز سے کیا ہے وہاں آپ کے مکتوبات پر بھی جس لاعلمی سے بھٹی اڑائی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکتوبات شریف مذکورہ سنہ تک سارے ہندوستان میں معروف و متعارف ہو چکے تھے۔ اس وقت تک مکتوبات کی پہلی دو جلدیں مرتب ہوئی تھیں۔ تیسری جلد بعد میں مرتب ہوئی۔

پہلا دفتر دار المعرفت کے تاریخی نام سے موسوم ہے۔ اس میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں اس دفتر کو خواجہ یار محمد جدید بخشی طالقانی قدس سرہ نے مرید حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ۱۰۲۵ھ کو جمع کیا۔ دار المعرفت اس کا تاریخی نام ہے جس کے عدد جمع کرنے سے مذکورہ سنہ ترتیب برآمد ہوتا ہے اس جلد کے مکاتیب کی تعداد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

۱۔ مستقیم زادہ تحفہ الخطاطین ۲۶ و بعد (مقدمہ)
۲۔ مکتوبات کا آخری ترکی ترجمہ حسین علی ایشق کا ہے جو انہوں نے خود استنبول سے کئی بار شائع کیا ہے ۱۹۷۵ء کا ایک ایڈیشن اس وقت پیش نظر ہے۔
۳۔ جہانگیر، توزک جہانگیری ۲۷۲
۴۔ کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیوم ص ۳۳۵/۱

کے ارشاد کے مطابق اصحاب بدر کی تعداد کے مطابق ۳۱۳ رکھی گئی۔ اسی سال آپ کے فرزند اکبر حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ کا وصال ہوا ان کے تین عریضے بنام حضرت مجدد قدس سرہ اس جلد کے آخر میں بطور ضمیمہ منقول ہیں۔

مکتوبات کا دوسرا دفتر ۱۰۲۸ھ کو مرتب ہوا اس کے جامع خواجہ عبدالحی بن خواجہ چاکر حصاری قدس سرہما ہیں انہوں نے حضرت خواجہ محمد محصوم کے حکم پر مجبوعہ مرتب کیا اس کا تاریخی نام ”نور الخلائق“ ہے جس سے مذکورہ سنہ ترتیب برآمد ہوتا ہے۔ اس میں اسماء حسنی کے مطابق ۹۹ مکاتیب ہیں۔

تیسرا دفتر ۱۰۳۱ھ کو مرتب ہوا اس کے جامع صاحب زبدۃ المقامات خواجه محمد ہاشم کشمی قدس سرہ برہانپوری ہیں۔ لفظ ”ثالث“ سے اس کا سال ترتیب برآمد ہوتا ہے اس میں مکتوبات شریف کی تعداد سور قرآنی کے مطابق ۱۱۲ رکھی گئی تھی لیکن تکمیل کے بعد چند اور مکاتیب ملے اب عام طور پر اس جلد میں ۱۲۲ مکاتیب پائے جاتے ہیں مختلف مطبوعہ ایڈیشنوں میں ان کی تعداد بھی مختلف ہے لیکن حضرت خواجہ محمد محصوم قدس سرہ کی تصریح کے مطابق اس کا نسخہ مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ میں اس کی تعداد ۱۲۲ ہی ہے۔

مکتوبات کے خطی نسخے
مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دنیا بھر میں بہت قلمی نسخے پائے جاتے ہیں لیکن

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے حین حیات کا مکتوبہ کوئی خطی نسخہ تاحال ہماری نظر سے نہیں گزرا ہے۔ اس کا قدیم ترین قلمی نسخہ خانقاہ نقشبندیہ قلعہ جواد کابل میں تھا جس کی حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی شہید بن حضرت نور المشائخ فضل عمر

شور بازارِ قدس سرہانے ۱۹۷۶ء میں مجھے زیارت کروائی تھی اس نسخے کی خوبی یہ تھی کہ اس کے آخر میں ایک صفحے پر اس امر کی تصریح کی گئی تھی کہ یہ وہ قلمی نسخہ ہے جس کی تصحیح خود حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ نے کی ہے اور جا بجا حواشی بھی لکھے ہوئے تھے لیکن انوس کہ ۱۹۷۷ء کے روسی انقلاب افغانستان کے دوران جب یہ مبارک خانقاہ اور علمی مرکز مسمار کیا گیا تو کتابخانہ بھی منتشر اور تباہ ہو گیا جس میں یہ نادر الوجود قلمی نسخہ بھی معلوم نہیں کہ اب کس کے پاس ہے؟ البتہ حضرت ضیاء المشائخ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے اس کے چند اوراق کا عکس مجھے عنایت فرمایا تھا جو میری مرتبہ کتاب مقاماتِ معصومی کے عکسیات میں شامل ہے۔

دُنیا بھر کے کتب خانوں میں اس کے جتنے خطی نسخے پائے جاتے ہیں ان کی جامع فہرست ابھی تک کسی نے نہیں بنائی ہے تاہم نسخوں کی کثیر تعداد یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ یہ کتاب اہل علم و عرفان کے نزدیک کس قدر مقبول تھی۔

ایرانیوں کی کوشش سے مکتوبات شریف کے پاکستان میں موجود اکہتر قلمی نسخوں کی نشاندہی ہو چکی ہے۔ ان میں قدیم ترین نسخہ ۱۰۵۶ھ کا مکتوبہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات اور رسائل کا ایک مجموعہ بصورتِ کلیات مکتوبہ ۱۰۷۹ھ اور نیٹیل انسٹیٹیوٹ لائبریری تاشقند میں ہے ہمارا خیال ہے کہ شاہ بخارا نے حضرات سرہند سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تحریرات بھیجنے کے لیے کہا تھا۔ یہ غالباً وہی مجموعہ ہے۔

مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی کے فارسی متن کے اب تک کئی ایڈیشن طبع ہوئے ہیں چند

مکتوبات کے مختلف ایڈیشن

اشاعتیں ہماری نظر سے گزری ہیں جن کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

- ۱ دہلی ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء مکمل متن
 - ۲ مطبع خاص مرقنوی دہلی ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء بابہ تمام حافظ حاجی عزیز الدین احمد مالک مطبع ہر سہ دفتر کامل۔
 - ۳ مطبع نو کشور، لکھنؤ ۱۲۹۴ھ - ۱۸۷۷ء - ۱۹۱۳ء کئی ایڈیشن طبع ہوئے۔
 - ۴ مطبوعہ امرتسری ۱۳۲۷ھ - ۱۳۳۴ھ تحقیق و تعلیق مولانا نور احمد امرتسری (ف ۱۳۲۸ھ) مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے اپنی زندگی کا ایک حصہ مکتوبات شریف کی تصحیح تخریج اور تعلیقات نویسی میں صرف کر کے اسے بہت ہی اہتمام کے ساتھ خود امرتسری سے شائع کیا تھا۔ سلسلہ نقشبندیہ کی یہ پہلی دقیق ترین کتاب ہے جس کا متن اتنی صحت کے ساتھ مرتب کیا گیا ورنہ اس سے قبل غرض ایک ہی قلمی نسخہ کی بنیاد پر مطابع نے نقل کر کے چھاپ دیا تھا۔
- مولانا نور احمد امرتسری کے مصحح نسخہ کو عکسی صورت میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے کراچی سے دوبارہ چھاپ دیا ہے لیکن افسوس کہ ڈاکٹر صاحب نے اس کے سرورق سے مولانا امرتسری کا اسم گرامی نکال دیا ہے موصوف نے یہی کارنامہ مکتوبات معصومیہ کی جلد سوم مرتبہ مولانا امرتسری کا عکس شائع کرتے ہوئے انجام دیا ہے جس پر علمی دنیا انہیں خراج تحسین پیش کرے گی کہ کیا ایک عالم کے عمر بھر کے علمی سرمایہ کے ساتھ ہی کیا جانا چاہیئے تھا؟

۱۔ مولانا نور احمد امرتسری کے احوال و آثار پر حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم نے ایک کتابچہ تالیف کیا تھا جو حال شائع نہیں ہوا۔

۲۔ مولانا نور احمد امرتسری کے مرتبہ مکتوبات کے متن پر نظر ثانی مولانا محمد سعید نقشبندی (مترجم اردو مکتوبات) نے کی تھی اور اس کا ایک جدید ایڈیشن نور کمپنی لاہور نے بھی شائع کیا تھا۔

مکتوبات کے مختلف تراجم

- ۱۔ عربی ترجمہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ
مترجم شیخ محمد مراد شاہی لہ (ف ۱۱۳۲ھ)
 - ۲۔ ایک عربی ترجمہ (جو ابتدائی چند مکاتیب پر مشتمل ہے) نیشنل میوزیم کراچی میں
میں ہے۔ یہ بارہویں صدی ہجری کی کتابت معلوم ہوتی ہے (حدود ۱۱۰۰ھ)
 - ۳۔ تعریب المکتوبات الصوفیہ مترجم شیخ یونس نقشبندی لہ
 - ۴۔ مکاتیب ایشخ احمد النقشبندی مترجم نامعلوم لہ
 - ۵۔ الدرر المکنونات النفیسة۔ مترجم شیخ محمد مراد بن عبداللہ قازانی مکی (۱۳۵۲ھ) لہ
- مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا یہ کامل ترجمہ ہے، جو عربی

لے تفصیل گزشتہ ادوارق میں ملاحظہ کریں لہ ۱۳۵۲، اطلس، محمد اسعد، الکشاف عن مخطوطات خزائن الاوقاف
ص ۱۳۸، ۱۳۶ یہ دونوں عربی ترجمے اوقات بغداد کی لائبریری میں محفوظ ہیں لہ شیخ محمد مراد منزوی فت زانی مکی
(۱۳۵۲-۱۳۵۳ھ) کے حالات اس عربی ترجمہ کے آخر میں تفصیل سے درج ہیں۔ آپ مدینہ منورہ میں صاحب
رباط مظہر شیخ محمد مظہر بن شاہ احمد سعید دہلوی سے بیعت ہوئے انکے وصال کے بعد شیخ محمد صالح زواوی کی صحبت میں
وہاں سے اپنے وطن قازان پہلے گئے (قازان اس وقت آزاد روسی ریاست تاجکستان کا حصہ مقام ہے جہاں
مسلمانوں کی حکومت ہے) شیخ محمد مراد قازانی نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے علاوہ رشحات تالیفات فخر الدین علی
کاشفی کا بھی عربی میں ترجمہ کیا تھا جو طبع ہو چکا ہے۔ انہوں نے موسیٰ جبار اللہ کے رد میں ایک کتاب "مناہجۃ
حزب الرحمن" کے نام سے لکھی تھی۔ (دکالہ المعجم المطفین ۱۱/۱۲، زرکلی، الاعلام ۳۱۳/۴، حسین علی،
سعادت ابدیہ، ص ۱۰۴۰) شیخ محمد مراد قازانی کا یہ مکمل عربی ترجمہ مکہ مکرمہ سے ۱۳۱۴ھ کو تین دفاتر
میں طبع ہوا تھا۔ اس کی عکسی نقل چند سال پیشتر استنبول سے بھی چھپی ہے۔

زبان میں کیا گیا۔ جس سے دور آخر کے عرب علماء اہل سنت نے استفادہ کیا۔
 ۱۔ مستقیم زادہ سعد الدین سلیمان نے مکتوبات حضرت مجدد
 ترکی تراجم الف ثانی قدس سرہ اور مکتوبات معصومیہ دونوں کے ترکی میں
 ترجمے کئے تھے ۱۔

۲ ایک اور ترکی ترجمہ بھی ہے جو غالباً مذکورہ ترجمے کے بعد کیا گیا ہے۔ مکتوبات
 کے عربی مترجم شیخ محمد مراد قازانی نے اپنے ابتدائیہ میں اس کا ذکر کیا ہے
 لیکن کوئی تفصیل نہیں دی۔

۳ آخری ترجمہ حسین حلی الشیخ کا ہے جو استنبول سے کئی بار چھپ چکا ہے
 ۱۔ الطاف رحمانی ترجمہ مکتوبات امام ربانی مترجم محمد حسین بن
 اردو تراجم قادر بخش، راولپنڈی ۱۳۱۴ھ ابتدائی چند مکاتیب کا ترجمہ۔
 ۲ گنجینہ النوار رحمانی اردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی۔ لاہور ۱۳۳۰ھ (ابتدائی پائیس
 مکاتیب کا ترجمہ)

۳ ترجمہ از مولوی عبدالرحیم نائب مدیر اخبار وکیل امرتسر (مکتوب ۱) سے ترجمہ
 شروع کیا۔ کہیں کہیں حواشی بھی لکھے ہیں یہ صرف ابتدائی چند مکاتیب ہی کا ترجمہ
 ہے۔ مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۰ھ

۴ ترجمہ از مولوی عالم دین نقشبندی۔ یہ پہلا مکمل اردو ترجمہ ہے جو کشمیری بازار
 لاہور سے طبع ہوا۔

۵ ترجمہ از مولانا محمد سعید احمد نقشبندی۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۲ء تین جلد کامل۔

۶ درۃ لاثانی کے نام سے شاہ ہدایت علی نقشبندی نے تینوں جلدوں کی

تخصیص اُردو میں کی جو کئی بار طبع ہو چکی ہے۔
 تجلیاتِ ربانی تخصیص مکتوباتِ امام ربانی از نسیم احمد فریدی امر و ہونی مطبوعہ لکھنؤ۔
 مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی موضوعی ترتیب کی بھی کوشش
 کی گئی ہے۔ مولانا محمد عبداللہ جان مجددی نے تینوں جلدوں میں مندرجہ ذیل ابواب
 کے تحت مکتوبات میں سے اقتباسات یکجا کر دیے ہیں۔
 باب اوّل۔ در اصول اسلامیہ و عقاید صحیحہ اہل سنت و جماعت۔
 باب دوم۔ در مسائل فقہیہ و احکام شرعیہ
 باب سوم۔ در حقائق و معارف علم باطن و اسرار و الٰہیہ و طریقہ نقشبندیہ
 باب چہارم۔ در مواظبہ و نصح و ترغیب و بھنات و تحذیر از سیئات
 یہ مجموعہ فیض البرکات من عین المکتوبات کے نام سے لاہور سے طبع ہو
 چکا ہے۔

انگریزی تراجم
 ۱۔ حسین حلمی الشیق نے Endless Bliss کے نام سے
 مکتوبات شریف کے بعض حصوں کا انگریزی ترجمہ
 استنبول سے ۱۹۷۲ء کو شائع کیا۔

۲۔ ڈاکٹر عبدالحی انصاری نے تصوف اور شریعت کے موضوع پر مکتوبات
 امام ربانی میں جس قدر نکات درج ہوئے ہیں ان کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے
 کتاب کا پورا نام یہ ہے۔ Sufism and Shariah (A study of Sh. Ahmed Sirhind's effort to reform sufism) London, 1986.

۳۔ آحسری انگریزی ترجمہ پروفیسر شیخ محمد وجیہ الدین کا ہے۔ اس کی پہلی
 جلد نہایت آب و تاب سے شائع ہوئی ہے جس میں ۲۱۳ مکاتیب کا انگریزی
 ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ بڑی خوبیوں کا حامل ہے۔ اس میں اصطلاحات
 تصوف کو بڑی مہارت کے ساتھ انگریزی میں مبدل کیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی انگریزی

حروف میں اصل اصطلاح کو بھی قائم رکھا ہے۔ اسکے باقی حصوں کا ترجمہ ان دنوں زیرِ نظر ہے۔ امید ہے کہ پروفیسر صاحب موصوف جلد شائع کر دیں گے۔ اس ترجمہ کا پورا نام اس طرح سے ہے۔

Epistles (Maktubat Sharif)

Institute of Naqshbandy Mujaddidy Works, Lahore, 2000

مکتوبات کی شرح و تخریجات

مکتوبات شریف کی شرح
کے سلسلے میں مفتی محمد باقر

لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد الاحد وحدت سرہندی قدس سرہ کے علمی کاموں کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اب اس عنوان کے تحت چند اور کتب کی تفصیل دی جا رہی ہے۔
۱۔ شرح مکتوبات مؤلفہ: مولانا میر عرب شاہ

مؤلف کے حالات سے ہم واقف نہیں ہیں۔ انہوں نے آغاز کتاب میں اس شرح کا سال تالیف ۱۱۷۳ھ لکھا ہے۔ افسوس کہ یہ گراں بہا کتاب ہمیں پوری نہیں مل سکی جو مخطوطہ ہماری نظر سے گزرا ہے وہ صرف مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دفتر ثالث کے چند مکاتیب کی شرح ہے اس حصے کا ایک مختصر نسخہ نیشنل میوزیم کراچی میں ہے۔ لے

۲۔ ضیاء المقدمات لمطالعة المکتوبات (۱۳۴۰ھ)

مؤلفہ: مولانا ضیاء الدین بن وزیر اچکزائی فراہی۔

اس کے مؤلف کی ولادت قریہ شیوان (من مضافات فراہ سیستان افغانستان) میں ۱۳۸۷ھ کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور پھر ہرات جا کر مولانا محمد عمر ہروی سلجوقی (صاحب تصانیف الرائے) اور مولانا غلام مصطفیٰ کی خدمت میں آٹھ سال رہ کر منطق، معانی، بیان، بدیع، حدیث، اصول فقہ کی تکمیل کی۔

وہاں سے قندھار چلے گئے اور سید محمد امین قندھاری سے منطق اور ریاضی کی تکمیل کی اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ اس کے ساتھ تصنیف و تالیف میں بھی ہمہ تن لگے رہے ان کی تالیفات میں سے شرح ایساغوجی (مکی سرارج الساری و دیگر ضوالکافی دو شرح) ضیاء الموازین در علم صرف و ضیاء التذقیق فی التصور و التصدیق، شرح مختصر قاضی عضدی در علم مناظرہ اور شمائل النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) لے

ضیاء المقدمات در اصل مکتوبات شریف کی کوئی مکمل شرح نہیں ہے بلکہ بعض مُغلط اور دستیق مکاتیب کی توضیحات کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ البتہ مکتوبات میں شامل اصطلاحات کی شرح مفصل بیان کی ہے مؤلف کی تشریحات بالکل سادہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس اس کتاب کی تالیف کے دوران مآخذ و مراجع انتہائی کم تھے صاحبزادگان کے مکاتیب کے مجموعوں تک سے مؤلف ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔ افغانستان کے ایک دور افتادہ قریہ عالمگیر من مضافات قلعہ گریشک (من توابع قندھار) میں بیٹھ کر یہ کام کیا ہے ۳۔ ضیاء المقدمات فی توضیح المکتوبات

یہ بھی مولانا ضیاء الدین اچکزئی کی تالیف ہے۔ یہ دراصل مکتوبات شریف کے تینوں دفاتر کا بین السطور اردو ترجمہ اور کہیں کہیں تشریحات پر مشتمل ہے۔ اس کا خطی نسخہ مؤلف کے فرزند مولوی محمد ساکن قصبہ نوزاد (قندھار) کے پاس محفوظ تھا ۱۰ تقریباً پندرہ سال قبل یہی خطی نسخہ کسی طرح لاہور کے ایک ناشر کتب

۱۰ خاتمہ کتاب ضیاء المقدمات ص ۲۵۷ - ۲۵۹ (مُخصّصاً)

۱۱ ضیاء المقدمات کا ایک خطی نسخہ بخط مؤلف کتابخانہ گنج بخش اسلام میں ہے (نمبر ۱۰۵۶)

۱۲ محمد موسیٰ امرتسری؛ مقدمہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی ص ۳۷

کے پاس بغرض اشاعت لایا گیا تھا لیکن ضخامت زیادہ ہونے کے باعث چھپ نہ سکا۔ اب معلوم نہیں کہ اس کا وہ نسخہ کہاں ہے۔

۴۔ شرح مکتوبات امام ربانی (فارسی نثر)

مؤلفہ: مولوی نصر اللہ ہوتکی (ولادت ۱۸۹۸ء - وفات حدود ۱۹۷۸ء)

اس کے مولف ایک بزرگ عالم تھے گزشتہ روسی حملہ برافغانستان جس میں ہمارے مشائخ مجددیہ کو روسیوں نے شہید کر دیا تھا اس میں یہ بزرگ بھی لاپتہ ہو گئے۔ اس شرح کی اب تک صرف تین جلدیں چھپی ہیں لے شارح ہر روز درس کے دوران حضرت نور المشائخ فضل عمر مجددی قدس سرہ معروف بہ ملاشور بازار کابل کی موجودگی میں یہ شرح بیان فرماتے تھے۔ اس کی غیبت یہ ہے کہ شارح نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے صاحبزادگان اور پوتوں کے مجموعہ ہائے مکاتیب سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور جا بجا شرح کے دوران ان سے نقل و اقتباس کر کے توضیحات کو مستند بنایا ہے۔ اب تک منظر عام پر آنے والی شروح میں یہ سب سے وسیع اور علمی شرح ہے۔ لیکن افسوس کہ افغانستان کے خونی انقلاب کے باعث یہ عظیم الشان کام اوصورارہ گیا۔ ۷

۵۔ مکتوبات امام ربانی کی دینی اور معاشرتی اہمیت

تالیف: ڈاکٹر سراج احمد خان

یہ کتاب ڈاکٹر سراج احمد خاں بن ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کاپی ایچ ڈی کا مقالہ ہے یہ مقالہ سات ابواب کا مجموعہ ہے۔ لیکن مکتوبات شریف کے حوالے سے اس

لے یہ شرح مرشدی حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی شہید بن ملاشور بازار نے خود شائع کی تھی جواب تقریباً نایاب ہے۔ ۷ مولوی نصر اللہ ہوتکی مرحوم نے ایک ملاقات میں مجھے بتایا کہ میری والدہ ماجدہ رمضان (خلیفہ صاحب سواغندہ الغفور) کی بیٹی تھی، مولوی نصر اللہ کو حضرت فضل عمر نور المشائخ کی صحبت مبارک میں ۲۷ سال پہلے کا موقع ملا تھا۔

میں صرف دو باب ہیں۔ باب ہفتم مکتوبات کی دینی اہمیت اور باب ششم مکتوبات کی معاشرتی اہمیت۔ لیکن مؤلف نے ان ابواب کے تحت چند عنوانات قائم کر کے مکتوبات میں سے اقتباسات مع اُردو ترجمہ بجا کر دیے ہیں نہ ان پر کوئی حواشی ہیں اور نہ ہی مباحث اور ان کے مطالب کی توضیحات و شرح کی طرف مطلق توجہ نہیں کی گئی ہے۔

۶۔ البینات شرح مکتوبات

مؤلفہ: مولانا ابوالبلیان محمد سعید احمد مجددی

۷۔ تبریز المکنونات فی تخریج احادیث المکتوبات

مؤلفہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی (۱۲۳۲-۱۲۹۶ھ) بن حضرت شاہ ابوسعید مجددی علیہ السلام مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ میں شامل احادیث کی تخریج اس رسالہ کا موضوع ہے۔ اس کے بزرگ مؤلف محدث اور مدینہ منورہ میں مسند وقت تھے لیکن اس کے باوجود موصوف تمام احادیث واردہ مکتوبات شریف کی تخریج میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ شاہ عبدالغنی مجددی قدس سرہ کے اس رسالے کے بارے میں مفتی عدالت سرکار آصفیہ (حیدر آباد دکن) نے رائے دی ہے لکن عزا کثیرا من الاحادیث التي لم يظفر بها الى الوضع والضعف وعدم وجود اصله....

۸۔ تشیید المبانی فی تخریج احادیث مکتوبات الامام الربانی

تالیف: مولانا محمد سعید

لے مطبعہ کراچی ۱۹۷۷ء پی ایچ ڈی کا یہ مقالہ اس قدر تشنہ اور سرسری تحقیقات کا آئینہ دار ہے کہ مؤلف نے جو خود اس کے ناظر معلوم ہوتے ہیں اس پر اسے مقالہ برائے حصول درجہ پی ایچ ڈی لکھنا پڑ نہیں فرمایا۔

لے تفصیل اس مقدمہ کے آخر میں ملاحظہ کریں محمد سعید تشیید المبانی ص ۲ (تبریز المکنونات کا قلمی نسخہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے کتابخانہ واقع دہلی میں ہے) مولانا محمد سعید کے حالات کے لیے ملاحظہ تاریخ الفوائد ص ۲۵۶-۲۶۱

مفتی عدالت سرکار آصفیہ) مؤلف شاہ عبدالغنی کے مذکورہ رسالہ کے نقائص بتانے کے باوجود کامیابی کے ساتھ تخریجی کام انجام نہیں دے سکے۔ ان دونوں حضرات کے زمانے تک تخریج حدیث کے ذرائع بہت کم تھے۔ ان کے بعد جب مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے مکتوبات کی تصحیح کا کام کیا تو ایک حد تک ان دونوں کتابوں کی کمی کو پورا کرنے کی سعی کی۔

۹۔ مکتوبات مجدد الف ثانی، تخریج احادیث مؤلفہ: بابریگ مطالی

یہ مؤلف کا پنجاب یونیورسٹی لاہور (۱۹۹۳ء) سے پی ایچ ڈی (شعبہ علوم اسلامیہ) کا مقالہ ہے جس پر انہیں یہ ڈگری تفویض ہوئی ہے۔ موصوف نے بڑی محنت اور جانفشانی سے تخریج کا کام انجام دیا ہے اور بہت حد تک سابقہ مؤلفین کے چھوٹے ہوئے غلاو پڑ کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ اب تو تخریج حدیث کے سلسلے میں بہت سے انڈیکس تیار ہو کر دنیا کے ہاتھ میں ہیں۔ مؤلف نے اپنی مرتبہ تخصیص میں تخریج کے سارے امکانات بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ کہاں کس مقام پر کتنے فیصد تخریج ممکن ہو سکی ہے۔

۱۰۔ فہارس تحلیلی ہشتگانہ مکتوبات احمد سرہندی
مرتبہ آرٹور بیولر (Arthur F. Buehler)

۱۔ تشید البانی، مطبع فتح الکرم حیدر آباد دکن سے ۱۳۱۱ھ کو طبع ہوئی جو عربی میں ہے۔
۲۔ پروفیسر ڈاکٹر بیولر نے نقشبندی سلسلہ پر امریکہ میں پی ایچ ڈی کی ہے۔ ان کے مقالہ کا عنوان ہے۔

Sufi Heirs of the Prophet (the Indian Naqshbandiyya and the rise of mediating sufi shaykh), University of South Carolina press, 1998.

اسسٹنٹ پروفیسر ہیں ان کا مرتبہ انڈیکس مکتوبات شریف اقبال اکیڈمی لاہور سے شائع ہوگا جس کا پورا نام یہ ہے۔
Analytical Indexes for the Collected letters of Ahmad Sirhandi.

مکتوبات شریفہ کا یہ انڈیکس ایک امریکی جوان سال محقق جو بحمد اللہ اسلام قبول کر چکے ہیں اور سالم عبد اللہ کے نام سے پاکستان میں معروف ہیں انہوں نے اس کتاب میں مکتوبات کے متعلق اکٹھا انڈیکس بنائے ہیں یعنی (۱) فہرست آیات (۲) فہرست احادیث (۳) فہرست گفتار و امثال عرفانی از مشائخ (۴) فہرست تحلیلی الفاظ و اصطلاحات عرفانی (۵) فہرست نامہای اشخاص (۶) فہرست گروہ ہا و فرقہ ہا (۷) فہرست نامہای کتب و رسالہ ہا (۸) فہرست نام جاہا۔ یہ انڈیکس اپنی خوبیوں کے ساتھ بعض خامیوں کا بھی حامل ہے مؤلف اجنبیت کے باعث کئی نام صحیح طور سے نہیں پڑھ سکے۔ اسی طرح اسمائے جعفریہ میں بھی کئی اغلاط موجود ہیں۔

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ
 ایک غلط فہمی کا ازالہ
 کا سب سے صحیح ایڈیشن مولانا نور احمد امرتسری مرحوم
 کا مرتب کیا ہوا ہے لیکن ایک مقام پر اس کے مصحح بزرگ کو سہو ہوا ہے۔
 جہانگیر کے ہاتھوں سکھوں کے گروارجن کے قتل کی خبر جب حضرت مجدد الف ثانی
 قدس سرہ کو ملی تو آپ نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نواب تھنی
 خان فرید بخاری کو اپنے جذبات سے آگاہ فرمایا۔

”دریں وقت کشتن کافر لعین گویند و آل او بسیار خوب واقع شد لہ
 یہاں مولانا نور احمد امرتسری مرحوم کو تصحیح متن کے دوران خط کشیدہ الفاظ پڑھنے میں
 غلط فہمی ہوئی ہے اس کے مقابلہ میں مولانا امرتسری سے پہلے کی اشاعتوں میں
 یہ جملہ یوں نقل ہوا ہے۔

دریں وقت کشتن کافر لعین گویند و آل بسیار خوب واقع شد لہ

مولانا امرتسری نے عربی و فارسی قاعدہ کے مطابق اسے یوں پڑھ لیا » کافر
لعین گو بند و آل او یعنی گو بند وال کو مرحوم نے گو بند و آل او سمجھا جو صحیح نہیں
ہے۔ اس لیے کہ گرو گو بند کا زمانہ حضرت مجدد الف ثانی کے وصال ۱۵۳۲ء-۱۵۳۳ء
کے بعد یعنی ۱۶۷۵-۱۷۰۸ء کا ہے انہوں نے مکتوبات کے حاشیہ میں خود
ہی گو بند کو اورنگ زیب کا معاصر بتایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرف نے کسی سکھ گرو کا نام
نہیں لکھا بلکہ سکھوں کے مذہبی مرکز گو بند وال کو ہدف تنقید بنایا ہے کہ اس مرکز
گو بند وال میں رہنے والے کافر کے قتل کا واقعہ بہت خوب ہے۔

گو بند وال سکھوں کا فکری و مذہبی مرکز تھا۔ وہاں ان کے اہم گرو دارے
موجود ہیں گرو امر داس (۱۵۵۲-۱۵۷۲ء) کا گرو دارہ بھی یہیں ہے اور ان کی مذہبی کتاب
گرنٹھ بھی اسی مقام پر زیر نگرانی گرو ارجن (۱۵۸۱-۱۶۰۶ء) مرتب ہوئی تھی۔ گویا
گو بند وال سکھوں کا مذہبی و فکری مرکز تھا اسی لیے احمد شاہ درانی نے ایک حملے
کے دوران اسے جلا کر خاکستر کر دیا تھا لے گویا حضرت مجدد الف ثانی کا اشارہ گرو
ارجن کے قتل سے متعلق ہے جو ۱۶۰۶ء کو ہوا گرو گو بند سنگھ کا اس سے کوئی تعلق
نہیں ہے۔ لے

بعض اہم امور انجام دینے کی ضرورت
مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی
قدس سرف کی شرح کے دوران
یا اس کے علاوہ مستقل عنوانات کے تحت بعض اہم امور کی انجام دہی لازم ہے جن
میں سے چند اشارات ملاحظہ ہوں۔

اگر مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ
کا آپ کے زمانے (یعنی اکبر بادشاہ ۱۵۵۶ء۔

۱۔ مکتوبات کا دیگر لٹریچر
کے ساتھ تقابلی مطالعہ

۱۶۰۵ء) اور نور الدین جہانگیر (۱۶۰۵ء۔ ۱۶۲۸ء)

میں تصنیف ہونے والے مذہبی لٹریچر، کتب تاریخ اور انشاء لٹریچر اور کتب تصوف
کے ساتھ تقابلی مطالعہ کیا جائے تو مکتوبات شریف کی اصل اہمیت سامنے آ
جائے گی۔ اس عہد میں حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث
دہلوی کی تحریرات و تالیفات، کتب تاریخ خاص طور پر عبد القادر بدایونی کی منتخب
التواریخ اور شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زیۃ التواریخ وغیرہ اور
دوسرے انشاء لٹریچر سے تقابل کیا جائے تو جو فکری بلندی اور دفاع اسلام کیلئے
جس قدر تجاویز مکتوبات شریف میں ملیں گی دیگر انشائیہ لٹریچر میں اس کا عکس ہم
نظر نہیں آئے گا۔ اس عہد کی کتب انشاء کا تمام تر زور قلم و علم زبان دانی اور اسے
مستوع و مقفیع بنانے میں صرف ہوا ہے۔

اس عنوان کے تحت ایسے
مسائل کا احاطہ کیا جائے جن کا

۲۔ مسائل عصر مجدد الف ثانی قدس سرہ

تعلق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے زمانہ حیات (۹۷۱ھ۔ ۱۰۲۳ھ۔ ۱۵۶۳ء۔ ۱۶۲۳ء)
سے ہے تاکہ اس منظر و پس منظر میں یہ سمجھا جاسکے کہ مکتوبات حاضر کے مؤلف کے
افکار و خیالات کس ماحول میں پروان چڑھے، انہیں کن سیاسی، سماجی اور مذہبی مسائل کا
سامنا کرنا پڑا اور آپ نے ان مسائل میں اپنے افکار کو کیسے محکم بنانے کی سعی فرمائی؟
یعنی حکمران طبقہ جو ماحول کو سنوارنے اور بگاڑنے کا ذمہ دار ہوتا ہے خود کن خیالات
کا مالک تھا؟ اور ان کے ان افکار نے اس عہد کی معاشرت کو کس حد تک متاثر
کیا؟ اس عہد کا مذہبی طبقہ یعنی علماء و صوفیہ کن معتقدات کے حامل تھے؟ اور علوم
پر ان کے عقائد کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

اس سلسلے پس منظر کو جانے بغیر مکتوبات شریف کے مندرجات سمجھ آہی نہیں
سکتے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں۔

”اس سے قبل کفار اعلانیہ غلبہ اور زور کے ساتھ دارِ اسلام میں کفر کے احکام
جاری کرتے رہے اور مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز اور بے بس تھے اگر
مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے تو قتل کر دیے جاتے۔۔۔۔۔

بادشاہ دنیا کے لیے اس طرح ہے جس طرح دل بدن کے لیے اگر دل ٹھیک
ہے تو بدن صحیح ہے اور اگر دل خراب ہے تو سارا بدن خرابی کا شکار ہو گا۔ بادشاہ کی
درستی جہان کی درستی ہے اور بادشاہ کا خراب ہونا ملک کو خرابی میں ڈال دیتا ہے۔۔۔۔۔

واویلا وامصیبتا واحسرتا واحزنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو رب
العالمین کے محبوب ہیں ان کے ماننے والے تو ذلیل و خوار ہوں لیکن آپ کے
منکروں کی عزت اور ان کا لحاظ ہو۔۔۔۔۔ زمانہ ماضی میں جو بلا و آفت بھی اسلام کے سر
پر ٹوٹی وہ انہی علماء سو کی شومی کی بدولت تھی بادشاہوں کو یہی علماء سوراہ راست سے
بھٹکاتے ہیں لے۔۔۔۔۔ احکام شرع میں ایک حکم کو جاری اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت
میں جب کہ اسلامی شعائر مٹاتے جا رہے ہوں خدائے تعالیٰ عز و جل کی راہ میں کروڑ ہا روپیہ
خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا جس طرح مسائل شرعیہ میں ایک مسئلے
کو رواج دینا۔۔۔۔۔

تقریباً ایک صدی سے اسلام کی غربت اور پستی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ بلاد
اسلام میں کفار صرف احکام کفر کے اجراء پر راضی نہیں ہوتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ
اسلامی احکام بالکل مٹ جائیں اور مسلمانوں اور اسلام کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور ان کی
جرات وہ بے باکی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعائر اسلام کے اظہار کی

دلیری کرتا ہے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے ۔

اس قسم کے بہت سے اقتباسات مکتوبات شریف میں سے پیش کیے جاسکتے ہیں کیا کوئی شارح یا قاری عہد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مسائل جاننے بغیر ان مندرجات کو سمجھ سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں اس لیے از بس لازم ہے کہ مکتوبات قدسیہ کا مطالعہ کرنے سے قبل عصری تقاضوں کا عمیق مطالعہ کیا جائے۔

۳۔ عقائد صحیحہ اہل سنت کی عملی صورت مکتوبات کے آئینہ میں
بلے دینی، الحاد اور زندہ کے دور میں جب کہ حکومت وقت ایک نئے دین یعنی دین الہی کے سوا کسی مذہب

خاص طور پر اسلام کا نام سننے تک کیلئے تیار نہیں تھی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے راسخ العقیدہ امراء و علماء کو خطوط لکھ کر انہیں اپنا ہم خیال بنایا اور انہیں وقت کی نزاکت سے آگاہ کرتے ہوئے اسلام کے صحیح عقائد بتائے اور دین الہی کی جگہ دین اسلام کے اصل عقائد سے انہیں آگاہ کیا اور بتایا کہ اس وقت کس طرح ان کا اجراء ممکن ہے۔ ترویج شریعت کا طریقہ بتاتے ہوئے یہ حقیقت ان پر واضح کی کہ اس وقت بادشاہ اسلام (جہانگیر) کے ممد و معاون بن جائیں۔

اہل اسلام پر خود لازم دانستہ کہ ممد و معاون بادشاہ باشند و بر ترویج شریعت تقویت ملے دلالت نمائند ہے

اس کار خیر کے لیے امراء کی جو جماعت آپ نے تیار کی تھی اسے ”برگہ ممدان دولت اسلام“ کا نام دیتے ہوئے خود بادشاہ نے اس میں شمولیت کو اپنی سعادت سمجھا۔ بعض طویل مکاتیب صرف عقائد کے موضوع پر ہیں جو بجائے خود رسائل سے کم نہیں ہیں۔

لہ مجدد الف ثانی مکتوبات ۸۱/۱ بنام شیخ مرتضیٰ خان فرید بخاری

۲۷ ایضاً ۱/۲
۲

۴۔ اسلام کا دفاع اور مکتوبات

مکتوباتِ امام ربانی قدس سرہ
میں ہندوستان کے مسلمانوں اور اسلام کے مستقبل اور ہند کے بائے میں بہت اہم مواد موجود ہے۔ یقیناً جب کوئی ہندوستان میں اسلام کے بائے میں تحقیق کرے گا تو مکتوباتِ شریف اس کے لیے ایک ناگزیر ماخذ کی حیثیت سے استعمال کرنا لازم ہوگا۔ ان مکاتیب میں مسلمانوں اور اسلام کی زبوں حالی کا نقشہ جن الفاظ میں کھینچا گیا ہے اس عہد کی کتبِ تاریخ اور دوسرے لکچر اس سے یکسر خالی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کے عہد کے سائے لکچر کا تنقیدی جائزہ لے کر مکتوباتِ شریفہ میں شامل ایسے سائے نکات یکجا کر کے ان کی اہمیت پر مؤرخانہ و ناقدانہ نوعیت کا کام کیا جائے۔

۵۔ غیر مسلم اور مکتوبات

مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ
میں جہاں کہیں غیر مسلموں کے متعلق اشارات ملتے ہیں وہاں زیادہ مقامات پر آپ کی مراد ہندوستان کے ہندو ہیں۔ آپ کے نزدیک ہندوستان کے مسلمانوں پر جس قدر ابتلاء کا نزول ہوا وہ وہاں کے مسلمان حکمرانوں کا ہندوؤں کو مراعات دے کر ان کے برابران کی حیثیت دینے کا نتیجہ ہے۔ آپ ہندوؤں کی اہانت کو اسلام کی فتح اور ان کو ذلیل و خوار کرنے سے مسلمانوں کی توقیر کے مساوی قرار دیتے ہیں۔ ہندوؤں سے جزیہ لینا آپ لازم سمجھتے تھے اور اکبر بادشاہ نے اسے موقوف کر کے اسلام کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کو بڑے مناصب نہ دیئے جائیں اور اگر ان میں سے کسی سے ملے بغیر چارہ کار نہ ہو تو ان کے پاس ایسے جائیں جیسے رفع حاجت کے لیے بیت الخلاء میں جلتے ہیں۔ نیز آپ نے اس قسم کے بہت سے انکار کا اظہار اپنے ان مکاتیب میں کیا ہے جو مرتضیٰ خان فرید

بخاری، خان اعظم اور صدر جہاں وغیرہ کے نام ہیں۔
عرصہ ہوا راقم احقر نے ایک مفصل مقالہ بعنوان

Analysis of Mujaddid Alf-i-Sani's Attitude towards Hindus

لکھا تھا لیکن عدم فرصت کے باعث اس پر نظر ثانی نامحال نہیں ہو سکی اور نہ ہی اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جاسکا تاہم اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ مکتوبات شریعت میں سے ایسے تمام نکات سیاق و سباق کے ساتھ عصری کتب تاریخ کی روشنی میں یکجا کر کے تجزیاتی مطالعہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

۶۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود
یہ دونوں نظریات عرصہ دراز سے صوفیہ کے نزدیک

مختلف فیہ چلے آ رہے ہیں۔ وحدت الوجود کو حضرت شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ نے خوب ترقی دی اور اس موضوع پر اپنی کتب میں اظہار خیال فرمایا۔ آپ کے شاگردوں کی کثیر تعداد نے ان کے اس نظریہ کی تشریحات و توضیحات میں بہت کچھ لکھا ان کی تصانیف کی بکثرت شرحیں لکھی گئیں اور عالم اسلام میں اس کا خوب رواج ہوا اس کے مقابل بعض صوفیہ کرام نے وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا کہ صوفیانہ مدارج کی ترقی کی دوسری شاہراہ اسی نظریہ سے آگے بڑھتی ہے۔ ان اکابر مشائخ میں سب سے نمایاں نام شیخ علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ (۶۵۹-۷۳۶ھ) کہے جنہوں نے وحدت الوجود کو کشفی طور پر ایک تنگ و جامد مقام قرار دیا اور اس کے مقابل وحدت الشہود کے نظریہ کو پیش کر کے ایسے دلائل دیے جو زیادہ عقلی و قابل قبول تھے۔ ہندوستان میں سب سے زیادہ اس نظریہ کی ترجمانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے کی۔ آپ کی روحانی تربیت کا آغاز ہی تھا کہ آپ نے اپنے ایک مکتوب بنام شیخ خود حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کو لکھا کہ مجھے اپنے خیالات کی شیخ علاء الدولہ قدس سرہ کے افکار کے ساتھ زیادہ مناسبت

معلوم ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں۔

مکتب حقائق و معارف علی الخصوص سخاں توحید و تنزلات مراتب رانمی تواند مطالعہ کرد خود را دریں باب بحضرت شیخ علاء الدولہ بیارمناسب می یابد و در ذوق و حال دریں مسئلہ (وحدت الشہود) بشیخ مشارالیه متفق است۔ لہ

افکار حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی بالیدگی کے سلسلہ میں یہ بہت اہم فقرات ہیں یعنی آپ آغاز تربیت سلوک ہی سے خود کو شیخ علاء الدولہ ہمنانی قدس سرہ کے نظریات سے ہم آہنگ پاتے تھے اور آخر وقت تک آپ اسی پر قائم رہے۔ خود فرماتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ بھی کچھ عرصہ توحید و جود کا مشرب رکھتے تھے آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مقام سے ترقی دی اور توحید و جود جو ایک تنگ راہ ہے سے ترقی کر کے کھلی شاہراہ یعنی توحید شہودی منکشف ہوئی، آپ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ سے روایت کرتے ہیں۔

معرفت پناہی قبلہ گا ہی حضرت خواجہ باقدس اللہ تعالیٰ سرہ چند گاہ مشرب توحید و جود کا مشتند۔۔۔۔۔ اما آخر کار حق سبحانہ و تعالیٰ بجمال عنایت خویش اذال تمام ترقی ارزانی فرمودہ بشاہراہ انداختہ از صہیق ایں معرفت خلاصی داد، میاں عبدالحق کہ یکی از مخلصان ایشانند نقل کرد کہ پیش از مرض موت ایشان بیک ہفتہ فرمودہ اند کہ مرابعین الیقین معلوم شد کہ توحید کوچہ ایست تنگ شاہراہ دیگر است۔ کئی مرکاتب میں ان علماء و مشائخ پر افسوس کا اظہار کیا ہے جو اس دورِ ظلمت میں ترویج شریعت کے لیے کوشاں رہنے کی بجائے شب و روز شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ کی تصانیف پڑھنے پڑھانے اور اس کی شرح لکھنے میں مستغرق تھے۔

در اصل ان متاخرین نے شیخ اکبر کا نظریہ وحدت الوجود کی ایسی تشریحات و توضیحات کی تھیں کہ وحدت الوجود سے وحدت ادیان تک کوئی فاصلہ نہیں رہ گیا تھا ایک مکتوب کے ذریعے جب ملاحسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ شیخ عبد الباقی بزمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے تو اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے غیرت و حمیت کے ساتھ تحریر فرمایا کہ اس قسم کے جملے سُن کر میری رگِ فاروقی حرکت میں آجاتی ہے ان نظریات اور ان کی تاویلات کرنے والوں سے اس طرح بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمیں نص سے کار ہے فص (فصوص الحکم ابن عربی) سے نہیں ہمیں فتوحات مدینہ نے فتوحاتِ میکہ (تالیف ابن عربی) سے بے نیاز کر دیا ہے آپ کے پُر نور الفاظ قابلِ مطالعہ ہیں۔

فقیر را تاپ استماع امثال ایں سخنان اصلاً نیست بی اختیار رگِ فاروقیم در حرکت می آید و فرصت تاویل و توجیہ آں نمی دهد قائل آن سخنان (حق سبحانہ و تعالیٰ عالم بغیب نیست) شیخ کبیر بزمی باشند یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام در کار است نہ کلام محی الدین عربی و صدر الدین قرنوی و عبد الرزاق کاشی ما لبص کار است نہ فص فتوحات مدینہ از فتوحاتِ میکہ مستغنی ساختہ است۔ لہ
اس قسم کے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت جملے آپ کے مبارک مکتوبات میں جا بجا پائے جاتے ہیں جن سے مشرب وحدت الوجود اور اس کے قائلین سے بے زاری کا اظہار ہوتا ہے۔

اصل معاملہ رجوع کا ہے بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ آغاز میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے وحدت الوجود کی مخالفت کی اور اواخر عمر میں اس سے

رجوع کر لیا تھا لے

نظام ہر بات کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آتی آپ نے ایک مکتوب میں مشرب وحدت الوجود سے وابستہ بعض اصحاب کو ان کی وابستگی کا سبب الحاد و زندہ بتایا ہے۔ لے

ایک صاحب سید عبدالقادر مہربان فخری (۱۱۴۳-۱۲۰۴ھ) نے وحدت الوجود کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب اصل الاصول کے نام سے ۱۱۹۳ھ کو تالیف کی اس میں موصوف نے یہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے آخر میں وحدت الوجود کی حمایت کرنا شروع کر دی تھی اور مشرب وحدت الشہود سے رجوع کر لیا تھا۔ مؤلف کے دلائل بہت کمزور ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ نے تجدید الف ثانی کے زعم میں جہاں دیگر مسائل سے اختلاف کیا ہے۔ وہاں وحدت الوجود سے بھی انحراف کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

بدانکہ ایں بزرگوار بزعم تجدید الف ثانی ہر چند خواست کہ مسئلہ وحدت الوجود را کہ اصل الاصول معارف الف اول است برہم زد و لہذا در توجیہ شہودی و حمایت متکلمین سنیہای موفورہ فرمودہ لے

مؤلف نے اس سلسلے میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوب ۵۸ (جلد ثالث) کو ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے حالانکہ اس میں وحدت الوجود کے مشرب سے رجوع کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ علماء و عرفاء کی طرح حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی تعریف و توصیف کی گئی ہے اگر اس امر و نظر سے رجوع کرنا ہوتا تو کون سی چیز مانع تھی؟ آپ نے اپنے مکاشفات

لے محمد صادق ہمدانی کشمیری؛ کلمات الصادقین ۱۸۷ لے مکتوبات ۴۲/

لے مہربان، عبدالقادر فخری؛ اصل الاصول، مرتبہ محمد یوسف کوکن عمری، مدراس (۱۹۵۱ء) ص ۲۲۱-۲۲۵

سے بعد تحقیق رجوع بھی فرمایا ہے مثلاً مبداء و معاد کی ایک عبارت سے آپ نے اپنے ایک مکتوب میں واضح الفاظ میں رجوع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ لہ مجلا اتنے قدیم مسئلہ کی کشفی مخالفت کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنا بے الفاظ میں کیونکر ممکن تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے کبھی اس سے رجوع نہیں کیا۔ ہاں یہ ضرور ہوا تھا کہ دورِ آخر میں ان دونوں نظریات کے ماننے والے ایک دوسرے کی مخالفت میں انتہا پسندی اختیار کر کے جادۂ اعتدال سے ہٹ گئے تھے۔ نقشبندی سلسلے کے ایک بزرگ شیخ محمد مرادنگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ) نے اس موضوع پر ایک کتاب "صلح الفریقین فی منع تکفیر مؤحدین" کے نام سے تالیف کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے تھے۔ انہی خدشات کے پیش نظر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم خیال علماء نے اسے محض لفظی فرق قرار دیکر دونوں کے جذبات کو فروغ کرنے کی کوشش کی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات اور رسائل میں سے نظریات وحدت الوجود اور وحدت الشہود سے متعلق تحریرات کو یکجا کر کے دوسرے صوفیہ کے خیالات کے پس منظر میں ایک جامع کتاب مرتب کی جائے۔

لہ مجدد الف ثانی: مکتوبات ۲۰۹/۱ مقامات منظر تعلیقات ۱۱۲۶، ۵۲۲، ۲۰۹، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶،

۷۔ مکتوب الیہم کے تراجم اس عنوان کے تحت ابھی کوئی قابل ترجمہ کام نہیں ہوا۔ حضرت مجدد الف ثانی

قدس سرہ نے جن اصحاب کے نام خطوط تحریر فرمائے تھے ان میں سے اکثر اس عہد میں کسی نہ کسی طرح قابل ترجمہ معاشرتی مقام رکھتے تھے جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ آپ نے اس وقت کے سیاسی معاشرتی اور مذہبی حالات کا بخوبی و بغور جائزہ لینے کے بعد جو اقدامات فرمائے تھے ان میں سے ایک اہم قدم یہ بھی اٹھایا تھا کہ راسخ العقیدہ امرائے سلطنت کے نام آپ نے کئی کئی مکتوبات تحریر فرمائے اور انہیں حالات کی نزاکت سے آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ آپ لوگ بادشاہ سے قریبی تعلق رکھتے ہیں اس لحاظ سے آپ کے فرائض کیا ہیں؟ ان حالات میں بادشاہ کی حمایت و معاونت کے بغیر ہندوستان میں اسلام کو جو ضعف آچکا ہے اس میں تقویت نہیں آسکتی۔ آپ نے ایک ایک امیر کو اس عہد کے حالات بتا کر کہ کس طرح اکبر کے زمانے میں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ نا انصافی کی گئی اور انہیں بتایا کہ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ تباہی کے دھانے پر کھڑے ہیں اگر کچھ عرصہ مزید وہ اسی حالت میں رہے تو یہاں سے اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا۔ انہیں ترغیب و تہذیب کے لیے اقدامات کرنے اور بادشاہ سے اسلامی احکام جاری کروانے کے لیے مکرر خطوط لکھے اور ان کی کوشش کو آپ نے کئی بار سراہا اور ان کوششوں کو جہاد کا درجہ دیا اور متعدد مرتبہ اس کی اہمیت پر غور دیتے ہوئے لکھا کہ اس وقت ایک مردہ سنت کو زندہ کرنا خانہ کعبہ کے پاس جا کر نفل پڑھنے سے بھی افضل ہے۔ آپ نے امراد

لہ ہم سائبہ اوراق میں مختلف عنوانات کے تحت اس قسم کے بہت سے اقتباسات نقل کر چکے ہیں۔

علمائے حق کے اس گروہ کو ”جرگہ محمدان دولت اسلام“ کا نام دیا اور خود اس میں شمولیت کی خواہش کا اظہار بھی فرمایا۔

جب تک ان مکتوب الیہم حضرات کے صحیح صحیح حالات معلوم نہ ہو جائیں اس وقت تک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تحریک احیائے دین کا اصل مشن سمجھ میں نہیں آسکتا۔ مکتوب الیہم کے تراجم کے ساتھ ہی مکتوبات شریف میں وارد ہونے والے تمام اسماء الرجال کے حالات کی جستجو کرنا اس طرح لازم ہے جس طرح مکتوبات کی شرح لکھنا ضروری ہے۔ اس عہد کے تاریخی لطریچہ میں اور علماء و صوفیہ کے تذکروں میں ان شخصیات کے حالات مل سکتے ہیں لیکن بآسانی نہیں اس کام کے لیے فن تذکرہ نویسی سے پوری واقفیت لازم ہے۔

۸۔ مکتوبات کی موضوعی ترتیب

مرتب کرنا ایک الگ لیکن سب سے دشوار مرحلہ ہے یہی وہ موضوع ہے جس سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے تجدیدی کارناموں اور مجتہدانہ مقام پر براہ راست روشنی پڑ سکتی ہے یہ کام اس التزام کے ساتھ کیا جائے کہ ایک طرف فارسی متن ہو اور دوسری طرف اس کا اردو یا انگریزی ترجمہ پھر حواشی میں حل مطالب الفاظ و اصطلاحات کی تشریح اور احادیث مبارکہ کی تخریج ہو، اس کے ساتھ علماء کرام اور

۱۔ مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/۲۴/۱۲۴

۲۔ اس سلسلے میں بعض بزرگ حضرات مثلاً ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان اور مولانا سید زوار حسین مرحوم نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے آخر میں بطور ضمیمہ جات اس قسم کی فرمائی ہے لیکن ان حضرات کے یہ کام اتنے مختصر ہیں کہ شخصیات کا تعارف اور مدارجہ جاتا ہے۔ اسی طرح مولانا نسیم احمد فریدی امر دہوی نے تجلیات ربانی میں بعض مکتوبات الیہم کے حالات بھی لکھے ہیں لیکن بہت سی شخصیات کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا۔

محققین کے تائیدی مقالات ہوں تاکہ اس عہد کے پس منظر اور ماحول میں آپ کی تحریکِ احیائے دین کے مقاصد و جو ان نسل بھی سمجھ سکے اور اسے زمانے کے حالات سے ہم آہنگ کر سکے۔ لہ

ایک جامع شرح کی ضرورت

مکتوباتِ شریف کی کئی ایک شرح کا ذکر اس سے پہلے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی تینوں دفتروں کی کامل شرح نہیں ہے۔ ان میں سے کسی بھی شارح کو تا حال مکتوبات کی جامع شرح کرنے کی توفیق نہیں ہوئی اب ضرورت اس امر کی ہے کہ عصرِ حاضر کے سائے تقاضے سامنے رکھ کر ایک ایسی جامع شرح تالیف کی جائے جو قدیم و جدید تعلیم یافتہ دونوں طبقوں کے لیے از بس مفید ہو۔ آج ہر قسم کے پریس اور علمی معلومات کے ان گنت ذرائع سے انسان مالا مال ہے اس میں مکتوباتِ حضرت مجددِ مسرہ کی ایک ایسی شرح مرتب کی جائے جو میراجِ الفہم، آسان اور عوام و خواص کے لیے قابلِ استفادہ ہو۔ ایک ایسی شرح کا بھی ایک عرصہ دراز سے تقاضا ہو رہا ہے جو علومِ مشرقیہ کے محققین کے لیے مفید ہو۔ آج یورپ میں صوفیاء کے سلاسل کی علمی خدمات پر

لے اگرچہ اس موضوع پر کوشش بھی کی گئی ہے مولانا محمد عبدالرشید خان مجددی معروف بہ شاہ آغا رندو سائیں داد سندرہ نے فیض البرکات من عین المکتوبات کے نام سے صرف چار ابواب کے تحت مکتوباتِ شریف سے اقتباسات یک جاکے تھے لیکن وسیع پیمانے پر جامع کتاب کا ابھی تک دنیا کو انتظار ہے۔ شاہ آغا مرحوم نے ۱۳۶۱ھ کو مکتوباتِ شریف کا ایک انتخاب اربعین مکتوبات کے نام سے مرتب کر کے خود ہی شائع کیا جس میں طلبہ کے لیے مفید حواشی لکھ کر انہیں سہل بنانے کی کوشش کی تھی

وسیع پیمانے پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ لیکن افسوس کہ اب تک کوئی جامع شرح ان کی تشنگی کو پورا کرنے کے لیے کسی بھی یورپین زبان میں نہیں لکھی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپین محققین افکارِ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے سمجھنے اور سمجھانے کے سلسلہ میں افراط و تفریط کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ عرصہ دراز سے یورپ سے تصوف پر جو تحقیقی کتابیں چھپ کر آرہی ہیں ان میں ان کی کچھ فہمی اور ہمارے بزرگوں سے متعلق ان کی آراء میں غیر متوازن تنقید کی اصل وجہ یہی ہے کہ ابھی تک ہم نے اس ذمہ داری کا احساس ہی نہیں کیا کہ ہمارے صوفیہ کرام کے خیالات و تعلیمات کے دقیق اور مغلط مقامات حل طلب ہیں اور ہمیں ان کو کس طرح آسان بنا کر جدید تعلیم افستہ طبقات کے لیے کس طرح اور کس نوعیت کا علمی کام کرنا ہے جو ان کی بنیادی کلمات کو آسان کرنے کے قابل ہو۔

ہم اپنے ملک کے علماء و مشائخ سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس میدان میں اگر نمایاں خدمات انجام دیں گے جس سے ہمارے ملک کی علمی دنیا میں بھی عزت ہو سکے۔

البینات شرح مکتوبات

اہل علم و سرفرازان کے لیے نہایت درجہ خوشی کی خبر ہے کہ ہمارے ملک کے نامور عالم و شیخ طریقت حضرت مولانا محمد سعید احمد مجددی مدظلہ العالی نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی شرح لکھنے کا عزم فرمایا ہے اور نہایت مصروفیت کے لمحات میں سے کچھ وقت نکال کر مکتوبات شریف کا گوجرانوالہ میں درس دینے

اور مکتوبات کی ایک جامع و مفصل شرح لکھنے کا پروگرام بنایا ہے۔

حضرت مولانا مجددی عرصہ دراز سے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں اور ان کے رسالہ ماہنامہ ”دعوت تنظیم الاسلام“ (گوجرانوالہ) میں یہ شرح بالاقساط شائع ہوتی رہی ہے۔ اب اسے از سر نو حوالوں سے مرتب کر کے کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ یہ شرح ”الہدایۃ شرح مکتوبات“ کے نام سے مکتوبات شریف کی توضیح، تخریج اور شرح پر مشتمل ہے۔ یہ شرح اپنی گونا گوں خوبیوں کے باعث کئی اعتبار سے منفرد مقام رکھتی ہے۔ ایک نظر میں اس کے خصائص اس طرح دیکھے جا سکتے ہیں۔

- ۱۔ مکتوبات کے مندرجات کو قرآن و حدیث سے مؤید کیا گیا ہے۔
- ۲۔ نفس مضمون کو حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔
- ۳۔ مکتوبات میں شامل اصطلاحات تصوف کو پہلی مرتبہ اتنی وضاحت کے ساتھ مکتوبات کے سیاق و سباق میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔
- ۴۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ خود حنفی تھے اور مکتوبات میں فقہ حنفی کے مطابق مسائل کا استنباط کیا ہے۔ یہ بجائے خود ایک وسیع موضوع ہے۔ کہ مکتوبات شریفہ میں شامل مسائل فقہیہ کی فقہ حنفی کے مطابق تطبیق کی جائے خدا کا شکر ہے کہ مولف الہدایۃ نے شرح کے دوران یہ اہم فریضہ بھی انجام دینے کی سعی فرمائی ہے۔

- ۵۔ مکتوبات میں شامل احادیث نبویہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی تخریج ایک دقیق ترین مرحلہ ہے۔ لیکن آج کے دور میں کہ احادیث کے انڈیکس طبع ہو چکے ہیں اور حدیث کے ذخائر کمپیوٹرز میں منتقل ہو چکے ہیں اس لیے اب یہ مرحلہ طے ہو جانا چاہیے۔ جائے شارح بزرگ نے اس مقام پر بھی سعی تمام فرمائی ہے اور حدیث مقبضہ کو اس کے اصل متون سے مطابقت دے دی ہے۔

۶۔ مکتوبات کی شرح کے دوران ایک مرحلہ اور دشوار گزار ہے کہ اس میں روحانی مقامات کا اندراج جس طریقہ سے ہوا ہے آج کا قاری ان مقامات کو سمجھنے سے قاصر ہے ان مقامات کو صرف وہی سمجھا سکتا ہے جس پر یہ واردات ہوئے ہوں اور عملی طور پر وہ خود شیخ طریقت بھی ہو وہ ان روحانی کیفیات کا ادراک کر کے اسکی شرح کر سکتا ہو۔ ہمارے بزرگ شارح چونکہ خود ایک محقق عالم دین ہیں اور نہ صرف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ بلکہ دیگر سلاسل طریقت (قادر یہ، چشتیہ، مہروردیہ، شاذلیہ وغیرہ) کے پیروندوں ہیں اس لیے انہوں نے ان تمام روحانی مراحل کو بڑے احسن طریقے سے سلجھایا ہے۔

۷۔ اس شرح کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ شارح نے علوم اسلامیہ کے متعارف سائے مآخذ سامنے رکھ کر شرح کی ہے اور ہر مقام کو مستند بنانے کے لیے ان کے حوالے بھی دیے ہیں گویا اس شرح پر علمی تحقیقات کا رنگ غالب ہے۔

۸۔ ہر مکتوب میں سے صرف دقیق مقامات منتخب کر کے اس کی شرح کی گئی ہے۔

۹۔ شارح بزرگ نے اس شرح میں یہ التزام کیا ہے کہ پہلے مکتوب شریف کے جس حصہ کی شرح کرنا ہے اس کا فارسی متن نقل کیا ہے اس کے بعد اس کا اردو ترجمہ دیا ہے اور پھر اس کی شرح بیان کی ہے اس شرح میں حتی الامکان ایسے تمام نکات یکجا کر دیے ہیں جن کا اس اقتباس کے فہم و تفہیم کے لیے ہونا لازم ہے قابل شرح اقتباس کی مکتوبات میں سے دو کے جن جن مقامات سے توضیح ہو ہو سکتی تھی اس مقام پر وہ بھی نقل کر کے اسے آسان بنانے کی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ مکتوبات کے شارح حضرت علامہ محمد سعید احمد مجددی مدظلہ کو صحت و تندرستی کے ساتھ کام جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس کی جلد از جلد تکمیل فرما سکیں آمین۔

مقدمہ کے مآخذ

مخطوطات

- ۱۔ بیور، آرٹور، فہارس تحلیلی ہشتگانہ مکتوبات احمد سرہندی، مسودہ مؤلف لوزیانہ، امریکہ ۲۰۰۰ء (فارسی)
- ۲۔ صفیر احمد معصومی، مقامات معصومی (احوال، تعلیمات حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی، مؤلفہ بسال ۱۱۳۲ھ) مرتبہ، محمد اقبال مجددی، زیر طبع۔
- ۳۔ ضیاء الدین اچکزئی فراہی، ضیاء المقدمات لمطالعة المکتوبات، کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد۔ نمبر ۱۰۵۶۶
- ۴۔ محمد امین بدخشی، نتائج الحرفین (احوال شیخ آدم بنوری خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی) جلد سوم مخزنہ کتابخانہ انڈیا آفس لندن نمبر ۶۵۲
- ۵۔ مطالی، بابریگ، مکتوبات مجدد الف ثانی، تخریج احادیث، مقالہ برائے حصول درجہ پی ایچ ڈی شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ بسال ۱۹۹۴ء
- ۶۔ وحدت، عبد الاحد سرہندی، لطائف المدینہ (سوانح حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی) تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، زیر طبع

مطبوعات عربی

- ۷۔ زرکلی، خیر الدین، الاعلام، بیروت
- ۸۔ کحالم، عمر رضا، معجم المؤلفین، ۱۰ جلد طبع عکسی، بیروت (س ن)
- ۹۔ محمد سعید ناطقی، تشیید المبانی فی تخریج احادیث مکتوبات الامام الربانی، مطبوعہ مطبع فتح الکرمیم، حیدرآباد، دکن ۱۳۱۱ھ
- ۱۰۔ محمد مراد قازانی مکی، الدرر المکنونات النفیسه۔ طبع عکسی۔ استنبول ترکیہ (س ن)

۱۱۔ مرادی، محمد خلیل: رسالہ الدرر، مکتبۃ المنشی، بغداد

مطبوعات فارسی

- ۱۲۔ احمد منزوی: فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد (جلد دوم) ۱۹۸۲ء
- ۱۳۔ بدایونی، عبد القادر: منتخب التواریخ، کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۸۶۸-۱۸۶۹ء
- ۱۴۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس مرتبہ مولانا محبوب الہی، لاہور، ۱۹۷۱ء
- ۱۵۔ سیف الدین سرہندی، خواجہ: مکتوبات سیفیہ مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، کراچی (سن)
- ۱۶۔ صادق کیا: نقطویان یا سیخانیان، تہران، ۱۳۲۰ھ
- ۱۷۔ عبید اللہ، خواجہ: خزینۃ المعارف، مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، کراچی ۱۹۷۳ء
- ۱۸۔ فرید بھکری، ذخیرة الخوانین مرتبہ معین الحق، کراچی، ۱۹۶۸-۱۹۷۰ء
- ۱۹۔ فضل اللہ مجددی قندھاری: عمدۃ المقامات، ٹیڈو سائیں داد، سندھ ۱۳۵۵ھ
- ۲۰۔ کیخسرو اسفندیار: دبستان مذاہب مرتبہ رحیم رضا زادہ ملک، تہران، ۱۳۶۲ ش
- ۲۱۔ مجدد العثانی، شیخ احمد سرہندی، مکتوبات مرتبہ نور احمد ترسری، طبع عکسی، کراچی ۱۳۹۲ھ
- ۲۲۔ محمد باقر لاہوری، مفتی، کنز الہدایات مرتبہ نور احمد امرتسری، امرتسر، ۱۳۳۵ھ
- ۲۳۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری، کلمات الصادقین، مرتبہ محمد سلیم اختر، اسلام آباد ۱۹۸۸ء
- ۲۴۔ محمد معصوم سرہندی، خواجہ: مکتوبات جلد اول، دوم مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، جلد دوم مرتبہ نور احمد امرتسری، طبع عکسی حیدر آباد، سندھ، ۱۹۷۶ء
- ۲۵۔ محمد نقشبند ثانی، خواجہ: وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول، مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، حیدر آباد، سندھ، ۱۹۶۳ء
- ۲۶۔ محمد ہاشم کشمیری، زبدۃ المقامات، لکھنؤ، مطبع لوکشور، ۱۳۰۷ھ
- ۲۷۔ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم: مقدمہ مکتوبات امام ربانی، مشمولہ اردو ترجمہ از مولوی محمد سعید نقشبندی، کراچی جلد اول، ۱۹۷۳ء

- ۲۸- مہربان، عبدالقادر فخری: اصل الاصول، مرتبہ محمد یوسف کوکن عمری، اداس، ۱۹۵۹ء
 ۲۹- نصر اللہ ہوتکی، مولوی: شرح مکتوبات امام ربانی، کابل، ۱۹۷۲ء (تین جلد)
 ۳۰- نظام الدین احمد نخشی: طبقات اکبری، کلکتہ، ۱۹۱۳-۱۹۳۱ء
 ۳۱- نوشاہی عارف سید: فہرست نسخہ ہامی خطی فارسی موزہ ملی پاکستان، اسلام آباد
 ۳۲- وحدت، عبدالاحد سرہندی؛ گلشن وحدت، مرتبہ عبداللہ جان فاروقی، کراچی، ۱۹۶۶ء
 ۳۳- مستقیم زادہ، سلیمان سعد الدین آفندی؛ تحفۃ الخطاطین، استنبول، ۱۹۲۸ء

ترکی

مطبوعات اردو

- ۳۴- بحر العلوم، علامہ عبدالعلی: وحدت الوجود، ترجمہ ابوالحسن زید فاروقی، دہلی، ۱۹۷۱ء
 ۳۵- سراج احمد خان: مکتوبات امام ربانی کی دینی و معاشرتی اہمیت، کراچی، ۱۹۷۷ء
 ۳۶- غلام علی دہلوی، شاہ: مقامات منظر، تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجبڑی
 طبع دوم لاہور، ۲۰۰۱ء
 ۳۷- کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، لاہور، ۱۳۳۵ھ
 ۳۸- نذیر احمد؛ اکبری عمدہ کا فارسی ادب، مقالہ مشمولہ تحقیق شعبہ اردو سندھ
 یونیورسٹی (شمارہ ۱۲-۱۳)

مطبوعات انگریزی

- 39- Buehler, A.F: Sufi Heirs of the Prophet (The Naqshbandiyya and The Rise of Modiating Sufi Shaykh, University of South Carolina press. 1998.
 40- Story, C.A: Persian Literature, London, 1970.
 41- Stein, A: Archeological Reconnaissances in North-Western India.....London.
 42- Nizami, K. A: Akbar and Religion, Dehli, 1989
 43- Wajihuddin, M: Epistles (Trans. Of 213 Maktubat of Sh. Ahmed Sirhindi),
 Vol.1 Lahore 2000.

الخطبة

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ السَّلَامِ مُدَبِّرِ اللَّيْلِ إِلَى
وَالْآيَاتِ الْمُتَفَرِّدِ بِالبَقَاءِ وَالِدَّوَامِ وَالصَّلَوةِ وَالسَّلَامِ عَلَى
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ أَفْضَلِ الْأَنَامِ وَعَلَى ابْنِ بَكْرٍ السَّابِقِ إِلَى
الْإِسْلَامِ وَعَلَى عُمَرَ الَّذِي إِذَا رَأَاهُ الشَّيْطَانُ هَامَ وَعَلَى
عُثْمَانَ الَّذِي جَهَّزَ بِمَالِهِ جَيْشَ الْعُسْرَةِ وَأَقَامَ وَعَلَى
عَلِيٍّ الْبَحْرِ الْخَضِيمِ وَالْأَسَدِ الضَّرْغَامِ وَعَلَى سَائِرِ
إِلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَاتِّبَاعِهِ عَلَى الدَّوَامِ وَنَائِبِهِ وَوَارِثِهِ
فِي دِينِ الْإِسْلَامِ وَاهِبِ الْفَيْضِ وَالْجُودِ وَالْإِكْرَامِ
صَاحِبِ الْحَالِ وَالْوَقْتِ وَالْمَقَامِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا
وَمَلْجَأَنَا الْإِمَامِ غَوْثِ الْعَالَمِينَ غِيَاثِ الْعَارِفِينَ
غِيَاثِ الْكَامِلِينَ مُغِيثِ الْوَاصِلِينَ قُدُّوهُ الْوَلَايَةِ

الْمُحَمَّدِيَّةِ حُجَّةِ الشَّرِيعَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ بُرْهَانَ
الْمَرْتَبَةِ الْقِيُومِيَّةِ سُلْطَانِ الدَّرَجَةِ الْمُجْدِدِيَّةِ شَيْخِنَا
الْأَفْضَلِ إِمَامِنَا الْأَكْمَلِ الشَّيْخِ أَحْمَدَ الْفَارُوقِي
الْحَنْفِيِّ الْمَاتُرِيدِيِّ النَّقْشَبَنْدِيِّ السَّرْهَنْدِيِّ الْعَالِمِ الْوَاصِلِ
الْعَارِفِ الرَّبَّانِيِّ الْمُجْدِدِ وَالْمُنُورِ لِلْأَلْفِ الثَّانِي
قَدَّسَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ سِرَّهُ الْتَوْرَانِيَّ وَعَلَى سَائِرِ أَوْلِيَائِهِ أُمَّتِهِ
الْكَامِلِينَ وَعُلَمَائِهِ مِلَّتِهِ الرَّاشِدِينَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ أَجْمَعِينَ
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝

أَمَّا بَعْدُ

فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَلَا إِنَّ أَوْلِيََاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

دفترِ اولِ مکتوب (۱)

مکتوبِ النیر

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی مدظلہ العالی



موضوعات

اسم الطاهر کا مفہوم ، تجلی کا مفہوم ، شیرسلوک
اسم الطاہر کی تجلی کا ظہور عورتوں کے لباس میں ، تنزیہ و تشبیہ
لطائف عشرہ کا تفصیلی بیان ، حیاتِ انبیاء و اولیاء

مکتوب الیہ

خواجہ بیرنگ عارف اللہ محمد باقی باللہ نقشبندی احسائی
حضرت خواجہ دہلوی قدس سرہ العزیز

مختصر تعارف آپ کا اسم گرامی رضی الدین محمد باقی المعروف بہ خواجہ باقی باللہ (خواجہ بیرنگ) ہے۔ بیعت و خلافت کا شرف حضرت خواجہ

امکنگی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوا۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت قاضی عبد السلام خلیجی سمرقندی قریشی رحمۃ اللہ علیہ ہے جو اپنے زمانے کے معروف عالم باعمل اور صاحب وجد و حال و فضل و کمال بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ ابا عن جد کا بل میں سکونت پذیر تھے اور کابل میں ہی ۹۷۱ھ بمطابق ۱۵۶۳ء میں آپ کی ولادت ہوئی اور وہیں شادی فرمائی۔ آپ کے نانا جان کا سلسلہ نسب حضرت شیخ عمر باغسانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے جو حضرت خواجہ عبید اللہ اصرار قدس سرہ کے نانا تھے۔ آپ کی نانی سادات سے تھیں بعض مؤرخین نے آپ کو صحیح النسب سید لکھا ہے۔ حیات باقی میں آپ کا شجرہ نسب یوں درج ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ بن قاضی عبد السلام بن قاضی عبد اللہ بن قاضی اجڑ بن حسین بن حسن بن محمد بن احمد بن محمود بن عبد اللہ بن علی اصغر بن جعفر بن خلیل بن علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

آپ نے آٹھ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ اُس دور کے کابل کے مشہور عالم دین مولانا محمد صادق حلوانی رحمۃ اللہ علیہ سے تلمذ اختیار کر لیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں علم و عمل کے آفتاب بن کر چمکنے لگے اور اپنے زمانے کے اہل علم میں شہرت و نام حاصل کر لی۔ بچپن سے آثار تجرید و تفسیر اور علامات فقر و درویشی آپ کی پیشانی سے

ظاہر تھے۔ اسی جتھوں میں آپ نے ماوراء النہر، سمرقند، بلخ، بدخشاں اور ہندوستان کے علاوہ مختلف دیار و اُمصار کا سفر اختیار فرمایا۔ مختلف اکابر اولیاء کی صحبت و خدمت میں رہ کر بے شمار روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے بلا واسطہ بطور اویسییت فیضیاب تھے۔

حضرت خواجہ مکئی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ غیبی پا کر آپ کو ہندوستان کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہاں ایک عزیز الوجود ہستی (حضرت امام ربانی کی طرف اشارہ تھا) آپ کے حلقہ بیعت میں شامل ہوگی جس کے ذریعے تمام عالم منور ہو جائیگا۔ چنانچہ ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دینے والے پہلے بزرگ آپ ہی ہیں جن کی توجہات عالیہ اور انفاس قدسیہ نے ہندوستان کی قسمت بدل کر رکھ دی، آپ کے حلقہ فیض و صحبت سے ہزاروں اولیاء و صلحا پیدا ہوئے۔

آپ نے ہندوستان کے مرکزی شہر دہلی میں دریائے جمن کے کنارے قلعہ فیروز آباد میں مستقل قیام اختیار فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری سے پانچ چھ سال کے اندر اندر روحانی حلقوں میں انقلاب برپا ہو گیا۔ علماء و مشائخ اور عامۃ المسلمین کے علاوہ اُمراء سلطنت بھی آپ کے حلقہ بیعت میں شامل ہونے لگے۔ چنانچہ شیخ فرید بخاری، عبد الرحیم خان خاناں مرزا قلیچ خان اور صدر جہاں وغیرہم بھی آپ کے نیاز مندوں میں شامل ہو گئے۔ آپ کی نظر کیا، توجہ اکسیر اور دُعا مستجاب تھی۔ آپ سے بے شمار کرامات کا طور ہوا۔ اپنے عظیم روحانی مشن کی تکمیل و تعمیل کے بعد بالآخر تمام روحانی نظام حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے سپرد فرما کر بروز شنبہ ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ بعد نماز عصر ذکر اسم ذات کرتے ہوئے عالم قدس میں جا پہنچے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

”نقشبند وقت“ اور ”بحر معرفت“ بود سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ آپ کا مزار دہلی میں فیروز شاہ کے قبرستان میں صحن مسجد کے متصل واقع ہے۔

اس مکتوب گرامی میں توحید وجودی (وحدت الوجود) کے احوال و معارف ملحوظہ کا ذکر ہے جب کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ پر اثنائے سلوک میں توحید وجودی منکشف ہوئی تھی اس کے بعد جب آپ کو توحید وجودی کے تنگ کوچہ سے نکال کر توحید شہودی (وحدت الشہود) کی شاہراہ پر گامزن فرمایا گیا اور آپ پر توحید شہودی کے علوم و معارف کا غلبہ ہوا تو آپ توحید شہودی کے علوم و معارف کو کتاب سنت کی تعلیمات اور جمہور متکلمین علمائے اہلسنت شکر اللہ سعیہم کے عقائد و نظریات کے مطابق پاکر تازہ زندگی اپنی علوم و معارف کی تبلیغ و تعلیم پر قائم رہے حتیٰ تفصیلاً آئندہ مکتوبات میں قارئین کرام خود ملاحظہ فرمائیں گے۔

مکتوب - ۱

متن در اثناء راہِ انقدر بتجلی اسم الظاہر
متجلی گشت کہ در جمیع اشیاء بتجلی
خاص علیحدہ علیحدہ ظاہر گشت

ترجمہ: اثناء راہِ سلوک میں حق تعالیٰ اسم ظاہر کی تجلی سے اس قدر جلوہ گر ہوا کہ تمام اشیاء میں خاص تجلی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ظاہر ہوا۔

شرح

اس مکتوب میں اللہ تعالیٰ کا اسم الظاہر کی تجلی میں جلوہ گر ہونا بیان فرمایا گیا ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اسم ظاہر اور تجلی کا مفہوم واضح کیا جائے تاکہ قارئین کرام کو نفسِ مکتوب سمجھنے میں آسانی ہے وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

اسم الظاہر کا مفہوم اسم "الظاہر" اللہ تعالیٰ کے اسمائے توفیقیہ صفاتیہ میں سے ہے قرآن مجید میں ہے: هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اسم ظاہر کے متعدد مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔

بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ دہلوی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ وَالظَّاهِرُ فَوْقَ کُلِّ شَیْءٍ اَمَّا لَیْسَ فَوْقَهُ فِی الظُّهُورِ شَیْءٌ ۝

ترجمہ: الظاہر (ہر شے سے فوق ہے) یعنی ظہور میں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی شے نہیں اور اللہ تعالیٰ کائنات میں سب سے زیادہ ظاہر ہے اسم الظاہر کے اس معنی پر ایک حدیث مبارکہ سے حدیث مبارکہ استدلال کیا گیا ہے جس میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک دعا تعلیم فرمائی تھی جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں اَنْتِ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتِ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتِ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتِ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ ترجمہ: اے اللہ تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شے نہیں۔ تو آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں تو ظاہر ہے تجھ سے اُدھر کوئی شے نہیں تو باطن ہے تجھ سے زیادہ قریب کوئی شے نہیں۔

◎ حضرت علامہ اسماعیل حق رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ وَالظَّاهِرُ وُجُودُ الْكَثْرَةِ دَلِيلُهُ الْوَاضِحَةُ ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ اپنے وجود کے اعتبار سے ظاہر ہے کیونکہ اس کے وجود پر کثرت کے ساتھ واضح دلائل موجود ہیں۔

◎ حضرت علامہ سید محمود اوسی (بغدادی مجددی) رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

رَوَالظَّاهِرُ بِاَنَّهُ مُحِيطٌ بِالْاَشْيَاءِ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ظاہر ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ تمام اشیاء پر محیط و غالب ہے۔

رَوَالظَّاهِرُ اَنَّهُ يُوْجُودُهُ لِاَنَّ كُلَّ الْوُجُودَاتِ بِظُهُورِهِ تَعَالٰی ظَاهِرُهُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ظاہر ہے یعنی اپنے وجود کے اعتبار سے کیونکہ تمام موجودات اللہ تعالیٰ کے ظہور سے ہی ظاہر ہیں۔

© حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

(وَالظَّاهِرُ) فِي مَظَاهِرِ الْأَكْوَانِ بِصِفَاتِهِ وَأَفْعَالِهِ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ظاہر ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ کائنات کی اشیاء میں اپنی صفات اور اپنے افعال کے ساتھ ظاہر ہے۔ (یعنی تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال کا مظہر ہے)

تجلی کا مفہوم

© تَجَلَّى الشَّيْءُ: تَكْشَفَ وَبَانَ وَظَهَرَ ۝

یعنی تجلی کسی شے کے منکشف اور ظاہر ہونے کا نام ہے۔

© تجلی کے معنی ہیں چمکنا، ظاہر ہونا، منکشف ہونا، صوفیاء کے نزدیک تجلی

کا تصور یہ ہے کہ ذات حق تعالیٰ نور ہے یہ نور گویا جب صورتوں پر جلوہ گر ہو کر چمکتا ہے تو وہ اسی تجلی کو ظہور، سریاں اور منظر سے تعبیر کرتے ہیں۔

© حضرت سید شریف علی بن محمد جرجانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اصطلاحات صوفیاء کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں۔

التَّجَلَّى مَا يَنْكَشِفُ لِلْقُلُوبِ مِنْ أَنْوَارِ الْغُيُوبِ ۝

یعنی غیبی انوار کے دلوں پر منکشف ہونے کا نام تجلی ہے۔

© حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

التَّجَلَّى: ظُهُورُ الشَّيْءِ فِي الْمُرْتَبَةِ الثَّانِيَةِ كَظُهُورِ زَيْدٍ فِي الْمَرْتَبَةِ
 کسی شے کے دوسرے مرتبے میں ظہور کو تجلی کہتے ہیں جسے زید کی صورت
 کا آئینے میں ظاہر ہونا۔

© حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز تجلی کا مفہوم یوں واضح
 فرماتے ہیں:

تجلی عبارت از ظہور شیئی است در مرتبہ ثانی یا ثالث یا رابع الی ما شاء اللہ تع
 یعنی کسی شے کے دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبے میں (جہاں تک
 اللہ تعالیٰ چاہے) ظاہر ہونے کو تجلی کہتے ہیں۔

تصریحات بالا سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آیت مبارکہ ”فَلَمَّا
 تَجَلَّى رَبُّهُ“ کہ میں تجلی سے عین ذات کی تجلی درویش مراد نہیں
 مینہ نمبر ۱

توحید شہودی اور توحید وجودی

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

وہ توحید جو اس بلند گروہ صوفیاء کو راہ سلوک و فقر میں میسر آتی ہے دو قسم پر
 ہے۔ توحید شہودی اور توحید وجودی۔

توحید شہودی ایک ذات کو دیکھنا ہے یعنی سالک کا مشہود صرف ایک ہی ذات
 ہو اور توحید وجودی ایک ذات کو موجود جاننا اور اس کے غیر کو معدوم خیال کرنا ہے
 اور معدوم خیال کرنے کے باوجود کائنات کے آئینوں اور مظاہر کو ایک جاننا پس
 توحید وجودی علم الیقین کے قبیل سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم
 سے ہے۔ توحید شہودی اس راہ کے ضروری امور میں سے ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے

فنا مستحق نہیں ہوتی اور عین الیقین کی دولت بھی اس کے بغیر میسر نہیں آتی کیونکہ ایک ذات کے غلبے کے باعث صرف اسے ہی دیکھنا اس کے ماسوا کو نہ دیکھنے کو مستلزم ہے بخلاف توحید وجودی کے کہ وہ اس طرح نہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کیونکہ علم الیقین توحید وجودی کی معرفت کے بغیر بھی حاصل ہے نیز علم الیقین اس ذات کے ماسوا کی نفی کو مستلزم نہیں۔ نہایت درجہ یہ ہے کہ اس کے ماسوا کے علم کی نفی کو مستلزم ہے جب کہ اس ایک کے علم کا غلبہ اور زور ہے بلکہ

مشائخ کی اصطلاح میں سیر لطائف کے دوران جب سالک پر محبت بے مینہ نمبر ۲ الیہ میں نور حق کا اس قدر غلبہ ہو جائے کہ اشیاء کائنات غلبہ شہود حق کی معیت میں عین حق نظر آنے لگیں تو اس مرتبہ کو توحید وجودی کہتے ہیں۔ اور اگر اشیائے کائنات سالک کی نظر سے گم ہو جائیں اور اشیاء کے پردوں کے پرے جمال حق کا مشاہدہ ہو جائے تو اس کو توحید شہودی کہتے ہیں۔ توحید وجودی لطیفہ روح سے ظاہر ہوتی ہے یا یوں کہہ لیں کہ توحید وجودی کا احساس لطیفہ قلب کی سیر میں ہوتا ہے جب کہ توحید شہودی کا ادراک فنائیت لطائف میں ہوتا ہے۔

توحید وجودی کی اقسام

واضح ہے کہ اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے توحید وجودی کی ایک خاص قسم بیان فرمائی ہے جو آپ پر ظاہر ہوئی ورنہ توحید وجودی کی تعبیرات اور اس کی اقسام صرفائے وجودیہ کے نزدیک مختلف ہیں جیسا کہ انکی کتابوں سے ظاہر ہے۔

قارئین کی معلومات کے لیے پانچ قسمیں درج کی جاتی ہیں۔
پہلی قسم : سالک اپنے آپ کو عین حق دیکھتا ہے۔

دوسری قسم :- سالک اپنے آپ کو ظل حق دیکھتا ہے۔

تیسری قسم :- سالک اپنے آپ کو اور عالم کو حق تعالیٰ کا مظہر اور آئینہ سمجھتا ہے۔
چوتھی قسم :- عالم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احاطہ کو احاطہ ذاتی جانتا ہے۔

پانچویں قسم :- عالم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت کو معیت ذاتی جانتا ہے۔

حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کائنات کے ساتھ احاطہ اور معیت ذاتی
بیلنہ نمبر ۳ نہیں علی ہے۔ صوفیائے وجودیہ کی مذکورہ بالا تعبیرات کو ان کا

عقیدہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ غلبہ حال اور سکر وقت پر محمول جانا چاہیے کیونکہ
اَنَا الْحَقُّ اور سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَآئِیْ اِگر (مَعَاذَ اللّٰہ) ان کا عقیدہ ہوتا
تو وہ نمازوں سمیت تمام احکام شرعیہ کی پابندی کس لیے اور کیوں کرتے ہیں؟
جب کہ وہ تقویٰ اور اتباع شریعت کی اعلیٰ منزلوں پر بھی فائز تھے جیسا کہ حضرت
منصور خلّاج رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ہر روز و شب میں فرائض
کے علاوہ ایک ہزار رکعات نماز نفل ادا کرتے تھے۔

تمام اشیاء میں تجلّی اسم ظاہر کے ظہور کا مفہوم

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”اثنائے راہ سلوک میں حق تعالیٰ اسم ظاہر کی تجلّی سے اس قدر جلوہ گر ہو کہ تمام
اشیاء میں خاص تجلّی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ظاہر ہوا۔“

اس مضمون کو سمجھنے کے لیے درج ذیل حقائق پیش نظر رہنے چاہئیں!

◎ طریقِ سلوک میں جب سالک کا مراقباتِ اسماء و صفات سے گزر رہتا ہے تو سالک کے لیے چار اسماء یا چار صفات کی سیر بنیادی ارکان کی حیثیت رکھتی ہے اور وہ یہ ہیں **الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ** ان مراقبات میں آیت مبارکہ **هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ** کا مفہوم واضح ہوتا ہے اور ان اسماء و صفات پر غور و تدبر سے سالک پر ان کے اسرار و انوار منکشف ہوتے ہیں۔ خاص کر اسم **الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ** سالک کے روحانی عروج کے لیے دو پیر یا دو بازو ہیں جن کے ذریعے عالمِ قدس کی طرف پرواز ہوتی ہے۔

صوفیاء کے نزدیک اسم **الظَّاهِرُ** کی تجلیات کا مقتضی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب اور محیط ہے اور ہر شئی سے اس کے جلوے ظاہر ہو رہے ہیں اور اسم **الْبَاطِنُ** کی تجلیات سے یہ راز کھلتا ہے کہ وہ ہر شئی کی ذات سے بھی اس شئی کے زیادہ قریب ہے ان دونوں اسموں کی سیر سے سالک کو یقین ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ ظاہر اتنا ہے کہ ہر چیز کا وجود اس کی ذات پر دلالت کرتا ہے اور ذرے سے لیکر آفتاب تک سب کچھ اس کے وجود کی شہادت دیتا ہے اور باطن اتنا ہے کہ قُرب کے باوجود ہر شئی اس کی حقیقت کے ادراک سے عاجز و قاصر ہے۔

برگِ درختانِ سبز در نظر ہوشیار
ہر ورق دفترِ است معرفتِ کردگار

صوفیاء کرام کے مطابق سیرِ اسماء و صفات کا مفہوم اس آیت سے ماخوذ ہے۔

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا

اسماءِ حسنیٰ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات تو لا متناہی ہیں لیکن ان سب کا مرجع ننانوے اصول متناہیہ کی طرف ہے انہیں اسمائے حسنیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

امہات اسماء اسماءِ حسنیٰ کا مرجع آٹھ اصولوں کی جانب ہے جنہیں امہات اسماء کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تکوین نتیجتاً ان تمام اسماء کا مرجع ایک اصل کی جانب ہے اور وہ اسم اللہ ہے جو جامع ہے جمیع اسماء الہیہ کا اور شامل ہے جمیع صفات الہیہ کو۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ لِلّٰهِ قِسْعَةً اَصْلَ اسماء وَقِسْعَيْنِ اسماء مائۃً اِلَّا وَاحِدًا اَمِنْ اَحْصَاهَا ذَخَلَ الْجَنَّةَ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں جس نے ان کا احصاء کر لیا وہ جنت میں داخل ہوا۔

یہاں اصل اسماء سے مراد اسمائے حق تعالیٰ سے مستحق اور متعلق ہونا ہے صرف اسماء کا وظیفہ کرنا اور ان کا تلفظ یا تکرار یا شمار مراد نہیں۔

دائرہ محبت میں پہلا دائرہ اسماء کا ہے۔ سالک مبتدی جب دائرہ اسماء مسیٰ تک نہیں پہنچ سکتا تو اسم سے ہی اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے۔ اس دائرے میں سالک کو معرفت ذات بواسطہ اسماء کی تعلیم دی جاتی ہے۔ دوسرا دائرہ صفات کا ہے۔ اس دائرے میں سالک دائرہ صفات کے پر تو سے فیض یاب ہوتا ہے اور کائنات

میں ہر طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صنعت کے نمونے اس کی صفات کے منظر نظر آتے ہیں۔ اس دائرے میں معرفت ذات بواسطہ صفات کی تربیت دی جاتی ہے۔

دائرہ ذات تیسرا دائرہ ذات کا ہے۔ اس دائرے کی وسعت لامحدود ہے۔ اس میں نہ اسماء پیش نظر ہوتے ہیں نہ صفات بلکہ اس میں معرفت ذات بلا واسطہ اسماء و صفات کا سبق دیا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔
سیر در اسم الظاہر سیر در صفات است لہذا کہ در ضمن اسمہا ذات ملحوظ گردد تعالیٰ و تقدس و سیر در اسم الباطن نیز ہر چند سیر در اسماء است اما در ضمن اسماء ذات تعالیٰ ملحوظ است و ان اسماء در رنگ سپر ہا اند کہ روپوش حضرت ذات تعالیٰ و تقدس گشتہ مثلاً در صفت العلم ذات تعالیٰ اصلاً ملحوظ نیست و در اسم اعلم ملحوظ ذات است تعالیٰ در پس پردہ صفت زیرا کہ عظیم ذاتے است کہ مرؤرا علم است۔ فَالْتَّيْرُ فِي الْعِلْمِ سَيْرٌ فِي الْاِسْمِ الظَّاهِرِ وَالتَّيْرُ فِي الْعِلْمِ سَيْرٌ فِي الْاِسْمِ الْبَاطِنِ وَقِيْنْ عَلَى هَذَا سَائِرِ الصِّفَاتِ وَالْاَسْمَاءِ ۛ

ترجمہ :- اسم الظاہر کی سیر صفات میں ہے بغیر اس بات کے کہ اس کے ضمن میں ذات ملحوظ ہو اور اسم الباطن کی سیر بھی اگرچہ اسماء میں ہے لیکن اس کے ضمن میں ذات ملحوظ ہے اور یہ اسماء حوالوں کی طرح ہیں جو حضرت ذات کے حجابات ہیں۔ مثلاً صفت علم میں ذات ملحوظ نہیں لیکن اس کے اسم عظیم میں پردہ صفت کے پیچھے ذات ملحوظ ہے کیونکہ عظیم ایک ذات ہے جس کی صفت علم ہے پس علم میں سیر اسم الظاہر کی سیر ہے اور عظیم میں سیر اسم الباطن کی سیر ہے باقی تمام اسماء و صفات کا حال اسی قیاس پر ہے۔

مراقبہ اسم الظاہر
مراقبہ اسم الظاہر میں نشاء فیض وہ ذات حق تعالیٰ
ہے جس کے اسماء مبارکہ میں سے ایک اسم مبارک
الظاہر ہے۔ اس کا مور فیض لطیفہ نفس (مع لطائف خمسہ) ہے۔ اس مراقبہ
میں سیر اسماء و صفات کی تجلیات میں ہوتی ہے بغیر ملاحظہ ذات تعالیٰ تعالیٰ تعالیٰ
کے پس سالک کی سیر تجلیات صفات میں مظاہر اسم الظاہر کی سیر ہے اور
سالک کی سیر اسماء صفاتیہ میں مظاہر تجلیات اسم الباطن کی سیر ہے۔

سیر و سلوک

سیر و سلوک کا مقصد تصفیہ باطن اور تزکیہ نفس کے ذریعے حجابات کو دور
کرنا ہوتا ہے۔ (خواہ یہ حجابات وجودی ہوں یا امکانی) تاکہ مطلوب کے ساتھ
بے کیف وصل عریانی رہے پردہ وصال حاصل ہو سکے۔

سالک کے ایک حال سے دوسرے حال، ایک تجلی سے دوسری
سیر تجلی، ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہونے کا نام ہے۔
سیر دو قسم پر ہے۔ سیر آفاقی اور سیر انفسی جیسا کہ آیت قرآنی ہے۔

سَيَّرْنَاهُمْ أَيَا تَنَافٍ الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ

یعنی ہم انہیں دکھاتے ہیں اپنی نشانیاں آفاق و انفس میں
آفاق سے مراد کائنات ہے اور انفس سے مراد اپنی ذات ہے۔ آفاق اور
انفس کے درمیان اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے
محل و منظر ہیں جن سے حق تعالیٰ کا پتہ چلتا ہے۔

سیر آفاقی میں تجلیات اسماء و صفات کا ظہور ہوتا ہے اور سیر انفسی میں تجلیات

ذات کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیرِ آفاقی میں اسمِ ظاہر کے معارف و تجلیات سالک کی تعبیرِ ادراک میں سما سکتے ہیں لیکن سیرِ انفسی میں اسمِ باطن کے معارف و تجلیات سالک کے احاطہِ ادراک سے وراء ہوتے ہیں کیونکہ ذات کے معارف و تجلیات، بے رنگی اور بے کیفی کے سبب سالک کے فہم سے بلند ہوتے ہیں اسی لیے عارفین نے اسمِ ظاہر کے معارف کے متعلق فرمایا۔

مَنْ عَرَفَ اللَّهَ طَالَ لِسَانُهُ

یعنی جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان دراز ہو گئی۔

اور اسمِ باطن کے معارف کے بائے میں فرمایا۔

مَنْ عَرَفَ اللَّهَ كَلَّ لِسَانُهُ

جس نے اللہ کی معرفت حاصل کی اس کی زبان گنگ ہو گئی۔

خدا تک پہنچنے کا وہ راستہ جو بطریقِ مجاہدہ یا بذریعہ سیرِ کشفی عیانی طے کیا جائے (نہ کہ بطریقِ استدلال) سلوک کہلاتا ہے۔

اس راستے پر استقامت کے ساتھ چلنے والے اور ساعت بہ ساعت ترقی کرنے والے کو سالک کہتے ہیں، هُوَ الَّذِي

مَشَى عَلَى الْمَقَامَاتِ بِحَالِهِ لَا بِعِلْمِهِ یعنی جو اپنے حال کے مطابق مقامات طے کرتا چلا جائے (نہ کہ محض علم و قال کے بل بوتے پر)

اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے مقدرات کو بطریقِ حال و مشاہدہ (نہ کہ بطریقِ مجرد علم) پہچاننے والے کو عارف کہتے ہیں۔

بیّنات

○ صوفیائے وجودیہ کے نزدیک تمام اشیائے کائنات کی صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں اور وہ تمام مخلوقات کو حق تعالیٰ کے ظہورات قرار دیتے ہیں اور اسی بنیاد پر وہ اشیائے کائنات کو عین وجود حق تسلیم کرتے ہیں اور امکان و وجوب کو جمع کرتے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عربی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

وَصُورُ الْعَالَمِ لَا يُمَكِّنُ زَوَالُ الْحَقِّ عَنْهَا أَصْلًا ۝

یعنی عالم کی صورتوں سے حق تعالیٰ کا جدا ہونا ممکن نہیں۔

○ لیکن صوفیاء شہودیہ اشیائے کائنات میں وجود حق کی بجائے شہود حق کے قائل ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات کو کائنات سے وراء الراء جانتے ہیں اور امکان و وجوب کو ایک دوسرے کی ضد مانتے ہیں اور فرمان رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ ۝ اور آیت کریمہ فَإِنَّمَا تَوَلَّوْا فِشْرَ وَجْهِ اللَّهِ ۝

اس سے اللہ تعالیٰ کا شہود مراد لیتے ہیں اور ذات حق کو صورتوں اور جہتوں سے منزہ مانتے ہیں۔ البتہ وہ شکلوں و صورتوں کو مظاہر ظلال صفات قرار دیتے ہوئے اس شہود کو مجازاً تجلی صوری کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور اس قسم کی تجلی کو سیر آفاقی کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

تجلیاتیکہ در صور حسی و مثالی و آنچه در پردہ انوار است ہمہ داخل سیر آفاقی است ۝

یعنی وہ تمام تجلیات جو حسی اور مثالی صورتوں اور مختلف انوار کے پردوں میں سالک کو نظر آتی ہیں وہ سب سیر آفاقی میں داخل ہیں

◎ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اسماء و صفات کے اذکار و تکرار کی بجائے

تکرارِ اسم ذات و اذکارِ نفی اثبات کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اس نسبت کا منتہاء و مقصود فقط ذاتِ حق ہے نہ کہ صرف اسماء و صفات۔ یہی وجہ

ہے کہ اس سلسلہ کے اکابر تجلیاتِ ظلیہ صفاتیہ سے قرار نہیں پکڑتے بلکہ تجلیاتِ اصلیتہ ذاتیہ سے صبر و سکون پاتے ہیں

اور ان کی نسبت خاصہ بھی تجلی ذاتی ہے نہ کہ صرف تجلی برقی فافہم

◎ واضح ہے کہ اسم الظاہر والباطن کے انوار و معارف کا ظہور

”یا ظاہرُ یا باطنُ“ کے وظیفہ و تکرار پر موقوف نہیں بلکہ ان کا تعلق

مراقبہ و عرفانِ توحید اور منازلِ سلوک طے کرنے کے ساتھ ہے۔

◎ صوفیائے نقشبندیہ نے سالک کی ترقی کے لیے ابتداء میں تکرارِ اسم

ذات مقرر فرمایا ہے اور متوسط و منتهی کے لیے تکرارِ نفی اثبات مناسب

جانا ہے اور منتهی کے لیے ابتداء میں نماز کے باہر تلاوتِ قرآن پاک

اور انتہاء میں نماز کے اندر تلاوتِ قرآن پاک کا مشورہ دیا ہے اور یہی

طریقہ ان کے نزدیک وصولِ الی اللہ کے لیے انسب و اسبق ہے

◎ سالک کو ابتدائی مرحلے میں تکرارِ اسم ذات کا سبق اس لیے دیا جاتا ہے

کہ ذکرِ اسم ذات جذب و محبت کا ذریعہ ہے اور عالمِ وجوب کی طرف

میلان و پرواز کا مؤثر سبب ہے۔ فرمانِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰت

کے مطابق مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرُهُ لہ

(یعنی جو کسی شئی سے محبت رکھتا ہے اس کا ذکر بھی کثرت سے کرتا رہتا ہے) ذکرِ محبوب، علاماتِ محبت میں سے ہے اور جذبہٴ محبت ہی سالک کو کثرتِ ذکر پر مجبور کرتا ہے کیونکہ مسمیٰ کی محبت اسم کی محبت پر دلالت کرتی ہے۔

سالک کو تکرارِ اسمِ ذات کی برکت سے مراتبِ وجوب کا شہود نصیب ہوتا ہے اور یہ فیضِ شہود اس کو کشف کی راہ سے مسلسل محسوس ہوتا رہتا ہے اگر سالک صاحبِ کشف نہ بھی ہو تو وجدان اور ذوقِ باطنی کے ذریعے اس کو حجابات اُٹھنے کا احساس اور لذتِ قرب کی یافت ہوتی رہتی ہے۔

متوسط کے لیے تکرارِ لفظی اثبات اس لیے مقرر فرمایا ہے کہ وہ ظلال کی ولایت سے اصل تک پہنچے۔ منہتی کے لیے تلاوتِ قرآن اس لیے ضروری قرار دی جاتی ہے تاکہ ظلال اور نفس کی گرفتاری سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف پائے اور اسمِ ربانی کو سمجھ سکے۔
وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

اسمِ الظاہر کی تجلی کا ظہور عورتوں کے لباس میں

متن
وَأَقْدَرُ مُنْقَادِ اِیْن طَائِفَةِ گُشْتَم کہ چہ عرض
نمایم و درینِ انقیاد مضطر بودم ظہوریکہ
درینِ کسوت بودہ در ہیچ جانودہ خصوصیا
لطائف و محسناتِ عجائب کہ درینِ لباس میںمورہ

از بیچ منظرے ظاہر نمیشدہ پیش ایشان تمام گداختہ آب شدہ میر فتم

ترجمہ: اور اس وقت میں اس گروہ (مستورات) کا اس قدر مطیع ہوا کہ کیا عرض کروں اور اس انقیاد و اطاعت میں بے اختیار تھا۔ وہ ظہور جو عورتوں کے لباس میں ہوا وہ کسی اور جگہ نہیں تھا۔ خصوصی لطائف اور حسن و جمال کے عجیب نظارے جو اس لباس میں ظاہر ہوئے کسی اور منظر میں ظاہر نہ ہوئے۔ میں ان کے آگے اپنے آپ کو پانی کی طرح پگھلا ہوا محسوس کرتا تھا۔

شرح

مقدمہ کے طور پر یہ امر ذہن نشین رہے کہ صوفیائے شہودیہ کے نزدیک ممکنات کی حقیقت، عدم محض ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کائنات بنانے کا ارادہ فرمایا تو عدمات محضہ پر اپنی صفات کے ظلال کا انعکاس فرمایا جس سے کائنات وجود میں آگئی، لہذا ہر فرد ممکنات میں اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کے ظلال کا پرتو موجود ہے لیکن ہماری مادی نگاہیں اس کے ادراک و احاطہ سے قاصر ہیں۔ البتہ اولیائے عارفین کی باطنی نگاہیں اس کا ادراک کر لیتی ہیں کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتی ہیں، جیسا کہ حدیث شاہد ہے۔

اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ ۝

ظلال صفات سے مراد تعلقات صفات یا تمثال صفات ہیں
ظلال تعلقات صفات کی مثال جیسے علم کا تعلق معلومات کے ساتھ اور

قدرت کا تعلق مقدرات کے ساتھ ہے۔

تمثال صفات کی مثال جیسے آئینے میں زید کی صورت، تمثال زید ہے۔ بعض اوقات ظلال صفات کو مجازی طور پر صفات کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

متن کی عبارت کے مطابق حضرت امام ربانی قدس سرہ وجوہات تخصیص نے سیر توحید وجودی کے دوران اشیا کے کائنات میں اللہ تعالیٰ کے اسم الظاہر کی تجلیات کا مشاہدہ فرمایا۔ لیکن خاص طور پر عورتوں کے وجود میں یہ تجلی زیادہ مشہود ہوئی۔ تخصیص نساء کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں۔

پہلی وجہ انسان میں دو طرح کی قوتیں موجود ہیں۔ قوت فاعلہ اور قوت منفعلہ۔ قوت فاعلہ اثر انداز ہونے کی قوت کا نام ہے اور قوت منفعلہ اثر متبول کرنے کی قوت کا نام ہے۔ عورتوں میں اولاد کی تربیت و رضاعت کی استعداد سے قوت فاعلہ کا اظہار ہوتا ہے اور نطفہ قبول کرنے کی استعداد سے قوت منفعلہ ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا عورتوں کی فطرت میں فاعلیت اور انفعالییت کی تاثیر کے غلبہ اور استعداد کی لطافت سے ہی وجہ تخصیص مفہوم ہوتی ہے۔

دوسری وجہ ظلال صفات کے انعکاس کی جو مختلف الانواع تاثیرات کائنات پر وارد ہوتی ہیں اشیا کے کائنات ان تاثیرات کو بقدر ظرف و صلاحیت متبول کرتی ہیں۔ چونکہ عورتوں کے وجود میں اخذ و قبول کی صلاحیت اور افادہ و استفادہ کی استعداد زیادہ موجود ہے لہذا اسم الظاہر کی تجلیات کا عورتوں کے وجود میں زیادہ ظاہر ہونا ایک لازمی اور فطری امر ہے۔ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔

فَشْهُودُ الْحَقِّ فِي النَّسَاءِ أَعْظَمُ الشُّهُودِ وَأَكْمَلُهُ ۚ
یعنی عورت کی ذات میں حق تعالیٰ کا شہود، اعظم اور اکمل شہود ہے

تیسری وجہ عورتوں کے لباس میں اسم الظاہر کی تجلی کا یہ شہود ہمہ وقتی اور دائمی نہ تھا بلکہ یہ ظہور و شہود ایک خاص حالت اور خاص وقت میں ہوا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کبھی کوہ طور میں اور کبھی درخت میں تجلی صوری کا مشاہدہ فرمایا۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ مستقل طور پر کوہ طور یا درخت میں مسلسل یہ تجلی دیکھتے رہے بلکہ ان پر بھی ایک خاص حالت اور خاص وقت میں آن واحد کے لیے یہ تجلی مشہود ہوئی۔

بیّنات

◎ اس گروہ کا میطع ہونے اور پچھل جانے سے مراد معاذ اللہ مادی یا جنسی محبت نہیں بلکہ غیر اختیاری اور فطری محبت مراد ہے اور یہ بھی کسی خاص عورت سے نہیں بلکہ جنس عورت سے ہے اور پھر یہ بھی ایک خاص حال کا بیان ہے ذاتی طلب نہیں جیسا کہ اہل حال پر ظاہر ہے۔

◎ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۚ
یعنی ہم نے آدم علیہ السلام سے ان کی بیوی (حوا) کو پیدا کیا تاکہ وہ اس سے سکون و راحت پائیں۔

◎ دوسری آیت میں ہے۔
وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ
 اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفسوں سے عورتیں پیدا کیں تاکہ تمہیں ان سے
 سکون ملے اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کا رشتہ قائم کیا اس میں
 تفکر والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

آیات بالا سے ثابت ہوا کہ مطلق عورت کے وجود سے رغبت اور
 محبت انسان کی فطرت میں رکھ دینا مشیتِ ایزدی کا ازلی تقاضا تھا۔ لہذا انسان
 عورت کی ذات سے محبت پر مجبور بھی ہے اور مامور بھی۔

◎ قدرت نے عورت کی ذات میں اسم الظاہر کی تجلی کا ایسا نور وودعت
 فرمادیا ہے کہ مرد اُس کی دید سے اپنے اندر باطنی طور پر ایک اَن جانی سی مانوسیت
 محسوس کرنے لگتا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوا کو اپنے قریب
 دیکھ کر طبعاً اور فطرتاً ان کی طرف راغب و مائل ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کسی دوسری
 شے سے حضرت حوا کو پیدا کر دینے پر قادر تھا لیکن حوا کو آپ کے جسم کے ایک
 حصے سے بنا کر عورت کی محبت کو مرد کے لیے ذاتی محبت بنا دیا نیز اس حُبِ تعلق
 کو نکاح کے ساتھ مشروط فرما کر نسبتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت کو دونوں کے
 درمیان حدِ فاصل بنا دیا تاکہ دونوں کی روحانی و جسمانی طہارت کا سلسلہ برقرار رہے۔
 درج ذیل حدیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت اس مضمون کی مؤید ہے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
 حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثُ الْطَيِّبِ وَالنِّسَاءِ وَجُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِي
 فِي الصَّلَاةِ ۝

یعنی مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزوں کی محبت دی گئی ہے اور وہ خوشبو

ہے، عورت ہے اور نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھ دی گئی ہے۔
 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اسماء و صفات
 کے مظاہر کے مشاہدے کے دوران دنیا کی پسندیدہ اشیاء میں خوشبو اور
 نماز کے علاوہ عورت کے وجود میں بھی تجلی اسم الظاہر مشہود ہوئی۔
 بیّنہ نمبر ۴ تجلیات اسماء و صفات لا تعداد ہیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے مراتب مشاہدات بھی بے شمار ہیں۔

شہود ممکنات کے مرتبے میں آپ اسم الظاہر کی تجلیات مشاہدہ
 فرماتے اور شہود ذات کے مرتبے میں اسم الباطن کی بے کیف تجلیات
 سے فیضیاب ہوتے۔ عورت کا وجود شہود ممکنات کا مرتبہ ہے، خوشبو اور
 نماز شہود ذات کا مرتبہ ہے، کیونکہ خوشبو روح طیبہ سے ہے اور اس
 کا تعلق نفس الہی اور روح الرحمان کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: رَأَى
 لَا جَدُ نَفْسِ الرَّحْمَانِ مِنْهَا هُنَا

اور نماز رؤیت الہی، مشاہدہ ذات اور معراج المؤمنین کا مقام ہے جیسا کہ
 حدیث احسان میں ہے: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ

یہی وجہ ہے کہ شہود ممکنات کے مرتبے میں آپ نے عورت
 کو اور شہود ذات کے مرتبے میں خوشبو اور نماز کو محبوب قرار دیا جب آپ
 شہود ممکنات (مشاہدہ تجلیات اسم الظاہر) سے فارغ ہوتے تو لَبِیْ مَعَ
 اللَّهِ وَقْتُ لَا يَسْعَى فِيهِ مَلَكٌ مُّقْرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ

لہ ذکرہ السیوطی فی الجامع الکبیر و اشار الی الیمن یہ روایت ان الفاظ سے بھی ملتی ہے: لَا جَدُ نَفْسِ الرَّحْمَانِ
 مِنْ قَبْلِ الْيَمَنِ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۲) فتوحات مکیہ ص ۱۱۲) نہ بخاری ص ۱۱۲، مسلم ص ۱۱۲) سہ قال الامام
 السنائوی علیہ الرحمۃ (الموتی ۹۰۲) فی مع اللہ وَقْتُ لَا يَسْعَى فِيهِ مَلَكٌ مُّقْرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ
 المتصوفہ کثیراً و هو فی الرسالة التفسیر یہ لکن بلفظ لی رقت لا یسعی فیہ غیر ربی۔ و یشبہ
 ان یشبہ معنی ما للترمذی و لابن راہویۃ فی مسندہ عن علی فی حدیث طویل کان اللہ علیہ

مرتبہ شہود ذات (مشاہدہ تجلیات اسم الباطن) میں مصروف ہو جاتے لیکن چونکہ آپ جامع شہود تجلیات تھے لہذا ایک ہی وقت میں تجلیات متعدد سے لطف اندوز رہتے۔ آپ کا ظاہر تجلیات اسم الظاہر اور باطن تجلیات اسم الباطن سے شاد کام رہتا۔

اُدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

بیتات

◎ حدیث مذکور میں مُجْتَب (بلفظ مجہول) فرمایا گیا ہے یعنی یہ تین اشیاء میرے لیے محبوب بنائی گئیں ثابت ہوا کہ فی الحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو صرف ذاتِ حق سے ہے باقی مجتبیٰ مصلّت آپ پر مسلط کی گئیں۔

◎ نیز فرمایا مِنْ دُنْيَاكُمْ تمھاری دنیا سے معلوم ہوا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کے اعتبار سے اس دُنیا میں سے نہیں بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کے نور سے ہیں اور یہ دُنیا آپ کے نور سے مخلوق ہوئی جیسا کہ حدیث میں ہے۔

أَنَا مِنْ نُورِ اللَّهِ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُورِي ۝

اسی طرح حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا۔

ہر چند بدقت نظر صحیفہ ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ می آید وجود آنسور
آنجما مشہود نمی گردد ۛ

ۛ شرح قصیدہ خربوقی ۛ دفتر سوم مکتوب نمبر ۱

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والہ وسلم اذا اتی منزله جزأ دخوله ثلاثة اجزاء جزءاً لله تعالى وجزأ لاهله وجزأ لنفسه
ثم جزأ جزأه بينه وبين الناس (للقاصد الحسنہ ص ۲۵۸ ۛ شمائل قرعذی ص ۱۲)

یعنی جس قدر بھی باریک نظری کے ساتھ ممکناتِ عالم کے صفحے کا مطالعہ کیا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مبارک عالمِ ممکنات میں دکھائی نہیں دیتا۔

اسی مکتوبِ گرامی میں چند سطور کے بعد آپ فرماتے ہیں

وچوں وجودِ آنسور علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام در عالمِ ممکنات نباشد بلکہ فرقِ این عالم باشد ناچار اور سایہ نبود۔

یعنی جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مبارک عالمِ ممکنات میں سے نہیں بلکہ اس عالم سے بلند ہے تو لازماً آپ کے جسمِ مبارک کا سایہ نہیں ہو سکتا حضرت امام ربانی قدس سرہ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کی دو وجہیں بیان فرمائی ہیں

پہلی وجہ یہ کہ آپ کا وجودِ مبارک عالمِ ممکنات سے بلند ہے اور شمس و قمر کا نظامِ ممکنات کے ساتھ وابستہ ہے ۔

بود برتر ز انجسم و افلاک

زاں نیفتاد سایہ انش بر خاک

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا وجودِ مبارک نور ہونے کی بنا پر تمام ممکنات سے لطیف ہے لہذا آپ کے جسمِ مبارک کی اعلیٰ لطافت کی وجہ سے آپ کا سایہ کیسے ہو تا کیونکہ سایہ جسم سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور آپ کا جسم مبارک سائے سے بھی زیادہ لطیف تھا۔

◎ واضح ہو کہ آپ کے لیے دنیا میں صرف تین چیزیں محبوب بنائی گئیں اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی ذاتِ مبارکہ مظہرِ کمالاتِ ثلاثہ ثابت و ظاہر ہو جائے۔ جیسا کہ صوفیائے کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کمالاتِ بشری ملکی اور حقّی کے جامع ہیں۔

عورتوں کے لباس میں آپ کے بشری کمال کا اظہار ہوا اور نماز کی صورت

میں آپ کے ملکی کمال کا مظاہرہ ہوا اور خوشبو کے رنگ میں آپ کا حقیقی
کمال ظاہر کیا گیا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ
رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

مختلف اشیاء میں ظہور تجلیات

متن وہم چنیں در طعام و شراب و کسوتے
جدا جدا متجلی شد لطافت و حسن کہ در طعام
لذیذ پُر تکلف بود در ماوراء آن نبود و در آب
شیرین تا آب غنیم شیرین ہمیں تفاوت
بود بلکہ در ہر لذیذ و شیرین یک خصوصیت
کمال علی تفاوت الدراجات جدا جدا بود
خصوصیات این تجلی را بہ تحریر بہ عرض
نمیتواند رسانید اگر در ملازمت علیتہ میبود شاید
معروض میداشت

ترجمہ اس طرح اسم الظاہر کی تجلی کا ظہور کھانے، پینے اور پہننے کی
چیزوں میں الگ الگ ہوا جو عمدگی اور خوبی لذیذ و پُر تکلف کھانے میں تھی وہ
کسی اور کھانے میں نہ تھی اور میٹھے پانی میں بھی دوسرے پانی (کھاری) کے

مقابلہ میں ہی منسوق تھا بلکہ ہر لذیذ و شیریں چیز میں خصوصیات کمال میں سے اپنے اپنے درجے کے مطابق الگ الگ ایک خصوصیت تھی۔ یہ خادم اس تجلی کی خصوصیات کو بذریعہ تحریر عرض نہیں کر سکتا۔ اگر آنجناب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا تو شاید عرض کر سکتا۔

شرح

کھانے پینے کی پر تکلف اور لذیذ اشیاء میں دوسری عام اشیائے خور و نوش سے زیادہ تجلی اور لطافت کا معلوم ہونا اور میٹھے پانی سے بیکر پھیکے اور کڑے پانی تک میں بھی فرق محسوس کرنا اس وجہ سے ہے کہ اشیاء ممکنات عدم سے ظہور میں آئی ہیں اور عدم سر اسر ظلمت، کدورت اور کڑواہٹ سے متہم ہے۔ اس لیے جب عدم نے ظلال صفات کے پرتوں سے وجود کا لباس پہنا تو ان تجلیات ظلال صفات سے اشیاء ممکنات میں حسن و خوبی اور لذت و حلاوت کی خصوصیات پیدا ہوئیں لیکن چونکہ لذیذ کھانے اور میٹھے پانی میں انعکاس زیادہ تھا اور غیر لذیذ و کڑوی اشیاء میں انعکاس کم تھا اس لیے اشیاء میں یہ جداگانہ خصوصیات ظلال صفات کے انعکاس کی کمی یا زیادتی اور ان کے درجات و استعدادت کے اختلاف کی بنا پر مشہود ہوئیں۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

رہنیق اعلیٰ

متن اُما در اُشائے این تجلیات آرزوئے رہنیق
متن اعلیٰ داشت

ترجمہ لیکن ان تجلیات کے وقت رسیق اعلیٰ کی آرزو رکھتا تھا۔

شرح

چونکہ سالکین حضرات اپنی اپنی استعداد میں تفاوت رکھتے ہیں۔ بعض ناقص استعداد والے اس قسم کی تجلیات کے سامنے مغرور یا مفروز ہو کر طلب اور عروج سے باز رہ جاتے ہیں اور اسی مقام پر قناعت کر لیتے ہیں اور بعض کامل استعداد والے مشاہدہ تجلیات کے وقت ثابت قدم رہتے ہیں چونکہ امام ربانی کی استعداد کامل تر اور ہمت بلند تر تھی اس لیے ان تجلیاتِ نللالِ صفا کے سامنے آپ کے حواس بھی قائم رہے اور رفیقِ اعلیٰ (ذاتِ حق) کی طلب بھی بدستور موجود رہی۔

بینہ نمبر ۵ ”رفیقِ اعلیٰ“ اللہ تعالیٰ کا ایک اسم مبارک ہے بعض کے نزدیک انبیاء کی جماعت مراد ہے جو اعلیٰ علیین میں رہتی ہے اور بعض نے رفیقِ اعلیٰ سے بہشت مراد لی ہے۔ نزع کے وقت محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر یہ کلمات تھے۔ اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی☆ یعنی اے اللہ مجھے رسیقِ اعلیٰ سے ملا دے۔

تنزیہ و تشبیہ

متن دریں اثناء معلوم شد کہ این تجلی بآن

۱۔ صحیح بخاری ص ۶۴۱ واللفظ لہ، مسلم ص ۲۸۶ ج ۲

☆ تخریج حدیث: یہاں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کو امام بخاری و مسلم نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بیان میں روایت کیا ہے

نسبتِ تنزیہی جنگِ ندارد و باطنِ سمچنان
گرفتارِ آن نسبت است بظاہرِ اصلاً
ملکیت نیست

ترجمہ: اسی حالت میں معلوم ہوا کہ یہ تجلی (تشبیہی نسبت) اس
تنزیہی نسبت کے خلاف نہیں اور باطن ویسے ہی تنزیہی نسبت میں گرفتار
ہے اور ظاہر کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہے۔

شرح

اسمِ ظاہر کی تجلی کے شہود کے وقت حضرت امام ربانی کا ظاہر چونکہ
کثرت اور دوئی کی طرف متوجہ تھا اس لیے وہ اسمِ الظاہر کی تجلیات
سے مشرف ہوا لیکن باطن اسمِ الظاہر کی تجلیات سے ہرگز متاثر نہ ہوا
کہ اس پر تنزیہی نسبت کا غلبہ تھا۔ اس فرمان کی بنیاد اس بات پر ہے کہ عارف
ظاہر اور باطن کی ہر دو کیفیتوں سے مشرف ہوتا ہے اس کا ظاہر تجلیات
صفایتہ ظلیہ میں مشغول ہوتا ہے اور اس کا باطن تجلیاتِ ذاتیہ اصلیتہ
میں غوطہ زن رہتا ہے وہ تشبیہی نسبت کے باوجود تنزیہی نسبت سے بھی
کامل حصہ رکھتا ہے۔ چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ پر تنزیہی نسبت کا
غلبہ تھا لہذا آپ عارضی طور پر وارد ہونے والی تشبیہی نسبت سے ہرگز متاثر
نہ ہوئے جیسا کہ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

”طریقۃ من طریقۃ سبحانی است کہ از رہِ تنزیہیہ رفتہ ام“

یعنی میرا طریقت، سبحانی طریقت ہے کیونکہ میں تنزیہہ کی راہ سے خدا تک پہنچا ہوں۔

واضح ہو کہ نسبت تشبیہی توحید وجودی میں عیاں ہوتی ہے اور نسبت تنزیہی توحید وجودی میں حاصل ہوتی ہے گویا آپ فرماتے ہیں باوجودیکہ میرا ظاہر توحید تشبیہی سے بہرہ یاب تھا لیکن باطن توحید تنزیہی سے بدستور مشرف رہا اور کچھ مدت کے بعد اسم الظاہر کی تجلیات اس طرح پوشیدہ ہو گئیں گویا کہ کبھی تھی ہی نہیں اور توحید تشبیہی کے عارضی احوال و معارف مکمل طور پر زائل ہو گئے۔

حقیقت مطلقہ (ذاتِ حق) کو مظاہر کونیہ کی صورتوں میں ملاحظہ کرنے تشبیہ کو تشبیہ کہتے ہیں۔ تشبیہ کے معنی ہیں مشابہت دینا، علم کلام کی اصطلاح میں خالق کو مخلوق کی صفات سے متصف کرنے کا نام تشبیہ ہے۔

حقیقت مطلقہ (ذاتِ حق) کو نقائص امکانیہ سے بری جاننا اور تنزیہہ خالق کو مخلوق کی صفات سے متصف ہونے سے پاک ماننا تنزیہہ

ہے (تنزیہہ کا معنی ہے پاک کرنا) سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ حضرت ابن عربی قدس سرہ حق تعالیٰ کی ذات میں تشبیہ و تنزیہہ دونوں کو جمع کرتے ہیں جب کہ حضرت امام ربانی کا اصرار ہے کہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰت و التسلیمات کی شریعتوں میں توحید تنزیہی کا سبق دیا گیا ہے نہ کہ توحید تشبیہی کا۔ لہذا کثیفی علوم و معارف کو وحی کے علوم و معارف پر ترجیح دینا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ توحید تنزیہی ہی اصل و شُرُآنِ توحید ہے کیونکہ تکمیل و بقاء کے مرتبے میں توحید تشبیہی کے احوال و معارف یکسر گم ہو جاتے ہیں۔

صوفیائے وجودیہ رُج ذیل آیات سے توحید وجودی کا استنباط کرتے ہیں۔
بَیِّنہ نمبر ۱
هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ

- وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ
○ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ
○ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۚ
○ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۚ
○ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ ۚ

اور اس کے علاوہ دیگر آیات واحادیث سے بھی تاویلات بعیدہ کے ساتھ توحید تشبیہی ثابت کرتے ہیں اور اس کو صوفیائے عارفین کا مشاہدہ بھی قرار دیتے ہیں اور تنزیہ در تشبیہ اور تشبیہ در تنزیہ کے قائل ہیں اور ذات حق کو جامع الاضداد بلکہ عین الاضداد قرار دیتے ہوئے جامع تنزیہ و تشبیہ ثابت کرتے ہیں، حالانکہ صوفیائے محققین اور علمائے متکلمین اہل سنت نے مذکورہ بالا نصوص سے توحید تشبیہی پر مشتمل معانی ہرگز مراد نہیں لیے جیسا کہ علمائے اہل سنت کی کتب عقائد و تفاسیر سے ظاہر ہے، وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَالِ

تعیّنِ جسدی و تعینِ علمی

متن و بعد ازان یک فنائِ خاص روداد و
صمانا کہ آن تعینِ علمی کہ بعد از عود تعین
پیدا شدہ بود درین فن گم شد و اثرے از
مظان انا نماند

ترجمہ: اس کے بعد ایک خاص قسم کی فنا ظاہر ہوتی اور بے شک وہ تعین علمی جو تعین ذاتی کے عود (واپس لوٹنے) کے بعد ظاہر ہوا تھا وہ اس فنا میں گم ہو گیا اور انانیت و نفسانیت کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔

شرح

واضح ہو کہ تعین دو قسم پر ہے تعین جلدی اور تعین علمی، جب سالک روحانی عروج کے دوران اپنی ذات اور جسم کی قید سے باہر آجاتا ہے اور اپنے آپ کو نہیں دیکھتا اور اپنے تعین جلدی کو فراموش کر دیتا ہے تو اس وقت وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو اس کو اپنے سابق وجود (تعین جلدی) کا علم و شعور ہوتا ہے یا اپنے سابق تعین سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے اور اپنے تعین جلدی و علمی سے گزر کر دائرۃ الاعتین میں داخل ہو جاتا ہے جیسے روزہ دار شخص دن بھر شدید پیاس محسوس کرتا رہتا ہے لیکن جب افطار کے وقت پانی پی لیتا ہے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں ہوتا یا تو دن بھر کی پیاس بدستور یاد رکھتا ہے یا بالکل مجھول جاتا ہے۔

پہلی حالت میں اگرچہ پیاس کا تعین جلدی معدوم ہے لیکن اس کا تعین علمی باقی ہے دوسری حالت میں پیاس کا تعین علمی بھی باقی نہ رہا۔ پیاس کا یاد رہنا یہ تعین علمی ہے اور مجھول جانا تعین علمی کی فنا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ عروج کے مرحلے میں وہ تعین علمی (اپنی انا کا شعور) جو تعین ذاتی (جلدی) کے عود کے بعد پیدا ہوا تھا وہ اس فنائے خاص میں گم ہو گیا، یعنی سالک کو کبھی عروج ہوتا ہے اور کبھی نزول ہوتا ہے۔ عروج کی حالت میں تعین علمی فراموش ہو جاتا ہے اور نزول کی حالت میں وہ تعین پھر عود کرتا ہے اور یہ عروج و نزول کی کیفیات کبھی تھوڑی دیر کے لیے طاری ہوتی ہیں اور کبھی لمبے عرصے کے لیے باقی رہتی ہیں۔

یہاں آپ فنا کے ایک خاص مرتبے کا بیان فرما رہے ہیں جہاں آپ پر اپنے نفس کی انا کا کوئی اثر باقی نہ رہا اور شر کو خفی (تکبر، ریا، خواہشات نفس وغیرہ) کے دور ہونے کی علامات ظاہر ہوئیں اور حقیقی اسلام کے آثار رونما ہوئے اور اپنے اعمال کو ناقص اور نیتوں کو تہمت زدہ جاننا ظہور میں آیا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بندے کو عجز و نیاز اور نیستی و بندگی کے اصل نشانات کا سراغ ملتا ہے اور مقام وجودیت و ظلیت سے گزر کر مقام عبدیت پر فائز ہوتا ہے وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

عروج فوق العرش

”و عروج جات بر فوق مجد بسیار
متن واقع میشود

ترجمہ: عرش پر بہت دفعہ عروج واقع ہوتے ہیں۔

شرح

صوفیائے طریقت کے نزدیک ارواح لطیفہ اور لطائف نفیسہ کا ذکر اسم ذات و نفی اثبات و فنائے لطائف کے بعد عرش و فوق العرش سے عالم وجوب تک روحانی سیر و عروج فرمانا ایک ایسی حقیقت ثابتہ ہے جو تواتر و تواتر کا درجہ رکھتی ہے اور اس امر پر کثرت سے دلائل شرعیہ، سمیعہ، ذوقیہ موجود ہیں۔
آیت کریمہ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ لَہ سے بھی یہ مفہوم اخذ

بڑا دن مراد ہے (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)
 مَا وَجَدَ عَنِ الْحَقِّ بَغْيًا سَبَبٌ وَيُطْلَقُ بِإِزَاءِ الْمَلَكُوتِ
 عالم امر جہاں (سب کچھ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر کسی سبب کے
 وجود میں آئے اور اس پر عالم ملکوت کا اطلاق آتا ہے۔ عالم امر کا ظہور لفظ کُن
 کے فرمانے سے ہوا اِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ
 فَيَكُونُ ۝

یعنی مادہ و مقدار اور ترکیب عناصر سے خالی اور فقط امر کُن سے پیدا ہونے
 والی مخلوق پر عالم امر کا اطلاق آتا ہے (جیسے انسانی روحیں، ملائکہ اور لطائف مجرّدہ
 وغیرہ) عالم امر کو عالم غیب، عالم ارواح، عالم لاہوت اور عالم جبروت سے بھی
 یاد کیا جاتا ہے ان سب کے مجموعے کو عالم مجردات بھی کہتے ہیں۔
 آیتِ کریمہ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۝ میں اسی عالم خلق و امر کی طرف
 اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

لطائف عشرہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں انسان کی ساخت دس اجزاء
 سے ہوئی ہے ان میں سے پانچ عالم خلق کے اجزاء ہیں اور پانچ عالم امر کے
 اجزاء ہیں ان ہی اجزائے عشرہ کو لطائف عشرہ کہا جاتا ہے۔
 انسان لطائف عشرہ سے مرکب ہے ان میں پانچ لطائف عالم خلق سے
 ہیں جو عرش کے نیچے کی مخلوقات سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ عناصر اربعہ (ہوا، پانی،
 آگ، مٹی) اور لطیفہ نفس ہیں۔

دوسرے پانچ لطائف عالم امر سے ہیں جو عرش سے اُوپر کی مخلوق سے تعلق رکھتے ہیں ان کا وطن اصلی فوق العرش (عالم ارواح) ہے لیکن ان کے تعینات انسان کے جسم میں جُدا جُدا مقام رکھتے ہیں اور وہ قلب، روح، برسرِ خفی، انخی ہیں۔

جسم انسانی میں یہی وہ مواضع ہیں جن پر انوار و اسرار اور فیوض و برکات الہیہ کا نزول ہوتا رہتا ہے گویا یہ لطائف اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے مختلف راستے ہیں اور ہر راستہ ایک اُلو العزم رسول کے زیرِ قدم ہے انسانی جسم میں اگر انکی کورائیت زائل ہو گئی ہے اس لیے سالکین ذکر کرنے کے ذریعے دوبارہ ان کو نورانی بنا لیتے ہیں۔

انسان کے جسم میں محل نور کو لطیفہ کہتے ہیں اور اس کو نفسِ ناطقہ لطیفہ بھی کہتے ہیں یہ وہ جوہر ہے جو مادہ سے خالی ہوتا ہے۔ وَهِيَ الْجَوْهَرُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْمَادَّةِ لَہ ان لطائف کا اصل مقام عرش کے اوپر ہے لیکن جسم انسانی کے ساتھ ان کا ایک لطیف تعلق قائم ہے، جس کی تطہیر سالکین کو عالمِ امر میں روحانی سیر و عروج نصیب ہوتا ہے۔

لطائف کے نام قرآن میں

صوفیائے کرام نے لطائف کے اصطلاحی نام قرآن حکیم سے لیے ہیں۔ مثلاً قلب، روح، برسرِ خفی، انخی اور نفس کا ذکر درج ذیل آیات میں ہے۔
 اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ ۝

قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي ۚ
فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى ۚ
أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ
وَلِنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۚ

صرفیائے محققین کے نزدیک لطائف کے انوار میں جو اختلاف ہے
بیت نمبر وہ کمشوفات کے اعتبار سے اختلاف ہے لہذا لطائف کے انوار
کو رنگوں کے ساتھ مخصوص و مقید جاننا لازمی نہیں کیونکہ مقصود، دائمی ملکہ ذکر ہے
نہ کہ رنگ و نور، البتہ اگر لطائف کے رنگ کبھی ظاہر بھی ہوں تو مضائقہ نہیں۔

مقاماتِ لطائفِ عالمِ امر

لطیفہ قلب
دوا انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے اس کی فنا، قلب
پر اللہ تعالیٰ کی تجلّی و فضل کا ظہور ہے اس کی علامت، ذکر کے وقت ماسومی اللہ کا
نسیان اور ذاتِ حق کے ساتھ محویت ہے (اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے ہو)
اس کی تاثیر رفع غفلت اور دفع شہوت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اسکا نور ہے
لطیفہ روح
اس کا مقام انسان کے سینے میں دائیں پستان کے نیچے دو
انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے۔ اس کی فنا روح پر
اللہ تعالیٰ کی تجلّی و صفات کا ظہور ہے۔ اس کی علامت ذکر کے وقت کیفیات
ذکر (قلبی و روحی) میں اضافہ و غلبہ ہے۔ اس کی تاثیر غصہ و غضب کی کیفیت
میں اعتدال اور طبیعت میں اصلاح و سکون کی کیفیت کا ظہور ہے اسکا نور ہے

اس کا مقام انسان کے سینے میں بائیں پستان کے برابر دو لطیفہ سر انگشت کے فاصلے پر مائل بہ وسط سینہ ہے اس کی فنا لطیفہ سر پر اللہ تعالیٰ کی صفات کے شیونات و اعتبارات کا ظہور ہے۔ اس کی علامت ہر دو سابقہ لطیفوں کی طرح اس میں ذکر کا جاری ہونا اور کیفیتاً میں ترقی رہنا ہونا ہے۔ (یاد رہے کہ یہ مشاہدہ اور دیدار کا مقام ہے) اس کی تاثیر طمع اور حرص کے خاتمے نیز دینی امور کے معاملے میں بلا تکلف مال خرچ کرنے اور فکرِ آخرت کے جذبات کی بیداری سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا نور سفید ہے۔

اس کا مقام انسان کے سینے میں دائیں پستان کے برابر دو انگشت لطیفہ خفی کے فاصلے پر مائل بوسط سینہ ہے۔ اس کی فنا صفا سلبیہ تنزیہیہ کا ظہور ہے۔ اس کی علامت اس میں ذکر کا جاری ہونا اور عجیب و غریب احوال کا ظہور ہے۔ اس کی تاثیر حسد و بخل اور کینہ و غیبت جیسی امراض سے مکمل نجات حاصل ہو جانے سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا نور سیاہ ہے۔

اس کا مقام انسان کے جسم میں وسط سینہ ہے۔ اس کی فنا لطیفہ خفی مرتبہ تنزیہیہ اور مرتبہ احدیت مجردہ کے درمیان ایک بزرخی مرتبہ کے ظہور و شہود سے وابستہ ہے اور یہ ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ کا مقام ہے۔ اس کی علامت اس میں بلا تکلف ذکر کا جاری ہونا اور قرب ذات کا احساس شہود ہے اس کی تاثیر تکبر، غرور و غرور اور خود پسندی جیسی مہلک روحانی امراض سے رہائی پانے اور مکمل حضور و اطمینان کے حصول سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اس کا نور بہتر ہے۔

واضح ہو کہ لطائف عالم امر کو کمالات و لائیت کے ساتھ مناسبت بلینہ نمبر ۸ ہے اور لطائف عالم خلق کو کمالات نبوت کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ عالم امر کے پانچوں لطیفوں میں سے ہر ایک لطیفہ کو عالم خلق کے کسی نہ کسی

لطیفہ کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے، مثلاً لطیفہ قلب کو لطیفہ نفس کے ساتھ
لطیفہ روح کو لطیفہ آب کے ساتھ، لطیفہ برسر کو لطیفہ باد کے ساتھ، لطیفہ خفی
کو لطیفہ نار کے ساتھ، لطیفہ اخفی کو لطیفہ خاک کے ساتھ۔

نیز یہ امر بھی ملحوظ ہے کہ عالم خلق کے لطائف عالم امر کے لطائف کی
اصل ہیں، یعنی لطیفہ نفس کا معاملہ، لطیفہ قلب کے معاملے کی اصل ہے اور لطیفہ
باد (ہوا) کا معاملہ لطیفہ روح کے معاملے کی اصل ہے۔ لطیفہ آب (پانی) کا معاملہ
لطیفہ برسر کے معاملے کی اصل ہے۔ لطیفہ نار (آگ) کا معاملہ لطیفہ خفی کے معاملے
کی اصل ہے۔ لطیفہ خاک (مٹی) کا معاملہ لطیفہ اخفی کے معاملے کی اصل ہے۔

مقامات لطائف عالم خلق

یہ عالم خلق کا پہلا لطیفہ ہے سلسلہ نقشبندیہ میں اس کا مقام وسط
پیشانی یا اتم الدماغ ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا مقام
زیر ناف ہے۔ اگرچہ بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے لیکن ارباب عرفان کے
نزدیک ابتداء اور انتہاء کا فرق ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
نے یوں تطبیق فرمائی ہے کہ اس کا سر اتم الدماغ یا وسط پیشانی ہے اور اس کا قدم
متصل زیر ناف ہے۔ دابل کشف کے نزدیک ہر دو مقام نفس کے لحاظ سے برابر
ہیں اس کا نور بمنز اور نیلگوں ہے اس کی تاثیر نفسانیت اور سرکشی کے مٹ جانے،
عجز و انکاری کا مادہ پیدا ہونے اور ذکر میں ذوق و شوق بڑھ جانے سے ظاہر ہوتی ہے
لطیفہ قابلیہ :- یہ عالم خلق کا بظاہر دوسرا لطیفہ ہے لیکن درحقیقت چاروں

لطائف (ہوا، پانی، آگ اور مٹی) پر مشتمل ہے۔ اس کا مقام سارا قالب (جسم) ہے (بعض کے نزدیک متصل ناف ہے) اس کی علامت ہر ہر جزو بدن اور بال بال سے ذکر کا جاری ہو جانا ہے۔ اس کی تاثیر رذائل بشریہ اور علائق دنیویہ سے مکمل ربانی پالینے سے ظاہر ہوتی ہے اس کا نور آتش نما ہے لے

مقامات لطائف کا ثبوت

لطائف کے مقامات کے تعین و ثبوت کے لیے صوفیائے فن طریقت کی تصریحات و تعلیمات ہی دلیل کے لیے کافی ہیں کیونکہ وہ احکام روحانیت باطنیہ کے مجتہد ہوتے ہیں۔

جس طرح فقہائے مجتہدین احکام ظنیہ، ظاہرہ کا استنباط کرتے ہیں اسی طرح صوفیائے مجتہدین بھی احکام ظنیہ باطنیہ کا استخراج کرتے ہیں اور جس طرح قیاس و رائے کی صحت کا معیار کتاب و سنت کی مطابقت ہے اسی طرح کشف و الہام کی صحت کا معیار بھی کتاب و سنت کی موافقت ہے اور یہ امر بھی مستحضر ہے کہ کشف و الہام اور فراست و بصیرت کا نور صوفیاء و فقہاء کی برابر رہنمائی کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”أَفَعَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ ۚ“
یعنی تو کیا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

فتح الباری میں ہے۔

إِنَّمَا إِلَهُمُ نُورٌ يَخْتَصُّ بِهِ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ

یعنی امام ایک نور ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کے ساتھ مخصوص فرمالتا ہے۔

بینہ نمبر ۹ فقہاء کا اجتہاد مرتبہ میں مقدم ہوتا ہے کیونکہ صوفیائے کرام فقہاء عظام کے مقلد ہوتے ہیں۔ اس کی دلیل بھی صوفیاء کا تعالٰی ہے لہذا مسائل شرعیہ، فقہیہ میں علماء و فقہاء کے اقوال کو معتبر سمجھا جائے گا اور مسائل روحانیہ، ذوقیہ و احکام باطنیہ میں صوفیاء کے اقوال و احوال کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ لِكُلِّ فِرَیْنِ رِجَالٌ کے مطابق ہر فن کے لیے مخصوص افراد ہوتے ہیں۔

حدیث ابو محذورہ صوفیائے کرام نے لطائف کے جن مقامات کی تخصیص و تعیین فرمائی ہے اس کی تائید میں مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى نَاصِيَةِ أَبِي مُحَمَّدٍ ثُمَّ أَمَرَ مَا عَلَى وَجْهِهِ مِنْ بَيْنِ شَذِيئِهِ ثُمَّ عَلَى كَبِدِهِ ثُمَّ بَلَغَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُرَّةَ أَبِي مُحَمَّدٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ ۝

ترجمہ: پھر سرور عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابو محذورہ کے ماتھے پر ہاتھ رکھا پھر اپنا ہاتھ مبارک ان کے چہرے پر پھیرتے ہوئے سینے پر لے گئے پھر ان کے جگر پر لے گئے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہاتھ مبارک ان کی ناف تک پہنچا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تجھے برکت

دے اور تجھ پر برکت نازل فرمائے۔

بینہ نمبر ۱۰ حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر سے لے کر ناف تک ہاتھ پھیرا اور برکت کے لیے دعا مانگی۔ ارادی طور پر جسم کے اتنے حصے پر ہاتھ پھیرنا کسی طرح بھی حکمت سے خالی نہ تھا جیسا کہ اہل بصیرت پر ظاہر ہے جب کہ جسم کا یہ حصہ لطائف کے مقامات کا حصہ ہے۔ بہر حال حدیث سے ان مقامات کا اہم اور متعین و متبرک ہونا ثابت ہو گیا۔ (فہو المراد)

لطیفہ جاری ہونیکا مطلب کسی بھی لطیفہ میں ذکر جاری ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مضعفہ گوشت یا لطیفہ کا مقام جنبش و حرکت کرتا ہے۔ بلکہ "حرکت ذکر از دل بہ سمع خیال برسد" یعنی دل سے ذکر کی حرکت خیال کے کانوں تک پہنچتی ہے اور خیال کے کان دل کا ذکر (لفظ اللہ کا تکرار) سنتے ہیں۔

بعض مشائخ مبتدی کے لیے مضعفہ گوشت کی ظاہری طور پر حرکت و جنبش کو ضروری سمجھتے ہیں اور اسی طریق پر مریدین کو ذکر القا کرتے ہیں لیکن حقیقت الامر یہی ہے کہ ذکر قلبی وغیرہ میں مقام لطیفہ کی حرکت ضروری نہیں۔ حضور تبارک و تعالیٰ (یعنی غفلت کا نہ رہنا) اور اخلاص کے ساتھ اور حضور مع اللہ ہی لطیفہ جاری ہونے کی ضروری علامت ہے وَهُوَ الْمَقْصُودُ۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا

حَقِيقَةُ الذِّكْرِ رَفْعُ الْغَفْلَةِ

یعنی ذکر کی حقیقت غفلت کا نہ رہنا ہے۔

فنا اور بخت کا مفہوم
الْفَنَاءُ عَدَمُ رُؤْيَا الْعَبْدِ
لِفِعْلِهِ بِقِيَامِ اللَّهِ عَلَى ذَلِكَ

وَالْبَقَاءُ رُؤْيَا الْعَبْدِ قِيَامُ اللَّهِ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ۖ
ترجمہ فنا یہ ہے کہ بندہ ذاتِ حق کے قیام اور غلبہ کے سبب اپنے
فصل کو نہ دیکھے اور بقایہ ہے بندہ ہر چیز پر ذاتِ حق کا قیام اور غلبہ مشاہدہ کرے
کثرتِ اذکار و لوافل اور اتباعِ سنت و شریعت کے التزام کے
بینہ نمبر ۱۱ بعد محض عنایتِ خداوندی سے سالک کو ماسوی اللہ کا ایسا بنان
ہو جاتا ہے اور اس پر ذاتِ حق تعالیٰ کا یہاں تک غلبہ ہو جاتا ہے کہ سالک
استغراق فی الربوبیت کی لذت سے آشنا ہو کر اپنے آپ کو اسی کے حوالے
کر دیتا ہے۔

یہی مفہوم لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ ۖ والی حدیث
سے ظاہر ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں۔
أوصاف مذمومہ کا سقوط فنا کہلاتا ہے جیسا کہ اوصاف محمودہ کا وجود بقا کہلاتا
ہے (فافہم)

حیاتِ انبیاء و اولیاء

○ جب بندگانِ خاص کے لطائفِ ایمان و اعمالِ صالحہ کی برکت سے اپنے
اصل کی طرف عروج کرتے ہوئے عالمِ وجوب میں رسائی حاصل کر لیتے ہیں اور
انہیں محض عنایتِ ایزدی کے ساتھ فنا و بقاء سے مشرف کیا جاتا ہے اور
اور ان کو اسماء و صفات اور ذات کی تجلیات سے وجودِ مہربانِ حقانی عطا ہوتا
ہے تو بمطابق آیتِ کریمہ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنشَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۖ

انہیں پاکیزہ زندگی عطا کی جاتی ہے اور وہ زندہ جاوید ہو جاتے ہیں ان کے لطائف حیات دائمی سے سرفراز ہو جاتے ہیں اور ان کے اجسام بر بنائے لطافت، ارواح کے مرتبوں پر فائز ہو جاتے ہیں اور وہ تاقیامت اپنی مقبولہ و مقدسہ میں زندہ و سلامت رہتے ہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ مجددی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حکم شہداء کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ انبیاء اور صدیقین ان سے زیادہ بلند مرتبوں والے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا۔

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَجَّى اللَّهُ حَتَّى يُرْزَقَ لَهُ

یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر بیوں کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کے نبی زندہ ہوتے ہیں اور رزق پیتے جاتے ہیں۔

حدیث مذکور کے مطابق انبیاء کے اجسام گلنے سٹرنے اور ضائع ہونے سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور انہیں قبروں میں کھلنے پھلنے والی زندگی عطا ہوتی ہے ○ شب معراج مسجد اقصیٰ میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا اجتماع اور سر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا فرمانا اس امر پر واضح دلیل ہے کہ وہ اپنی قبروں میں جسمانی طور پر زندہ ہیں، نمازیں ادا فرماتے ہیں، رزق کھاتے ہیں اور عرش و فرش پر جہاں چاہیں تصرف فرماتے اور آتے جاتے ہیں جیسا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءُ يُصَلُّونَ فِي قُبُورِهِمْ ۖ يَعْنِي أَنْبِيَاءُ زنده ہوتے ہیں اور اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔

نیز حدیث پاک میں ہے۔

مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى..... وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ لَمْ

یعنی میں نے شب معراج موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا۔ ظاہر ہے کہ نماز جسمانی طور پر ہی ادا ہو سکتی ہے اور یہ جسم کی صفت ہے لہذا قبروں میں انبیاء کی حیات، جسمانی ہی مانی جائے گی۔ اسی طرح بعض روایات میں آیا ہے کہ علماء، حفاظ اور مؤذنین کے اجسام بھی قبروں میں سالم رہتے ہیں۔
 واضح ہو کہ انبیاء کرام کے بائے میں تو یہ عقیدہ نص حدیث سے بدینہ نمبر ۱۲ ثابت ہے کیونکہ اولیائے کرام، انبیائے عظام کے تابع اور نائب ہوتے ہیں۔ اصولی طور پر مقبوع اور مناب کے تمام کمالات، تابع اور نائب کو بطور اتباع و نیابت حاصل ہو جاتے ہیں (کَمَا لَا يَخْفَى عَلَى أَرْبَابِ الْعِلْمِ) نیز امت کے تمام اصحاب سلوک و معرفت کا مزارات پر جانا، سلام کہنا اور ان سے سلام کا جواب سُننا، مراقبات کے ذریعے اہل قبور سے فیوض و برکات حاصل کرنا، قبریں کھلنے پر ان کے جسموں کو سلامت دیکھنا سلف صالحین سے ملے کر آج تک روز مرہ کے معمولات، مشاہدات و تحریرات اور تاریخی واقعات سے تسلسل اور تواتر کے ساتھ عقلاً و نقلاً ثابت ہے اور اس پر اکابرین امت کا تعامل بجائے خود بمطابق حدیث مَرَّاهُ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ لَمْ دلیل شافی و سند کافی ہے۔

لَمْ صِحِّحَ لَمْ ۲۳، نسائی ۱۹۵، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ حَامِلُ الْقُرْآنِ أَوْحَى اللَّهُ إِلَى الْأَرْضِ أَنْ لَا تَأْكُلِي لَحْمَهُ قَالَتِ الْهَيْ كَيْفَ أَكُلُ لَحْمَهُ وَكَلَامُكَ فِي جَوْفِهِ -
 (کنز العمال ۵۵۵، الدیلمی ۲۸۴) (الْمُؤَذِّنُ) فَإِنْ مَاتَ لَمْ يُدَوِّدْ فِي قَبْرِهِ (کنز العمال ۶۸۶، الدیلمی ۱۹۵، طبرانی کبیر ۳۲۲، ۱۲۷) طبرانی کبیر ۳۳، ۹

جنت عرش کے نیچے ہے

متن چون بر فوق محدّد رسید دارِ خلد از
آنجا بمان تحت مشہود گشت

ترجمہ یعنی جب پہلی مرتبہ عروج واقع ہوا اور میں عرش پر پہنچا
تو جنت عرش کے نیچے مشاہدے میں آئی۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے پہلی بار فوق العرش
عروج روحانی نصیب ہوا تو میں نے جنت کو عرش کے نیچے دیکھا۔ آپ کا یہ
کشف و شہود فرمان نبوی علیٰ صاجہا الصلوات کے عین مطابق ہے۔
حدیث میں ارشاد ہے۔ سَقْفُهَا عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لہ
یعنی عرش جنت کی چھت ہے۔

اسی طرح حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔
الْجَنَّةُ فَوْقَ السَّمَوَاتِ تَحْتَ الْعَرْشِ لہ
یعنی جنت آسمانوں کے اوپر عرش کے نیچے ہے اور اسی پر اکثریت کا
إتفاق منقول ہے۔

بینہ نمبر ۱۳۰۔ واضح ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے مکشوفات

اور مشاہدات علوم شریعت کے عین مطابق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نسبت مجزیہ میں اتباع شریعت اور التزام سنت کا لحاظ غالب ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم امر کے پانچوں لطائف کا وطن اصلی عرش کے اوپر ہے لہذا حکمائے یونان کا یہ قول کہ ”عرش سے اوپر کچھ نہیں“ باطل محض ہے۔

عرش پر مقامات انبیاء و اولیاء کا مشاہدہ

متن مرتبہ دوم باز عروج واقع شد (الی آخرہ)

ترجمہ:۔ دوسری مرتبہ پھر عروج واقع ہوا۔ اس سیر عروجی میں بڑے بڑے مشائخ و ائمہ اہل بیت اور خلفائے راشدین کے مقامات اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص مقام اور ایسے ہی درجہ بدرجہ تمام نبیوں، رسولوں اور مقربین فرشتوں کے مقامات عرش کے اوپر مشاہدہ میں آئے اور سب بزرگوں کے مقامات حسب مراتب مشاہدہ فرمائے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام عالی تمام مقامات سے بلند تر تھا اسی طرح آپ کو حضرت خواجہ شہ لقیبند اور حضرت شیخ معروف کرخی، حضرت شیخ ابوسعید خراز، حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی، حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس اللہ تعالیٰ انشاء ہم کے مقامات بھی نظر آئے۔

شرح

سلوک میں اہل اللہ کے دو طرح کے مقام ہوتے ہیں پہلا مقام عروج ہے اور دوسرا نزول ہے۔ یہ مقام عروج یہ ہے کہ انسان بشری صفات سے الگ

ہو کر ملکی اور قدسی صفات کا لبادہ پہن لے اور وہ عالم ملکوت وغیرہا میں سیر کرے اس کو سیر الی اللہ و فی اللہ کہتے ہیں۔

مقام نزول یہ ہے کہ انسان صفات بشریہ سے الگ ہونے کے بعد دوبارہ صفات بشریہ کا لبادہ اوڑھ کر دوسرے لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے کے لیے واپس لوٹ آئے اس کو سیر عن اللہ باللہ کہا جاتا ہے۔

بینہ نمبر ۱۲
صوفیاء کے نزدیک اجسام لطیفہ اور ارواح نفیسہ کا اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی روحانی قوت سے آسمانوں اور عرش و فرش کی طرف سیر و پرواز کرنا اور عالم مثال وغیرہا کی مخلوق سے ملاقات کرنا بمطابق ارشاد باری تعالیٰ لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ لَّہ یعنی ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے اور بمطابق حدیث معراج ایک ایسی حقیقت ثابتہ ہے جو محتاج دلیل و وضاحت نہیں تاہم چند شواہد بطور تائید ہدیہ قارئین ہیں تاکہ نفس مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہے وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ۔

چند شواہد

مذہبی شواہد واقعہ معراج کے ضمن میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔
ثُمَّ لَقِيَ أَزْوَاجَ الْأَنْبِيَاءِ فَاشْتَوَاعَلَىٰ رِبْقَتِهِمْ
ترجمہ :- پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات انبیاء کی ارواح سے ملاقات فرمائی اور ان ارواح نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنائیاں کی۔
○ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اقْرَأْ أُمَّتَكَ

مِنِّي السَّلَامَ وَآخِرُهُمَّ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ
عَذْبَةُ الْمَاءِ وَإِنِّهَا قَيْعَانٌ وَإِنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ
اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ۝

ترجمہ: معراج کی رات میری ملاقات ابراہیم (علیہ السلام) سے ہوئی۔ انہوں نے فرمایا اپنی امت کو میرا سلام پہنچائیں اور انہیں بتائیں کہ جنت کی مٹی پاک ہے اور پانی میٹھا ہے۔ صاف اور ہموار میدان ہے اس میں باغ لگانے والے یہ کتابیں سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ

○ نیز ارشاد فرمایا۔

مَرَرْتُ عَلَىٰ مُوسَىٰ فَقَالَ مَا فَرَضَ اللَّهُ لَكَ عَلٰی
أُمَّتِكَ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِينَ صَلَوةً ۝

ترجمہ: یعنی پس موسیٰ (علیہ السلام) پر میرا گزر ہوا انہوں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے میں نے کہا (روزانہ) پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں۔

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَأَيْتُ جَعْفَرًا يَطِيرُ فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلَائِكَةِ ۝ یعنی میں نے جعفر طیار (رضی اللہ عنہ) کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے دیکھا۔

○ ایک اور حدیث میں ہے۔

قَالَ (رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مَرَرْتُ لَيْلَةً
أُسْرِي بِي بِرَجُلٍ مُّغِيبٍ فِي نُورِ الْعَرْشِ ۝

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میرا ایسے شخص پر گزر ہوا جو عرش کے نور میں پوشیدہ تھا۔

○ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّكَ اَفْضَلُ الْمُؤْمِنِ طَائِرًا یعنی مومن کی روح پرند ہے جہاں چاہتی ہے چلی جاتی ہے۔

○ آخر میں حضرت شیخ ابوالحسن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفا کیا جاتا ہے

قَالَ الشَّيْخُ أَبُو الْحَسَنِ الرَّفَاعِيُّ صَعِدْتُ فِي الْفُوقَانِيَّاتِ إِلَى سَبْعِمِائَةِ أَلْفِ عَرْشٍ فَقِيلَ لِي ارْجِعْ لَا وَصُولَ لَكَ إِلَى الْعَرْشِ الَّذِي عُرِّجَ بِهِ مُحَمَّدٌ (صلى الله عليه وآله وسلم)

ترجمہ: حضرت ابوالحسن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں روحانی طور پر عالم بالا کی طرف عروج کرتا رہا یہاں تک کہ سات لاکھ عرش سے گزر گیا پھر مجھے کہا گیا واپس لوٹ جا جس عرش پر سرور عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو معراج ہوئی تو وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

دنیا سے اشیر کے شواہد

○ عصر حاضر میں سائنس دانوں کے نزدیک دنیا سے اشیر (کامک یا اسٹریل ورلڈ) ایک مسئلہ حقیقت ہے۔ مذہبی نقطہ نظر سے اس کو عالم مثال کہہ لیجئے۔ دراصل عالم اشیر کائنات کا دماغ ہے جس میں ازل سے اب تک تمام تصاویر، اصوات و اقوال، افعال و اعمال محفوظ ہیں۔ غالباً قرآن میں اسی جانب اشارہ ہے

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌّ
ترجمہ: اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ ان کے نامہ اعمال میں درج ہے اور ہر چھوٹی اور بڑی بات اس میں لکھی ہوئی ہے۔

© دنیا نے اشیر کے محققین کا خیال ہے کہ عالم اشیر کے متعلق حساس دماغ جب چاہیں انکشافات حاصل کر سکتے ہیں، ارواح سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں ان سے باتیں کر سکتے ہیں ایک پادری لیڈ بیٹر نے اپنی کتاب INVISIBLE HELPER میں ایک عورت مسٹر پالیٹر کا ذکر کیا ہے جو خود کو بے ہوش کر کے ارواح کو بلاتی تھی اور پچھڑے ہوئے عزیز واقارب سے ملاقات کرتی اور کرتی تھی۔

© بابا گورونامک کے متعلق عام لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ وہ بیک وقت لاہور اور کعبہ میں موجود ہوتے تھے۔ بلکہ آج کل تو عام لوگ بھی جسم لطیف میں گھومنے پھرنے کے دعویدار ہیں۔ ۱۹۰۷ء میں انگلستان کے ایک اخبار میں سوال اٹھا تھا کہ کیا کسی شخص نے جسم لطیف میں سفر یا پرواز کی ہے دو عورتوں نے اعتراف جواب دیا کہ ہمیں یہ طاقت حاصل ہے ان کے نام تھے۔ مسز بی ای بلیر اور اے ولیم۔

یہ سوال و جواب پاکستان ٹائمز کی اشاعت ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۷ء میں بھی شائع ہوئے تھے لے

بینہ نمبر ۱۵ قابل غور امر یہ ہے کہ اگر مادیت زدہ افراد سائنسی ارتقاء کے بل بوتے پر اور مختلف مشقوں و ریاضتوں کے ذریعے اس قسم کے کمالات لطیفہ کا مظاہرہ کر سکتے ہیں تو اہل روحانیت ایمانی سائنس کی روشنی میں مختلف

عبادتوں اور مجاہدوں کے ذریعے کمالات عجیبہ اور کرامات نفیسہ کا ان سے بڑھ کر مظاہرہ کیوں نہیں کر سکتے؟ جب کہ انہیں تلمیذِ ربانی بھی حاصل ہوتی ہے، تو پھر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اور اولیائے عظام علیہم الرحمۃ سے بطور معجزہ و کرامت اس قسم کے کمالات ظاہر ہونے کا انکار کیسے ہو سکتا ہے؟

بجہدِ تعالیٰ حضرت امام ربانی قدس سرہ النورانی کے ارشادات عالیہ نقلاً و قیاساً، حکماً و اجتہاداً، روایتاً و درایتاً، عقلاً و نقلاً مبنی برحق و صواب ثابت ہوئے اللہ تعالیٰ سے التجاہ ہے کہ وہ سمجھنے اور ماننے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

دفترِ اولِ مکتوب (۲)

مکتوب الیہ

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی بآلہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

استحارہ کا بیان ، مراتبِ سلوک
تجلی ذاتی و صفاتی کا اجمالی بیان ، جذب و سلوک



مکتوب - ۲

امر باستخارہ متصل ماہ مبارک رمضان
متن مولانا شاہ محمد رسانید آن قدر مُسْرِجہ
ندید کہ تا ماہ رمضان خود را بعتبہ بوسی مُشْرِف
تواند ساخت بضرورت بر مُضَیّی آن خود را
تسلّی داد۔

ماہ رمضان مبارک کے متصل استخارہ کا حکم مولانا شاہ محمد نے پہنچایا۔ ماہ
رمضان تک اتنی فرصت نہ مل سکی کہ اپنے آپ کو آستانہ بوسی کے شرف سے مُشْرِف
کرتا لاچار اس مدت کے گزر جانے سے اپنے آپ کو تسلّی دی۔

شرح

حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے امام ربّانی قدس سرہ کو مولانا
محمد کی معرفت یہ حکم فرمایا تھا کہ استخارہ کر کے آستانہ بوسی کے لیے، دہلی آئیں
آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ آپ کا حکم رمضان کے متصل پہنچا ہے بندہ نے قلتِ
وقت، طولِ مسافت اور اس ماہ کی عبادات و طاعات پر حرص کے پیش نظر یہی
مناسب جان کر اپنے دل کو تسلّی دی ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے فوراً بعد
قدم بوسی کا شرف حاصل کروں اور سہر دست تحریری طور پر حاضر ہو جاؤں۔

استخاره

ہر اہم و جائز کام کے لیے استخارہ کرنا سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ ہے۔ اسی بنا پر حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے آپ کو سفر دہلی کے لیے بھی استخارے کا حکم فرمایا۔

استخارہ کا لغوی معنی ہے "خیر طلب کرنا"

احادیث میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امور میں ہم کو استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح ہم کو قرآن پاک سکھاتے تھے۔
حدیث شریف میں وارد ہے :

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ اسْتِخَارَةُ إِلَى اللَّهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللَّهِ
ترجمہ : یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کی سعادت اس بات میں ہے کہ وہ حق تعالیٰ سے استخارہ (طلب خیر) کرتا رہے اور اس کی بد بختی یہ ہے کہ استخارہ ترک کر دے۔

استخارہ کا سنون طریقہ
رات کو سونے سے پہلے یا کسی بھی وقت دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ کافرون دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص (یا جو کچھ یاد ہو) پڑھے۔ نفل ادا کرنے کے بعد دو گہمی سے یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخْرِیْكَ بِعِلْمِكَ وَ اَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ
وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ
وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ
هٰذَا الْاَمْرَ (یہاں اس کام کا نام لے جس کے لیے استخارہ کر رہا ہے) خَيْرٌ
لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ
وَاجِلِہٖ فَاقْدِرْہٗ لِّیْ وَتَسِّرْہٗ لِّیْ ثُمَّ بَارِكْ لِّیْ فِیْہٖ وَاِنْ
كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ (یہاں بھی اس کام کا خیال کرے)
یَا نَام لے، شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَ
عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاجِلِہٖ فَاصْرِفْہٗ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہٗ
وَاقْدِرْ لِّیْ الْخَیْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ

◎ اس کے بعد پاک بستر پر خالی الذہن ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے با وضو سو
جاتے جب سو کر اٹھے اس وقت جو بات مضبوطی کے ساتھ دل میں آئے وہی
بہتر ہے اور اسی کو اللہ تعالیٰ کا مشورہ سمجھے۔ اگر ایک رات یا دن میں کچھ پتہ نہ
چلے تو دوسرے دن پھر ایسا کرے اسی طرح سات رات یا دن تک کرتا ہے
اِنْ شَاءَ اللہ کام کی اچھائی یا برائی معلوم ہو جائے گی۔

◎ استخارہ کے بعد نیند کرنا ضروری نہیں۔ نیز خواب میں کسی چیز کا نظر آنا یا
کسی آواز کا سننا بھی شرط نہیں اگر ایسا ہو جائے تو مضائقہ بھی نہیں۔

◎ استخارہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد اپنے دل کی
طرف دھیان کرنا چاہیئے اگر دل میں کوئی پختہ ارادہ جم جائے یا کسی کام کے کرنے
یا نہ کرنے کی بابت از خود رجحان بدل جائے اسی کو استخارہ کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے
اور طبیعت کے غالب رجحان پر عمل کرنا چاہیئے۔

متن ابتداء عالم صحو و بقا از او اخر ماه ربیع الآخر
است و تا حال بہ بقائے خاص در ہر
یک مدتی مشرف می سازند

ترجمہ : عالم صحو اور بقا کی ابتداء ماہ ربیع الثانی کے آخری ایام سے حاصل
ہوتی ہے اور اس وقت تک ہر ایک مدت میں کسی خاص بقا کے ساتھ مشرف
فرماتے رہتے ہیں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ النورانی اپنے مرشد بزرگوار عارف حقانی
حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہ الشجانی کی خدمت میں اپنے احوال کی
ترقی کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت خاصہ اور آپ کی توجہ
کے طفیل مراتب سلوک میں دن بدن اضافہ نصیب ہو رہا ہے۔ ماہ ربیع الثانی
کے آخری دنوں تک عروج ہسکر اور فنا کا غلبہ رہا۔ لیکن اب صحو اور بقا کے
مراتب میں ترقی کی ابتداء ہوئی ہے اور لمحہ بہ لمحہ آج تک کسی خاص بقا کے ساتھ
مشرف فرماتے رہتے ہیں۔

مراتب سلوک

سلوک کے مرتبہ عروج و نزول، فنا و بقا اور سکر و صحو پر مشتمل ہیں۔ ان
کی مختصر تشریح حسب ذیل ہے۔

عُرف صُوفیاء میں اِنْقِطَاعٌ عَنِ الْخَلْقِ اور مُوَلِّد
عروج بلا کیف کو عروج کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جہات سے

مُتَبَرَّج ہے۔ گویا خلق سے خالق کی طرف توجہ کا نام عروج ہے۔ اس مرتبے میں سیر کرنے والوں کو مستہلکین کہا جاتا ہے۔

نزول خالق سے خلق کی طرف توجہ کرنے کو نزول کہتے ہیں اس کو سَیَر عَنِ اللہ بِاللہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے سالک کا عروج کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے تکمیل و ارشاد کے لیے مخلوق کی طرف متوجہ ہونا نزول کہلاتا ہے۔ اس مرتبے میں سالک کو مخلوق کے ساتھ گرفتاری نہیں ہوتی بلکہ اس کو واپس مقام قلب پر لا کر حکم دیا جاتا ہے کہ جس رستے سے تم خود آئے ہو واپس جا کر اسی رستے سے دوسرے بندوں کو بھی میری طرف لاؤ یہ مقام دعوت و ارشاد ہے۔ اس قسم کے سالکین کو راجعین کہا جاتا ہے۔

ف طریقت کی اصطلاح میں سالک کو ماسوی اللہ کا نسیان فنا کہلاتا ہے یعنی ذات حق تعالیٰ کی ہستی مطلق کا سالک کے ظاہر باطن پر ایسا غلبہ ہو جائے کہ اس کا اپنا وجود اضافی معتبر نہ رہے اور صرف وجود حقیقی مستحضر رہ جائے۔ اس طرح کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے تابع ہو جائے اور اس کے اعضاء و جوارح سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام سرزد نہ ہو۔

عاشقی چیت بگو بندہ جانان بُودن
دل بدست دیگرے دادن و حیراں بُودن
فنا و بقا کے مفہوم کی اصل یہ آیت مبارکہ ہے کُلُّ مَنْ
عَلَيْهَا فَإِنَّ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ
وَالْإِكْرَامِ لے

ماسوی اللہ سے تعلق کا مفہوم

ماسوی اللہ کے نسیان کا مطلب یہ ہے کہ سالک کو نہ کائنات کا علم ہے نہ اپنی ذات کا اور یہی فنا ہے۔ یا یوں سمجھیں کہ ماسوی سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کا حق سے کوئی تعلق نہ ہو اور جس شئی کا تعلق حق سے ہو وہ ماسوی نہیں۔ تعلق تین طرح کا ہے۔

محسود: جیسے علوم دینیہ میں مشغولیت اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی وغیرہ۔

مذموم: جیسے امور معصیت و عادات رذیلہ۔

مباح: جیسے دنیاوی علوم اور مخلوق سے رابطہ وغیرہ (بشرطیکہ اس میں کلی گرفتاری نہ ہو۔

فنا کے دو درجے ہیں فنائے واقعی اور فنائے علمی۔

فنائے واقعی: یہ ہے کہ سالک کو ہر قسم کے گناہوں سے چھٹکارا حاصل ہو جائے اور ماسوی کی تمام محبتیں دل سے نکل جائیں۔

فنائے علمی: یہ ہے کہ ہر ماسوی اللہ دل سے (مرتبہ علم میں) نکل جائے یعنی کسی چیز سے تعلق علمی نہ رہے اور اشیائے کائنات

کے ساتھ فنا سے پہلے کی طرح قلبی لگاؤ اور گہری وابستگی نہ ہو اور یادداشت کا ملکہ راسخ ہو جائے۔

اقسام فنا

اول: فنائے خلق یعنی خلق سے اُمید اور خوف نہ رہے۔

دوم: فنائے ہوا یعنی ذات کے سوا کوئی خواہش نہ ہے۔

سوم : فنائے ارادہ یعنی کوئی بھی ارادہ دل میں نہ رہے۔

چہارم : فنائے فعل یعنی فعل بھی اپنا نہ رہے۔

اس کی دو حالتیں ہیں۔ پہلی حالت یہ ہے کہ بندہ محض آلہ ہو اور حق تعالیٰ

فاعل جیسے وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

دوسری حالت یہ ہے کہ بندہ فاعل ہو اور حق تعالیٰ آلہ جیسے لَا يَزَالُ عَبْدِي

يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أَحْبَبْتُهُ فَاِذَا أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ

سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ

مرتبہ فنا میں جن اشیاء آفاق و انفس کا نیاں ہو گیا تھا

بقا

سالک کو پھر دوسروں کی تکمیل و ہدایت کے لیے انہی اشیاء

کی طرف واپس لوٹا دینا "بقا" کہلاتا ہے یعنی کامل فنا کے بعد سالک کو جو کیفیت

حاصل ہوتی ہے اس کو بقا کہتے ہیں اور فنا الفناء کے بعد حاصل ہونے والی

کیفیت کو بقا بقا کہتے ہیں۔ آیت کریمہ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ

میعنی بقا کی طرف اشارہ ہے۔

یاد رہے کہ مرتبہ بقا میں اشیاء کے ساتھ سالک کا علمی تعلق فنا

بلیہ نمبر ۲

سے قبل کے تعلق سے کمیت، کیفیت اور غایت کے اعتبار

سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں مخلوق کی طرف سالک کی توجہ قطعاً غیر

اختیاری ہوتی ہے اور اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا غالب ہوتی ہے نہ کہ

سالک کی ذاتی رغبت کیونکہ سالک تو اس مرتبہ میں مقام اطمینان پر فائز المرام

اور اَرْجِعْنِي اِلٰى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً سے شاد کام ہوتا ہے۔

(وَاللَّهُ الْمُتَوَفِّقُ)

السُّكْرُ غَيْبَةٌ بَوَارِدٌ قَوِيٌّ وَالصَّخْرُ جُجُوعٌ
سکر و صحر

إِلَى الْإِحْسَاسِ بَعْدَ الْغَيْبَةِ بَوَارِدٌ قَوِيٌّ لَهُ
یعنی قلب پر کسی وارِ دقوی کا غلبہ ہو جانے سے غیبت طاری ہو جانا
سکر ہے اور غیبت کے بعد کسی وارِ دقوی کے سبب احساس کا عود کر آنا صحر ہے
صفاتِ الہیہ کی تجلّیا یا ثواب و عذاب کے خیال کا غلبہ ہو
بلیہ نمبر ۳

کرسالک کے حواس معطل ہو جائیں اور خلق سے بے خبر
ہو جائے تو اس کو غیبت کہتے ہیں اور جب حواس درست ہو جائیں اور سالک
ہوش میں آجائے تو اس کو حضور کہتے ہیں انوار غیب کے غلبے سے ظاہری و
باطنی احکام میں امتیاز اٹھ جانا سکر ہے اور غیبت کے بعد کسی وارِ دقوی کے
سبب امتیاز و احساس کا واپس لوٹ آنا صحر ہے حالت سکر میں غلبہ احوال
میں اہل سکر سے جو اقوال و افعال صادر و سرزد ہوں وہ پایہ اعتبار سے ساقط
اور ناقابل سند ہوتے ہیں ایسی حالت میں صادر ہونے والے کلمات کو
شطیحات کہتے ہیں اور حالت صحر میں ان کا تذکر لازم ہوتا ہے۔

سکر اولیاء کے مرتبے سے تعلق رکھتا ہے اور صحر انبیاء کے مرتبے سے
متعلق ہے یہی حق یقین کا مرتبہ ہے جہاں سالک ممکن کو ممکن اور واجب کو
واجب جانتا ہے اور اس پر مقام عبدیت اور مقام بقا کی حقیقت ظاہر ہوتی
ہے۔ صوفیائے کرام نے آیت مبارکہ ثُمَّ بَعَثْنَا هُمْ لِنَعْلَمَ أَمْ
الْحَزْبَيْنِ أَحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمْدًا کو صحر بعد الشکر کی کیفیت پر
محمول فرمایا ہے (وَاللَّهُ أَعْلَمُ)

متن ابتدا از تجلی ذاتی حضرت شیخ محی الدین است قدس سرہ

ترجمہ ابتدا حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی تجلی ذاتی سے
ہوتی ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مراتب سلوک میں مزید ترقی
کی ابتدا تجلی ذاتی سے ہوتی ہے۔ یہی وہ تجلی ہے جس کو حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ
علیہ اپنے ساتھ مخصوص جانتے ہیں حضرت امام ربانی کے نزدیک تجلی ذاتی
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کے حق میں دائمی ہے
اولیائے محبوبین محمدی المشرّب بھی بواسطہ متابعت و مناسبت سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم تجلی ذاتی سے مشرف ہوتے ہیں۔ اکثر مشائخ کے نزدیک یہ تجلی
برقی ہے یعنی برق کی مانند تھوڑے سے وقت کے لیے حجابات اُٹھتے ہیں اور
پھر اسماء و صفات کے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں لیکن اکابر نقشبندیہ
قدس اللہ انہم کے نزدیک یہ تجلی ذاتی دائمی ہے کبھی زائل اور غائب نہیں
ہوتی۔ یہی ان بزرگوں کی نسبت خاصہ ہے یعنی دَوَامُ الْحُضُورِ مَعَ اللہ
اور اسی لیے فرمایا:

إِنَّ نِسْبَتَنَا فَوْقَ جَمِيعِ النِّسَبِ یعنی ہماری نسبت سب نسبتوں
سے بالاتر ہے۔

تَجَلَّى ذَاتِي
مَا يَكُونُ مَبْدُؤُهُ الذَّاتُ مِنْ غَيْرِ
إِعْتِبَارِ صِفَةٍ مِنْ الصِّفَاتِ مَعَهَا وَ
إِنْ كَانَ لَا يَحْصُلُ ذَلِكَ إِلَّا بِوَاسِطَةِ الْأَسْمَاءِ
وَالصِّفَاتِ إِذْ لَا يَتَجَلَّى الْحَقُّ مِنْ حَيْثُ ذَاتِهِ عَلَى
الْمَوْجُودَاتِ إِلَّا مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ مِنَ الْحُجُبِ
الْأَسْمَائِيَّةِ لَهُ

ترجمہ: تجلی ذاتی وہ ہے جس کا مبدأ ذات ہو اور اس کے ساتھ صفات میں سے
کسی صفت کا اعتبار نہ ہو اگرچہ وہ تجلی اسماء و صفات کے واسطے کے بغیر حاصل
نہیں ہوتی کیونکہ حق تعالیٰ موجودات پر اپنی ذات کی حیثیت سے تجلی نہیں فرماتا
بلکہ اسماء کے پردوں میں سے کسی پر دے کے پیچھے سے تجلی فرماتا ہے۔

تجلی ذاتی میں فنایتِ عبد کے بعد بقائے حق سے باقی ہونے
کو بقا باللہ کہتے ہیں اس میں سالک صفاتِ الہیہ سے
منتصف ہو کر بلا تعینِ جہانی و روحانی اپنے آپ کو اطلاق کے رنگ میں پاتا
ہے اور کمالِ توحیدِ عیانی سے سرفراز ہوتا ہے۔

تَجَلَّى صِفَاتِي
مَا يَكُونُ مَبْدُؤُهُ صِفَةٌ مِنَ الصِّفَاتِ مِنْ
حَبْثٍ تَعَيَّنَ بِهَا اِمْتِيَازُهَا عَنِ الذَّاتِ لَهُ
ترجمہ: تجلی صفاتی وہ ہے جس کا مبدأ حق تعالیٰ کی صفات میں سے کوئی صفت ہو
اپنے تعین اور ذات سے امتیاز کے اعتبار سے۔

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو اُتہاتِ صفات و صفات
ثانیہ میں متجلی پاتا ہے اور وہ حیات، علم، قدرت، ارادہ

سمع، بصر، کلام اور تکوین ہیں۔ علمائے اشاعرہ کے نزدیک اُنہیاتِ صفات سات ہیں وہ تکوین کو قدرت و ارادہ کی فرع جانتے ہیں لیکن محققین ماترید یہ کے نزدیک اُمہاتِ صفات (صفاتِ حقیقیہ) آٹھ ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ کی تحقیق بھی علمائے ماترید یہ کے موافق ہے۔ جیسا کہ مبسوط و معادینہنا ۴۱ میں آپ نے واضح فرمایا ہے۔

و در نزول و عروج علوم غریبہ و معارف
متن عجیبہ افاضہ می فرمایند و باحسان و شہود
خاص در ہر مرتبہ کہ مناسب بقائے آل مقام
ست مشرف می سازند بتاریخ ششم ماہ مبارک
رمضان بقائے مشرف ساختند و احسانے میسر شد
کہ چہ عرض نماید۔

ترجمہ: اور نزول و عروج میں مختلف نئے علوم اور عجیب و غریب معارف کا فیضان عطا فرماتے ہیں اور ہر مرتبہ میں جو اس مقام کی بقا کے مناسب ہے، احسان اور شہودِ خاص کے ساتھ مشرف فرماتے ہیں، ماہِ مبارک رمضان کی چھٹی تاریخ کو ایسی بقا کے ساتھ مشرف فرمایا اور ایسا احسان میسر ہوا کہ بندہ کیا عرض کرے۔

شرح

نزول و عروج میں علوم غریبہ اور معارف عجیبہ کے درود سے مراد وہ انکشافات ہیں جو توحید و جود کی منافی تھے کیونکہ اس وقت توحید و جود ہی متعارف تھی اور آپ کے ابتدائی احوال بھی توحید و جود کے مطابق تھے

اسی لیے ان انکشافات کو غریب اور عجیب فرمایا گیا۔
 احسان اور شہودِ خاص سے مراد کمالِ اخلاص اور مراتب و جوب کا مشاہدہ
 ہے اور بقا سے مراد انعکاسِ صفات کی قبولیت ہے۔ ماہِ رمضان کی چھٹی
 تاریخ کو جو خاص بقا اور احسان میسر ہوا غالباً اس سے مراد مرتبہ ذات کا شہود
 بلا کیف ہے۔

هُوَ الْحَقُّ بِالْعُبُودِيَّةِ عَلَى مُشَاهَدَةِ
 احسان حَضْرَةِ الرَّبُّوبِيَّةِ بِنُورِ الْبَصِيرَةِ لَہ

یعنی سالک کا عبادت کی حالت میں نورِ بصیرت کے ذریعے اللہ تعالیٰ
 کا مشاہدہ کرنا احسان کہلاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں احسان کے بارے
 میں ارشاد فرمایا گیا :

أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ
 يَرَاكَ لَہ

یعنی احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو
 اُسے دیکھتا ہے پس اگر تو اس کو نہیں دیکھ سکتا تو وہ یقیناً تجھ کو
 دیکھتا ہے۔

احسان یہ ہے کہ بندہ عبادات و طاعات کو اس طرح سنوار
 بلینہ نمبر ۲ کر پیش کرے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار و صفات کے انوار
 آثار کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ عبادت میں سب سے اعلیٰ تصور یہ ہونا چاہیئے کہ خدا
 میرے سامنے ہے اور میں اس کے سامنے ہوں اور کم سے کم یہ تصور ہو کہ اللہ
 تعالیٰ میری طرف دیکھ رہا ہے یہی مراقبہ احسان ہے اور یہی ہر عمل کی جان ہے اور
 احسان کی اسی عملی صورت ہی کا نام تصوف و طریقت ہے۔

متن وجہت جذبہ اکنون تمام شد و شروع
در سیر فی اللہ کہ مناسب مقام جذبہ است
واقع شد۔

ترجمہ: اور جذبہ کی وجہت اب پوری ہو گئی ہے اور سیر فی اللہ میں جو کہ مقام جذبہ
کے مناسب ہے سیر شروع ہو گئی ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے مُرشد بزرگوار کی خدمت میں اپنے باطنی
احوال تحریر فرماتے ہیں کہ اس فقیر کے لیے جذبہ کی وجہت پوری ہو چکی ہے اس
سے مراد جذبہ اولیٰ جذبہ صوری ہے جو طریقہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے۔ اس کے بعد
فرماتے ہیں کہ اب سیر فی اللہ شروع ہو گئی ہے جو کہ مقام جذبہ کے مناسب ہے
اس سے مراد جذبہ ثانیہ (جذبہ حقیقی) ہے جو تمام سلاسل طریقت میں مشترک ہے۔

اس سے مراد اسماء و صفات، ثبوتات و اعتبارات اور
سیر فی اللہ تقدیسات و تنزیہات کے مراتب و حجب میں حرکت
علیٰ یا سیر علیٰ ہے اس سیر کو بقا باللہ بھی کہتے ہیں۔ یہ سیر ولایتِ کبریٰ میں واقع
ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے۔ اس سیر کے تمام کمالات اللہ تعالیٰ
کے اسم الظاہ کی سیر سے تعلق رکھتے ہیں اس اسم الباطن کی سیر کے کمالات
اور ہیں وہ سیر ولایتِ علیا میں واقع ہوتی ہے جو فرشتوں کی ولایت ہے
اور وہ سیر فی اللہ کا دوسرا اور اعلیٰ درجہ ہے۔

جذب و سلوک

چونکہ اس مضمون کو سمجھنے کے لیے جذب و سلوک اور جذبہ صُوری و جذبہ حقیقی کے مفہوم سے آگاہ ہونا ضروری ہے فَلِهَذَا قَدَرُے وضاحتِ حسیۃ قارئین ہے۔ وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ

◎ جذب کا معنی ہے کشش یعنی اللہ تعالیٰ کا بندے کو اپنی طرف کھینچ لینا مجذوب وہ ہے جس پر اللہ کی طرف سے ایسا جذبہ طاری ہو جائے کہ بلا کسب مجاہدہ محض اللہ کے فضل سے اس کے باطنی مقامات طے ہو جائیں اور واصل باللہ ہو جائے۔ لیکن بَقَاعِدُ الْفَنَاءِ اور صُغُوْبَعْدُ الْخَوِّ اور جَمْعُ الْجَمْعِ کے مرتبے تک نہ پہنچ سکے۔

◎ سلوک کا معنی ہے ”راستہ“ یعنی اللہ تعالیٰ کے قُرب اور وُضُل کے راستے پر چلنا۔ سالک وہ ہے جو قُربِ حق کے راستوں اور طریقت کی منزلوں کو مجاہدِ اَدبِ ریاضات اور اتباعِ سنت و شریعت کے ذریعے طے کر کے مقصود تک پہنچے۔

◎ سالکین کو کبھی وُصولِ اِلٰی اللہ پہلے حاصل ہو جاتا ہے پھر شوقِ عبادت اور ذوقِ ریاضت اس کے بعد پیدا ہوتا ہے اس کو طریقِ جذب کہتے ہیں اور کبھی مجاہدہ و ریاضت کا شوق پہلے پیدا ہو جاتا ہے اور وُصولِ اِلٰی اللہ بعد میں میسر ہوتا ہے۔ اس کو طریقِ سلوک کہتے ہیں۔

بَلَّيْنِہ نمبر ۱

صوفیاء کے نزدیک آیت قرآنیہ اللہ یُجْتَبٰی اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیُہْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّیْنِبُ میں اجتباء سے مراد جذبہ ہے اور اِستدرا سے مراد سلوک ہے۔ نیز سلوک پر جذبہ کی تقدیم بھی

ثابت ہوئی۔ اسی لیے مشائخ نقشبندیہ جذبہ کو سلوک پر مقدم رکھتے ہیں اور مجذوب سالک کہلاتے ہیں۔ اسی طرح وَاجَبْتَيْنَهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ میں اول کا حاصل جذبہ ہے اور ثانی کا حاصل سلوک ہے۔

اقسام سالک

سالک کی دو قسمیں ہیں سالک مجذوب اور مجذوب سالک سالک مجذوب وہ ہے جس کو سلوک کی انتہا میں جذبہ نصیب ہو۔ مجذوب سالک وہ ہے جس کے سلوک کی ابتدا جذبہ سے ہو۔ نقشبندی مشائخ مجذوب سالک ہوتے ہیں ان کا سلوک جذبہ سے شروع ہوتا ہے۔

جذبہ سے مقصود سلوک کی منزلوں کا آسانی کے ساتھ جلدی طے ہونا ہے سلسلہ نقشبندیہ میں سالک کو نسبت جذبہ حضرت خواجہ بلاگرداں شاہ نقشبند بخاری اویسی قدس سرہ العزیز کے توسل و فیضان سے ابتداء میں ہی حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ آپ کو باطنی طور پر سیر آفاقی پر سیر انفسی کو اور سلوک پر جذبہ کو مقدم کرنے کا حکم دیا گیا تھا تاکہ سیر انفسی کے ضمن میں سیر آفاقی اور جذبہ کے ضمن میں سلوک خود بخود طے ہو جائے۔

◎ دوسرے سلسلوں میں سب سے آخر میں نسبت جذبہ عطا کی جاتی ہے لیکن نقشبندی مشائخ ذکر قلبی کی توجہات کے ساتھ ہی جذبہ کی ابتدائی توجہ سے بھی سرفراز فرمادیتے ہیں تاکہ مرید اگر نسبت جذبہ کی تکمیل سے پہلے مر جائے تو محروم مطلق نہ مرے کم از کم جذبہ کی لذت تو چکھ لے۔

اقسام جذبہ

جذبہ کی دو قسمیں ہیں : جذبہ صوری اور جذبہ حقیقی
وہ جذبہ جو سیر فی اللہ سے قبل ابتدائے سلوک میں تصفیۃ
لطائف سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور صرف تسہیل منازل
سلوک کے لیے عطا کیا جاتا ہے اس کو جذبہ صوری کہتے ہیں اس کو جذبہ ہدایت
یا جذبہ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

جذبہ حقیقی وہ جذبہ جو سیر فی اللہ کے دوران انتہائے سلوک میں حاصل
ہوتا ہے اس کو جذبہ حقیقی کہتے ہیں اس کو جذبہ نہایت یا
جذبہ ثانیہ بھی کہا جاتا ہے۔ جذبہ حقیقی بلا امتیاز تمام سلاسل طریقت میں موجود ہے
لیکن جذبہ صوری طریقہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے اور یہ نعمت حضرت خواجہ بزرگ شاہ
نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخلصین کو بطور خیرات و صدقہ جاریہ عطا
فرمائی ہے۔

اس حقیقت کا اظہار آپ نے یوں فرمایا ہے :

”ما نہایت را در بدایت درج می کنیم“ ۱

یعنی وہ جذبہ جو تمام سلاسل کے سالکین کو آخر میں دیا جاتا ہے ہم بفضلہ تعالیٰ
اپنے سلسلے کے مریدین کے لیے اس کو انتہا سے ابتدا میں بھیج لائے ہیں چنانچہ
باقی سلاسل کی ابتدا عالم خلق کی سیر سے ہوتی ہے اور انتہا عالم امر کی سیر پر ہوتی ہے
لیکن سلسلہ نقشبندیہ میں اس کے برعکس عالم امر سے سیر شروع ہوتی ہے۔
اس جذبہ کی تعریف میں آپ نے فرمایا :

جَذْبَةٌ مِّنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ تُوَارِي عَمَلِ الثَّقَلَيْنِ ۲

یعنی ایک جذبہ اللہ تعالیٰ کے جذبات سے ساری کائنات کے جنوں اور انسانوں کے اعمال کے برابر ہے۔ یہ جذبہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی عطیات میں سے ہے اور اس کے فضل و کرم پر موقوف ہے۔

آپ نے فرمایا ما فضلیانیم
ہم فضل ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نسبت فضل ہم کو حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگوں کو بدایت میں متیر ہے۔
اگر از جانب معشوق نباشد کشتہ
کوشش عاشق بیچار ا بجائے نرسد

طریقہ جذبہ صوری سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر نے حصول جذبہ صوری کا ایک مخصوص طریقہ وضع کیا ہے اور وہ تکرار اسم ذات و نفی اثبات جس دم اور رعایت وقوف عددی ہے جبکہ دوسرے سلاسل میں اس جذبہ ابتدائی کے حصول کا کوئی معین طریقہ اور مخصوص ضابطہ نہیں۔ البتہ اگر علی سبیل الاتفاق ان کو یہ جذبہ حاصل ہو جائے تو کوئی امر مانع بھی نہیں
ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

بیینہ نمبر ۹ استدلالی علم سے مراد وہ علم ہے جو دلیل کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے اور کشفی وہ علم ہے جو کشف کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔

ضروری سے مراد بدیہی یعنی وہ علم جو بداہت کے طور پر حاصل ہو اور دلیل و فکر کا محتاج نہ ہو۔ مجمل علم کا مفصل ہونا یہ ہے کہ جو علم پہلے اختصار کے ساتھ حاصل ہو پھر تفصیل کے ساتھ حاصل ہو جائے۔

دفترِ اول - مکتوب (۳)

مکتوبِ عالیہ

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

ساکین کی اقسام ، توجہ شیخ کا تفصیلی بیان
حسانت الابرار سیات المقرین کا مفہوم
مقام حیرت

مکتوب - ۳

مَنْ عَرَضَ اشْتَ أَنْكُمُ يَارَانِيكُمُ اَيْنَ جَانْدُوهُمُ
چنين يارانِ آنجائی ہر کدام بمقامے مجوس اند
طریق بر آوردن آنها ازان مقامات متعمرست
آن قدر قدرت کہ مناسب آن مقام ست
در خود نمی یا بد حق سبحانه به برکت توجہات
علیہ حضرت ایشان ترقی بخشد۔

ترجمہ: گزارش ہے کہ وہ یار جو یہاں ہیں اور ایسے ہی وہاں کے یار، ہر کوئی کسی
نہ کسی مقام پر رکا ہوا ہے ان کو ان مقامات سے باہر نکلنے کا طریقہ مشکل ہے یہ
فقیر اپنے اندر اس قدر طاقت نہیں پاتا جو اس مقام کے مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ
آپ کی بلند توجہات کی برکت سے انہیں ترقی بخشنے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے یارانِ طریقت کے باطنی حالات کا تجزیہ
اپنے مرشد بزرگوار کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ احباب جو یہاں سرہند
شریف میں زیر تربیت ہیں اور وہ یار جو آپ نے دہلی سے بندہ کی تربیت میں سلوک
طے کرنے کے لیے بھیجے ہیں وہ کسی نہ کسی خاص مقام میں پہنچ کر رُکے ہوئے ہیں
اور آگے ترقی نہیں کر رہے یہ فقیر بھی (ابھی تک) اپنے اندر اتنی ہمت اور وسعت

نہیں پاتا کہ انہیں اس مشکل سے نکال سکے۔ اس لیے ہی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی توجہاتِ عالیہ کی برکت سے انہیں ترقی عطا فرمائے۔
یارانِ اینجا سے مراد صوفیائے سرہند شریف اور آپ کے خاص مُقدام ہیں
یارانِ آجنا سے مراد صوفیائے دہلی شریف اور وہ خاص مُقدام ہیں جو حضرت
خواجہ قدس سرف نے منازلِ سلوک طے کرنے کے لیے حضرت امام ربانی کے
زیر تربیت رہنے کے لیے بھیجے ہوئے تھے۔

یار فارسی زبان کا لفظ ہے جو دوست، خلیل، محبت اور محبوب کے معنی
میں ستمل ہے۔ اصطلاحِ طریقت میں مُرید یا پیر بھائی کو یار کہا جاتا
ہے۔ قرآنِ کریم کی رُو سے متقین کے باہمی اخلاص و تعلق پر بھی یہ لفظ صادق
آسکتا ہے۔

الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ
اور حدیثِ مبارکہ آئینَ الْمُتَحَابِّينَ بِجَلَالِہٖ اسی مفہوم کی عمارت ہے

ساکین کی تین اقسام

منازلِ سلوک میں سیر کرنے والے تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

واقفین راجعین ساکین

اثنائے سلوک میں کسی مقام پر تھوڑی دیر کیلئے رُک جانے والوں کو
واقفین کہا جاتا ہے۔

واقفین

وہ سالک جو زیادہ دیر تک کسی مقام میں رُکے رہیں اور
ترقی نہ کریں انہیں راجعین کہا جاتا ہے۔ یہ مقام خطرے

راجعین

سے خالی نہیں زیادہ دیر رُکے رہنے سے رجعت واقع ہوتی ہے اور سالک تنزل کا شکار ہو کر اپنے مقام سے گر جاتا ہے۔

وہ خوش نصیب سالکین جو رحمتِ خداوندی سے ہر آن ترقی پذیر ہوتے رہیں اور قرب و وصل کے مقام تک جا پہنچیں سابقین کہلاتے ہیں۔ آیت قرآنیہ السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ہمیں ایسے ہی حال و مقام کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مکتوب میں اپنے یاروں کی دو حالتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ ہمارے بعض یار واقفین ہیں اور بعض سابقین ہیں لیکن ہمارے یار راجعین کے زمرے میں نہیں آتے۔

وَأَخَذَ اللَّهُ عَلَى ذَٰلِكَ
آپ نے یاروں کی باطنی تکمیل کے بارے میں جو اپنے عجز کا اظہار فرمایا ہے یہ آپ کی کس نفسی ہے یا اثنائے سلوک میں ہونے کی وجہ سے اپنی ہمت صرف کرنے کی بجائے اپنے شیخ کی توجہ کو زیادہ موثر اور مفید سمجھ کر یہ عرضداشت پیش کی ہے۔

شیخ کا اپنی قوتِ ارادی اور قلبی طاقت سے طالب کے دل پر اثر ڈال کر اس کی باطنی حالت میں تبدیلی پیدا کر دینا توجہ شیخ توجہ کہلاتا ہے۔

سلوک کی منزلوں میں شیخ ہر سبق کے لیے توجہ کے ذریعے طالب کے لطائف پر فیض القا کرتا ہے اس کو تصرف یا ہمت بھی کہا جاتا ہے۔

توجہ کا ثبوت قرآن حدیث

توجہ کے اس مفہوم کی قرآن و حدیث سے تائید ہوتی ہے جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی توجہ اولاد کے لیے اصلاح احوال کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ

یعنی تمہارے باپ کی توجہ تمہاری طرف ہوگی تو اس کے بعد تم صالحین بن جاؤ گے۔

یہاں صاحبیت سے مراد صلاحیتِ نسیہ بھی ہے اور دنیویہ بھی (نافیہ دوسری جگہ ارشادِ تراوی ہے :

اِذْ يُوحِي رَبُّكَ اِلَى الْمَلَائِكَةِ اَنِي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

”یعنی یاد کر جب تمہارا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو یعنی ان کی ہمت بڑھاؤ فرشتوں کے ایمان والوں کو ثابت قدم رکھنے اور ان کی ہمت بڑھانے کی یہی صورت ہے کہ ان کے دلوں میں ایسی قوت اور جذبہ القاء کریں کہ وہ کفار کے مقابلے میں مضبوطی دکھائیں اور ڈٹ کر لڑیں یہ عمل بھی توجہ ہی کہلائے گا۔

اسی طرح پہلی وحی کے نزول کے وقت جبریل امین علیہ السلام کا حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگا کر دہانا قوتِ توجہ اور صرف ہمت کا واضح

ثبوت ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

فَعَطَنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ

یعنی جب ریل نے مجھے دبایا یہاں تک کہ مجھے مشقت پہنچی۔

اس حدیث کی شرح میں عارف کامل حضرت عبداللہ بن ابی جمرہ نے فرمایا:

جَزَمُ الْعَطِ بِالْمُعْطِ وَضَمُّهُ إِلَيْهِ وَهُوَ أَحْدَى لَطَرُقِ

الْإِفَاضَةِ يَحْدُثُ بِهِ فِي الْبَاطِنِ قُوَّةٌ نُورَانِيَّةٌ

یعنی اس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ دبانے والے کا اتصال اس

کے جسم سے ہوا جس کو دبایا گیا ہے تو یہ اتصال حصول فیض کا ایک طریقہ

ہے جس سے باطن میں ایک قوت نورانیہ پیدا ہو جاتی ہے۔

◎ اسی طرح احادیث مبارکہ میں حضور علیہ السلام کا حضرت سیدنا عمرؓ، حضرت

علی المرتضیٰؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابو محمدؓ ورہ اور دیگر صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پکڑ کر، سینے پر ہاتھ رکھ کر، سر سے ناف تک ہاتھ پھیر

کر، نظر خاص فرما کر توجہ کے ذریعے احوال و کیفیات بدل دینا تو اترکے

ساتھ ثابت ہے۔ اسی طرح اولیاء کرام کی توجہات اور تصرفات سے ہزار

انسانوں کے دلوں اور دماغوں میں انقلاب پیدا ہونا، توجہ کی توفیق ملنا اور

فیض ولایت حاصل ہونا بھی تسلسل کے ساتھ ثابت ہے جس سے کسی بھی

اہل عقل و فہم کو انکار نہیں ہو سکتا۔

شیخ کی توجہ کے لیے طالب اور مرید کے قلب میں قبولیت

کی استعداد کا ہونا ضروری ہے اس لیے یہ اعتراض ضنول ہے کہ

بیت نمبر ۲

لے بخاری ص ۱۸۷ ج ۱ لے ہجۃ النفوس ۲ لے تفصیلات کے لیے مستدرک ص ۸۲ ج ۲

مجمع الزوائد ص ۹۹ ج ۱، مسند احمد ص ۱۳۹ ج ۱، البرداء ص ۱۳۹ ج ۲، مسند احمد ص ۱۰۵ ج ۱، ابن ماجہ ص ۵۲

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب وغیرہ پر توجہ کیوں نہ فرمائی۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ اہل اللہ کی توجہات حکمت خداوندی کے تابع ہوتی
ہیں کیونکہ ہدایت اور ضلالت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے۔
يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا لَّ

اقسام توجہ

صوفیاء کرام نے توجہ و تصرف کی مختلف اقسام بیان فرمائی ہیں جن میں سے
تین اقسام زیادہ معروف ہیں۔

۱۔ توجہ العکاسی جیسے کسی چیز پر شیشے یا روشنی کا عکس اور پر تو پڑنا یا اہل مجلس
کا عطر وغیرہ کی خوشبو پانا العکاسی توجہ کے مشابہ ہے۔ یہ توجہ
وقتی اور عارضی ہوتی ہے۔ اس قسم کا اثر بھی تھوڑی دیر کے لیے ہوتا ہے اس لیے یہ توجہ
اگرچہ ضعیف ہوتی ہے لیکن فائدے سے خالی نہیں۔

۲۔ توجہ القاتی اس توجہ کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص دیئے میں بجی اور
تیل ڈال کر لایا تو دوسرے نے آگ لگا کر روشن کر دیا۔ یہ تاثیر
کچھ طاقت رکھتی ہے اور کچھ دیر اس کا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی بیرونی صدمہ
پہنچے مثلاً آندھی، بارش وغیرہ تو اس کا اثر جاتا رہتا ہے اس لیے یہ توجہ کسی حد تک
مفید ضرور ہے لیکن لطائف کی مکمل اصلاح نہیں کر سکتی۔ اس لیے مرید کو مجاہدہ کی
ضرورت ہوتی ہے۔

۳۔ توجہ اتحادی یہ توجہ سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے اس میں شیخ اپنی پوری
ہمت صرف کر کے اپنی رُوح کے کمالات طالب کی رُوح

میں القاء کر دیتا ہے اس طرح کہ دونوں رُوحیں باہم جذب ہو جاتی ہیں جیسے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نانہائی کو توجہ اتحادی دے کر اس کے ظاہر و باطن کو اپنے جیسا بنا دیا جس کو وہ ضبط نہ کر کے وصال پا گیا ہے

بلیۃ نمبر ۳ اولیائے کرام سے ازالہ گناہ، القائے توبہ، حل مشکلات سلب امراض اور اچھائے اموات کے لیے بھی توجہ ڈالنا ثابت ہے اور یہ معاملہ ان کی کرامات کے زمرے میں آتا ہے۔

طریق توجہ شیخ مرید کو سامنے بٹھا کر اپنے قلب کو اس کے قلب پر غالب کرے اور خطرہ غیر کو اس کے قلب پر آنے سے روک کر جذبہ قلبی کے ساتھ مرید کے دل پر اپنی نسبت القاء کرے اور اپنے آپ کو ہر قسم کے خیالات سے خالی کر کے اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں متوجہ ہو جائے جس کو طالب کے دل میں ڈالنا منظور ہو اور اپنی پوری باطنی ہمت کے ساتھ یہ تصور کرے کہ میرے دل سے فیوض و انوار طالب یا مرید کے دل میں سرایت کر رہے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ طالب کی قابلیت اور استعداد کے مطابق اس کو فیوض و برکات حاصل ہوں گے اسی طرح مرید کے جس لطیفہ میں ذکر جاری کرنا مقصود ہو اپنے اسی لطیفہ کو مرید کے لطیفہ کے مقابل سمجھ کر ہر قسم کے خیال کو دونوں طرف سے روک کر مرید کے دل کو اپنے دل کی طرف پھینچے اور اہم ذات کی ضرب لگائے تاکہ اس توجہ اور ضرب کے اثر سے مرید کے اس لطیفہ میں جنبش پیدا ہو کر ذکر جاری ہو جائے۔ اسی طرح دیر تک متوجہ رہے اور روزانہ اس عمل کا تکرار جاری رکھے تاکہ توجہ کی تاثیرات راسخ ہو جائیں اور مرید کے دل میں حرارت اور نفی غائب کی کیفیت پیدا ہو جائے اگر مرید غیر حاضر ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ بھی دی جاسکتی ہے جیسا کہ بعض مشائخ کا معمول منقول ہے۔

صرف بہت کا مطلب یہ ہے کہ دل میں جمعیت اور کمیونی رہے اور ارادہ مضبوط رہے تاکہ دل میں اس مراد کے سوا کوئی دوسرا خیال نہ آ سکے۔

متن یک کس از خویشان این کینہ ازان مقام
گذشت و بمقدمہ تجلیات ذاتی رسید
ترجمہ: ایک شخص اس عاجز کے یاروں میں سے پہلے مقام سے ترقی کر کے تجلیات ذاتیہ کی ابتداء تک پہنچ گیا ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس فقیر کے زیر تربیت صوفیائے سرہند شریف میں سے ایک سالک ترقی پا کر تجلی ذاتی کے ابتدائی مرتبے تک رسائی حاصل کر چکا ہے۔ دوسروں کے متعلق بھی اُمید قوی ہے کہ بفضلہ تعالیٰ منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے۔

اس تجلی کے بارے میں مکتوب دوم میں صراحت ہو چکی مزید قدر و ضاحت عرض ہے اس کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔
صوفیائے وجودیہ کے نزدیک ذات بحت احدیت کے مرتبہ ظہور کو تعین اول اور تجلی ذاتی کہا جاتا ہے۔

صوفیائے شہودیہ کے نزدیک سالکین کے دلوں پر انوار الہیہ کی بے رنگ اور بے جہت تجلی کو تجلی ذاتی کہا جاتا ہے۔

ذات باری تعالیٰ جل مجدہ الکریم کو لا تعین، ذات مطلق، ذات حق
ذات سافج، غیب الغیب، مرتبہ الوہیت، ذات بحت ذات واجب
ذات صرف، ذات احدیت، ذات ہُو ہُو بھی کہا جاتا ہے یہ سب اطلاقات

قریب المعنی ہیں یعنی مستقل وقائم بالذات اور وجود حق بلا اعتبار صفات وتعیّنات
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ

دیگر بعضی از یاران آنجائی بطریق مقربین
متن مناسبت ندارند موافق حال انہا طریق
ابرار است۔

تسجہ: دوسرے یہ عرض ہے کہ وہاں کے یاروں میں سے بعض یار مقربین کے
طریق کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے ان کے حال کے موافق ابرار کا طریق ہے

شرح

امام ربانی فرماتے ہیں چونکہ سالکین کی استعداد ایک جیسی نہیں ہوتی بعض
سالکین عروج و نزول اور فنا و بقا کی کامل استعداد رکھتے ہیں اور بعض نہیں رکھتے
اس لیے مشائخ طریقت نے ابرار و مقربین کے اسباق و وظائف علیحدہ علیحدہ
تجویز فرمائے ہیں تاکہ منازل سلوک طے کرنے میں آسانی رہے اور مختلف طریقوں
پر عمل کرتے ہوئے وصول الی اللہ کی منزل تک پہنچیں اسی لیے فرمایا کہ الطَّرُقُ
إِلَى اللَّهِ بَعْدَ أَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ یعنی اللہ تعالیٰ تک رسائی کے
طریقے مخلوق کی سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں ان طریقوں میں دو طریقے زیادہ
معروف اور جامع ہیں۔ پہلا طریق ابرار دوسرا طریق مقربین۔

وہ اولیائے کرام جو احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے علاوہ
مجاہدات شدیدہ اور ریاضات شاقہ کے ذریعے مراتب
طریق ابرار

سلوک طے کر کے واصل بحق ہوں ابرار کہلاتے ہیں صاحب رُوح البیان نے فرمایا إِنَّ الْأَبْرَارَ أَيْ السُّعَدَاءُ لَا تَقِيَاءُ عَنْ دَرَنِ صِفَاتِ النَّفُوسِ یعنی ابرار وہ خوش نصیب ہیں جو نفسوں کی بُری صفتوں سے محفوظ ہوں۔

ان کا طریق عمل بالعزیمت و کثرت عبادت و ریاضت ہے۔
قرآن پاک میں ابرار کی شان یوں بیان کی گئی ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ عَلَىٰ الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ۖ
ترجمہ: بے شک نیکوکار راحت و آرام میں ہوں گے، پٹنگوں پر بیٹھے، مناظرِ جنت کا نظارہ کر رہے ہوں گے۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ ۖ خِتْمُهُ مِسْكَ ۖ
ترجمہ: انہیں پلائی جاتے گی سر بہرِ خالص شراب اس کی مہر ستوری کی ہوگی۔

طریقِ مقربین وہ اولیائے کاملین جو ذکر و فکر، مراقبات، تجرید و تفریہ، فنا و بقا اور استہلاک و استغراق کے ذریعے منازلِ سلوک

طے کرتے ہوئے واصل باللہ ہوں وہ مقربین کہلاتے ہیں ان کا طریقِ محبت و عشق اور غیر حق سے کامل تجرّد ہے۔ صاحب رُوح البیان نے فرمایا

الْمُقَرَّبُونَ هُمُ الْفَائِزُونَ فِي اللَّهِ بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَالْأَفْعَالِ
وَالْبَاقُونَ بِاللَّهِ بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَالْأَفْعَالِ کہ یعنی مقربین وہ لوگ ہیں جو اللہ کی ذات، صفات اور افعال میں فانی ہوں اور انہی کے ساتھ باقی

بھی ہوں۔

قرآن پاک میں مستربین کی شان یوں بیان کی گئی ہے۔

السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۝

ترجمہ: ہر کار خیر میں آگے رہنے والے وہ اس روز بھی آگے آگے ہوں گے۔ وہی مقرب بارگاہ ہیں۔

© دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

مِزَاجُهُمْ مِنْ تَسْنِيمٍ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۝

ترجمہ: اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی یہ چشمہ وہ ہے جس سے صرف مقربین پیتے گے۔

ابرار و مقربین کی شراب میں فرق آیات مذکورہ بالا سے واضح ہوا کہ ابرار کو اللہ تعالیٰ حقیقہً مخموم یعنی جوہر کی ہوئی خالص شراب سے نوازیں گے جبکہ باقی تمام اہل جنت کو یہ شراب نوش کرائے جانے کا کہیں ذکر نہیں فرمایا باقی اہل جنت کی شراب پر ابرار کی شراب کو چشمہ تسنیم کی شراب پر ملائے جانے کیساتھ فضیلت بخشی ہے جبکہ مقربین کی شراب خالص تسنیم ہے واضح ہے کہ جنت کی نہریں فضیلت میں تفاوت ہیں سب سے افضل نہر تسنیم ہے اور اہل جنت میں سب سے افضل مقربین ہیں۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ کسی شراب میں دوسری شراب اس لیے ملائی جاتی ہے کہ اس کے نشے کو دوبالا اور دوچند کر دیا جائے۔ گویا پہلی شراب میں ایک طرح کی کمی رہ گئی تھی جو دوسری شراب کی ملاوٹ سے پوری کر دی گئی مگر اس خالص شراب تسنیم کی کیا بات ہے کہ جس میں خود اس قدر لذت و مستی ہو کہ دوسری شراب ملائے کی ضرورت ہی نہ رہے۔

ابرار و مقربین کی شراب میں یہی فرق ہے کہ ابرار ملاوٹ والی شراب

پیتے ہیں جبکہ مقربین خالص شراب تسنیم سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔
(اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا شَرْبَهُ)

ابرار و مستربین کے اعمال و وظائف کا فرق

مجتہدین طریقت کے نزدیک اعمال کی دو قسمیں ہیں۔

اعمال ابرار اور اعمال مستربین

دونوں کا اجمالی نقشہ حسب ذیل ہے۔

ابرار کے اعمال سے مقصود امتثال امر اور حصول ثواب ہوتا
اعمال ابرار ہے۔ وہ تکرار اسم ذات و نفی اثبات کی کثرت سے عالم وجوب
کی جانب عروجی منازل طے کرتے ہیں اور نفلی روزوں کی کثرت کرتے ہیں تاکہ نفس
کے مغلوب ہونے سے کسر شہوت ہو جیسا کہ حدیث میں ہے **خِصَاءُ اُمْتٍ**
الصِّيَامُ اسی طرح وہ بطریق سلوک اعمال بجالاتے ہیں تاکہ تزکیہ عناصر و تصفیہ
نفس حاصل ہو ان کے نزدیک زہد و ریاضت اور جہاد بالنفس بنیادی طریقہ ہے
مقربین کے نزدیک اعمال سے مقصود امتثال امر اور حصول
اعمال مقربین ثواب کے علاوہ درجات فنا و بقا کے ذریعے رضائے

الہی کا حصول ہوتا ہے۔ وہ تکرار اسم ذات و نفی اثبات کے ساتھ کثرت تلاوت
داخل نماز و خارج نماز سے بھی کام لیتے ہیں تاکہ عالم وجوب کے ظلال کی
گرفتاری سے رہائی پا کر عروج کے بعد نزول اور فنا کے بعد بقا سے متحقق ہوں۔ وہ
نفلی روزوں کی بجائے نفلی نمازوں کی کثرت کرتے ہیں تاکہ وصل و قربت کا حصول ہو
وہ بطابق حدیث قدسی **لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ** بطریق

جذب اعمال کی ادائیگی کا طریقہ اختیار کرتے ہیں تاکہ معرفت و حقیقت اور مشاہدہ حق جلدی حاصل ہو جائے ان کے نزدیک فنا و بقا بنیادی طریقہ ہے۔
مولانا روم مست بادۂ قیوم علیہ الرحمۃ نے دونوں کے اعمال کو ایک ہی شعر میں بیان فرمایا ہے۔

سیر ز احد ہر شبے یک روزہ راہ
سیر عارف ہر دمے تا تحت شاہ

حاصل یہ کہ ابرار کے اعمال و وظائف بمنزلہ جسم و ظل ہیں اور مقربین کے اعمال و وظائف بمنزلہ روح و اصل ہیں اسی لیے عارفین کے نزدیک ابراہیم کی نیکیاں مستدین کے گناہ شمار کی جاتی ہیں۔

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ کا مفہوم

صوفیاء کرام اور اہل علم و حال نے اس مقولہ کے متعدد مفہوم بیان فرمائے

ہیں۔

پہلا مفہوم جو امور ابرار کے نزدیک بدعتِ حسنہ ہیں وہ مقربین کے نزدیک بدعتِ سیئہ کہلاتے ہیں جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کُلُّ بِذَعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ کُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ گویا مقربین بدعتِ حسنہ اور سیئہ کی طرف تقسیم کے قائل نہیں ہوتے وہ ہر بدعت کو سیئہ قرار دیتے ہیں۔
دوسرا مفہوم ابرار کا نسیان مقربین کے لیے عصیان ہے جیسا کہ فَتَنَسِيْهُ اٰدَمُ لَهٗ اور وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ لہ کے کلمات میں نسیان کو عصیان کے عنوان سے تعبیر فرما کر حزن و ندامت کی راہ سے آدم علیہ السلام کی جلالی

ترتیب فرمائی گئی تاکہ عبدیتِ آدم علیہ السلام خلافتِ الہیہ کا بوجھ اٹھاسکے۔
 ابرار کے نزدیک جو مقام قرب و وصل کہلاتا ہے مقررین کے
 لیے وہ مقام حجاب و فصل ہوتا ہے جیسا کہ عارفِ رومی رحمۃ
 اللہ علیہ نے فرمایا:

وصلتِ عامہ حجابِ خاصداں
 طاعتِ عامہ گستاخِ خاصگاں

چوتھا مفہوم
 ابرار کی عبادت میں عذاب کا خوف اور ثواب کا طمع مطلوب
 ملحوظ ہوتا ہے جبکہ مقررین کی عبادت کا منشاء رضائے حق و
 محبت ذاتی ہوتا ہے اور پس۔ پس اس اعتبار سے ابرار کے اعمال مقررین کے
 اعمال کے مقابلے میں سیئات کہلاتے ہیں۔
 کیونکہ ابرار کی نیکیاں من و تجربہ حسانت ہیں اور من و تجربہ سیئات جبکہ مقررین کی
 نیکیاں من کل الوجہ حسانت محضہ ہیں۔

جن کا عمل ہے بے عرض ان کی جزا کچھ اور ہے
 خور و خیام سے گزر بادہ و جام سے گزر

بلیہ نمبر ۴
 البتہ مقررین بھی مرتبہ نزول و بقا کی تکمیل کے بعد خوف اور طمع
 کی کیفیات سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں لیکن ان کا خوف اور
 طمع نفس کی آلائش سے متبرک ہوتا ہے ان کا خوف اللہ کے غضب و ناراضگی سے
 ہوتا ہے اور ان کا طمع اللہ کی رضا کے لیے ہوتا ہے گویا وہ دوزخ سے اس لیے
 ڈرتے ہیں کہ وہ اللہ کے غضب کا محل ہے اور جنت کا اس لیے طمع رکھتے ہیں
 کہ وہ اللہ کی رضا کا محل ہے۔

پانچواں مفہوم قرب کے اعتبار سے ابرار کا درجہ ماضی یعنی عمل متروک مقررین کے نزدیک درجہ مابعد یعنی عمل ماضی کی نسبت سے ذنب

کہلاتا ہے اور وہ اس پہلے درجہ سے استغفار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ

دوسری جگہ ارشاد فرمایا

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا :

أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً ۖ ترجمہ : میں دن رات میں ستر (۷۰) بار سے زیادہ استغفار کرتا ہوں۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے۔ سو (۱۰۰) بار استغفار کرتا ہوں

◎ آیات بالا اور حدیث میں ذنب سے مراد گناہ نہیں اور استغفار فرمانا مصیبت کی وجہ سے نہیں کیونکہ نبی مصوم ہوتا ہے یہاں ذنب کا اطلاق مجازاً ہے اور اس پر بھی ذنب کے ذکر سے پہلے مغفرت کی بشارت ہے تاکہ قلب محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اطلاق مجازی کا بھی قلق و ملال نہ رہے۔

بَیِّنَات

حضور کا فعل عبادت تھا یہاں آپ کے فعل متروک کو مجازاً ذنب فرما کر اس کے مقابلے میں آپ کے فعل ماضی کو زیادہ فضیلت و اہمیت دی گئی ہے اور درجہ

ما سبق (فعل متروک) سے درجہ مابعد فعل مامور تک پہنچنے میں جو چیز حاجب مانع تھی اس کو ذنب سے تعبیر فرما کر استغفار کا حکم فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ
وَلَا خَيْرَ لَكَ مِنْ الْأُولَىٰ سے ظاہر ہے کہ ہر آنے والی ساعت
آپ ﷺ کے حق میں پہلی ساعت سے زیادہ بہتر اور قرب والی تھی اور آپ ہر
آنے والے مرتبے پر فائز ہو کر گزشتہ مرتبے سے توبہ کرتے تھے تاکہ حسن سے حسن
اور صواب سے اَصْوَب کی طرف رجوع ہو جائے۔

◎ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ توبہ تین طرح کی ہے۔

عوام کی توبہ خواص کی توبہ اہل سیارہ کی توبہ
عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے اور
نبیوں کی توبہ پچھلے مقام سے ہوتی ہے۔

◎ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پر شرف بہ کلامی اور بے ہوشی سے ہوش
میں آنے کے بعد سب سے پہلا کلام یہ کیا تھا تَبَّتْ إِلَيْكَ (اے اللہ) میں توبہ کرتا
ہوں سیری طرف۔

قارئین کرام غور فرمائیں! یہ بظاہر مقام شکر تھا نہ کہ مقام توبہ لیکن جب موسیٰ علیہ السلام
سے اس توبہ کی حقیقت معلوم کی گئی تو آپ نے فرمایا رَبِّ اَرِنِي مَا لَبِثْتُ دَارِہ سے اور
طلب صاحب اختیار ہونے کی علامت ہے حالانکہ محبت صاحب اختیار نہیں ہوتا
اس لیے میں دعویٰ محبت کے باوجود صاحب اختیار بننے سے توبہ کرتا ہوں۔

گویا آپ کی نظر میں رَبِّ اَرِنِي کا مطالبہ دعوائے محبت کے منافی تھا اس لیے توبہ فرمائی
◎ اہل عرفان کے نزدیک سالک کا ایک مقام پڑھ سے رہنا گناہ ہے۔ اس مقام
سے اس کو آگے بڑھنا چاہیے اور سیر سے طیر کی قوت حاصل کرنی چاہیے۔ مرتبہ اسفل

سے ترقی کر کے مرتبہ اعلیٰ پہنچنا اس راہ میں فرض ہے ورنہ سلوک نامتام رہے گا۔
اسی لیے حکم ہے **فَقِضُوا إِلَى اللَّهِ سَبِيلَكُمْ** اور **سَبِيلُكُمْ** یعنی
اللہ کی طرف دوڑو اور مغیرہوں سے آگے سیر کرو۔

مَنْ لَمْ يَكُنْ لِلْوَصَالِ أَهْلًا فَكُلُّ أَحْسَانِهِ دُنُوبٌ
مذکورہ بالا تمام مثالیں حسنات الابرار سیئات المقرین کے مفہوم کی وضاحت
کرتی ہیں۔ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ بِالْعُتُوبِ

متن میر سید شاہ حسین در مشغولی خود چنان
دیدند کہ گویا بدروازہ کلان رسیدہ است
میگویند کہ دروازہ حیرت است درون او کہ نظر میکنم
حضرت ایشان را و تزلزل می نمود ہر چند سعی میکنم
کہ خود را درون اندازم پائے من یاری نمیکنند

ترجمہ میر سید شاہ حسین نے اپنے مراقبہ میں یوں دیکھا کہ گویا ایک بڑے دروازے پر
پہنچا ہے وہ کہتا ہے کہ وہ دروازہ حیرت ہے اس کے اندر جو نظر کرتا ہے حضور کو اور
اس خاکسار کو دیکھتا ہے اور ہر چند کوشش کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اس کے اندر ڈالے
لیکن اس کے پاؤں ساتھ نہیں دیتے۔

شرح

اس جملے میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے مُرشد برحق حضرت خواجہ

باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنے ایک یار میر سید شاہ حسین کے مراقبے کا اجمالی منظر پیش کر رہے ہیں جس سے مقصود اپنے یاروں کے احوال باطنی کا تجزیہ اور ان کے متعلق حصول آگاہی اور تربیت و اصلاح کا معاملہ آگے بڑھانا ہے۔

میر سید شاہ حسین نے جو میر باطنی کے دوران حضرت خواجہ بیگز علیہ الرحمۃ اور حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کو دروازہ حیرت کے اندر مشاہدہ کیا اور خود کوشش کے باوجود اس دروازے کے اندر قدم نہیں رکھ سکا غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی مقام حیرت تک رسائی حاصل نہیں کر سکا جبکہ آپ دونوں حضرات مرتبہ حیرت پر فائز المرام ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

مقام حیرت یہ طریقت کا انتہائی مقام ہے جس کا مطلب انکشاف حقیقت پر حیران ہو جانا ہے۔ حدیث میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ زِدْنِیْ تَحْقِیْرًا فِیْکَ اے اللہ مجھے اپنی ذات میں حیرت کی فراوانی عطا فرما۔ صوفیائے اس کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔
حیرت مذمومہ اور حیرت محمودہ

حیرت مذمومہ یہ حیرت جہالت کا تسبیحہ ہوتی ہے اور تنزلی کا سبب بنتی ہے

حیرت محمودہ یہ حیرت علم کا تسبیحہ ہوتی ہے اور عروج و ترقی کا سبب بنتی ہے
اہل طریقت نے اس کے مختلف مفہوم بیان فرمائے ہیں۔

◎ سالک پر اچانک طاری ہونے والی کیفیت ہے جو قلب عارفین پر تاملِ حُضُوْر اور غور و فکر کرنے کے وقت وارد ہوتی ہے اور انہیں تاملِ حضور اور غور و فکر سے دُور لے جاتی ہے۔

○ واسطی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں اچانک طاری ہونے والی حیرت، حیرت سے منہ پھیر کر حاصل ہونے والے سکون سے کہیں بلند تر ہے۔

○ سالک کا مرتبہ احدیت میں محو ہونا اور تجلی اہم ”ہو“ کا مشاہدہ کرنا حیرت ہے۔

○ معرفت کی آخری منزل جہاں عارف مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ کا اقرار کرتا ہے اور تجلیات بلا کیف و جہت اور مشاہدہ بلا حجاب کی وسعت سے بہرہ یاب ہوتا ہے صوفیاء اس مقام کو فنائے جذبہ سے بھی تعبیر فرماتے ہیں۔

○ عارف کا پہلا درجہ حیرت سے شروع ہوتا ہے اور آخری درجہ بھی حیرت پر تمام ہوتا ہے۔ پہلی حیرت شکرِ نعمت میں ہوتی ہے اور دوسری حیرت فکر و صلت میں ہوتی ہے گویا صاحبِ حیرت کا حال کچھ اس طرح ہوتا ہے۔

بہ ثواب اہل جنت بہ عقاب اہل دوزخ
من ازیں میاں ندانم کہ کیا نم از گد امان
خواب عطار فرماتے ہیں کہ

کارِ عالم حیرت است وغیرت است
حیرت اندر حیرت اندر حیرت است
گشتہ حیرت شدم یکبارگی
من ندانم چہ راہ جز بے چارگی

دفترِ اولِ مکتوب (۴)

مکتوبِ رائے

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی قدس العزیز



موضوعات

ذات، صفت، شیونات اور اعتبار کی تعریفات
دوار و ظلال کا بیان ، حقیقتِ محمدیہ کا تفصیلی بیان
حدیثِ نور و لولاک کی تحقیق و تخریج ، حقیقتِ کعبہ
حقیقتِ قرآن کا تفصیلی بیان ، حقیقتِ رمضان

مکتوب - ۴

متن قدومِ ماہِ مبارکِ رَمَضانِ مُبارک باشد این ماہ را
 باقرآن مجید کہ حاوی جمیع کَمالاتِ ذاتی و شَیوَنی است
 و داخلِ دائرہٴ اصلِ ست کہ بیچِ ظِلّیتِ باورِ اہِ نیافتہ
 است و قابِلِیتِ اُولیٰ ظِلِّ اوست مناسبتِ تمام

ست۔

ترجمہ : ماہِ مبارکِ رَمَضانِ شریف کا آنا مبارک ہو، اس مہینے کو قرآن مجید کے
 ساتھ جو تمام ذاتی اور شیونی کمالات کا جامع ہے اور اُس دائرہٴ اصل میں ہے جس میں
 کسی ظلیت کو راہ نہیں اور قابلیتِ اُولیٰ (حقیقتِ فخریہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات) اس
 کا ظل ہے بڑی مناسبت ہے۔

شرح

زیرِ نظر مکتوبِ علوم و معارف کا بحرِ ناپید کنار ہے اور شکلِ ترین مکتوبات میں سے
 ہے۔ اس مکتوب کے مباحثِ اصلیہ میں داخل ہونے سے پہلے چند مصطلحات کی
 توضیحاتِ مذکور قارئین ہیں تاکہ اصل مکتوب کا مفہوم واضح ہو سکے۔

ذاتُ الشَّیْءِ نَفْسُهُ وَعَيْنُهُ یعنی کسی شے کی ذات اس کے
 نفس اور عین کو کہا جاتا ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ”وجودِ حق بلا

ذات

اعتبار صفات و تعینات " کو ذات کہا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا وجود مطلق جو صفات و تعینات کے اعتبارات سے برتر ہے۔

اہل تصوف کے نزدیک ذاتِ حق، ذاتِ سازج، ذاتِ بحت، ذاتِ صر ذاتِ واجب، ذاتِ موصو، لاتعین، معبودیتِ صرفہ، باطن، غیب الغیب، مبدار فیاض، حضرت اجمع، حضرت الوجود، ازل الازال، مرتبہ الہویۃ، الغیب المسکوت عنہ، عین الکافور، مجہول النعت، مرتبہ ذات ہی کی مختلف تعبیرات و اصطلاحات ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں :

ذات و صفات

ذات آنست کہ قائم بنفسہ باشد و صفات قائم باولہ یعنی ذات اس کو کہتے ہیں جو خود اپنے نفس کے ساتھ قائم ہو اور صفات جو اسی ذات کے ساتھ قائم ہوں لیکن ذات پر وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہوں۔
ہی الامارۃ اللازمۃ بذات الموصوف الذی یعرف بہا یعنی صفت ایک ایسی علامت ہے جو کہ موصوف کی ذات کے ساتھ لازم ہے اور موصوف کی پہچان کا ذریعہ ہے۔

بلیۃ نمبر ۱

علماء حق اہل سنت وجود و صفات کے قائل ہیں اور ان کے وجود کو ذات کے وجود پر زائد سمجھتے ہیں معتزلہ، شیعہ اور حکماء صفات کی نفی کے قائل ہیں اور صفات کو عین ذات کہتے ہیں متاخرین صوفیاء میں سے بعض حضرات جو وحدت الوجود کے قائل ہیں صفات کی نفی کے مسئلہ میں معتزلہ اور حکماء کے ساتھ متفق ہیں۔

جمہور متکلمین اہل سنت کی تحقیق کے مطابق صفات لاہو ولا غیرہ ہیں یعنی صفات ذات کے لیے نہ عین ہیں نہ غیر ہیں لہذا ذات و صفات کے درمیان

غیرت اور عینیت کا اطلاق کرنا منع ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ کا بھی یہی ملک ہے۔

جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے ملاحظہ فرمائیں :

بعض مشائخ نے جو واجب تعالیٰ جل شانہ کی صفات کے (الگ) وجود سے انکار کر دیا ہے اور انہوں نے صفات کو خارج میں عین ذات کہہ دیا ہے تو اس کی جو یہ ہے کہ یہ حضرات تجلیات صفاتیہ کے مرتبہ میں ہیں۔ صفات ان کے لیے ذات جل شانہ کے مشاہدے کے آئینے بن گئی ہیں اور آئینہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ خود دیکھنے والے کی نظر سے مخفی ہو جاتا ہے (اور وہی چیز نظر میں آتی ہے جو آئینے کے بالمقابل ہوتی ہے) لہذا صفات لامحالہ آئینہ بن جانے کے حکم کی وجہ سے ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئی ہیں اور چونکہ صفات انہیں نظر نہیں آتیں اس لیے وہ فیصلہ دیتے ہیں کہ وہ خارج میں عین ذات ہیں اور علم کے مرتبہ میں جو انہوں نے ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ صفات کی مغایرت (غیر ہونا) ثابت کی ہے تو وہ محض اس بناء پر ہے تاکہ بالکل یہ صفات کی نفی لازم نہ آجائے اور اگر یہ بعض حضرات اس مقام سے اور اوپر پہنچ جاتے اور ان کا شہود صفات کے ان آئینوں سے باہر نکل جاتا تو وہ حقیقت حال کو جو کچھ کہہ جان لیتے اور سمجھ جاتے کہ علماء اہل سنت کا یہ فیصلہ صحیح اور واقعہ کے مطابق اور فانوس نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والیتہ سے ماخوذ ہے کہ صفات الگ موجود ہیں اور وہ ذات پر زائد ہیں۔

شیونات جمع الجمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد شان ہے اور شیون اس کی جمع ہے۔ شان کا معنی حال اور امر ہے۔ آیت مبارکہ کُلِّ

یَوْمَ هُوَ فِي شَأْنٍ اس مرتبہ اور اصطلاح کی اصل ہے۔
 اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے پر تجلّی فرماتا ہے تو اس تجلّی کو حق کے اعتبار سے
 شان الہی کہا جاتا ہے اور بندے کے اعتبار سے حال کہتے ہیں۔
 © حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ شیونات کی تعریف میں رقم طراز
 ہیں۔ اُردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شیونات اس کی ذات کی فرع ہیں اور اس کی صفات ان شیونات
 پر ہی متفرع ہیں اور اس کے اسماء جیسے خالق و رزق وغیرہا صفات پر متفرع ہیں
 اور اس کے افعال ان اسماء پر متفرع ہیں اور تمام موجودات افعال کے نتائج ہیں اور
 ان ہی پر متفرع ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے) پس معلوم ہو گیا کہ شیون اور چیز ہیں
 اور صفات اور چیز اور شیون خارج میں عین ذات ہیں اور صفات خارج میں ذات
 پر زائد ہیں۔

نیز حضرت امام ربّانی قدس سرہ مزید فرماتے ہیں :
 وہ فیض جو حق تعالیٰ کی طرف سے سالک کو پہنچتا ہے دو قسم کا ہے ایک قسم
 وہ ہے جس کا تعلق ایجاد (موجود کرنا) ابقا (باقی رکھنا) تخلق (پیدا کرنا) تزیق (رزق
 دینا) احیاء (زندہ کرنا) امانت (مارنا) وغیرہا کے ساتھ ہے اور دوسری قسم وہ ہے
 جو ایمان، معرفت اور مراتب ولایت و نبوت کے تمام کمالات سے متعلق ہے۔
 پہلی قسم کا فیض سب کو صفات کے ذریعے سے آتا ہے اور دوسری قسم کا فیض بعض
 کو صفات کے ذریعے سے اور بعض کو شیونات کے واسطے سے آتا ہے اور صفات
 و شیونات کے درمیان بہت باریک فرق ہے جو محمدی المشرّب اولیاء کے علاوہ کسی
 پر ظاہر نہیں ہوا اور نہ ہی کسی اور نے اس کی نسبت کلام کیا..... اس بیان کو ہم ایک

مثال سے واضح کرتے ہیں مثلاً پانی بالطبع اُپر سے نیچے کو آتا ہے یہ طبعی فعل اس میں حیات، علم، قدرت و ارادہ کا اعتبار پیدا کرتا ہے کیونکہ صاحبانِ علم اپنے ثقل کے باعث بتقصائے علم اُپر سے نیچے کو آتے ہیں اور فوق کی طرف توجہ نہیں کرتے اور علم حیات کے تابع ہے اور ارادہ علم کے تابع ہے۔ اس طرح قدرت بھی ثابت ہوگئی کیونکہ ارادہ میں اخذ المقدورین (دو مقدوروں میں سے ایک کو اختیار کرنا) کی تخصیص ہے پس یہ اعتبارات جو پانی کی ذات میں ثابت کیے جاتے ہیں بمنزلہ شیونات کے ہیں اگر ان اعتبارات کے باوجود پانی کی ذات میں صفاتِ زائدہ ثابت ہو جائیں تو وہ وجودِ زائدہ کے ساتھ صفاتِ موجودہ کی طرح ہوں گے۔ پانی کو پہلے اعتبارات کے لحاظ سے حتیٰ، عالم، قادر اور مُرید نہیں کہہ سکتے۔ ان اسموں کے ثابت کرنے کے لیے صفاتِ زائدہ کا ثابت کرنا ضروری ہے۔

لہذا جو کچھ بعض مشائخ کی عبارات میں پانی کے متعلق مندرجہ بالا اسموں کے ثبوت میں واقع ہوا ہے ان کی بنیاد شیون و صفات میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ہے اور اسی طرح صفات کے وجود کی نفی کا حکم بھی اس فرق کے معلوم نہ ہونے پر محمول ہے اور شیون و صفات کے درمیان دوسرا فرق یہ ہے کہ مقامِ شیون صاحبِ شان کا موجب (رُوبرو) ہے اور مقامِ صفات ایسا نہیں ہے۔

مقامِ شیون مواجہہ ذات ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ کی نظر میں شیون و صفات کے درمیان فرق کی بنیاد یہ ہے کہ جو حضرات صرف شہودِ صفات تک پہنچے ہیں وہ ابھی مرتبہ ذات تک وصول کی سعادت سے مشرف نہیں ہوئے اور جو شہودِ شیونات کے مرتبے سے شاد کام ہیں انہیں وصولِ ذات کا مرتبہ بھی حاصل ہے کیونکہ شیونات ذاتِ حق تعالیٰ پر

زائد نہیں اور نہ ہی ان کا وجود خارجی ثابت ہے لیکن صفات ذات پر زائد ہیں اور وجود خارجی بھی رکھتی ہیں لہذا یہ صفات میں تعلقات صفات پیش نظر ہوتے ہیں اور وہ ممکنات ہیں اس مرتبے میں عارف مرتبہ ذات سے دور رہتا ہے کیونکہ یہ مقام صفات کا ہے۔ لیکن مقام شیون مرتبہ ذات تک وصول کا نام ہے لہذا مقام شیون کو مواجہہ ذات قرار دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

اعتبار ذات کے لیے حکم ثابت جو ذات کے ساتھ قائم ہو ذات کا اعتبار کہلاتا ہے۔ حکم ثابت یہ ہے کہ **هُوَ النَّظَرُ فِي الْحُكْمِ الثَّابِتِ أَنَّهُ لَا يَأْتِي مَعْنَى ثَبَتِ وَالتَّحَاقُّ نَظِيرِهِ بِهِ وَهَذَا عَيْنُ الْقِيَاسِ** یعنی وہ حکم جو پہلے سے ثابت ہے اس میں باقی طور غور و فکر کرنا کہ اس حکم کی علت معلوم ہو جانے پر دوسری چیز میں وہی علت معلوم کر کے وہ حکم ثابت اس چیز میں بھی ثابت کیا جائے اسی کا نام قیاس ہے۔

بلینہ نمبر ۲ ذات کے ساتھ صفات کے قیام سے مراد قیام بلا کیف ہے اور انضمام و انتزاع سے مستثنیٰ ہے۔ شیونات اور اعتبارات وجود خارجی نہیں رکھتے لہذا امور منتزاعہ سے ہیں۔ اسی وجہ سے اعتبارات کا مقام شیونات کے مقام سے بلند ہے اور شیونات کا مقام صفات کے مقام سے بلند ہے یعنی صفات اور شیونات کے مقامات سالک کے اور اک میں آسکتے ہیں لیکن اعتبارات کے مرتبے قُرب ذات بحت کی وجہ سے عارف کے اور اک سے وُرا رہیں۔

دوائر و ظلال

واضح ہو کہ مجتہدین طریقت نے دائرے کی اصطلاح تفہیم مقامات کے لیے

وضع فرمائی ہے چونکہ قُرب الہی کے مراتب و مقامات لاتعداد ہیں لیکن سالک کو عالم مثال میں کشف کی نظر سے وہ تمام مراتب و مقامات ایک دائرہ کی طرح نظر آتے ہیں اور سالک اپنے آپ کو عالم مثال میں اس طرح دیکھتا ہے کہ گویا وہ سیر کر رہا ہے اور دم بدم ترقی کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ خلال کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے اور سیر عروجی کرتے ہوئے اپنی اصل کو پہنچ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ان مراتب قُرب کے لیے دائرے کا لفظ بولا جاتا ہے اور اپنی اصل کی طرف ترقی کو سیر کہا جاتا ہے۔

◎ جس طرح دائرہ ہر طرف سے برابر ہوتا ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا ایک سر اکھاں ہے اور دوسرا کہاں ہے؟ اسی طرح قُرب کے مقاموں اور مرتبوں کی بھی کوئی حد معلوم و مفہوم نہیں ہوتی سالک کو دائرہ کے اندر چکر لگانے والے کی طرح یہاں سوائے تعجب اور حیرت کے کچھ پتہ نہیں چلتا۔

◎ حکمت الہیہ کے تحت ظاہر و باطن کی دونوں آنکھیں دائرے کی طرح گول واقع ہوتی ہیں۔ آنکھ کی پتلی بھی دائرے کی مانند ہے لہذا سالک کی نظر جب عالم امکان و وجوب کے مراتب پر پڑتی ہے تو وہ تمام مراتب و مقامات آنکھوں کی گولائی کی طرح گول نظر آتے ہیں۔ سالک مقامات کی اسی گولائی کی وجہ سے ان کو دائرے کا نام دیتے ہیں۔

◎ صوفیائے کرام نے راہ سلوک کے ہر مرتبے کو دائرہ قرار دیا ہے کیونکہ حلقہ مفرغہ کا ہر حصہ اول و آخر، بالا و پست اور یمن و یسار ہو سکتا ہے اور دائرہ کی یہی صفت ہوتی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

دائرۂ اصل

صوفیاء کرام کے نزدیک دائرۂ اصل سے مُراد ذات کے اسماء و صفات اور شیلومات و اعتبارات کے مراتب ہیں۔ اس دائرے کا تعلق عالم وجوب سے ہے یہ مرتبہ کسی لفظ، عبارت، اشارے یا کائنات کے ذریعے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس

مرتبے میں سالک کو سیر علی واقع ہوتی ہے۔ اس سیر کا نام سیر فی اللہ ہے۔

دائرہ ظلال

صوفیاء کرام کے نزدیک تمام موجودات، اسماء و صفات باری تعالیٰ کے ظلال ہیں اور اسماء و صفات کی طرح ان کے ظلال بھی بے انتہا ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ یعنی جو تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔

جب سالک اسماء و صفات کے ظلال سے اسماء و صفات کی طرف سیر کرتے ہوئے دائرہ ظلال میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنی اصل کو پہنچ جاتا ہے تو اس سیر کو سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ دائرہ ظلال کو دائرہ اسماء و صفات، دائرہ ممکنات اور دائرہ ولایت صغریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :
ظلال کا مفہوم غلّ شی عبارت از ظهور شی است اگرچہ بشبہ و مثال باشد در مرتبہ دوم

یعنی غلّ شی سے مراد اس شی کا دوسرے مرتبے میں ظہور ہے اگرچہ شبہ اور مثال کے طور پر ہو۔

حضرت قاضی شنائ اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اصطلاح صوفیاء میں یہاں غلّ سے سایہ مراد نہیں جس سے کمال لطافت میں معاذ اللہ نقص کا وہم پیدا ہو بلکہ ظلال مخلوقات الہی میں سے ان لطیفوں کو کہا جاتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات سے پوری پوری مناسبت ہے اور وہ مخلوق تک اسماء و صفات کا فیض

پہنچانے کے لیے واسطہ ہوتے ہیں انہی لطیفوں اور واسطوں کو آسانی کے ساتھ سمجھنے کے لیے ظلال کہہ دیا جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سالک سکھر و مدہوشی کے عالم میں ان لطیفوں کو ظلال سمجھ لیتا ہو۔

بعض صوفیاء نے فرمایا ظلال سے مراد تعلقاتِ صفات ہیں جیسے علم کا تعلق معلومات کے ساتھ اور قدرت کا تعلق مقدورات کے ساتھ ہے یا ظلال سے مراد صفات کی مثال اور نمونے ہیں جیسے زید کی صورت آئینے میں زید کی مثال اور نمونہ ہے۔

صوفیاء کے نزدیک ظلال سے مراد اسماء و صفات کے حجابات ہیں کیونکہ ظلالی ہیکلوں کی شکلوں نے ہی لوگوں کو ذات کی دید اور ملاحظہ سے روک رکھا ہے۔

اسماء و صفات کے ظلال ہی حق اور خلق کے درمیان حائل ہیں اگر یہ ظلال خالق اور مخلوق کے درمیان حائل نہ ہوتے تو ذات و صفات کی تجلیات کائنات کو جلا دیتیں جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے :

حِجَابُهُ التُّمُورُ وَفِي رِوَايَةٍ آبِي بَكْرٍ النَّارُ لَوْ كَشَفَهُ
لَا حَرَقَتْ سُجُجَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ
مِنْ خَلْقِهِ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے نور کے حجابات ہیں اور ابو بکر کی روایت میں نار کا لفظ ہے اگر وہ حجابات دور ہو جائیں تو ذات کی تجلیات جہاں تک پہنچیں مخلوق کو جلا کر رکھ دیں۔

بعض روایات میں ہے دُونَ اللَّهِ سَتَعُونَ أَلْفَ حِجَابٍ

مِنْ نُورٍ وَظُلْمَةٍ اِلَیْهِ
یعنی اللہ تعالیٰ کے نور و ظلمت کے ستر ہزار حجابات ہیں۔

بلیکات

لغت عرب کے محاورہ میں سَبْعُونَ کا لفظ کسی تعداد کی کثرت کو ظاہر کرنے کے لیے بولا جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ نور و ظلمت کے پردے صرف ستر ہزار ہی ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

◎ حدیث میں جن حجابات کا ذکر ہے صوفیائے کرام کے نزدیک ان سے مراد ظلال ہیں تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر ظلال نہ ہوتے تو مخلوق اپنے ضعیف استعداد اور پستی مرتبہ کی بنا پر ذات و صفات حق تعالیٰ کے جلال و جبروت کی تاب نہ لا سکتی اور بموجب آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ ؕ (اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے) بغیر واسطہ ظلال و حجابات اقتباس فیض کی استعداد و صلاحیت نہ رکھنے کی وجہ سے بالکل نیست و نابود ہو جاتی۔

◎ صوفیائے عظام نے اسی حدیث کی روشنی میں فرمایا ہے کہ مومنوں کے مبادئی تعینات نور کے حجاب ہیں جو اہم الٰہادی کے ظلال ہیں اور کافروں کے مبادئی تعینات ظلمت کے حجاب ہیں جو اہم المضل کے ظلال ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

◎ حضرت غوث الثقلین سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی اسی مضمون کی خبر دیتا ہے۔

حَرَقْتُ جَمِیْعَ الْحُجُبِ حَتّٰی وَصَلْتُ اِلٰی
مَقَامٍ لَقَدْ كَانَ جَدِّیْ فَاَدْنَانِیْ

یعنی میں نے تمام پردوں کو بھاڑ ڈالا یہاں تک کہ میں وہاں پہنچ گیا جہاں میرے جدِ امجد (ادوا) تھے تو انہوں نے مجھے قریب کر لیا۔
مطلب یہ ہے کہ میں نے ظلال کے تمام مرتبوں کو طے کر لیا جس کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں اور اس جگہ سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبادِ تعین پر پہنچ گیا جو کہ اسماء و صفات کے مرتبہ میں ہے اور اس کو ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں (واللہ اعلم)

مبادی تعینات

مبادِ افیاض ذاتِ حق تعالیٰ مبادِ فیاض ہے کیونکہ کائنات کی ہر شے اسی ذات سے ہر قسم کا فیض حاصل کر رہی ہے اور ہر چیز کی ابتداء اور انتہاء اسی کی طرف لوٹتی ہے۔
مبادِ تعین فیض کی مختلف صورتوں اور قسموں کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو مختلف اسموں اور صفتوں سے پکارا جاتا ہے ان میں سے ہر اسم اور صفت کو کسی نہ کسی مخلوق کے ساتھ خاص مناسبت ہوتی ہے اور وہ مخلوق اسی کے فیض سے دوسرے اسموں اور صفتوں کا فیض حاصل کرتی ہے اور وہی اصطلاح طریقت میں اس کے مرقی کہلاتے ہیں۔ بس یہی اسماء و صفات اس مخلوق کے مبادی تعینات ہیں لیکن یہ فرق ملحوظ رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات نبیوں اور فرشتوں کے مبادی تعینات ہیں اور ان اسماء و صفات کے ظلال دوسرے انسانوں اور باقی مخلوق کے مبادی تعینات ہیں۔

ذات اور ممکنات

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسماء و صفات، حقائقِ ممکنات ہیں اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے کا عین ہیں اسی طرح عین ذات ہیں جیسا

کہ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا

سُبْحَانَ مَنْ أَظْهَرَ الْأَشْيَاءَ وَهُوَ عَيْنُهَا

یعنی پاک ہے وہ جس نے اشیاء کو ظاہر کیا اور وہ ان کا عین ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک حقائق ممکنات عَدَمَات ہیں جو اسماء و صفات کے نقائص ہیں۔ آپ کے نزدیک عالم، خارج میں وجودِ ظلی کے ساتھ موجود ہے جس طرح اللہ تعالیٰ خارج میں وجودِ اصلی کے ساتھ موجود ہے۔ خارجی عالم اس کے وجودِ خارجی کا ظل ہے۔ لہذا عالم کو عین حق نہیں کہہ سکتے کیونکہ ظل شخصِ عین شخص نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظل کا ثبوت صرف وہم اور خیال میں ہے ان کے نزدیک ظل کو خارج کی ہوا تک نہیں لگی ہے۔ وہ خارج میں صرف احدیت مجرّدہ کا وجود تسلیم کرتے ہیں ان کے نزدیک صفاتِ ثمانیہ کا وجود بھی صرف خانہ علم میں ہے خارج میں نہیں وہ کثرتِ ہوہومہ کو وحدتِ موجودہ کا ظل قرار دیتے ہیں جبکہ علمائے اہلسنت نے صفاتِ ثمانیہ اور ممکنات کا اثبات خارج میں کیا ہے اور ممکن و واجب میں حمل کا انکار کیا ہے کیونکہ ممکن عین واجب نہیں ہو سکتا۔ متکامین اہلسنت کے نزدیک ممکنات ذات واجب تعالیٰ کا ظل نہیں ہیں بلکہ اسماء و صفات کے ظلال ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا بھی یہی موقف ہے۔

حَقَائِقُ سَبْعَہ

حقائق کے سات مراتب ہیں۔ ان کو حقائقِ سبعمہ کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں حقیقتِ محمدی، حقیقتِ احمدی، حقیقتِ ابراہیمی، حقیقتِ موسوی، حقیقتِ

کعبہ حقیقت قرآن اور حقیقت صلوٰۃ۔

پہلے چار حقائق کو حقائق کونیہ اور آخری تین حقائق کو حقائق الہیہ کہا جاتا ہے۔

حقیقت کعبہ حقائق کونیہ سے افضل ہے کیونکہ حقیقت کعبہ "ظہور تنزیہیہ" صرف ذات حق تعالیٰ ہے اور یہ مرتبہ وجوب ہے اور حقائق کونیہ ظہورات مراتب وجوب ہیں نہ کہ خود مراتب وجوب۔

اسی طرح حقیقت قرآن باعتبار مبدأ وسعت اور حقیقت صلوٰۃ باعتبار وسعت ذات ہونے کے حقیقت کعبہ سے بھی افضل ہیں۔

حقیقت کعبہ معظمہ

لغت میں لفظ حقیقت سے مراد ذات شیء یا کسی لفظ یا عبارت کا بنیادی مفہوم ہے۔ اصطلاح میں کسی شیء کی اصلیت، کُنہ، جوہر اور باطنی پہلو مراد ہے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک حقیقت سے مراد کسی شیء کا مبدأ تعین ہے جہاں سے وہ شیء فیض و تربیت پاتی ہے۔

حقیقت کعبہ کے متعلق صوفیائے کرام نے متعدد اصطلاحات استعمال فرمائی ہیں مثلاً حضرت الجمع، مرتبہ احدیت، مرتبہ وحدت، مرتبہ واحدیت، مرتبہ کُنہ، منظر الہ، حقیقت اعمدیہ، حقیقت محمدیہ، وجہ المحبوب، معبود اول، مرکز کائنات، سُرۃ الارض، اُم القری، مثال عرش مجید، تمثیل بیت معمور، دار الامان، مہبط وحی، قبلۃ المسلمین، مرجع انبیاء، مشہد اولیاء، منظر سجودیت و معبودیت، محل ظہور تنزیہیہ، صرف ذات حق تعالیٰ وغیرہا۔

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اِنِّی بَلَغَ مُقَامَ الْوَحْدَةِ الذَّاتِيَّةِ وَدَخَلَ الْحَضْرَةَ

إِلَٰهِيَّةَ بِالْفَنَاءِ الذَّاتِ الْكَائِنَةِ یعنی وہ وحدت ذاتیہ کے تمام میں پہنچ گیا اور حضرت الہیہ میں فنا کے ذاتی کلی کے ساتھ داخل ہوا۔
نیز فرمایا الْكَعْبَةُ حَضَرْتُ الْجَمْعُ یعنی کعبہ سے مراد حضرت الجمع ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حقیقت کعبہ عبارت از ذات بیچون واجب الوجود دست..... وشایان سجودیت وعبودیت ست کہ
یعنی حقیقت کعبہ سے مراد ذات حق تعالیٰ ہے جو سجدے اور عبادت کے لائق ہے۔

حقیقتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ

حقیقتِ محمدیہ اسمِ اعظم ہے
هِيَ الذَّاتُ مَعَ التَّعَيُّنِ الْأَوَّلِ وَهُوَ الْإِسْمُ الْأَعْظَمُ کہ

یعنی حقیقتِ محمدیہ وہ ذات ہے تعینِ اقل کے ساتھ اور وہی اسمِ اعظم ہے
عارف باللہ شیخ عبد الغنی نابلسی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح خطبہ دیوان ابن الفارض میں وَقَرَنَ اسْمُهُ الشَّرِيفَ بِأَعْظَمِ أَسْمَاءِ الْحُسْنَى کی شرح میں فرمایا۔ وَهُوَ اسْمُ اللَّهِ فَإِنَّهُ الْإِسْمُ الْأَعْظَمُ عَلَى مَا عَلَيْهِ الْأَكْثَرُ یعنی حضور ﷺ اللہ کا اسم ہیں پس بے شک وہ اسمِ اعظم ہیں اسی پر اکثریت کا اتفاق ہے۔

صوفیائے وجودیہ کے نزدیک ذاتِ لاہوت کے تنزلات کو تعبیری الفاظ میں اسما کہا جاتا ہے۔ مرتبہ ذات (التعین) کے بعد اسما

کے مراتب شروع ہوتے ہیں جن میں پہلا مرتبہ وحدت کا ہے باقی سارے مراتب کا ظہور اور ان کی بقا اسی مرتبہ سے وابستہ ہے۔ اللہ کا اسم اعظم بھی وحدت ہے اور آپ اللہ کے اسم اعظم کے ساتھ متحقق ہیں۔ اسی لیے اس مرتبہ کو اسماء کے مراتب کا اسم اعظم کہا جاتا ہے۔ وَاللَّهُ اعْلَمُ

فَالْحَقِيقَةُ الْمُحَمَّدِيَّةُ صُورَةٌ لِاسْمِ اللَّهِ الْجَامِعِ
لِجَمِيعِ الْأَسْمَاءِ الْإِلَهِيَّةِ لِأَنَّهُ صَاحِبُ الْإِسْمِ الْأَعْظَمِ
یعنی پس حقیقت محمدیہ تمام اسماء الہیہ کے جامع اسم اللہ کی صورت ہے۔
یہ حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم صاحب اسم اعظم ہیں۔

حضرت شیخ عبد الباقی شامی قدس
سِرِّہ تحریر فرماتے ہیں :

حقیقت سے مراد مبداء فیض ہے

قَالَ سَيِّدُنَا شَيْخُ الْمَشَائِخِ سَيِّدِي شَيْخُ آدَمُ قَدَّسَ
اللَّهُ سِرَّهُ إِنَّ حَقِيقَةَ الْمُحَمَّدِيِّ الذَّاتُ الْجَامِعَةُ الْمُنَزَّ
عَنِ التَّنْزِيلِ پس باید فہمید کہ اطلاق حقیقت بر چند وجہ است
درینجا مراد از حقیقت مبداء فیض است نہ حقیقتی کہ مرکب از
جنس و نوع باشد تا محل اعتراض گردد و ۲

یعنی ہمارے شیخ المشائخ شیخ آدم (نوری) قدس سِرِّہ نے فرمایا کہ حقیقت محمدی
ایک جامع ذات ہے جو ہر قسم کے تنزل (ذوال) سے پاک ہے پس جاننا چاہیئے
کہ حقیقت کا اطلاق کئی وجہ سے ہوتا ہے یہاں حقیقت سے مراد مبداء فیض ہے۔
وہ حقیقت مراد نہیں جو جنس اور نوع سے مرکب ہوتی ہے کہ اس پر اعتراض
کیا جاسکے۔

بیت نمبر ۵

حضرت شیخ آدم بنوری علیہ الرحمۃ خلیفہ حضرت امام ربانی مجدد
الف ثانی قدس سرہ کے نزدیک یہاں حقیقتِ محمدیہ سے مراد

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبداء فیض ہے اور آپ کا مبداء فیض مرتبہ شانِ اعلم
ہے جو شانِ جامع ہے اور شانِ اعلم کلی ہے ان کے نزدیک حقیقتِ محمدیہ کے لیے
تنزل کی اصطلاح محلِ نظر ہے خاص کر جبکہ تنزل سے زوال مراد لیا جائے۔ واللہ اعلم

حضرت شیخ عارف الصاوی رحمۃ اللہ
علیہ حضرت شیخ ابوالحسن الشاذلی رحمۃ

حقیقتِ محمدیہ نور ذاتی ہے

اللہ علیہ کی کتاب صلوٰۃ التَّوْبِ الرَّذَاقِ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اِنَّا مُحَمَّدِيْنَ التَّوْبِ
الرَّذَاقِ اِنِّیْ تَوْبُ ذَاتِ اللّٰهِ اَیِّ الَّذِیْ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی
بِلَا مَادَّةٍ لِاَنَّهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم مِفْتَاحُ
الْوُجُوْدِ وَمَادَّةٌ لِکُلِّ مَوْجُوْدٍ ۔

یعنی اے اللہ درود، سلام اور برکت نازل فرما ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پر جو نور ذاتی ہیں یعنی جو اللہ کی ذات کے نور ہیں یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر مادہ
کے پیدا فرمایا ہے کیونکہ آپ مفتاحِ وجود اور ہر موجود کے مادہ ہیں۔

نور ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ حقیقتِ محمدیہ کا وجود بغیر واسطہ کے اللہ
تعالیٰ کی ذاتی تجل سے ظاہر ہوا۔ واللہ اعلم

بیت نمبر ۶

حضرت سید عبد اللہ المیر
عفی رحمۃ اللہ علیہ تحریر

حقیقتِ محمدیہ کا اور اک ناممکن ہے

فرماتے ہیں :

فَلَمْ يَذَرِكْهُ مِنْ سَابِقٍ وَلَا لَاحِقٍ وَكَيْفَ
يَذَرِكُ مَنْ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ وَذَاتُهُ مِنْ

تُورِذَاتِ الرَّحْمَانِ وَمَنْ لَهُ كُلُّ مَرَاتِبِ الْإِحْسَانِ
وَهُوَ الْحَبِيبُ الْأَكْرَمُ وَالْمَخْصُوصُ بِالثَّجَلِ
الْأَعْظَمِ وَمِنْ هُنَا قَالَ بَعْضُ الْعَارِفِينَ رَحِمَهُمُ
اللَّهُ أَجْمَعِينَ لَوْ أَنْكَشَفْتَ حَقِيقَةَ الْمُحْكَمِيَّةِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْخَلْقِ لَا تَرْتَدُّوَاجْمَعِيَّةً

یعنی پس ہم میں سے کسی سابق اور لاحق نے حقیقتِ محمدیہ کا ادراک نہیں کیا اور آپ کس طرح ادراک میں آ سکتے ہیں حالانکہ آپ کا خلق قرآن ہے اور آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات کے نور سے ہے اور آپ کے لیے احسان کے تمام مراتب ہیں اور آپ حبیبِ اکرم ہیں اور ثجلیِ اعظم کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اسی لیے بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ اگر حقیقتِ محمدی خلق پر ظاہر ہو جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔

◎ شرح تعرف میں ہے :

قَالَ أَبُو يَزِيدَ لَوْ بَدَأَ لِلْخَلْقِ مِنَ النَّبِيِّ ذَرَّةٌ لَمْ
يَقُمْ مَا دُونَ الْعَرْشِ -

یعنی بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر مخلوق کے لیے نور نبی سے ایک ذرہ ظاہر ہو جائے تو جو کچھ عرش کے نیچے ہے قائم نہ رہ سکے۔

حقیقتِ محمدیہ ظہورِ اول و حقیقتِ الحقائق ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں :
حقیقتِ محمدی علیہ من الصلوٰتِ افضلُها ومن التسليماتِ

اَکْمَلُهَا کہ ظہورِ اول ست و حقیقۃً الحقائق است بآن معنی کہ حقائق دیگر چہ حقائق انبیاء کرام و چہ حقائق ملائکہ عظام علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ظلال اندر اور اول اصل حقائق ست قَالَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِیْ ☆

یعنی حقیقت محمدی علیہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا جو ظہورِ اول اور حقیقت الحقائق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے حقائق کیا انبیاء کرام کے حقائق اور کیا ملائکہ عظام علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقائق سب اس کے ظلال کی مانند ہیں اور وہ تمام حقائق کی اصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے اول خدا تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

۱۔ دفتر سوم مکتوب ۱۲۲

☆ تخریج و تحقیق حدیث نور و لولاک حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کا حدیث نور اور حدیث لولاک کا متعدد بار ذکر فرمانا اور ان سے استدلال کرنا آپ کے علمی اور تحقیقی مقام کے پیش نظر ان حدیثوں کی صحت لفظی، معنوی، فنی و دشمنی پر دلیل کافی ہے تاہم امت کے میل القدر محمدین اور آمر کرام کے نزدیک بھی یہ حدیثیں معتبر و صحیح و مسلمہ اور ثابت ہیں۔

◎ علامہ محقق امام عبد الغنی نابلسی (قطب شام) رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: قَدْ خُلِقَ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ نُورِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَمَا وَرَدَ بِہِ الْحَدِیْثُ الصَّحِیْحُ (الحدیث النذیۃ ص ۳۵ ج ۱) یعنی بے شک ہر چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بنی ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے۔

◎ حضرت علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ کے اُستاد و جلیل ہیں آپ نے حدیث نور کے صحیح ہونے کی تصریح فرمادی ہے۔

◎ حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: در حدیث صحیح وارد شدہ است اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِیْ (مدارج النبوة)

◎ اسی طرح حدیث جابر (جو حدیث نور کے ہم معنی ہے) بھی باعتبار روایت بالمعنی قدیماً و مدیناً تصانیف و کلمات ائمہ و محدثین و اولیاء و عارفین میں مذکور و مشہور و مطلقاً بالمقبول ہے۔

حدیث جابر حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے اُستاد

اسی مکتوب میں کچھ آگے تحریر فرماتے ہیں :

حقیقت محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ حقیقتہ الحقائق ست
 آنچہ در آخر کار بعد از طی مراتب ظلال برین فقیر منکشف گشتہ است تعین
 و ظہور حجتی است کہ مبداء ظهورات و فشار خلق مخلوقات است در حدیث
 قدسی کہ مشہور است آمدہ است کُنْتُ كُنْزًا مَخْفِيًا
 فَاحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِأُعْرَفَ

اقل چیزے کہ ازان گنجینہ مخفی بر منصفہ ظہور آمد حُب بوده است کہ سبب
 خلق خلایق گشتہ اگر این حُب نہ مے بود در ایجاد نہ مے کشود و عالم در
 عَدَم راسخ و مستقر مے بود بہر حدیث قدسی لَوْلَا كَلِمَا خَلَقْتُ
 الْاَفْلَاكَ رَاكِه در شان خاتم الرسل واقع ست علیہ وعلیہم الصلوٰت
 و التسلیمات اینجا باید حُب و حقیقت لَوْلَا كَلِمَا اَظْهَرْتُ
 الرُّبُوبِيَّةَ را درین مقام باید طلبید۔

ترجمہ : جو کچھ آخر کار مراتب ظلال کے طے کرنے کے بعد اس فقیر پر منکشف

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

اور امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ کے اُستاد الاستاذ حافظ الحدیث حضرت علامہ امام عبد الرزاق ابو کج
 بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مصنف" میں حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے
 روایت کی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا یا جابر اِنَّ اللہَ سَخَلَ قَبْلَ
 الْاَشْيَاءِ نُورًا نَبِيَّتَكَ مِنْ نُورِهِ یعنی اے جابر ابے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے
 پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

◎ امام بیہقی نے دلائل النبوة میں امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ ص ۴۴ ج ۱ مع شرح میں علامہ زرقانی نے
 شرح مواہب ص ۴۴ ج ۱ میں علامہ دیار بکری نے تاریخ خمیس میں علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے
 مدارج النبوة میں علامہ ابن حجر مکی نے فتاویٰ حدیثیہ میں علامہ فاسی نے طالع المرآت ص ۲۲۱/۲۲۹ میں

ہوا ہے یہ ہے کہ حقیقت محمدی جو حقیقۃً الکتائق ہے اس حُب کا تعین اور ظہور ہے جو ظہورات کا مبداء اور مخلوقات کی پیدائش کا فشار ہے جیسے کہ اس حدیث قدسی میں آیا ہے جو مشہور ہے ”میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا“ اول اول وہ چیز جو اس پوشیدہ خزانہ سے میدانِ ظہور میں آئی یہی حُب ہے جو مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی ہے۔ اگر یہ حُب نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالمِ عدم میں راسخ اور مستقر رہتا۔ حدیث قدسی لَوْلَا لَمْ أَخْلُقْتُ الْآفَلَآكِ، تو اگر نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا کے متر کو جو حضرت خاتم الرسل کی شان میں ہے اس جگہ ڈھونڈنا چاہیے اور لَوْلَا لَمْ أَخْلُقْتُ الرُّبُوبِيَّةَ، اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا کی حقیقت کو اس مقام میں طلب کرنا چاہیے۔

حقیقتِ محمدیہ تعینِ حُبّی اور تعینِ وجودی ہے
چند سطور کے بعد
مزید فرماتے ہیں؛
اول اعتبار کے کہ پیدائش از برائے ایجادِ عالم حُب ست بعد ازاں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

علامہ علی بن ربّان الدین سلمی نے سیرتِ حلبیہ میں، علامہ یوسف نجفی نے حجتہ اللہ علی العالمین اور انوارِ محمدیہ میں علامہ عمر بن احمد خرپوتی نے حقیقۃ الشہدہ میں اس حدیث کو نقل فرما کر استناد فرمایا اور بھی نے اس پر تعدیل و اعتماد فرمایا ہے۔ نیز یہ حدیث تَلَقَّيْ اَمْتُ بِالْقَبُولِ کا نصب کھتی ہے اور بلاشبہ صحیح، حسن، صالح، مستبول اور معتمد ہے۔

◎ واضح رہے کہ تقبی اُمّت بالقبول وہ عظیم منصب ہے جس کے بعد لائحۂ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ اگر سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی۔ اَوَّلُهُ اَحْمَدُ

حدیث لَوْلَا لَمْ أَخْلُقْتُ الْآفَلَآكِ اُمّہ حدیث نے تصریح فرمائی ہے کہ حدیث قدسی لَوْلَا لَمْ أَخْلُقْتُ الْآفَلَآكِ معناً ثابت ہے لیکن (لفظِ افلاک کے ساتھ) لفظاً ثابت نہیں۔

اعتبار وجود کہ مقدمہ ایجاد است چہ حضرت ذات راجل شانہ بے اعتبار
این حُب و بے اعتبار این وجود از عالم و از ایجاد عالم استغناست
إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ نَصْر قاطع است۔

ترجمہ: عالم کے ایجاد کے لیے پہلے جو اعتبار پیدا ہوا وہ حُب ہے بعد ازاں
اعتبار وجود جو ایجاد کا مقدمہ ہے کیونکہ حضرت ذات جل شانہ اس حُب اور اس
وجود کے اعتبارات کے بغیر عالم اور عالم کی ایجاد سے مستغنی ہے۔ ”بے شک
اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے غنی ہے“ آیت قرآنی اس پر نص قاطع ہے۔

نیز رقمطراز ہیں:

باید دانست کہ در تعیین اول کہ تعیین حُبّی است چون بدقت نظر کردہ
میشود بفضل اللہ سبحانہ معلوم می گردد کہ مرکز آن تعیین حُبّی است کہ
حقیقت محمدی است عَلَیْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَام۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ تعیین اول میں جو کہ تعیین حُبّی ہے جب بڑی باریک نظر

لہ العکروت ۶

بقیہ ماشیہ صفحہ گذشتہ

◎ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قَالَ الصَّنْعَانِ فِي إِتِكَ مَوْضُوعٍ
كَذَا فِي الْخُلَاصَةِ لَكِنْ مَعْنَاهُ صَحِيحٌ (موضوعات کبیر ص ۱۵۶)
◎ مولانا عبدالحی فرنگی علی قدس سرہ کہتے ہیں کہ حدیث بُرْد اور حدیث لَوْلَاک دونوں معنی ثابت ہیں اور
لفظاً ثابت نہیں۔

قُلْتُ تَظَنُّرُ أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي فِي عَدَمِ ثُبُوتِهِ لَفْظًا وَوَرَدَهُ مَعْنَى
مَا اشتهَرَ عَلَى لِسَانِ الْعَوَامِ وَالْخَوَاصِ مِنْ حَدِيثِ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتَ الْاَفْلَاكَ
(الآثار المفروضہ ص ۲۵)

توضیحات: شرح نخبہ الکرم ص ۸۲ پر علماء اصول حدیث کی یہ تصریح درج کی گئی ہے کہ حدیث کی روایت
بالمعنی جائز ہے۔

◎ بعض اصاح حدیث میں لَوْلَاک کے ساتھ اَفْلَاک کی بجائے لَفْظِ سَمَاء کی صراحت موجود ہے۔ علامہ محمد

سے دیکھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تعین کا مرکز حُب ہے جو حقیقت محمدی ہے۔ (آپ پر اور آپ کی آل پر صلوة و سلام ہو)

بقیہ نمبر حدیث کُنْتُ كُنْزًا مَخْفِيًّا سے معلوم ہوا کہ تعین جُتبی پہلا اعتبار ہے جو تخلیق کائنات کے لیے ظاہر ہوا اور تعین جُتبی کا مرکز حقیقت محمدیہ ہے اور حدیث لولاک سے ثابت ہوا کہ تعین وجودی دوسرا اعتبار ہے جو ایکجا دِ عالم کا مقدمہ بنا۔

گویا تعین وجودی، تعین جُتبی کا نخل ہے اور تعین جُتبی، تعین وجودی کے لیے واسطہ ہے۔ (مستدبر)

حقیقت محمدیہ شیخ اکبر کی نظر میں

حضرت شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ اور آپ کے تابعین صوفیائے وجودی کے نزدیک حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰت (جس کو تعین اقل اور تعین جُتبی کہا جاتا ہے) مرتبہ وعدت کا نام ہے اور تعین ثانی کو واحدیت سے تعبیر کرتے ہیں اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

بن یوسف صاحبی شامی فرماتے ہیں:

کِتَابُ شِفَاءِ الصُّدُورِ، لِابْنِ سَبِیحٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ وَعِزَّتِي وَجَبَلَالِي لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَلَا رَفَعْتُ هَذِهِ الْخَضِرَاءَ وَلَا بَسَطْتُ هَذِهِ الْعَبْرَاءَ سُبُلُ الْهُدَى وَالرَّشَادِ ۝ ۱۱

یعنی صاحب کتاب شفاء الصدور نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضور ﷺ سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت جل مجدہ اکبریس سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اگر آپ نہ ہوتے تو میں نہ زمین پیدا کرتا نہ آسمان نہ یہ نیکیاں بھیت بلند کرتا اور نہ خاکی فرش بناتا۔

ہر دو تعین کو تعین و جوبی کہتے ہیں اور قدیم جانتے ہیں اور باقی تین تعینات (روحی، مثالی اور جسدی) کو تعین امکانی کہتے ہیں۔ اسی طرح حقیقت محمدیہ اور حقائق ممکنات (احیان ثابتہ) کے لیے وجوب کا حکم ثابت کرتے ہیں اور واجب و ممکن کے درمیان امتیاز کے قائل نہیں ہیں جیسا کہ خود فرماتے ہیں لَعَدَمُ التَّمْيِيزِ بَيْنَهُمَا اور فصوص الحکم میں ہے :

وَاعْيَانُنَا فِي نَفْسِ الْأَمْرِ ظِلُّ لَا غَيْرُهُ

یعنی ہمارے اعیان ثابتہ (حقائق ممکنات) حقیقت میں حق تعالیٰ کا ظل ہیں نہ کہ اس کا غیر۔

ان کے نزدیک اصل اور ظل میں عینیت ہے اور اعیان ثابتہ کو اسماء الہیہ کی صورت علمی کا ظہور کہتے ہیں اور حقیقت محمدیہ سے حضرت اجمال علم مراد لیتے ہیں اور اس کو مرتبہ لاتعین کا تعین اول اور تمثلی ذات سمجھتے ہیں اور اس تعین اول کو تعین علمی اور صورت شان العلم قرار دے کر خارج میں عین ذات کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے

۱۔ تحقیق الحق فی کلمۃ الحق ترجمہ ص ۸۲، دفتر سوم مکتوب - ۱۲۲ ۲۔ فصوص الحکم کلمہ یوسفیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) علامہ فاسی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: وَفِي حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ فِي دَلَالِيهِ وَالْحَاكِي وَصَحَّحَهُ وَهُوَ قَوْلُ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لِأَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ وَرُوِيَ فِي حَدِيثِ أَخْرَجُوهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا أَرْضًا۔ (مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۱۳)

یعنی امام بیہقی اور حاکم نے حدیث عمر میں ذکر کیا اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا حضرت آدم سے یہ فرمان ہے کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا اور ایک دوسری حدیث میں ہے اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تم کو پیدا کرتا اور نہ ہی آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔

اسی طرح علامہ عبد الرحمن صفوری علیہ الرحمۃ نے نزحۃ المجالس میں امام قسطلانی علیہ الرحمۃ نے مولانا بیہقی میں امام شیخ محمد طاہر علیہ الرحمۃ نے مجمع بحار الانوار میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لفظ افلاک کے ساتھ یہ حدیث نقل

نزدیک خاص میں ذاتِ محض کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں۔

حقیقتِ محمدیہ امام ربانی کی نظر میں

حضرت امام ربانی قدس سرہ اور دیگر صوفیائے شہودیہ کے نزدیک حقیقتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام حقیقتِ حقائق، تعینِ حقی، وجودی اور ظہوری نفسِ اسمِ الہی کا نام ہے۔ انبیائے عظام اور ملائکہ کرام وغیرہ کے حقائق حقیقتِ محمدیہ کے ظلال کی مانند ہیں اور وہ اصل حقائق ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک ذاتِ واجب (الاعتین) کے لیے تعینات، تنزلات و ظلال کا اطلاق جائز نہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

نزد این فقیر هیچ تعین و متعین نیست کدام تعین بود کہ لا تعین را متعین سازد
یعنی فقیر کے نزدیک کوئی تعین اور متعین نہیں ہے وہ کون سا تعین ہے جو لا تعین (ذات

لے دفتر سوم مکتوب ۱۲۲

بقیہ ماشیہ صفحہ گذشتہ) فرماتی ہے: وَالَّتَعَيْنُ الْاَوَّلُ الْمَشَارُ الْاَيُّ يَقُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورَ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ وَيَا اِسْطِثِمَ حَصَلَتْ الْاِفَاضَةُ كَمَا يُشِيرُ اَيُّهُ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (روح المعانی ص ۱۰۴)

یعنی تعینِ اول کی طرف حضور کے فرمان اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورَ نَبِيِّكَ میں اشارہ ہے اور اسی کے واسطے سے مخلوق کو فیضان ہوا اور اس کی طرف لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ میں اشارہ ہے۔

⑤ واضح ہو کہ صاحبِ روح المعانی اہلسنت کے معتمد، محقق اور متاخرین مفسرین میں اعلیٰ پائے کے مفسر مانے جاتے ہیں۔ علمی ثناء و امت اور حدیث پر جرح و قدح کرنے میں ان کی نظر محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ ایسے عظیم محقق اور ناقد حدیث کا حدیثِ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ سے استشہاد فرمانا اس حدیث کی صحت پر نہایت قوی اور عادل شہادت ہے۔

⑥ حضرت علامہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان کے شہر قصیدہ بردہ شریفہ میں حدیثِ لَوْلَاكَ کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے۔

واجب حق تعالیٰ کو متعین بنائے۔

نیز ایک سوال کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔
 ”در عبارت فقیر این قسم الفاظ اگر واقع شود از قبیل صنعت مشکله باید نہست“
 یعنی فقیر کی عبارتوں میں اس قسم کے الفاظ تعین اور ظل وغیرہ) اگر واقع ہوں
 تو ان کو صنعت مشکله کے قبیل سے جاننا چاہیئے۔

صنعت مشکله الْمَشَاكَلَةُ ذِكْرُ الشَّيْءِ بِلَفْظٍ غَيْرِهِ
 لَوْ قُوعِهِ فِي صُحْبَتِهِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى

جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا

ترجمہ: کسی شیء کا کسی دوسرے لفظ کے ساتھ اس کی مصاحبت کی وجہ سے ذکر
 کرنا مشکله کہلاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”گناہ کی سزا اسی کی مثل گناہ
 ہے۔“ یعنی گناہ کی سزا میں اسی گناہ کی مناسبت سے گناہ کو عذاب دیا جائے گا یہ
 مطلب نہیں کہ گناہ کی سزا گناہ ہے۔ یہاں دوسرے لفظ سَيِّئَةٍ کا مفہوم پہلے

لے مطلق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لَوْلَا هُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

یعنی اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی

مولانا ذوالفقار علی دہلوی نے عطر النورۃ شرح قصیدہ بردہ میں امام بوصیری کے اس شعر کو
 حدیث لولا کا اقتباس قرار دیا ہے۔ وَقَوْلُهُ لَوْلَا هُ اِقْتِبَاسٌ مِنْ حَدِيثِ لَوْلَا لَمْ يَكُنْ
 خَلْقْتُ الْاَفْلاكَ

◎ محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید اور حضرت شیخ شہاب الدین ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے
 مرید خاص حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ میں عرض کرتے ہیں۔

۵ تراعى لولاك تمكين بس است

ثانئ توطه وليين بس است

لفظ سیتہ سے مختلف ہے۔ کیونکہ پہلا لفظ سیتہ اپنے اصل مفہوم پر ہے اور دوسرا لفظ سیتہ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے اسی طرح مشائخ و علماء کا کلام بھی بعض اوقات صنعتِ مشاکلہ کے قبیل سے ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک پہلے دونوں تعینوں کو تعینِ وجوبی کہنا غلط ہے کیونکہ جب حقیقتہً محتائق (سب سے پہلی حقیقت) مخلوق و حادث ہے تو دوسرے مابعد کے محتائق بھی مخلوق و حادث ہوں گے تعینِ وجوبی ممکنات کی حقیقت نہیں ہو سکتا۔ ممکن کی حقیقت بھی ممکن ہوگی نہ کہ واجب۔ آپ کے نزدیک حقیقتِ محمدیہ کا مخلوق ہونا حدیثِ نبوی اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہُ نُورِی ثابِت ہے اور اسی طرح امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک قَبْلَ خَلْقِ السَّمَوَاتِ بِالْفَنَى عَامٍ اور قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ بِأَرْبَعَةِ عَشَرَ آلْفِ عَامٍ اور اس کی مثل احادیث سے خلقت کا وقت متعین بھی ثابت ہوتا ہے جو حقیقتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت کے مخلوق اور حادث ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت ابن عربی قدس سرہ کا محتائق ممکنات (یعنی اعیانِ ثابۃ) کو ذاتِ

لہ المواہب اللدنیہ مع الزرقانی ص ۱۴۱

(بقیہ حاشیہ معزز گذشتہ) حضرت علامہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے اس شعر میں حدیثِ لولاک کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

ہوتے کہاں غلیل و بنہا کعبہ و منیٰ

لولاک و اے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

© مولانا ظفر علی خان مرحوم نے بھی اسی حدیث کے مفہوم کو اپنے شعر میں یوں پیش کیا ہے،

گھر ارض و سما کی محفل میں لولاک لَمَّ کا شور نہ ہو

یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو ستاروں میں

خلاصۃ المرام حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا دفتر سوم مکتوب ۱۲۲ اور مکتوب ۱۲۳ میں حدیثِ لولاک سے استدلال کرنا اس حدیث کے معنی صحیح اور ثابت ہونے پر آفتاب سے

واجب تعالیٰ کا ظل قرار دینا بھی حقیقتِ معاملہ تک نارسانی کی وجہ سے ہے کیونکہ کوئی مخلوق خالق کا ظل نہیں ہو سکتی۔ ذاتِ واجب تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کو مخلوقیت کی نسبت کے سوا کوئی نسبت حاصل نہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ جب یہ فقیر مرتبہ ظلیت کی سیر میں تھا تو اس قسم کے علوم بندہ پر بھی وارد ہوئے تھے بعد میں جب معاملہ آگے بڑھا تو ظاہر ہوا کہ وہ علوم و معارف سکریہ تھے جیسا کہ آپ نے فرمایا۔

این قسم علوم کہ اثبات نسبت نماید در میان واجب تعالیٰ و ممکن و شرع بہ ثبوت آنها وارد نہ شدہ است ہمہ از معارف سکریہ است و از نارسانی ست بہ حقیقت معاملہ ممکن چہ بود کہ ظل واجب باشد تعالیٰ و واجب را چہ اظل بود کہ ظل موہم تولید بہ مثل ست و منہی از شائبہ عدم کمال لطافت اصل ہر گاہ محمد رسول اللہ از لطافت ظل نبود خداے محمد را چگونہ ظل باشد

ترجمہ: اس قسم کے علوم جو واجب اور ممکن کے درمیان کسی نسبت کا اثبات کریں کہ جس کے ثبوت میں شرع وارد نہ ہو وہ تمام علوم معارف سکریہ سے ہیں اور حقیقتِ معاملہ تک نہ پہنچنے کی وجہ سے ہیں۔ ممکن کیا شئی ہے جو واجب تعالیٰ کا ظل بنے واجب تعالیٰ کا ظل کیسے ہو سکتا ہے کہ ظل سے تولیدِ مثل کا وہم ہوتا

لہ دفتر سوم مکتوب ۱۲۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

زیادہ روشن دلیل ہے اور اس پر صوفیائے محققین اور علمائے محدثین کی تائیدات و توثیقات و تصریحات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ حدیثِ لولاک کی لفظِ افلاک کے ساتھ روایت بالمعنی درست ہے اور سمار، اضنبت، نار اور دنیا کے الفاظ کے ساتھ اس کی روایت باللفظ صحیح ہے۔ پس حدیثِ لولاک روایت، درایت ترکیبِ نحوی اور اعراب کے اعتبار سے بالکل ثابت اور بے عنبار ہے۔

کَمَا لَا يَخْفَى عَلَى آرْبَابِ الْبَصِيرَةِ

ہے اور کمال لطافت کے نہ ہونے سے خبر دیتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل بوجہ کمال لطافت کے نہ تھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کا ظل کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک حقیقت محمدیہ ذات کے مرتبہ شان العلم کے اعتبار سے قابلیت اولیٰ کا نام ہے جو نفس اسم الہی کا ظہور ہے نہ کہ اس اسم کی صورت علمی کا ظہور کیونکہ کسی چیز کی نفس شئی اور اس کی صورت علمیہ کے درمیان بہت بڑا فرق ہے جیسا کہ نفس آگ اور اس کی صورت علمی میں فرق سے واضح ہے نیز ارشاد فرماتے ہیں :

و بغیر آن سرور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام هیچ کس در نظر نمی در آید کہ ظہور نفس اسم الہی باشد تعالیٰ الا قرآن مجید کہ آن نیز ظہور نفس اسم الہی است جل سلطانہ چنانچہ ششم اذان بالا ذکر یافتہ است غایۃ مافی الباب منشأ ظہور قرآنی از صفات حقیقیہ است و منشأ ظہور محمدی از صفات اضافیہ ناپا قرآن را قدیم و غیر مخلوق گفتہ اند و این را حادث و مخلوق و معادلہ کعبہ ربانی ازین دو ظہور اسمی ہم عجیب ترست کہ آنجا ظہور معنی تنزیہی ست بے کسوت صورت و اشکال

ترجمہ : اور آن سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو نفس اسم الہی (تعالیٰ) کا ظہور ہو البتہ قرآن مجید کہ وہ بھی نفس اسم الہی کا ظہور ہے (جل سلطانہ) جیسا کہ اختصار کے ساتھ اوپر گزر چکا خلاصہ کلام یہ ہے کہ ظہور قرآنی کا منشأ صفات حقیقیہ سے ہے اس لیے اس کو قدیم اور غیر مخلوق کہتے ہیں اور ظہور محمدی کا منشأ صفات اضافیہ سے ہے لہذا اس کو حادث اور مخلوق کہا ہے اور کعبہ ربانی

کا معاملہ ان دونوں ظہورِ اسمی سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ وہاں صورتوں اور شکلوں کے لباس کے بغیر معنی تنزیہی کا ظہور ہے۔

قول مفصل

طائفہ علیہ صوفیاء علیہم الرحمۃ کے نزدیک حقیقتِ شئی سے مراد اسم الہی ہے جو کہ اس شئی کا مبداء تعین ہے اور یہ شئی اس اسم کے لیے ظل اور عکس کی مانند ہے۔
 ◎ حقیقتِ محمدیہ سے مراد ذاتِ محمدیہ نہیں بلکہ وہ اسم الہی مراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمِ خلق کا مرتبی ہے اور وہ شانِ العلم ہے۔

◎ حقیقتِ کعبہ سے مراد وہ مرتبہ و وجوب ہے جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمِ امر کا مرتبی ہے اور شانِ العلم سے بلند تر ہے۔ اس اعتبار سے حقیقتِ کعبہ حقیقتِ محمدیہ سے افضل ہے۔

نیز حقیقتِ کعبہ عالمِ اکوان کے لیے مجہود ہے جبکہ حقیقتِ محمدیہ ساجد ہے نہ کہ مجہود لہذا حقیقتِ کعبہ شانِ مجودیت کی وجہ سے حقیقتِ محمدیہ سے افضل ہے اور ساجدیت و مجودیت کا فرق اہل علم و فہم پر واضح ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا:

این حقیقت را جلّ سلطانها اگر مجہود حقیقتِ محمدی گویند چہ محذور لازم
 آید آری حقیقتِ محمدی از حقائق سائر افرادِ عالم افضل است
 اما حقیقتِ کعبہ معظمہ از عالمِ عالم نیست

ترجمہ: اگر کعبہ کی اس حقیقت کو (جو کہ ذاتِ بے چون اور شایانِ مجودیت ہے) مجہود حقیقتِ محمدی کہا جائے تو کون سا امر مانع ہے ہاں حقیقتِ محمدی تمام افرادِ عالم

ترجمہ حقیقت محمدیہ کے الفاظ ہمارے شیخ اور امام کی تصانیف میں مختلف معانی اور اقسام میں آئے ہیں حقیقت محمدیہ جب حقیقت احمدیہ اور حقیقت کعبہ ربانیہ کے مقابلے میں بولی جائے تو اس سے وہ جامع اسم الہی مراد ہے جو عالم سفلی کی تربیت کے لیے مناسبت رکھتا ہے اور جب حقیقت الہیہ کے مقابلے میں بولی جائے تو اس سے مراد وہ جامع شان ذاتی ہے جو عالم علوی کی تربیت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور تمام شیونات ذاتیہ پر حاوی ہے اور اصل و مبداء ہے اس جامع اسم کا جو تمام اسماء کو شامل ہے۔ پس یہ شان تمام حقائق کا کل ہے اور باقی حقائق اس کے اجزاء ہیں اور اسے حقیقۃ الحقائق سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ وہ حقیقت ہے کہ اس کے اور ذات مقدس کے درمیان کوئی واسطہ نہیں جیسا کہ حضرت مجدد و رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے چند دن پہلے اپنے آخری مکتوب میں تحریر فرمایا کہ حقیقت محمدیہ تمام حقائق سے فوق ہے۔

حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۴۶ھ رقمطراز ہیں۔
 باید فہمید کہ حضرت کعبہ را دو حقیقت است حقیقتی است در مرتبہ مخلوقہ کہ آن قابلیت است از قابلیت نور اول کہ نور محمدی است علیہ السلام و حقیقتی است در مرتبہ وجوب کہ صفت معبودیت سجود لہ است کہ ہمان حقیقت مقضی سجود الیہ بؤدن کعبہ است و حضرت را صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی آلہ وسلم نیز دو حقیقت است حقیقتی در مرتبہ مخلوقہ کہ ذات نور اول است جامع بہ جمیع قابلیت کہ حقیقت اول کعبہ قابلیت است ازین قابلیت و حقیقتی است در مرتبہ وجوب کہ آن قابلیت ذات است مراعات بار علی را تا متعلق شود با جمیع شیونات و صفات بطریق اجمال مر این ثابت قابلیت است از قابلیت سجود لہ پس در قول حضرت ایشان فضیلت کعبہ بہ اعتبار حقیقت ثانی است نہ اول (فافہم) (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ترجمہ معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت کعبہ کی دو حقیقتیں ہیں ایک حقیقت مرتبہ مخلوق کی ہے یہ نورِ اول کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے۔ وہ نورِ اول نورِ محمدی ہے اور دوسری حقیقت مرتبہ وجوب کی ہے جو عبودیت یعنی جس کو سجدہ کیا جائے کی حقیقت ہے اور کعبہ کی یہی حقیقت اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی مقتضی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی دو حقیقتیں ہیں ایک حقیقت مرتبہ مخلوق کی ہے جو نورِ اول کی ذات ہے اور تمام قابلیتوں کو جمع کرنے والی ہے اور کعبہ بھی ان قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے اور دوسری حقیقت مرتبہ وجوب کی ہے جو ذات کی قابلیت ہے اور علمی اعتبار سے ہے تاکہ تمام شیون و صفات کو اجمالی طریقے سے جمع کرنے والی بنے اور یہ قابلیت عبودیت کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے چنانچہ ہمارے حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کا قول فضیلت کعبہ کے متعلق دوسری حقیقت ہے نہ کہ پہلی پس اسے سمجھیے۔

حقیقت کعبہ اگرچہ حقیقتِ محمدی سے افضل ہے مگر کعبہ کی حقیقت اپنے بلندیہ نمبر ۸ مقامِ اولیٰ سے اوپر عروج نہیں کرتی جبکہ حقیقتِ محمدیہ بخوائے آیت کریمہ وَلَا آخِرَ خَيْرٍ لَّكَ مِنَ الْاُولٰٓئِ ہر دم عروج لا متناہی سے مشرف ہے نیز صورت کعبہ مخلوق ہے اور حقیقتِ محمدیہ سبب ظہور مخلوق ہے اسی بنا پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوق ہیں اس مقام کا حل یہ ہے کہ حقیقتِ محمدیہ صورت کعبہ سے افضل ہے اور حقیقت کعبہ حقیقتِ محمدیہ سے افضل ہے۔ وَاللّٰهُ سَعْدُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

اہلِ تحقیق پر یہ امر بخوبی روشن ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مکاتیبِ قدسیہ اور تصانیفِ شریفہ میں لفظ حقیقتِ محمدیہ مختلف معانی اور متعدد اقسام پر استعمال ہوا ہے ہر جگہ ایک ہی مخصوص معنی یا قسم مراد لینا فہمِ سقیم کی علامت ہے۔ لہذا جب حقیقتِ محمدیہ حقیقت کعبہ کے مقابلے میں بولا جائے گا تو مراد اسمِ الہی ہوگا جو عالمِ سفلیات کی

تربیت کی مناسبت رکھتا ہے اور جب حقیقتِ الہیہ کے مقابلے میں بولا جائے گا تو مراد شانِ ذاتی ہوگی جو عالمِ علویات کی تربیت کا متولی ہے اور تمام شیوناتِ ذاتیہ کو حاوی ہے۔

حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی مختلف تعبیرات و اصطلاحات

صوفیاء کرام کی تصریحات کے مطابق مرتبہ وحدت۔ قلمِ الاعلیٰ۔ اُمِّ الہی۔ امر اللہ۔ اسمِ اعظم۔ مبدأ اول۔ تجلی اول۔ نورِ اول۔ ظہورِ اول۔ شہودِ اول۔ تعینِ اول۔ تنزلِ اول۔ فیضِ اول۔ روحِ اول۔ ظلِ اول۔ قلمِ اول۔ لوحِ اول۔ عقلِ اول۔ حقیقتِ الحقائق۔ قابلیتِ اولیٰ۔ برزخ البرازخ۔ برزخِ کبریٰ۔ سدرۃ المنتہی۔ حدِ فاصل۔ مرتبہ صورتِ حق۔ انسانِ کامل۔ اُمِّ الکتاب۔ انقلب الوصل۔ الکتابُ المستور۔ روحِ القدس۔ روحِ الاعظم۔ روحِ کلی۔ الامامُ البین۔ مرآۃ الحق۔ المادۃ الاولیٰ المعجم الاول۔ نفس الرحمن۔ مرآۃ الخضرین۔ البرزخ الجامع۔ مجمع البحرین۔ مرآۃ اکون مرکزۃ الدائرۃ۔ مفتاح الوجود۔ الوجود الساری۔ نور الانوار۔ بسر الانوار۔ نفس الانفس۔ عرش العروش۔ طامۃ الحقائق الکبریٰ۔ بصر الوجود۔ بصیرۃ الشہود۔ الروح القدوسی۔ السر السجوی۔ صورتِ ناسوتِ خلق۔ معنی لاہوتِ حق۔ بحر قاموس۔ البحر المظنم۔ طرازِ روارِ الکبریا۔ المظلم۔ حرف الغین المعجم۔ نقطۃ الحق لبہم۔ مبداء الکل۔ مرجع الکل فی الکل۔ قرآن حقائق الذات۔ فرقان تجلیاتِ الصفات۔ حضرت الاسماء والصفات۔ الحق المخلوق بہ کل شے۔ مظہرِ کامل۔ عالمِ جبروت۔ علمِ اجمالی۔ حقیقتِ انسانیہ۔ حُبِ ذاتی۔ نورِ ذاتی۔ حُبِ جبروتی۔ لوحِ قضا۔ تعینِ حُبّی۔ تعینِ وجودی۔ رابطہ بین الظہور والبطون۔ اول ما خلق اللہ نورِ حق۔ اول ما خلق اللہ العقل۔ اول ما خلق اللہ اللوح۔ اول ما خلق اللہ القلم۔ اول ما خلق اللہ ذرۃ بیضا وغیرہا حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات ہی کی مختلف

تعبیرات، تشریحات اور ضطلاحات ہیں۔

حقیقتِ کعبہ حقیقتِ محمدیہ سے افضل ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں :

حقیقتِ قرآنی و حقیقتِ کعبہ ربانی فوق حقیقتِ محمدی ست علیٰ منظرِ ہا اصلوۃ
و السلام و الخیرۃ لہذا حقیقتِ قرآنی امام حقیقتِ محمدی آمد و حقیقتِ کعبہ ربانی
موجود حقیقتِ محمدی گشت لہ

ترجمہ حقیقتِ قرآنی اور حقیقتِ کعبہ ربانی کا درجہ حقیقتِ محمدی علیٰ منظرِ ہا اصلوۃ
و السلام و الخیرۃ سے اوپر ہے لہذا حقیقتِ قرآنی حقیقتِ محمدی کی امام اور پیشوا ہوئی
اور حقیقتِ کعبہ ربانی حقیقتِ محمدی کی مسجود ہوئی۔

چند سطور کے بعد آگے رقمطراز ہیں :

باید دانست کہ صورتِ کعبہ ہیچناں کہ مسجود و صورِ اشیا رست حقیقتِ کعبہ
نیز مسجود حقائق آل اشیا رست۔

یعنی جاننا چاہیے کہ جس طرح کعبہ کی صورت اشیا کی صورتوں کی مسجود ہے
اسی طرح حقیقتِ کعبہ ان اشیا کی حقیقتوں کی مسجود ہے۔

نیز مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۰۹ میں بھی آپ نے اس مسئلہ کی تحقیق بیان فرمائی۔

بلیۃ نمبر ۹ جاننا چاہیے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ایک مکتوب میں حقیقت
کعبہ کو شانِ العلم سے بلند تر قرار دیا ہے اور دوسرے مکتوب میں
حقیقتِ کعبہ کو ”ظہورِ تنزیہ صرف ذاتِ حق تعالیٰ“ فرمایا ہے۔ آپ کا یہ کلام
تضاد پر محمول نہ کیا جائے بلکہ اختلافِ احوال و مقامات پر مبنی سمجھا جائے یعنی حقیقت

کعبہ کو شانِ اعلم سے بلند قرار دینے میں حقیقت کعبہ کے ظلال کا بیان ہے اور اس کو پہوتنزیہ
صرف ذاتِ حق تعالیٰ قرار دینے میں حقیقت کعبہ کی اصل کا بیان ہے کیونکہ ہر حقیقت
اپنا اصل اور نقل رکھتی ہے۔

بلینہ نمبر ۱ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے بعض ہم عصر علمائے حقیقت کعبہ اور
حقیقت محمدیہ کے بارے میں آپ کے موقف سے جو اختلاف ظاہر
کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے لفظ حقیقت شئی کو ذاتِ شئی پر محمول سمجھ رکھا
تھا اور وہ طائفہ علیہ صوفیہ کی اصطلاح سے بے خبر تھے جیسا کہ آجکل کے بعض نام
نہاد محقق بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

حقیقتِ شران

قرآن غیر مخلوق ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :
الْقُرْآنُ كَدَمِ اللَّهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ فَسَنَ
قَالَ غَيْرَ هَذَا فَقَدْ كَفَرْنَا

ترجمہ : قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو غیر مخلوق ہے جس نے اس کو مخلوق کہا اس نے کفر کیا۔
علمائے متکلمین اہلسنت کے نزدیک قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ازلی، غیر مخلوق
اور صفتِ قدیمہ ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور
حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما نے خلقِ قرآن کے مسئلے میں چھ ماہ تک آپس
میں بحث و مذاکرہ کے بعد متفقہ طور پر یہ فیصلہ فرمایا کہ قرآن کو مخلوق و حادث کہنے
والا کافر ہو جاتا ہے اور اسی پر امت کا اجماع ثابت ہے۔

تَعْرِيفِ قرآن
علمائے محققین نے قرآن کی تعریف میں فرمایا :
هُوَ الْعِلْمُ اللَّدُنِّيُّ الْإِجْمَالِيُّ الْجَامِعُ لِلْحَقَائِقِ كُلِّهَا

یعنی قرآن علم لدنی اجمالی ہے جو تمام حقائق کا جامع ہے۔

قرآن تمام ذاتی و شیونی کمالات کا جامع ہے
قرآن کلام اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات ثمانیہ میں سے ایک صفت ہے چونکہ ذات کی ہر شان اور ہر صفت تمام شیونات و صفات کو متضمن ہے اگر ایسا نہ ہو تو نقص لازم آئے گا۔ وَلَقَدْ عَلِمَ اللَّهُ عَنِ ذَٰلِكَ عَلْوًا كَبِيرًا اسی بناء پر صفت کلام صفات ثمانیہ کی جامع ہے اور شان کلام شیونات ذاتیہ پر حاوی ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اسی مفہوم کو ثابت فرمانے کے لیے قرآن کو شان کلام اور صفت کلام کے تمام ذاتی و شیونی کمالات کا جامع قرار دیا ہے۔

ببینہ نمبر ۱۱
حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک حقیقت قرآن ”مبدأ وسعت بے چون حضرت ذات“ کا نام ہے لہذا آیت قرآنی
إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

بعض صوفیاء کے نزدیک قرآن ”ذات محض بر حیثیت احدیت“ کا نام ہے جس میں جملہ صفات بلا امتیاز مخفی ہیں اور قرآن کے دفعتاً و احدثاً آسمان دُنیا کی طرف نازل ہونے میں اسماء و صفات کے ظہور کی طرف اشارہ ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ
بِرُصْفِ رُوءِ اَوْ نَظَرِ كُنْ
خسر و غنزل و کتاب تا کے

متکلیں کے نزدیک کلام حق کی دو قسمیں ہیں :

کلام کی دو قسمیں

۱۔ کلام لفظی ۲۔ کلام نفسی

ان کے نزدیک کلام لفظی حادث ہے اور دال ہے کلام نفسی پر جو کہ قدیم ہے اور اس کا مدلول ہے۔

نیز کلام لفظی سے مراد وہ کلام ہے جو حروف و اصوات مرتبہ سے مرکب ہے۔ اس کلام کی نسبت حق تعالیٰ کے ساتھ اس نسبت کی مانند نہیں جو کلام کو منظم کے ساتھ ہوتی ہے بلکہ اس نسبت کی طرح ہے جو مخلوق کو خالق کے ساتھ ہوتی ہے۔ لہذا کلام کی دونوں قسمیں حقیقت میں کلام حق جل و علا ہیں جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے دفتر اول مکتوب ۲۶۶ اور ۲۷۲ میں صراحت فرمائی ہے۔

کلام نفسی سے مراد کلام بسیط اور صفت قدیم ہے جو حروف و اصوات سے پاک ہے امر و نہی اور اخبار و غیرہ کی طرف تقسیم نہیں ہوتا اور اس کا تعلق ماضی، حال، استقبال کے ساتھ تعلقات اور اضافات کی بنا پر ہوتا ہے جیسے کہ علم قدرت اور تمام صفات۔

جیسا کہ علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں :

الْقُرْآنُ كَلَامُ اللَّهِ تَعَالَى غَيْرُ مَخْلُوقٍ وَهِيَ صِفَةٌ
قَدِيمَةٌ مُنَافِيَةٌ لِلشُّكُوتِ وَالْأَفَنَةِ لَيْسَتْ مِنْ جِنْسِ
الْحُرُوفِ وَالْأَصْوَاتِ لَا تَخْتَلِفُ إِلَى الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ
وَالْإِخْبَارِ وَلَا تَتَعَلَّقُ بِالْمَاضِي وَالْحَالِ وَالْإِسْتِقْبَالِ
إِلَّا بِحَسَبِ التَّعْلُقَاتِ وَالْإِضَافَاتِ كَالْعِلْمِ وَالْقُدْرَةِ
نیز حضرت مولانا امجد علی اعظمی صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں :

اُس کا کلام آواز سے پاک ہے اور یہ قرآن عظیم جس کو ہم اپنی زبان سے تلاوت کرتے مصاحف میں لکھتے ہیں اسی کا کلام قدیم بلاصوت ہے اور یہ ہمارا پڑھنا لکھنا اور یہ آوازِ حادث یعنی ہمارا پڑھنا حادث ہے اور جو ہم نے پڑھا قدیم اور ہمارا لکھنا حادث اور جو لکھا قدیم ہمارا سنا حادث ہے اور جو ہم نے سنا قدیم، ہمارا حفظ کرنا حادث ہے اور جو ہم نے حفظ کیا قدیم، یعنی متجلی قدیم ہے اور تجلی حادث ہے

کلام اللہ کے چار مراتب بعض ارباب کشف نے کلام اللہ کے چار مرتبے بیان فرمائے ہیں۔

پہلا مرتبہ : کلام لفظی، انہوں نے اس مرتبے کو بھی کلام اللہ ہی کہا ہے۔

دوسرا مرتبہ : صفت الکلام، یہ بھی کلام اللہ ہے۔

تیسرا مرتبہ : شان الکلام، یہ بھی کلام اللہ ہی ہے۔

چوتھا مرتبہ : شان الکلام سے بھی بلند مرتبہ ہے اور اس کو مرتبہ ذات میں اللہ کلام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

کلام اللہ کے سات مراتب بعض اہل باطن نے کلام اللہ کے سات مرتبے بیان فرمائے ہیں اور اپنے اس کشف کی بنیاد ایک حدیث مبارکہ پر رکھی ہے اور وہ یہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ اَحْرَافٍ یعنی قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔

قرآن کے نزدیک سات حروف سے مراد سات قرائتیں ہیں۔

اہل ظاہر کے نزدیک سات حروف سے مراد سات معانی ہیں۔

اہل باطن کے نزدیک سات حروف سے مراد سات لُطُون (محبے) ہیں۔

جیسا کہ حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی قدس سرہ نے حضرت شیخ آدم نبوی قدس سرہ کی تحقیق کے مطابق صراحت فرمائی ہے۔

اسی مکتوب کے تحت "فائدہ" کے عنوان سے رقمطراز ہیں :

بدانکہ کلام حضرت قرآن را ہفت مرتبہ است، سہ مراتب وجوبی و چہا مراتب امکانی سہ مراتب انیسیت وجود کلام، نور کلام و ظہور کلام متکلم چہار مراتب امکانی اول نفس مدعا کہ حرف و صوت را اگرچہ نورانی باشند گنجائش نیست دوم حرف و صوت نورانی کہ بہرہ اذان بہ جبرائیل علیہ السلام شدہ چنانچہ مقرر است إِنَّ جِبْرَائِيلَ سَمِعَ صَوْتًا إِلَى الْآخِرَةِ، این دو مرتبہ اگرچہ مخلوق اند اما تصرف بہیچ مخلوقی را درین گنجائش نیست سوم مرتبہ حرف و صوت جبرانی چنانچہ بیان حضرت جبرائیل علیہ السلام بہ کلام ملکی کہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اطلاع نہ داشت چہارم حرف و صوت جسمانی چنانچہ بیان حضرت علیہ السلام بر صحابہ کرام باضافہ عام لہ

ترجمہ معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن مجید کے کلام کے سات مرتبہ ہیں، تین مرتبہ وجوبی اور چہار مرتبہ امکانی

تین وجوبی مرتبہ یہ ہیں :

اول وجود کلام دوم نور کلام سوم ظہور کلام متکلم پر اور چہار امکانی مرتبہ یہ ہیں :

اول : نفس مدعا کہ جہاں حرف و آواز اگرچہ نورانی ہوں گنجائش نہیں رکھتے دوم : حرف و آواز نورانی جس سے حضرت جبرائیل کو حصہ ملا چنانچہ کہا گیا جبرائیل نے ایک آواز سنی (آخر تک)

سوم حرف و آواز جہانی جیسا کہ حضرت جبرائیل کافرشتوں کی زبان میں بات کرنا جس کی سوائے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی اور کو کوئی اطلاع نہ تھی۔

چہارم حرف و آواز جہانی جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین سے بیان کرنا۔

کلام کی تقسیم و بیان مراتب کی توجیہ کلام کی تقسیم لفظی اور نفسی کی طرف سلف سے ثابت نہیں یہ متأخرین کی ایجاد ہے اور اس کا مقصد معتزلہ کو لاجواب اور خاموش کرنا تھا مذہب حق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام ازلی میں تعدد و تکثر و تغیر نہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا ”یک کلام بسیط است کہ از ازل تا ابد بہمان یک کلام گویا است“ لہذا کلام کی تقسیم اور مراتب کا بیان تعلقات و اضافات کی جہت سے ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حقیقت محمدیہ حقیقت قرآن کا ظل ہے قرآن دائرہ اصل سے ہے اور یہ ذات کا ایک

مرتبہ ہے اور بعض صوفیاء کے نزدیک مرتبہ ذات میں اللہ کلام بھی صادق آتا ہے جبکہ حقیقت محمدیہ شیون کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے۔ مرتبہ ذات اصل ہے اور مرتبہ شان ظل ہے لہذا حقیقت قرآنیہ اصل ہے اور حقیقت محمدیہ اس کا ظل ہے۔

مرتبہ حقیقت قرآن مرتبہ نور سے بھی بالاتر ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ رقم طراز ہیں

این مرتبہ مقدسہ کہ آن را حقیقت قرآن مجید گفتم ایم اطلاق نور نیز درین مرتبہ گنجائش نہ دارد و در رنگ سائر کمالات ذاتیہ نور نیز در راہ ماندہ انجا غیر از وسعت بے چوَن و امتیاز بے چگون هیچ چیز را گنجائش نمی یابد کریمہ **قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ** اگر مُراد از نور قرآن بود تواند بود کہ باعتبار انزال و تنزل باشد چنانچہ کلمہ **قَدْ جَاءَ كُمْ** ایان بآن دارد

ترجمہ: اس مرتبہ مقدسہ میں جس کو ہم ”حقیقت قرآن مجید“ کہتے ہیں نور کے اطلاق کی بھی گنجائش نہیں ہے اور دوسرے تمام کمالات ذاتیہ کی طرح نور بھی راہ میں ہی رہ جاتا ہے۔ وہاں وسعت بے چوَن اور امتیاز بے چگون کے علاوہ کسی چیز کی گنجائش نہیں اور آیت کریمہ **قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ** (بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا) میں اگر نور سے مُراد قرآن ہو تو ممکن ہے کہ انزال و تنزل کے اعتبار سے ہو جیسا کہ کلمہ **قَدْ جَاءَ كُمْ** میں اسی طرف اشارہ ہے۔

بلیہ نمبر ۱۲ واضح ہو کہ آیت مذکورہ میں اکثر مفسرین کے نزدیک نور سے مُراد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے بعض نے نور سے مُراد قرآن مجید بھی لیا ہے لیکن یہ دوسری مُراد بطریق تاویل و مجاز درست ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اشارہ فرمادیا ہے کہ اگر یہاں نور سے مُراد قرآن بھی لیا جائے تو انزال اور تنزل کے اعتبار سے ہی ممکن ہے، باعتبار نفس ذات کے قرآن مجید پر نور کا اطلاق درست نہیں کیونکہ نور کا ایک مرتبہ مخلوق میں ہے اور قرآن غیر مخلوق ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَالِ

حقیقتِ رمضان

صوفیائے کرام نے کشف و شہود کی بنیاد پر حقیقتِ رمضان کو صفتِ الکلام کے مرتبے میں قرآن کے کمالات کا نتیجہ و اثر قرار دیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک حقیقتِ قرآن شانِ الکلام ہے اور حقیقتِ رمضان صفتِ الکلام ہے اور ممکنات کے تمام کمالات صفاتِ ثمانیہ کے کمالات کے ظلال کا اثر ہیں ان کمالات کی اصل عالمِ وجوب میں ہے اور ان کا ظل عالمِ امکان میں ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ قرآن کمالاتِ ذاتیہ شیونیہ اُصلیہ کا جامع ہے اور رمضان کمالاتِ صفاتیہ ظلیہ کا جامع ہے یعنی برکاتِ ذاتی و اُصلی قرآن میں ہیں اور برکاتِ صفاتی و ظلی رمضان میں ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ تمام سال کی برکتیں ماہِ رمضان میں نازل ہوتی ہیں اور اس کے بعد دوسرے مہینوں کو تقسیم ہوتی ہیں۔

واضح ہو کہ ذاتِ حق تعالیٰ کی ہر شان اور ہر صفت تمام شیونات اور صفت کو متضمن ہے۔ اسی لیے امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید تمام کمالاتِ ذاتی و شیونی کو حاوی ہے۔ یعنی شانِ الکلام تمام شیوناتِ ذاتیہ کو اور صفتِ الکلام تمام صفاتِ ثمانیہ کو شامل ہے کیونکہ ذاتِ حق تعالیٰ کی ہر شان اور صفت کامل ہے اور ہر نقص سے مُبرا ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ۔

نتیجہ ہے۔

قرآن صفتِ الکلام کا مظہر ہے اور رمضان صفتِ الکلام کا اثر ہے۔
قرآن کا مبداء فیض بھی صفتِ الکلام ہے اور رمضان کا مبداء فیض بھی صفتِ
الکلام ہے۔

بَلِيَّةُ مُمْبِر ۱۴
اہل مکاشفہ و مشاہدہ کے نزدیک قرآن کے انوار و تجلیات ہرقت
ازواج بشریہ کی طرف فائض و جاری رہتے ہیں مگر علائق بشریہ ان
کے دُرود و ظہور کے راستے میں حاجب و مانع ہوتے ہیں ان علاقے کے ازالہ کے
لیے روزہ سب سے قوی اور موثر ذریعہ ہے۔

اس حقیقت کو جان لینے سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کے انوار و برکات ماہ
رمضان میں خصوصی طور پر روزہ داروں کے قلوب و ارواح پر وارد ہوتے رہتے ہیں
اور مطابق آیت قرآنی شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ رَمَضَانَ
کے مہینے میں نزول قرآن کی حکمت میں بھی یہی مناسبت کا فرما معلوم ہوتی ہے۔
ماہ رمضان اور قرآن کے مابین اسی مناسبت کی بنا پر حضرت امام ربانی قدس سرہ
نے فرمایا ہے کہ تمام کمالاتِ اصلی قرآن میں ہیں اور تمام برکاتِ ظلی ماہ رمضان میں
ہیں (وَاللَّهُ عَلِيمٌ)

حقیقتِ محمدیہ صفات کی وجہ قابلیتِ ذات

نہیں بلکہ شانِ اعلم کے اعتبار سے ہے

متن قابلیتِ اولیٰ کہ بالاندک و رشد و حقیقتِ محمدی عبت

ازان ست علی مظہرہا الصلوٰۃ و التسلیماۃ نہ قابلیت

ذات ست مراتب صاف جمیع صفات را کما
حکم بعضی بلکہ قابلیت ذات ست عز
سلطانہ مرا اعتبار علم را کہ متعلق شود بجمیع کمالات
ذاتی و شیونی کہ حاصل حقیقت قرآن مجید است

نوجہ قابلیت اولی جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور جس سے مراد حقیقت محمدی
ہے۔ اس کے نظریہ رسلوت و سلام ہوں وہ ذات کی قابلیت تمام صفات
ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے نہیں ہے جیسے کہ بعض نے حکم کیا ہے بلکہ
ذات کی قابلیت اس علم کے اعتبار سے ہے جو ان تمام ذاتی اور شیونی کمالات
سے متعلق ہے جو قرآن مجید کی حقیقت کا حاصل ہیں۔

شرح

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ
(قابلیت اولی) میں جو ذات کی قابلیت ہے وہ تمام صفات کے ساتھ متصف
ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ قابلیت شان العلم کے اعتبار سے ہے کیونکہ شان العلم
صفات سے بہت بلند مرتبہ ہے جس کا تعلق حقیقت قرآن کے تمام ذاتی اور
شیونی کمالات کے ساتھ ہے اور تمام صفات و شیونات پر مشتمل ہے۔ اس مفہوم کو
سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ صوفیاء کرام میں حضور سرکار ابد قرآن علیہ السلام
کے مبداء فیض کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض صوفیاء کے نزدیک ختمی مرتبت
علیہ التحیۃ و الشہادہ کو مبداء فیاض سے جو فیض پہنچتا ہے اس کی قابلیت آپ کی
ذات میں بوجہ اتصاف صفات کے ہے۔ لیکن حضرت امام ربانی قدس سرہ کا

موقوف یہ ہے کہ حقیقت مجتبیٰ قابلیت ذات بوجہ شأن العلم کے ہے اور شیونات کا مرتبہ صفات کے مراتب سے کہیں بلند ہے صفات اور شیونات کا فرق بہت باریک ہے جو کہ ہم اس سے قبل اجمالاً بیان کر چکے ہیں جن اولیاء کرام نے پہلا موقوف اختیار فرمایا ہے دراصل وہ شیونات کے مراتب تک نہیں پہنچے۔ انہیں صرف شہود صفات تک رسائی حاصل ہوئی ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ کا کشف و شہود چونکہ بہت بلند ہے اور آپ کو شہود شیونات تک عروج حاصل ہے اس لیے آپ کے معارف بھی دوسروں کے معارف سے بلند ہیں۔

صوفیاء کا اختلاف واضح رہے کہ معارف تصوف میں صوفیاء کا اختلاف علماء کے اختلاف کی طرح نہیں کیونکہ علماء کا اختلاف بر بنائے استدلال ہوتا ہے اور صوفیاء کا اختلاف بر بنائے احوال ہوتا ہے۔ اولیاء کرام اپنے احوال و واردات قلبیہ، روحیہ اور اشغال و مکشوفات باطنیہ و ذوقیہ کی روشنی میں گفتگو کرتے ہیں جبکہ علماء کرام مسائل شرعیہ و فقہیہ اور دلائل نقلیہ و عقلیہ کے مطابق تحقیقات پیش کرتے ہیں جیسا کہ توحید و جود ہی اور توحید و شہود ہی میں صوفیاء کا اختلاف عقیدے کا اختلاف نہیں بلکہ حال کا اختلاف ہے کیونکہ توحید کے بارے میں سب کا عقیدہ یکساں ہے۔ لیکن یہاں یہ امر ذہن نشین رہے کہ احکام و مسائل شریعت میں علماء حق کے اقوال و افکار ہی معتمد و مستند ہیں اور معارف و مسائل طریقت میں صوفیائے حق کے اقوال و احوال ہی مقبول و معتبر ہیں جیسا کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض مکتوبات میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

انسان نسخہ جامعہ ہے

انسان نسخہ جامعہ ہونے کی حیثیت سے دو حقیقتوں کا جامع ہے۔
۱۔ حقیقت مکانی
۲۔ حقیقت وجودی

حقیقتِ امکانی انسان کا عالم خلق اور عالم امر کے ساتھ تعلق انسان کی حقیقتِ امکانی ہے جیسا کہ انسان کے وجود میں عالم خلق اور عالم امر کے اجزاء و لطائف موجود ہیں۔

حقیقتِ وجوبی عالم وجوب میں انسان کے مبداء فیض کو اس کی حقیقتِ وجوبی کہا جاتا ہے کیونکہ انسان عالم وجوب کی صفات کا مظہر ہے۔

بلیہ نمبر ۱۵ یاد رہے کہ عالم امکان کے ساتھ انسان کا تعلق بطریق حقیقت ہے اور عالم وجوب کے ساتھ بطریق صورت ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات ثنائیہ حقیقیہ انسان میں بطور حقیقت کے ہرگز موجود نہیں کیونکہ یہ صفات خاصہ وجوب ہیں۔ انسان میں یہ صفات بطور صورت کے موجود ہیں اور انسان پر ان کا اطلاق از قبیل مشارکت لفظی و اسمی ہے نہ کہ از قبیل مشارکت حقیقی۔

مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں انسان بصورتِ صفتِ علم اور صورتِ صفتِ کلام اور صورتِ صفتِ قدرت وغیرہا کا نمونہ اور مظہر تو کہلا سکتا ہے لیکن انسان کے لیے حقیقت کے طور پر ان صفات کا اطلاق جائز نہیں جیسا کہ اہل علم کے نزدیک صورت اور حقیقت کا فرق واضح ہے۔ حدیثِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ ہے **إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ** اے میں صورت سے مراد صفاتِ وجوبی ہے نہ کہ حقیقتِ صفاتِ وجوبی۔ کیونکہ اگر صورتِ آدم میں ضمیر کا مرجع ذاتِ خدا کو لیا جائے تو ذات کے ساتھ انسان کی مماثلت ثابت ہوگی جو بھوٹے کیس کے مثیلہ شئی کے باطل ہے اور اگر ضمیر کا مرجع ذاتِ آدم ہو تو اس طرح

تخصیص آدم کوئی معنی نہیں رکھتی کیونکہ یہ امر ظاہر ہے کہ ہر چیز اس چیز کی صورت پر پیدا ہوتی ہے واللہ اعلم

فیض کی دو قسمیں

سالک کو ذات حق تعالیٰ مبداء فیاض سے جو فیض پہنچتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ فیض تخلیقی ۲۔ فیض کمالاتی

انسان کی ایجاد و تخلیق کا سبب فیض تخلیقی کہلاتا ہے۔ یہ فیض انسان کو صفات کے توسط سے حاصل ہوتا ہے۔

انسان کے ایمان و معرفت اور کمالات نبوت و ولایت کا سبب فیض کمالاتی کہلاتا ہے۔ یہ فیض بعض کو صفات کے توسط سے اور بعض کو شیونات کے توسط سے حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً سرور کائنات خلاصہ موجودات علیہ التحیات و الصلوات کا مبداء فیض تخلیقی صفات ہیں اور مبداء فیض کمالاتی شیونات ہیں۔

◎ آپ اپنے مبداء فیض کمالاتی میں ساری مخلوق سے منفرد و ممتاز ہیں اور اس مرتبہ میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوات اور اولیائے کاملین علیہم الرحمۃ کو آپ کے اس مرتبہ شان العلم کے ظلال سے فیض ملتا ہے۔

مَنْزَعٌ عَنْ شَرِّكَ فِي مَحَاسِنِهِ

بَجَوْهَرِ الْحُسْنِ فِيهِ عَزِيزٌ مُنْقَسِمٌ

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا قول سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبداء فیض کمالاتی سے متعلق ہے۔

توضیح مطالب

مذکورہ بالا مطالب کی مزید توضیح و تشریح کے لیے چند اصطلاحات کی وضاحت پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (و باللہ التوفیق)

قابلیت ذات اور شیونات یا ذات اور صفات کے درمیان نسبت کو قابلیت کہا جاتا ہے۔

نسبت ظل طرفین یا رابطہ بین اطرافین کا نام نسبت ہے۔

قابلیتِ اولیٰ حقیقتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت کو قابلیتِ اولیٰ کہا جاتا ہے۔

مبدأ فیض عالم وجوب میں جس اسم، شان، صفت یا ظل کے توسط سے سالک کو فیض آتا ہے اس کو مبدأ فیض کہتے ہیں۔

مبدأ فیاض مبدأ فیاض صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے اور ہر انسان اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق عالم وجوب میں اپنے مبدأ فیض سے تربیت پرورش پاتا ہے۔

انبیاء و مرسلین کے مبادئی فیوض انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے مبادئی فیوض مختلف ہیں چنانچہ حضور رب ربہ کائنات ﷺ کا مبدأ فیض شانِ اعلم ہے الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ اور عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا آیاتِ قرآنی اس حقیقت کی غماز ہیں۔

◎ حضرت آدم علیہ السلام کا مبداء فیض صفت التکوین ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝
 ◎ حضرت نوح علیہ السلام کا مبداء فیض صفت العلم ہے جیسا کہ فرمایا
 وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

◎ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مبداء فیض صفت العلم ہے۔ ارشاد باری ہے۔
 وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ لَهُ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ جَاءَ فِي مِنَ
 الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ الْخ ۝
 ◎ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مبداء فیض صفت الکلام ہے۔ فرمان باری ہے
 وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ۝

◎ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مبداء فیض صفت القدرت ہے جیسا کہ آیت
 قرآنی سے ظاہر ہے۔ أَنِّي آخِذٌ بِكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ.....
 وَأَبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۝
 اسی طرح دوسرے انبیاء کرام اور مومنین عظام علیہم الصلوٰت بھی اپنے مبادیٰ
 فیوض میں اپنی حضرات کے ہاتھ مشارکت رکھتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

اولیاء دو قسم پر ہیں
 ۱۔ محمدی المشرب ۲۔ غیر محمدی المشرب
 محمدی المشرب اولیاء
 یہ اولیاء محبوب بالذات ہوتے ہیں سرور عالم
 علی صاجھا الصلوٰت کے زیر قدم ہیں اور
 آپ کے ہی مشرب اور مبداء فیض سے اقتباس فیض کرتے ہیں اس لیے اُن کے

مبادی فیوض ”ظلال شیوناتِ علم“ ہیں۔

غیر محمدی المشرب اولیاء یہ اولیاء محبوب بالعرض یا محبت ہوتے ہیں دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰت و التسلیمات کے زیرِ قدم ہیں اور ان کے مشارب مبادی فیوض سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے ان کے مبادی فیوض ”ظلال صفاتِ ثبوتیہ“ ہیں۔

◎ سالک جب کدوراتِ بشریہ سے صاف ہو کر تزکیۂ نفس کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ شیونات یا ظلال کا مظہر بن جاتا ہے تو ان صفات و ظلال کی تجلیات اس کے وجود میں ظاہر ہونے لگتی ہیں اور وہ صفات و اخلاقِ الہیہ سے متصف و متخلق ہو جاتا ہے۔ حدیث قدسی لَا یَزَالُ عَبْدِی یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالتَّوَّافِلِ الخ کا مفہوم اسی مرتبے پر صادق آتا ہے۔

متن و قابلیتِ اتصاف کہ مناسب خانہ صفات

ست و برزخ ست میانِ ذاتِ جلّ شانہ و صفات

اَوْ حَقَائِقِ انبیاءِ دیگر ست علی نبینا وعلیہم الصلوٰت

والتسلیمات و التحیات ہمین قابلیتِ بملاحظہ

اعتبارات کہ مندرجہ اندر وی حقائق متعددہ گشتہ

قابلیت کہ حقیقتِ محمدی ست علیہ الصلوٰۃ و التحیۃ

اگرچہ ظلیت دار دانا رنگِ صفات با و متمیزِ نگشتہ

است و یہ سچ حائلے درمیان نیامدہ

نہجہ: باقی رہی اقصاف کی قابلیت جو خانہ صفات سے تعلق رکھتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے درمیان برزخ اور پردہ ہے۔ یہ دوسرے انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت ہے۔ یہی قابلیت بعض اعتبارات کے لحاظ سے جو اس میں پائے جاتے ہیں متعدد حقیقتوں کی شکل اختیار کر چکی ہے حقیقت محمدی بھی گو ظلیت رکھتی ہے تاہم صفات کا رنگ اس سے آمیزش نہیں رکھتا اور کوئی واسطہ درمیان میں حائل نہیں۔

شرح

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کا کچھ مفہوم قبل ازیں بیان ہو چکا خلاصہ یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبداء فیض شان العلم ہے اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام کے مبادئی فیوض صفات ہیں۔ انبیاء کی ذات میں جو قابلیت اقصاف ہے وہ خانہ صفات سے متعلق ہے اسی لیے وہ ذات اور صفات کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتی ہے اور انبیاء کی یہ قابلیتیں حقائق متعددہ ہیں جنہیں حقائق انبیاء کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ قابلیت شان العلم حقیقت محمدیہ بہ نسبت قابلیت صفات حقائق انبیاء کے زیادہ بلند اور جامع ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء کے حقائق میں تجلیات کا رنگ غالب ہے اور حقیقت محمدیہ بلا واسطہ تجلی ذات سے بہرہ یاب ہے اور تجلی ذاتی حقیقت محمدیہ کا خاصہ ہے۔ دیگر انبیاء عظام اور اس امت کے اولیاء کرام بطور تبعیت اور وراثت کے بواسطہ حقیقت محمدیہ تجلی ذاتی سے حصہ پاتے ہیں۔ دوسری امتوں کے اولیاء اس نعمت سے مشرف نہیں ہوئے۔ (واللہ اعلم)

کَمَا قَالَ الْبُوصَيْرِيُّ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٌ
عَرَفًا مِّنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيمِ
یعنی تمام انبیاء کرام آپ سے اس طرح التماس کرتے ہیں جیسے سمندر سے
ایک چلو اور موسلا دھار بارش سے ایک قطرہ۔

بلیغہ نمبر ۱۶ حقیقت محمدیہ ذات کا ایک اعتبار ہے جو اصلیت کی شان سے
سرفراز ہے تاہم شان برزخیت کی وجہ سے مقام غلظت بھی رکھتی ہے
لیکن اس کے باوجود صفات کارنگ غالب نہیں ہوا کیونکہ ذات کیف و رنگ
سے پاک ہے اور حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نورِ
ذاتی سے عبارت ہے۔

جیسا کہ عارف صاوی علیہ الرحمۃ نے حضرت امام ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ
علیہ کی صلوٰۃ نور ذاتی کی شرح میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ ذاتی قرار دیا۔
اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ۝ النُّورِ
الذَّائِقِ اِنِّى نُوْرِ ذَاتِ اللَّهِ اَيُّ الَّذِى خَلَقَهُ اللَّهُ تَعَالٰى
بِلَا مَادَّةٍ۔

اور نورِ ذاتی ہونے کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ آپ کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ
نے بغیر مادے کے پیدا کیا ہے۔

متن و حقائقِ جماعہ محمدی المشرَب قابلیات ذاتِ ست
عَرَّ شَانُهُ مَرَّ اَعْتَبَارِ عِلْمٍ رَاكِهِ مُتَعَلِّقٌ شُدُوبُهُ لِعَبْضِ اَن كَمَالَاتِ
وَ اَن قابلیتِ محمدیہ برزخِ ست میانِ ذاتِ جَلِّ سُلْطَانِ
و میانِ این قابلیاتِ متعدّدہ و حکمِ اَن لِعَبْضِ بُو اسطَہ

آنست کہ اور اور خانہ صفات قدمگاہ ست و بس
 نہایت عروج آن خانہ تابان قابلیت ست لاجرم
 آن را بان سرور نسبت کردہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
 والتحیۃ وچون این قابلیت اتصاف ہرگز مرتفع نمی
 شود آن بعض نیز حکم کردہ بآنکہ حقیقت محمدی ہمیشہ
 حائل ست۔

ترجمہ: اور محمدی المشرع جماعت کی حقیقتیں ذات عزّ شأنہ کی قابلیت
 ہیں اعتبار علمی کے ساتھ جو بعض کمالات سے متعلق ہے اور وہ قابلیت محمدی ذات
 واجب تعالیٰ اور ان قابلیت متعّدہ کے درمیان برزخ پرودہ ہے اور ان بعض
 کا حکم اس واسطہ سے ہے کہ ان کا قدم خانہ صفات میں ہے اور بس اور اس خانہ
 صفات کا نہایت عروج اس قابلیت تک ہے تو ضروری طور پر اس کی نسبت
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے اور چونکہ یہ قابلیت اتصاف ہرگز مرتفع نہیں
 ہو سکتی تو ان بعض نے بھی یہ حکم لگا دیا کہ قابلیت محمدی ہمیشہ حائل رہتی ہے ورنہ
 قابلیت محمدیہ کو جو صرف ایک اعتبار ہے اللہ تعالیٰ جلّ شأنہ کی ذات میں نظر سے
 ارتفاع ممکن ہے بلکہ اس کا وقوع بھی ہو چکا ہے اور اتصاف کی قابلیت بھی
 اگرچہ ایک اعتبار ہے لیکن برزخیّت کی وجہ سے صفات کا رنگ اختیار کر چکا ہے
 جو خارج میں زائد وجود کے ساتھ موجود ہیں اور جن کا ارتفاع غیر ممکن ہو چکا ہے لہذا
 ضروری طور پر یہ اتصاف ہمیشہ حائل رہتا ہے۔

شکر

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حقیقتِ محمدیہ کی برزخیت کے سلسلے میں اولیاءِ کرام کا اختلافِ احوال و مقامات بیان فرما رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ بعض اولیاءِ حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات اور عارف کے درمیان ہمیشہ حائل اور واسطہ جانتے ہیں اور بعض کے نزدیک حقیقتِ محمدی حائل اور واسطہ نہیں۔

حقیقتِ محمدیہ کے حامل نہ ہونے کا مفہوم جن اولیاءِ کرام کا عروج صفات تک ہے وہ حقیقتِ محمدیہ کو حامل جانتے ہیں اور جن کا عروج صفات سے آگے شیونات تک ہے وہ حامل نہیں جانتے کیونکہ صفات کا وجود خارجی زائد موجود ہے جو حامل ہو جاتا ہے اور شیونات کا خارج میں کوئی وجود نہیں اور وہ اُمورِ انتزاعیہ میں سے ہیں۔ لہذا اُمورِ انتزاعیہ حامل نہیں ہو سکتے۔

حقیقتِ محمدیہ کے حائل نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بعض عارفین متابعتِ نبوی کے بغیر بھی واصل باللہ ہو سکتے ہیں جبکہ یہ حقیقت تمام اہل اللہ کے نزدیک مسلمہ ہے کہ تمام کمالاتِ ایمانی و عرفانی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر موقوف اور آپ کی وساطت سے مربوط ہیں بلکہ حائل نہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ عارف سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت اور متابعت کے سبب حقیقتِ محمدیہ تک رسائی حاصل کر لینے کی برکت سے مزید کمالات حاصل کرنے کے لیے بلا واسطہ عالم و جوب سے استفادہ کا اہل ہو جاتا ہے۔ عارف کا یہ وصول دراصل کمالاتِ حقیقتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ کا مظہر ہے کہ آپ کا تتبع کامل براہِ راست گاہِ کبریا تک وصول کے انعام سے نوازا گیا ہے جیسا کہ کوئی شخص بادشاہ کا

مقرب ہو وہ اپنے غلام کا بادشاہ سے تعارف کروادے، اب اگر وہ غلام اپنے آقا کی ظاہری وساطت کے بغیر بھی بادشاہ کی صحبت سے مشرف و فیض یاب ہوتا ہے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ (فتدبر)

متابعت کے دو معنی ہیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے دو معنی ہیں۔

۱۔ متابعت بمعنی اتباع شریعت و سنت

۲۔ متابعت بمعنی اخذ کمالات و عروجات

متابعت بمعنی اول ہر انسان (عارف و غیر عارف) کے لیے تاقیاً فرض ہے۔

متابعت بمعنی ثانی اس وقت تک ہے جب تک کہ عارف حقیقتِ محمدیہ سے باریاب نہیں ہوتا۔

قابلیتِ محمدیہ کے ذات اور قابلیاتِ متعدّدہ کے درمیان برزخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ محمدی المشرب اولیاء حقیقتِ محمدیہ کے توسط کے بغیر ذاتِ حق بلا کیف تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ معنی نہیں کہ حقیقتِ محمدیہ ان کے لیے حجاب بن جاتی ہے یہاں برزخ بمعنی مرتبہ متوسطہ ہے (واللہ اعلم)

متن مقامِ قطبیّت نشاء دقایقِ علومِ مقامِ ظلی ست

و مرتبہ فردیت واسطہ وُرودِ معارفِ دائرہ اصل امتیاز

میانِ ظل و اصل بے اجتماعِ این دو دولتِ میسر نیست

ترجمہ: قطبیّت کا مقام جو دقیقِ علوم کا منشاء ہے ظلی مقام ہے اور فردیت کا مقام دائرہ اصل کے معارف کے ورود کا واسطہ ہے۔ ان دو دولتوں مقامِ قطبیّت

فردیت کے حصول کے بغیر ظل اور اصل کے درمیان فرق و امتیاز نہیں ہو سکتا۔

شرح

مسطور بالا میں آپ نے مقام قطبیت اور مرتبہ فردیت پر اجمالی گفتگو فرمائی ہے اس مضمون کی تفہیم کے لیے مندرجہ ذیل امور پر غور فرمائیں۔

وارثان نبوت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

۱۔ نبی کی نبوت کے کمالات کے وارث

۲۔ نبی کی ولایت کے کمالات کے وارث

◎ اول الذکر اگر اہل منصب ہیں تو امامت کے منصب اور مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں اور اگر اہل منصب نہیں تو کمالات امامت کے مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں۔

◎ ثانی الذکر اگر اہل منصب ہیں تو خلافت کے منصب کے حامل ہوتے ہیں ورنہ کمالات خلافت سے حصّہ پاتے ہیں۔

◎ کمالات امامت کا تعلق معارف ذاتیہ اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

◎ کمالات خلافت تجلیات صفاتیہ سے متعلق ہوتے ہیں۔

◎ منصب امامت و خلافت کا تعلق دائرہ اصل سے ہے۔

◎ مقام قطب ارشاد و قطب مدار ظل مقام اصل ہے۔

◎ قطب فرد کا مرتبہ معارف دائرہ اصل کے ورود کا واسطہ ہے ظاہر ہے کہ قطب ارشاد و مدار سے قطب فرد کا درجہ بلند ہوتا ہے کیونکہ امامت کا منصب خلافت کے

منصب سے اعلیٰ ہے جیسا کہ اصالت اور ظلیت کا فرق واضح ہے۔

◎ قطب مدار امور تکوینیہ پر مامور ہوتا ہے۔

◎ قطب ارشاد دعوت و ہدایت کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

◎ قطب فردا کثر عروجی مراتب میں رہتا ہے اگر نزول کرے تو مخلوق کو قطب الارشاد سے زیادہ فیض پہنچا سکتا ہے۔ واللہ اعلم

دفترِ اولِ مکتوب (۵)

مکتوبِ عالیہ

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

رسالہ سلسلۃ الاعرار

رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

مکتوب - ۵

متن عرضداشتِ اَحقَرُ الخَدْمہ آنکہ رسالہ در
بیانِ طریقتِ حضراتِ خواجگانِ قدس
اللہ تعالیٰ اَسْرارُہُمُ نوشتہ ارسال داشتہ
است بنظرِ مبارکِ خواہد درآمد ہنوز مسودہ است
خواجہ بُرہان بَسْرعت راہی شدند و نہ جہ
بیاضِ آن نشد بحتمل کہ بعضے علومِ دیگر ہم
بِآن ملحق شوند

ترجمہ: حضور کا حقیر خادم عرض کرتا ہے کہ ایک رسالہ حضرت خواجگانِ نقشبندیہ
قدس سرہ تعالیٰ اَسْرارُہُمُ کی طریقت کے بیان میں لکھ کر ارسال خدمت کیا گیا ہے
کہ حضور کی نظر مبارک میں آئے گا ابھی مسودہ ہی ہے چونکہ خواجہ بُرہان علیہ الرحمۃ
جلدی روانہ ہو گئے اس واسطے صحیح نقل کرنے کی فرصت نہ ملی خاکسار کا خیال
ہے کہ اس رسالہ کے ساتھ اور علوم بھی ملائے جائیں۔

شرح

رسالہ طریقتِ خواجگانِ نقشبندیہ حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے
مرشد برحق کی خدمت میں عرض پرداز
ہیں کہ فقیر نے ”طریقتِ خواجگانِ نقشبندیہ“ کے نام سے ایک رسالہ تحریر کر کے خواجہ

برہان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ ارسال کیا ہے۔ حضور کی نظر مبارک سے گزرے گا۔ خیال ہے کہ اس رسالہ کو مزید علوم و معارف کے ساتھ مزین کر دیا جائے۔

روزے رسالہ سلسلۃ الاحرار بنظر
متن درآمد درال اشاء بخاطر فاتر رسید کہ بایشان
عرضداشت بکنم تا خود چیزے درباب بعضے
علوم آن رسالہ نویند یا بفقیہ امر کنند تا چیزے
درال باب نوید ایں خاطر خیلے قومی گشت
متصل آن بعضے از علوم ایں مسودہ فاض
گشتند۔

ترجمہ: ایک دن رسالہ سلسلۃ الاحرار نظر سے گزرا اسی وقت دل میں یہ خیال آیا کہ
حضور سے عرض کروں کہ حضور اس رسالہ کے بعض علوم کے بارے میں کچھ لکھیں یا فقیہ کو امر کریں
تاکہ اس کے بارے میں کچھ لکھے یہ ارادہ نہایت پختہ ہو گیا کہ اسی اشارہ میں اس مسودہ کے بعض
علوم فاض ہوئے۔

شرح

رسالہ سلسلۃ الاحرار عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی رباعیات کی شرح فرما کر اس کا نام "سلسلۃ الاحرار" رکھا
تھا۔ یہ تصنیف آپ کی مصنفات غامضہ و دقیقہ میں سے ہے۔ اس میں آپ نے
توحیدی علوم و معارف بیان فرمائے تھے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے شیخ مکرم حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض گزار ہیں کہ آپ کے تصنیف فرمودہ رسالہ سلسلۃ الاحرار کا مطالعہ کیا تو فوراً خیال آیا کہ آپ کی بارگاہ میں عرض کیا جائے کہ دقیق مسائل کے متعلق آپ مزید کچھ لکھیں یا فقیر کو ان کے بارے میں کچھ لکھنے کا حکم فرمائیں تاکہ اس رسالہ کے معارف کو شریعت مطہرہ کے ساتھ تطبیق دی جا سکے فقیر کا یہ ارادہ بچتہ ہو گیا تھا اسی اثناء میں اچانک تائید ایزدی شامل ہوئی اور رسالہ "طریقت خواجگان نقشبندیہ" کے بعض مشکوفات فقیر پر فائض ہوئے جن کو معرض تحریر میں لایا گیا۔ وہ مشکوفات رسالہ سلسلۃ الاحرار کے بعض علوم پر مشتمل ہیں جن میں آپ کے تصنیف فرمودہ رسالے کے معارف کو شریعت کے ساتھ تطبیق دے دی گئی ہے اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو فقیر کے اس مسودہ کو اپنے رسالہ سلسلۃ الاحرار کا مکملہ بنادیں یا اس کے بعض مناسب علوم کو چھانٹ کر اس کے ساتھ ملا دیں۔

بسمہ
حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دو رباعیوں کی شرح خود ہی تحریر فرمائی تھی حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس شرح کی مزید تشریح و توضیح فرمائی اور اس کا نام شرح رباعیات رکھا یہ شرح غالباً ۱۰۱۳ ہجری میں مرتب فرمائی۔

رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ

سبحان اللہ زہے خدائے متعال
عالی ز تصور و مستہ از خیال
از نور لطیف نقش ضمائر مشحون
وز سر سرایش جہاں مالا مال

گویند وجود کون، کون سی حصول
نورے بجز از کون نہ کردہ است قبول
واللہ کہ دریں پردہ لسان الغیب است (۲)
برطبق قواعد است بروفق اصول

بشناس کہ کائنات رو در عدم اند
بل در عدم ایستادہ ثابت قدم اند (۳)
وین کون معلّق از خیال و وہم است
باقی ہسگی ظہور نور قدم اند

دو رباعیات کی شرح خود حضرت خواجہ نے تحریر فرمائی تھی ازاں بعد حضرت
امام ربانی قدس سرہ نے تینوں رباعیوں کی شرح فرما کر توحید وجودی اور شہودی کے
علوم و معارف کو باہم ملا کر شریعت حقہ کے ساتھ تطبیق دے دی تھی۔ ان تشریحات
میں شریعت اور طریقت کے حقائق و مسائل کو واضح فرمایا گیا ہے اور تصوف کی مشکل
ترین اصطلاحات مثلاً کون حصول، وجود، ثبوت، تعینات، تنزلات، اعیان ثابتہ
تجدد امثال، ہمہ اوست، ہمہ ازوست وغیرہا کو دل نشین انداز میں بیان
فرمایا گیا ہے۔

خواجہ برہان دین مدت کار خوب کردند و
متن از سیر سیوم کہ مناسب مقام جذبہ است

۱۔ آجکل شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ دہلی رحمۃ اللہ علیہ مع حواشی و تعلیقات حضرت امام ربانی قدس سرہ مع
اردو ترجمہ کتابی صورت میں دستیاب ہے جس کو ادارہ مجددیہ (ناظم آباد نمبر ۳ کراچی نمبر ۱۸) نے شائع کر لیا ہے

نیز نصیب یافتہ

ترجمہ: خواجہ بُرہان نے اس مدت میں اچھا کام کیا ہے اور تیسرے سیر سے بھی جو مقام جذبہ کے مناسب ہے حصہ پالیا ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے خواجہ بُرہان علیہ الرحمۃ کی سفارش کے ساتھ ساتھ ان کے باطنی مقام کی طرف بھی اشارہ فرمادیا ہے کہ وہ تیسری سیر سے حصہ پا رہے ہیں جو کہ مقام جذبہ کے ساتھ مناسب ہے۔ خواجہ بُرہان کا ذکر حضرات القدس دوم حصہ نہم کرامت ہفتم میں آتا ہے۔

سیر سوم تیسری سیر کو اصطلاح طریقت میں سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں۔ جو حرکت علیہ سے عبارت ہے۔ اس سیر میں سالک کو علم اعلیٰ سے علم اسفل کی طرف اور اسفل سے اسفل تر کی طرف لایا جاتا ہے۔ اس قسم کے صاحب دولت خوش نصیب کو جب عروج کے بعد نزول ہوتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ جس راستے سے تم خود آئے ہو واپس جا کر اسی راستے سے میرے دوسرے بندوں کو بھی میری طرف لاؤ۔ یہ سالک مسند تلقین و ارشاد پر فائز ہوتا ہے۔ اس کی تمام تر توجہ مخلوق کی طرف ہوتی ہے لیکن باطنی طور پر اس کو مخلوق کے ساتھ کسی قسم کی گرفتاری نہیں ہوتی بلکہ مقام مشاہدہ سے باریاب ہوتا ہے اور اس کے وجود کی برکت سے مخلوق خدا نفس کے اندھیروں سے نکل کر خدا تک رسائی حاصل کرتی رہتی ہے۔

دفترِ اولِ مکتوب (۶)

مکتوبِ نائیه

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی مدظلہ العالی



موضوعات

تعبیراتِ جمال و جلال ، مراتبِ یقین
عارف کے مراتبِ نزول و عروج کا بیان



مکتوب - ۶

متن عرض داشتِ کمترین بندگانِ احمد آنکہ مُرشدِ
عَلَى الْإِطْلَاقِ جَلَّ شَانُهُ بِرِکْتِ تَوْجِهٍ عَالِیْ بِہرِ دو
طریقِ جذبہ و سلوکِ تربیتِ فرمود و بہر دو صِفَتِ جمال و جلال
مُرْتَبِی ساخت حالاً جمالِ عینِ جلالِ ست و جلالِ عینِ جمال۔

ترجمہ: حضورِ اکمترینِ خادمِ احمد عرض کرتا ہے کہ مطلق طور پر ہدایتِ کمزور والے
یعنی اللہ تعالیٰ جَلَّ شَانُهُ نے آنجناب کی توجہِ عالی کی برکت سے جذبہ اور سلوک کے
دونوں طریقوں اور جمال و جلال کی دونوں صفتوں سے تربیت فرمائی ہے۔ اب
جمالِ عینِ جلال ہے اور جلالِ عینِ جمال ہے۔

شرح

ابتداءً مکتوب میں حضرت امام ربانی قَدِیسِ سِرُّہ نے ذاتِ حقِ سبحانہ و تعالیٰ
کے لیے ”مُرشدِ عَلَی الْإِطْلَاقِ“ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ کیونکہ رُشد و ہدایت
در اصل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے اور وہی حقیقی طور پر مُرشد و ہادی ہے
بندگانِ خدا پر لفظِ مُرشد و ہادی کا اطلاق مجازاً ہے۔ بعد ازاں حضرت امام ربانی قَدِیسِ
سِرُّہ نے اپنے متعلق جذبہ و سلوک کے دونوں طریقوں اور جمال و جلال کی دونوں صفتوں
سے تربیتِ باطنی کی نعمت حاصل ہونے کا اظہار فرمایا ہے۔ اس مضمون کو قدرے

تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ اصل مفہوم واضح ہو سکے۔
وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ

جذبہ و سلوک

جذبہ سیرِ نفسی کا نام ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور مُرشدِ کامل کی توجہات سے سیرِ نفسی میں عالمِ امر کے لطائف کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور لطائف اپنی اصل میں فنا ہو جاتے ہیں یہ کیفیتِ جذب ہے اور اس تربیت کے حاصل کرنے والے کو مجذوب کہتے ہیں۔

سُلُوک سیرِ آفاقی کا نام ہے۔ مُرشدِ کامل کی ہدایت کے مطابق، اتباعِ سنت و شریعت اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے ہمارے نفسِ عناصر حاصل کرنا سیرِ آفاقی ہے۔ اس کو سلوک کہتے ہیں اور اس قسم کی تربیت حاصل کرنے والے کو سالک کہا جاتا ہے۔

بلندیہ نمبر ۱ جذبہ سلوک سے مُقدم ہو تو ایسے مُرید کو مجذوب سالک کہتے ہیں اگر سلوک جذبے پر مُقدم ہو تو ایسے مُرید کو سالک مجذوب کہتے ہیں حضراتِ نقشبندیہ جذبے کو سلوک پر مُقدم رکھتے ہیں اسی لیے اکثر نقشبندی صوفیاء مجذوب سالک ہوتے ہیں دیگر سلاسل کے بزرگ سلوک کو جذبے پر مُقدم کرتے ہیں اسی لیے ان کے اکثر صوفیاء سالک مجذوب کہلاتے ہیں۔

یہاں مجذوب کا عوام میں متعارف معنی مراد نہیں بلکہ مجذوب کا لفظ توجہِ شیخ سے فیضیاب ہونے والے پابندِ شریعت صوفی پر استعمال فرمایا ہے۔

جذبہ کی دو قسمیں ہیں۔

اقسامِ جذبہ ۱، جذبہِ بدایت ۲، جذبہِ نہایت

جذبہِ بدایت کو جذبہِ صوری اور جذبہِ نہایت کو جذبہِ حقیقی کہتے ہیں۔ جذبہِ بدایت

سلسلہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے جو حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کا خصوصی فیضان ہے۔ اندراجِ انہایت فی البدایت کا بھی یہی مفہوم ہے۔ جذبہ نہایت تمام سلاسلِ طریقت میں مشترک ہے۔

تعبیراتِ جمال و جلال

- صوفیائے کرام کے نزدیک جمال و جلال کے متعدد مفہوم ہیں مثلاً جمال سے مراد اللہ تعالیٰ کا انعام و اکرام ہے جو بصورتِ راحت و رحمت اور صحت و شفا ظاہر ہوتا ہے۔
- جلال سے مراد اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب ہے جو بصورتِ رنج و الم و تکلیف و مصیبت ظاہر ہوتا ہے۔
- جمال سے مراد تجلّی لطف و رحمت ہے، تمام افعال و آثارِ خیرات و طاعات اور اعمالِ عبادات و حسنات کا صدور اسی تجلّی جمال سے وابستہ ہے۔
- جلال سے مراد تجلّی قہاری ہے، تمام افعال و آثارِ ضلالت و شرارت اور اعمالِ کثافت کا صدور اسی تجلّی جلال سے ظاہر ہوتا ہے۔
- جمال سے مرتبہ وحدت اور جلال سے مرتبہ احدیت بھی مراد لیا گیا ہے۔
- جمال سے التفاتِ محبوب اور جلال سے استغناءِ محبوب مراد ہے۔

وَاللّٰهُ عَلٰمٌ

بلیۃ نمبر ۲ سالک جب تزکیۂ نفس کے بعد مقامِ معرفت پر فائز ہوتا ہے اور جذبہ سلوک کی دونوں جہتوں سے حصّہ پاتا ہے اور جمالی و جلالی صفوں کے ساتھ تربیت پاتا ہے تو اس کو ذاتِ حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ محبت ذاتی کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اس مرتبے میں اسے جمال اور جلال دونوں یکساں نظر آتے ہیں کیونکہ جمال اور جلال دونوں اللہ تعالیٰ کے فعل ہیں محبوب

کے فعل بھی محبوب ہوتے ہیں۔ اسی لیے جمال و جلال کی خصوصیات اس کی نظر سے اوجھل رہتی ہیں اور اس کی ساری توجہ صرف محبوب کی طرف رہتی ہے۔

متن بعضی حواشی رسالہ قدسیہ این عبارت را از مفہوم صریح خود منحرف ساختہ بر مفہوم موہوم خود حمل کردہ است و عبارت محمول بظاہر خودست قابل انحراف و

تاویل نیست۔

ترجمہ : رسالہ قدسیہ کے بعض حاشیوں میں اس عبارت کو اپنے ظاہری مفہوم سے پھیر کر اپنے موہوم مطلب (اپنی سمجھ کے مطابق تاویل کردہ معنی) پر حمل کیا ہے حالانکہ عبارت اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے۔ لہذا ظاہری معنی سے ہٹانے اور تاویل کے قابل نہیں ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ قدسیہ کی شرح کرنے والے کسی محقق کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اس نے جمال و جلال کے ظاہری مفہوم کے برعکس اپنے وہم کے مطابق جمال و جلال کی تاویل کی ہے جبکہ جمال کا ظاہری مفہوم انعام و اکرام ہے اور جلال کا ظاہری مفہوم رنج و الم ہے مطلب یہ ہے کہ سالکین پر محبت ذاتی کے مرتبے میں انعام و ایلام دونوں برابر ہوتے ہیں اور اس مفہوم کو نظر انداز کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

رسالہ قدسیہ

یہ رسالہ مبارکہ حضرت خواجہ خواجگان سید محمد بہاؤ الدین نقشبند اویسی بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات

اور ان کی تشریحات پر مشتمل ہے جس کو حضرت خواجہ محمد یار سارحمتہ اللہ علیہ نے مرتب فرمایا ہے۔ یہ رسالہ نقشبندی مکتب فکر کے لیے لائحہ عمل کی حیثیت رکھتا ہے جو حضرت امام ربانی نے مکتوبات میں جا بجا اس رسالہ کی عبارات کا حوالہ دیا ہے۔

حضرت خواجہ محمد یار سارحمتہ حضرت خواجہ محمد یار سا کا اصل نام خواجہ محمد بن محمد محمود الحاکم فاضل ہے۔ آپ ۲۹ھ بخارا میں پیدا ہوئے حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر قصر عارفان میں روحانی تربیت حاصل کی۔ آپ نے طریقت نقشبندیہ کے فروغ کے لیے بے بہا خدمات انجام دیں۔ آپ کی گراں قدر بے بہا تصانیف دنیائے علم و تصوف میں معتبر اور مستند تسلیم کی جاتی ہیں۔ آپ کا وصال بعمر تراسی (۸۲) سال ۸۲۲ھ ہجری بروز جمعرات مدینہ منورہ میں ہوا اور جنت البقیع میں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبۃ شریفہ کے قریب مدفون ہوئے۔ آپ کا سن وصال آپ کی معروف تالیف فصل الخطاب کے نام فصل خطابی کے اعداد سے نکلتا ہے

وعلامت این تربیت مستحق شدنت بحجت

متن ذاتی پیش از تحقق آن امکان ندارد و محبت ذاتیہ

علامت فناست و فنا عبارت از لیسان ماسواست پس

تا زمانیکہ علوم تمام از ساحت سینہ رفته نشود و بہرہ جہل مطلق

متحقق نشود از فنا بہرہ ندارد و این حیرت و جہل دائمی ست

امکان زوال ندارد نہ آنست کہ گاہے حاصل شود و گاہے

زائل گرد و غایۃ مافی الباب پیش از بقا جہالتِ محض است بعد
از بقا جہالت و علم با ہم جمع اند در عین نادانی بہ شعورست و در عین
حیرت بخشور کہ این موطن حق الیقینست کہ علم و عین حجاب
یک دیگر نیستند۔

ترجمہ : اور اس تربیت کی علامت محبت ذاتی کے ساتھ متحقق ہونا ہے اس کے
تحقق سے پہلے ممکن نہیں ہے اور محبت ذاتی فنا کی علامت ہے اور فنا سے مراد
اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا فراموش ہو جانا ہے پس جب تک تمام علوم پورے طور پر
سمنے کے میدان سے صاف نہ ہو جائیں اور سالک جہلِ مطلق کے ساتھ متحقق نہ
ہو جائے وہ فنا سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا اور یہ حیرت و جہل دائمی ہے۔ اس کا زائل
ہونا ممکن نہیں ہے اور ایسا نہیں ہے کہ کبھی حاصل ہو جائے اور کبھی زائل ہو جائے
حاصل کلام یہ ہے کہ مقام بقا باللہ سے پہلے جہالتِ محض ہے اور مقام بقا باللہ حاصل
ہونے کے بعد جہالت اور علم دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ سالک عین نادانی کی حالت
میں شعور کے ساتھ ہوتا ہے اور عین حیرت کے وقت میں حضور کے ساتھ ہوتا ہے
اور یہ مقام حق الیقین کا مقام ہے کہ اس میں علم اور عین ایک دوسرے کے لیے
حجاب نہیں ہیں۔

شرح

محبتِ ذاتیہ علامتِ فنا ہے
سالک کو جب عالم امر کی طرف
عروج نصیب ہوتا ہے اور اس پر
اللہ تعالیٰ کی جمالی اور جلالی صفتوں کا انعکاس (پرتو) ہوتا ہے تو وہ ان صفات

سے متصف اور رنگین ہو کر فنا فی الصفات ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر سالک تزکیہ نفس سے مشرف ہو کر اللہ تعالیٰ کی ذاتی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ محبت ذاتی کے مرتبے میں سالک کے لیے جمال و جلال کی متقابل صفتیں آپس میں اس طرح متحد ہو جاتی ہیں کہ سالک کو جمال عین جلال اور جلال عین جمال معلوم ہوتا ہے یعنی دونوں صفتیں اس کو برابر لطف اندوز کرتی رہتی ہیں کیونکہ تزکیہ نفس کی وجہ سے نفس انعام و ایلام اور راحت و آلام سے بے نیاز ہو کر اپنے جلی تقاضوں سے دست بردار ہو جاتا ہے اور جمال و جلال کو اپنے محبوب کے افعال و صفات سمجھ کر محبوب و مغرب بنا لیتا ہے۔ وہ عزت و ذلت، رحمت و رحمت و دونوں کو محبوب کی عطا سمجھ کر قبول کرتا ہے اور اس کے نزدیک کُلِّ مَا يَفْعَلُهُ الْمَحْبُوبُ مُحْبُوبٌ محبوب کے افعال و اعمال بھی محبوب ہی ہوتے ہیں۔ لہذا جمال و جلال کی خاصیتوں اور انعام کی راحتوں اور ایلام کی مصیبتوں پر اس کی نظر نہیں پڑتی بلکہ محبوب ہی ہر وقت پیش نظر رہتا ہے۔ سالک کی اسی کیفیت کو محبت ذاتیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی کیفیت علامتِ فنا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جمال و جلال کا اتحاد اور محبت ذاتی کا تحقق فنا کی علامت ہے اور فنا نسیان ماسوی اللہ سے عبارت ہے۔ جب تک سالک کے سینے کے میدان سے تمام علوم پورے طور پر صاف نہ ہو جائیں اور جہل مطلق کا تحقق نہ ہو جائے فنا کا مل حاصل نہیں ہوتی۔ جہل مطلق دراصل فنا سے مطلق ہی کا دوسرا نام ہے۔ حافظ شیرازی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ ۷

تواز سرائے طبیعت نمی روی بیروں

کجا بگوئے حقیقت گذر توانی کرد

حیرت و جہل سے مراد اشیائے کائنات سے لا تعلقی و

بے خبری ہے جب کثرتِ ذکر اور فرطِ محبت کے غلے

سے عارف اپنے محبوب حقیقی کے مشاہدے میں ڈوب جاتا ہے اور محبوب کے سوا

حیرت و جہل

سب کچھ اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور مرتبہ احدیت میں محو ہو کر تجلی اہم ہو
کا مشاہدہ کرتے ہوئے انکشاف حقیقت پر ہکا بکارہ جاتا ہے تو اسی حالت کو حیرت
جہل کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ حیرت وجہل محمود ہے نہ کہ مذموم، اسی کو صوفیاء کرام فلسفۂ
مرتبہ جمع اور اوراکب بسطی بھی کہتے ہیں۔ شطیحات اولیاء مثلاً اَنَا الْحَقُّ، سُبْحَانِی
مَا اَعْظَمَ شَانِی، لَئِنْ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَى اللّٰهِ سَبَّ اِسی مرتبے کے
اثرات و ثمرات ہیں۔ اَلشُّكَّارِیْ مَعْدُوْرُوْنَ کے مطابق ان کے لیے
اقوالِ سکریہ کی تاویل کی جاتی ہے۔

بلینہ نمبر ۳ حیرت وجہل کے دائمی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک
عارف مرتبہ عروج میں رہتا ہے اسے کوئی چیز یاد نہیں رہتی
اور سیان مگلی ہو جاتا ہے۔ اس کی بُری عادتیں ابھی عادتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں عارف
سے اس کیفیت کا زائل نہ ہونا ہی دائمی حیرت وجہل ہے۔ اگر سالک کو کبھی اشیائے
کائنات بھول جائیں اور کبھی یاد آجائیں تو یہ فلسفۂ مطلق نہیں بلکہ مطلق فنا ہے جو فنا
ناقص کی علامت ہے کیونکہ علم الیقین اور عین الیقین ایک دوسرے کی نقیضیں ہیں۔
علم الیقین کے مرتبے میں وجود بشری باقی ہوتا ہے اور عین الیقین کے مرتبے میں وجود
بشری فانی ہو جاتا ہے۔ اسی لیے مرتبہ علم الیقین میں سالک کو ماسویٰ کی یاد آتی رہتی
ہے لیکن مرتبہ عین الیقین میں سب یادیں ختم ہو جاتی ہیں اسی مرتبے میں سالک عالم وجود
کا مشاہدہ کرتا ہے جہاں اشیاء کے وجود و عدم اور نفی و اثبات کے متعلق لب
کشائی نہیں ہو سکتی۔ یہاں تمام اشیاء سے بے خبری و نادانی لازمی امر ہے لیکن
حق الیقین کا مرتبہ مذکورہ دونوں مرتبوں سے بہت بلند ہے۔

مراتب یقین

صوفیاء کرام نے مشاہدۂ ذات کے بارے میں یقین کو تین مرتبوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ علم یقین اللہ تعالیٰ کی ان آیتوں اور نشانیوں کے مشاہدہ کرنے سے مراد ہے جو اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ سالک کو عروج سے پہلے جو علم آتا ہے وہ علم یقین کہلاتا ہے۔ اس مرتبے میں وجود بشری عنصری باقی رہتا ہے اور سالک مقام فنا تک نہیں پہنچ سکتا۔ ان نشانیوں کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں اور یہ سب کچھ سالک اپنے باہر میں تلاش کرتا ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں اس کو سیر تطیل بھی کہتے ہیں۔

یہ مشاہدہ چونکہ مقصود کی خبر نہیں دیتا اور سوائے نشانی اور دلیل کے اس کا کچھ حضور نہیں بخشا اس لیے دھوئیں اور گرمی کے مشاہدہ کی طرح ہے جو آگ کے وجود پر رہنمائی کرتا ہے۔

علم یقین سے حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد جو عین یقین کہلاتا ہے اور وہ بعض کے نزدیک سالک کے اپنے نفس میں ہوتا ہے اسی لیے کہا گیا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، اس ذاتی شہود اور حضور کو سیر انفسی کہتے ہیں۔ اس کا نام سیر تدریجی ہے اس مشاہدہ میں سر اسر حیرت و جہل ہے علم کی اس میں گنجائش نہیں ہے اور سالک مَنْ عَرَفَ رَبَّهُ كَلَّ لِسَانُهُ یعنی جس نے اپنے رب کو پہچانا اس کی زبان گونگی ہو گئی کا مصداق ہو جاتا ہے۔

سالک اس مرتبے میں تکمیل عروج کے وقت عالم و مجرب کا مشاہدہ کرتا ہے اس لیے اس کا وجود بشری عنصری باقی نہیں رہتا اور مقام فنا کے مطلق حاصل

ہو جاتا ہے۔

حق یقین

یہ مرتبہ پہلے دو نول مرتبوں سے بلند ہے جب عارف فنا

کے بعد سیر فی اللہ کے مقام میں بقا باللہ سے مشرف ہوتا ہے

اور اس کا مشاہدہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ عارف کے اپنے ساتھ اور بی شریعت

و بی یبصر یعنی مجھ سے ہی سنا ہے اور مجھ سے ہی دیکھتا ہے کا مرتبہ حاصل

کر لیتا ہے تو فنائے مطلق حاصل کرنے کے لیے اس کو حق تعالیٰ محض اپنی عنایت سے

ایک ایسا وجود مہرب حقیقی عطا کرتا ہے کہ عارف سحر اور بے خودی سے رہائی پا کر

صحو اور ہوشیاری میں آ جاتا ہے اور اس مقام میں علم اور عین ایک دوسرے کا حجاب

نہیں رہتے بلکہ عارف عین مشاہدہ کی حالت میں عالم اور عین علم کی حالت میں مشاہدہ

کرنے والا ہوتا ہے یہ فنا کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ ہے اس مرتبے کو تخلیق بافلاق اللہ

سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے یہی مرتبہ حق یقین کہلاتا ہے جہاں عروجی مراتب کی تکمیل کے

بعد عارف مراتب نزول کی طرف مستعد ہوتا ہے اس وقت اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات

کا علم اور ماسوی اللہ کا علم دو نول علم حاصل رہتے ہیں۔

یقین کے ان تینوں مرتبوں کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔

مثلاً کوئی شخص مضبوط دلیلوں اور قرینوں سے یہ بات جان لے

کہ آگ کی تاثیر جلانا ہے یہ علم یقین ہے اور اگر کسی کو آگ میں جلتا ہوا دیکھ لے تو یہ

عین یقین ہے اور اگر خود آگ میں جل کر مر جائے تو یہ حق یقین ہے۔

متن

و علم کے پیش از چہنیں جہالت حاصل شود از

چیز اعتبار خارج ست با وجود آن اگر علم ست

در خود ست و اگر شہود ست ہم در خود و اگر معرفت ست یا

حیرت نیز در خود ست تا زمانیکہ نظر در بیرون ست بے
حاصل ست اگرچہ در خود ہم نظر داشتہ باشد نظر از بیرون
بالکل منقطع می باید کہ شود حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہ
می فرمایند کہ اہل اللہ بعد از فنا و بقا ہر چہ می بینند و خود می بینند
و ہر چہ می شناسند و خود می شناسند و حیرت ایشان در وجود

خود ست
ترجمہ : اور وہ علم جو اس قسم کی حیالت سے پہلے حاصل ہوتا ہے وہ احاطہ اعتبار
سے خارج ہے یعنی اعتبار کے لائق نہیں ہے، اس حالت کے باوجود اگر علم ہے
تو اپنے آپ میں ہے اور اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے آپ میں ہے اور اگر معرفت
یا حیرت ہے تو وہ بھی اپنے آپ میں ہی ہے جب تک نظر باہر کی اشیاء میں ہے بے
حاصل (بیکار) ہے اگرچہ اپنے آپ میں بھی نظر رکھتا ہو۔ بیرونی اشیاء سے نظر بالکل
منقطع ہو جانی چاہیئے حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس اللہ
سرہ) فرماتے ہیں کہ ”اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے
ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں ہی پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود
ہی میں ہے“

شرح

عارف دو قسم کے علم رکھتا ہے۔ اولاً ماریوسی اللہ کا علم ثانیاً ذات حق تعالیٰ کا
علم۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو علم، حیرت و جہل سے پہلے حاصل ہوتا ہے اس کا کوئی اعتبار

نہیں کیونکہ ماسوی اللہ کا وہ علم جو فنا سے قبل ہے وہ تو ہر ایک کو حاصل ہوتا ہے لیکن بے حاصل ہوتا ہے یہاں عارف کے علم سے مراد وہ علم ہے جو عارف کو فنا اور نسیان ماسوی اللہ کے بعد حاصل ہوتا ہے اور وہ ذات حق تعالیٰ کا علم ہے۔

بلیئے نمبر ۵ واضح ہو کہ ذات حق تعالیٰ کے علم سے عالم و جوب کا مشاہدہ یا رویت قلبی مراد ہے اور حدیث لَا تَتَفَكَّرُوا فِي الْخَالِقِ میں جس تفکر سے نہی وارد ہے وہ تفکر فی الذات ہے یا کیفیت مثال اور مقدار کا تفکر ہے جس کو فارسی میں تفکرِ چونی و چندی کہا گیا ہے۔ عارف جب فنا و بقا کی منزلیں طے کر لیتا ہے وہ تفکر بے کیف و کم اور ادراک بے چون کی صلاحیت سے نوازا جاتا اور یہ رُوح کا مرتبہ کمال ہے جیسا کہ عالم ارواح بے چُون ہے اور رُوحوں کو عالم ارواح میں مشاہدہ کی دولت حاصل تھی اور حدیث تَفَكَّرْ سَاعَةً خَيْرٌ مِّنْ قِيَامٍ لَّيْلَةٍ میں تفکر سے مراد تفکر بے چونی ہے جس کو تفکر فی الصفات کہتے ہیں۔

عارف کا مرتبہ نزول عارف کے مرتبہ نزول کی دو قسمیں ہیں۔

پہلا نزول کمالات و ولایت کے حصول کے وقت ہوتا ہے جبکہ عارف کا نفس عروج کے بعد نزول کرتا ہے اور اس کی رُوح عروج میں رہتی ہے۔ اس حالت میں نفس ماسوی اللہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور رُوح عالم و جوب کے مشاہدے میں مصروف رہتی ہے۔

دوسرا نزول کمالات نبوت کے حصول کے وقت ہوتا ہے جبکہ عارف کا نفس اور اس کی رُوح دونوں نزول کرتے ہیں اور اس کا ایمان شہودی دوبارہ ایمان غیبی کے ساتھ تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں عارف

مُتَعَلِّقٌ بِإِتْلَاقِ اللّٰهِ ہو جاتا ہے۔ واجب اور ممکن ہر دو اس کے معلوم ہوتے ہیں یعنی ذاتِ حق اور ماسوئی دونوں کے ساتھ اس کا علمی تعلق اور رابطہ ہوتا ہے اس مرتبہ میں عارف بادشاہ کے مُقَرَّب وزیر کی طرح ہوتا ہے جو بادشاہ کی حضورِ می میں بیٹھ کر اُمورِ عالم کی تنظیم پر بھی مامور ہوتا ہے اور جب چاہتا ہے بادشاہ کو بھی دیکھ لیتا ہے۔

عارف کو عالم وُجوب کے مشاہدے کے دوران رویتِ قلبی بلیغہ نمبر ۶ نصیب ہوتی ہے رویتِ بصری کا دنیا میں وقوع محال ہے کیونکہ اگر رویتِ قلبی کا اثبات نہ کیا جائے تو عینِ یقین اور حقِ یقین کے معنی واضح نہیں ہو سکتے۔ یہ مسئلہ صوفیاء کے نزدیک مختلف فیہ ہے بعض نے مرتبہ وُجوب کے ادراک بلکہ درکِ ادراک کا اثبات فرمایا ہے اور بعض نے سکوت اور بعض نے انکار سے کام لیا ہے تفصیلات آئندہ پر چھوڑ دی جاتی ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ

عارف کا مرتبہ حقِ یقین حضرت امام ربانی قَدِیسُ سِرِّہ نے فرمایا ہے کہ عارف حقِ یقین کے مرتبہ میں ”عینِ نادانی“ میں باشعور ہوتا ہے اور عینِ حیرت میں باحضور اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کے اعتبار سے باشعور ہوتا ہے اور رُوح کے اعتبار سے باحضور ہوتا ہے کیونکہ نزول کے وقت عالم اس کے نفس کا مشہود ہوتا ہے اس لیے نفس کے اعتبار سے باشعور ہوتا ہے اور عروج کے وقت وجودِ عالم سے حیرت میں ہوتا ہے اور عالم وُجوب سے حضور میں ہوتا ہے۔ اس لیے رُوح کے اعتبار سے باحضور ہوتا ہے اس فرمان کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ عارف رُوح کے اعتبار سے وجودِ عالم سے حیرت و نادانی میں ہوتا ہے اور عالم وُجوب کے مشاہدے میں رُوح کے اعتبار سے حضور میں ہوتا ہے۔

تجلی آفاقی و انفسی سالک جب سیرِ انفسی کے دوران ولایتِ صغریٰ (ولایتِ ظلیہ) کے مقام کے ساتھ ممتاز ہوتا ہے تو وہ

جو تجلی بھی دیکھتا ہے اپنی ذات میں دیکھتا ہے نیز معرفت یا حیرت بھی اپنی ذات میں ہی ملاحظہ کرتا ہے اور اس تجلی میں اس کی حیرت کی وجہ یہ ہے کہ وہ عالم و جہ کی بے کیف تجلی ہوتی ہے جو سالک کے عدم اور اک کی وجہ سے سبب حیرت بن جاتی ہے اس کو تجلی انفسی کہتے ہیں۔ اس مقام میں سالک کو شش کرتا ہے کہ تجلی آفاقی (جو تجلی انفسی کا ظل ہے) منقطع ہو جائے کیونکہ جب تک تجلی آفاقی منقطع نہ ہو جائے فنائے کامل حاصل نہیں ہوتی اور جب فنا ناقص ہوگی تو بقا بھی ناقص ہوگی اس لیے کہ بقا بقدر فنا ہوا کرتی ہے اور فنائے مطلق و مطلق فنا میں فرق یہ ہے کہ فنائے مطلق، فنائے تام ہے اور مطلق فنا، فنائے ناقص ہے۔ فنائے مطلق میں سالک کو ماسومی کا نسیان تلم ہو جاتا ہے اور اس کا لطیفہ اپنے مبداء فیض تک پہنچ جاتا ہے جبکہ مطلق فنا میں ایسا نہیں ہوتا۔ مولانا روم مست بادۃ قیوم علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

بے فنائے مطلق و جذبِ قوی

کے حیرم وصل را محرم شوی

واضح ہو کہ عارف کا یہ شہود، سیر انفسی کے دوران ولایتِ صغریٰ جس کو ولایتِ ظلیہ بھی کہتے ہیں، کے حصول کے وقت ہوتا ہے لیکن جس وقت عارف کمالاتِ ولایتِ نبوت سے مشرف ہوتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ شہودِ انفسی بھی ظلالِ مطلوب سے ایک ظل ہے اور مطلوب ابھی ماوراء ہے۔

مطلوبِ آفاق و انفس سے دار ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند اویسی بخاری رضی اللہ عنہ کا جو تائیدی قول نقل فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے دونوں بزرگ اس وقت کمالاتِ ولایت کے مقام میں تھے اور شہودِ انفسی کو اصل اور مقصود جانتے تھے لیکن اس کے بعد جب کمالاتِ ولایتِ نبوت کے مرتبے سے

مشرف ہوئے تو حضرت امام بانی نے فرمایا ”مطلوب درائے آفاق و انفس است“
یعنی مطلوب آفاق اور انفس سے بہت آگے ہے اور حضرت خواجہ نقشبند قدس
سرہ نے فرمایا۔ ”ہرچہ دیدہ شد و دانستہ شد آں ہمہ غیر است“ یعنی جو کچھ دیکھا
اور جانا گیا ہے وہ سب کچھ غیر ہے۔

عجب کاریست اولاً ہر بلا و مصیبت کہ واقع
میں می شد باعث سرور و فرحت می شد و
هَلْ مِنْ مَزِيدٍ می گفت و ہرچہ از امتیعتہ و نیویہ
کم می شد خوش می آمد..... و همچنین اگر دعائے کرد از
برائے دفع بلا و مصیبت مقصود از و نہ رفع آن بود بلکہ
انتقال امر اذ عونی بود حالاً مقصود از و عارف بلیتہ و
مصائب است۔

ترجمہ: یہ عجیب معاملہ ہے کہ پہلے جو بلا و مصیبت بھی واقع ہوتی وہ فرحت و خوشی
کا باعث ہوتی تھی اور یہ فقیر هَلْ مِنْ مَزِيدٍ (کیا اور زیادہ بھی ہے) کہتا تھا اور
دنیاوی ساز و سامان میں سے جو کچھ کم ہو جاتا تھا اچھا معلوم ہوتا تھا اور یہ فقیر اسی قسم
کی خواہش کرتا تھا اور اب جبکہ عالم اسباب میں نزول واقع ہوا ہے اور اپنی عاجزی
محتاجی پر نگاہ پڑی ہے اگر تھوڑا سا بھی نقصان لاحق ہو جاتا ہے تو پہلے ہی جھٹکے میں

ایک قسم کا رنج و غم پیدا ہو جاتا ہے اگرچہ وہ جلد ہی دُور ہو جاتا ہے اور کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور اسی طرح اگر پہلے یہ عاجز بلا و مصیبت کے دور ہونے کے لیے دُعا کرتا تھا تو اس سے بلا و مصیبت کو دُور کرنا مقصود نہیں ہوتا تھا بلکہ اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کے حکم (اُدْعُوْنِی..... تم مجھ سے مانگو) کی تعمیل و فرمانبرداری بجالاتا تھا لیکن اب دُعا سے مقصود بلاؤں اور مصیبتوں کا رفع کرنا ہے۔

شرح

سطور بالا میں عارف کی وہ کیفیات بیان کی گئی ہیں جو عروج و نزول کے مراتب میں سیر کے دوران ظاہر ہوتی ہیں۔ اس لیے سالک عروج کے وقت چونکہ عالم وجوب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لیے دنیا و مافیہا سے بے خبر و بے فکر ہو جاتا ہے اس مقام میں دنیاوی مصائب و تکالیف اس کے لیے عالم وجوب کی طرف مزید توجہ اور ترقی کا سبب بن جاتی ہیں لیکن نزولی مرتبے میں چونکہ عالم اسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لیے بلا کو بلا اور مصیبت کو مصیبت سمجھتا ہے۔ اسی طرح عارف جب عروج کے وقت دعا کرتا ہے تو اس کا مقصد دعا سے دفع بلا نہیں ہوتا صرف اللہ کے حکم ”اُدْعُوْنِی.....“ مجھ سے مانگو“ کی تعمیل مقصود ہوتی ہے۔ اس وقت اس کا جحان یہ ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کی دُعاؤں کا مقصد بھی دفع بلا و مصیبت نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ بھی صرف تعمیل حکم کے لیے دُعائیں مانگتے رہے ہیں لیکن عارف کو نزول کے مرتبے میں یہ امر سمجھ میں آ جاتا ہے کہ انبیاء و اولیاء دفع بلا و مصیبت کیلئے جو دُعائیں مانگتے ہیں ان کا مقصد صرف تعمیل حکم ہی نہیں ہوتا بلکہ واقعتاً مصائب و تکالیف رفع کرنا بھی مقصود ہوتا ہے کیونکہ عالم اسباب میں عوام حسن چیز کے محتاج ہیں۔ صحو اور نزول کے مرتبے میں خواہش بھی اس کی احتیاج رکھتے ہیں کیونکہ ان کی نظر عالم اسباب پر ہوتی ہے اور عالم اسباب کا یہی تقاضا ہے۔

دفترِ اول - مکتوب

مکتوبِ نائبر

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی مدظلہ العالی



موضوعات

سورۃ رابعہ کا تفصیلی بیان
مشاہدات روحانیہ ، اکابرِ اربعہ نقشبندیہ

مکتوب - ۷

عرضداشت کمترین بندگان احمد آنکہ مقامیکہ
 متن فوق محد و بود روح خود را بطریق عروج
 در آنجا می یافت و آن مقام بحضرت خواجہ بزرگ
 قدس اللہ سرہ الاقدس اختصاص داشت بعد از
 زمانے بدن عنصری خود را نیز در همان مقام یافت۔

ترجمہ حضور کا ایک کمترین خادم احمد عرض کرتا ہے کہ جو مقام محد یعنی عرش کے اوپر
 ہے اپنی روح کو بطریق عروج اس مقام میں پاتا تھا اور وہ مقام حضرت خواجہ بزرگ
 یعنی حضرت خواجہ نقشبند بخاری قدس سرہ کے ساتھ مخصوص تھا کچھ زمانہ گزرنے کے بعد
 اپنے عنصری بدن کو بھی اسی مقام میں پایا۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فوق العرش عروج کے دوران پیش آنے والے
 عجیب و غریب مشاہدات کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ شاہدے سالک کو حسب مراتب سیر
 عروجی و نزولی کے دوران حاصل ہوتے ہیں۔ روح کو عروج کے طریق پر جو سیر روحانی
 میسر آتی ہے وہ سیر علی ہوتی ہے نہ کہ جسمی۔

صوفیائے راہ سلوک کو چار سیروں میں تقسیم کیا ہے اور یہ چاروں سیریں علمی ہیں نہ کہ انی۔ سیر حرکت علمی کا نام ہے نہ کہ حرکت انی و جمی کا۔ ارباب ولایت کی سیر باطنی چار قسم پر ہے۔

۱۔ سیر الی اللہ

۲۔ سیر فی اللہ

۳۔ سیر عن اللہ باللہ

۴۔ سیر فی الاشیاء باللہ

پہلی دو سیریں عروجی ہیں۔ دوسری دو سیریں نزولی ہیں۔ سیر اول سیر چہارم کے مقابل ہے اور سیر دوم سیر سوم کے مقابلہ میں ہے پہلی اور دوسری سیر نفس ولایت کے حصول کے لیے ہے جو فنا و بقا سے مراد ہے اور تیسری و چوتھی سیر مقام دعوت کے حاصل ہونے کے لیے ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

واضح ہو کہ ہر شخص کی سیر عروجی اس خاص مقام تک ہوتی ہے جو اس کا مبداء تعیین ہے۔

سیر عروجی
اس کے بعد اس کی سیر نزولی اسی لحاظ سے کامل ہوتی ہے جس قدر اس کی سیر عروجی کامل ہوتی ہے اور عروج و نزول کی کاملیت اتباع سنت و شریعت پر موقوف ہے۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ زَوَّادٌ

عروج کی دو قسمیں

۱۔ عروج مجازی

۲۔ عروج حقیقی

سالک کے لیے عالم وجوب میں عروج کا اطلاق بمعنی مجازی ہے اور عالم

امکان میں عروج کا اطلاق معنی یقینی ہے کیونکہ عالم امکان کے درجات ایک دوسرے پر بلندی و فوقیت رکھتے ہیں جبکہ عالم وجوب کے درجات اپنی لامکانیت کے سبب فوق تحت، بین، شمال وغیرہ یعنی اطراف و اکناف نہیں رکھتے۔

نیز عالم امکان میں عروج کے وقت سالک عاشق ہوتا ہے اور معشوق میں سیر کرتا ہے جبکہ عالم وجوب کی سیر کے دوران سالک معشوق ہوتا ہے اور عاشق اس میں سیر کرتا ہے۔ اس لیے سالک بسبب نسیانِ عالم اپنی ذات میں معشوق کے ظہور کے لائق ہو جاتا ہے اور عالم وجوب کے کمالات اس میں ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

رو تو زنگار از رخ خود پاک کُن
بعد ازاں آن نور را ادراک کُن

سیر الی اللہ جب سالک علمِ اسفل یعنی ظلالِ اسماء و صفاتِ الہی سے علمِ علی یعنی اسماء و صفاتِ الہی کی طرف سیر کرتا ہے تو ترقی کرتے ہوئے اپنی اصل کو پہنچ کر اپنے آپ کو اس میں فانی پاتا ہے حتیٰ کہ اپنا کوئی اثر اور اپنی کوئی اصلیت نہیں پاتا اور صرف وجود میں اصل ہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ پس اس دائرۂ ظلال کی سیر کو اصطلاحِ صوفیاء میں سیرِ الی اللہ کہتے ہیں اور یہی دائرۂ ولایتِ صغریٰ (اولیاء کی ولایت کا دائرہ) ہوتا ہے۔ اس دائرۂ ولایت میں تفصیلی سیر ابد الابد تک ختم نہیں ہو سکتی۔ ہر شخص اتنی سیر کرتا ہے جتنا کہ اس میں اس کا حق ہوتا ہے۔ یہاں پر فنا کلی حاصل ہو جاتی ہے اور حضرت مولانا روم مستِ بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا یہی مفہوم ہے۔

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

ہمچو سبزہ بارہا روییدہ ام

یعنی میں نے سات سو ستر قالب (ظلال کے پردے) دیکھے ہیں اور
(ان میں فنا ہو کر) سبزے کی طرح بارہا اگا ہوں۔

اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کا فضل سالک کے شامل حال ہو جائے اور سنت و شریعت پر استقامت نصیب ہو جائے تو سالک کو ترقی کرتے ہوئے اسماء و صفات کے دائرہ میں رجوع طلال کے دائروں کی اصل ہے، داخلہ میسر ہو جائے تو سالک اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء و شیئونات و اعتبارات و تقدیسات و تنزیہات میں سیر کرتا ہے۔ پس وجوب کے ان مرتبوں یعنی اسماء و صفات وغیرہ میں جو حرکت علمیہ (سیر علمی) واقع ہوتی ہے اس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور یہ سیر ولایت کبریٰ میں واقع ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی ولایت ہے۔ عالم امر کے پانچوں لطیفے اس دائرہ کی انتہاء ہیں اور یہ سیر اس مرتبے تک پہنچتی ہے کہ جس کو کسی عبارت اشارے یا نام سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس سیر کا نام بقا رکھا گیا ہے۔ یہ سیر آفاقی اور انفسی سیر یعنی سیر الی اللہ سے منزلوں دور اور دراز ہے۔ سیر آفاقی کو سیر الی اللہ اور سیر انفسی کو سیر فی اللہ کہنا فضول ہے۔ کیونکہ انفس بھی آفاق کی طرح دائرہ امکان میں داخل ہے تو اس صورت میں دائرہ امکان کا قطع کرنا ناممکن ہوگا اور اس سے ہمیشہ کی ناامیدی اور نقصان کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا نہ کبھی فنا ثابت ہوگی نہ بقا تصور کی جاسکے گی۔ پھر خدا تعالیٰ کا وصال اور اتصال کیسے ہوگا اور اس کا قرب وصال کیا حاصل ہوگا۔

چوں توئی کے یار گرد و یار تو

تا نبشی یار باشد یار تو

یعنی جب تک تو ہے یار تیر اکب یار ہوگا تو اپنے آپ کو فنا کر دے پس جب تو نہیں ہوگا تو یار تیر یار ہوگا۔

یہی وہ مقام ہے کہ جہاں نفس کو طمینان حاصل ہوتا ہے اور اسی مقام پر شرح صدر ہوتا ہے اور سالک حقیقی اسلام سے مشرف ہوتا ہے اور نفس مطمئنہ صدارت کے تخت پر بیٹھتا ہے اور رضا کے مقام کی جانب ترقی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ
مِّن رَّبِّهِ ۙ

ترجمہ: پس وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کے لیے کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے یعنی ایمان کی روشنی رکھتا ہے اور اس کو اسلام کی حقیقت کا یقین آجاتا ہے (وَاللَّهُ الْمَوْفِقُ)

سیر فی اللہ کے تمام کرنے پر سالکین کے دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ پہلا گروہ مستہلکین کا ہوتا ہے یعنی وہ لوگ جو ذاتِ باری تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو گئے اور جمالِ الہی کے مشاہدے میں ہی رہ گئے ہیں۔

دوسرا گروہ رجعین الی اللہ ہے۔ ان کو واپس مقامِ قلب میں لایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ میرے بندوں کو اسی راستہ سے جس سے کہ تم خود آئے ہو میری طرف لاؤ اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھو تمہارا مشاہدہ اب بندہ ہوگا۔ پہلے سیر عاشق کی معشوق کی طرف تھی اور آیت کریمہ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي ۙ عَلٰیٰ عَمَلٍ تَحْسَبُونَهُ لَکُمْ سَالٰکٌ عَاشِقٌ اور حضرت حق سبحانہ معشوق اب سیر معشوق کی عاشق کی طرف ہے اور آیت مذکورہ کے دوسرے جُزْیُجِبْکُمُ اللہ سے مشرف ہو جاتا ہے کیونکہ سالک تعلیم و تلقین اور ترغیب سے مریدوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور اس تعلیم میں اللہ تعالیٰ اپنا مشاہدہ اس کو دیتا رہتا ہے تو اس حالت میں سالک ہادی کا ہر فعل باعثِ مشاہدہ ہوتا ہے پس اس قسم کے صاحبِ دولت کو جب دنیا کی طرف لانا چاہیں اور مخلوق کو اس کے وجودِ شریف کی برکت سے نفسانی اندھیروں سے نکالنا

چاہیں تو اس کو صوفیوں کی اصطلاح میں سیرِ عن اللہ باللہ کے طریقے پر جہان کی طرف لے آتے ہیں اور اس کی توجہ تمام تر مخلوق کی طرف ہوتی ہے لیکن اس کو مخلوق کے ساتھ کسی قسم کی گرفتاری نہیں ہوتی اگرچہ ظاہر میں وہ مبتدی کا شریکِ حال ہے لیکن گرفتاری اور عدم گرفتاری میں بڑا فرق ہے اور خلق کی طرف توجہ کرنا اس منتہی کے حق میں بے اختیار ہے اور اس میں وہ اپنی رغبت کچھ نہیں رکھتا۔ بلکہ اس توجہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے۔ برخلاف مبتدی کے کہ اس میں اپنی ذاتی رغبت اور حق تعالیٰ کی نارضا مندی ہے پس اس سیر میں سالک علمِ اعلیٰ سے علمِ اسفل کی طرف اور اسفل سے اسفل تر کی طرف رجوع کرتا ہے حتیٰ کہ واپس ممکنات کی طرف رجوع کرتا ہے۔

یہ سالک کی چوتھی سیر ہے جو رجوع کے بعد اشیاء میں سیر فی الاشیاء باللہ ہے اور سیرِ اقل میں جو اشیاء کے علوم بالکل مٹ گئے تھے اب پھر یکے بعد دیگرے حاصل ہو جاتے ہیں اور سالک بظاہر کلی طور پر مخلوق کے ساتھ بلا جلا رہتا ہے اور اگرچہ ظاہر میں اس کے تمام افعال عوام کی طرح دنیا کی مشغولی میں گزرتے ہیں لیکن وہ اصل میں اس شعر کا مصداق ہوتا ہے۔

از دُروں شو آشنا و ز بُروں بیگانہ و شش

ایں چنیں زیبا و شش کم می بود اندر جہاں

یعنی اپنے باطن میں ذاتِ حق سے واقف ہو جا اور ظاہر میں بیگانوں کی طرح رہ اور اس قسم کے طریقے والے لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں

اکثر دیکھا گیا ہے کہ دیہاتوں کی پانی بھر کر لانے والی عورتیں کئی کئی میٹکے اوپر نیچے سر پر رکھ کر بظاہر بے تکلف ایک دوسری سے باتیں کرتی ہوئی چلی جاتی ہیں کیا مجال جو ان کی رفتار میں فرق آجائے یا مشکوں میں کسی قسم کی تھنیش ہو اور پھلکیں۔ کیونکہ دل کی توجہ پورے طور پر مشکوں پر لگی رہتی ہے اور یہ توجہ ان میں راسخ ہو کر ان کی طبیعت

بن جانی ہے۔ یہی حال سالکِ کامل کی توجہ کا حق کی طرف ہے کہ دُنیا کے ساتھ بھی رہتے ہیں اور حق تعالیٰ کی طرف بھی پوری طرح متوجہ رہتے ہیں اور آیت مُبارکہ رَجَالٌ لَا تُلَهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ انہی کے حال پر صادق آتی ہے۔

مثنیٰ
و دران وقت چنان متخیل گشت کہ این عالم
بتمام از عنصریات و فلیکیات بہ فروفت

نام و نشان ازان نماند و چون در آن مقام نبودند الا بعضی
از اولیاء کبار این زمان کہ تمام عالم را بخود در جائے
مقامے شریک می یا بدحیرت دست می دهد کہ با وجود
بے گانگی تمام خود را بایشان می بسند الغرض حالتیکہ
گاہ گاہ دست میداد کہ دران نہ خود میماند و نہ عالم نہ
در نظر چیزے می آمد نہ در علم حالا آن حالت ستمرہ است
و وجود خلقت عالم از دید و دانش برآمده۔

ترجمہ : اور اس وقت یہ بات خیال میں آئی کہ یہ عالم سارے کا سار عنصریات و
فلکیات سے نیچے چلا گیا ہے اور اس کا نام و نشان باقی نہیں رہا اور چونکہ اس مقام
میں بعض اولیائے کبار کے سوا اور کوئی نہیں تھا اس وقت تمام عالم کو اپنے ساتھ ایک
ہی جگہ اور ایک ہی مقام میں شریک پا کر بہت حیرت حاصل ہوتی ہے کہ پوری پوری

بے گمانی کے باوجود اپنے آپ کو ان کے ساتھ دیکھتا ہے، غرضیکہ وہ حالت جو کبھی کبھی حاصل ہوتی تھی جس میں کہ نہ خود رہتا تھا اور نہ عالم نہ نظر میں کوئی چیز آتی تھی نہ علم میں اب وہ حالت دائمی ہو گئی ہے خلقتِ عالم کا وجود دید و دانش (دیکھنے و جاننے) سے باہر نکل گیا ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے اس مکتوب میں عجیب و غریب مشاہداتِ روحانیہ بیان فرمائے ہیں جو عرش کے اُوپر بطریقِ عروجِ روحانی سیر کے دوران سامنے آئے۔

مشاہداتِ روحانیہ

پہلا مشاہدہ پہلے مشاہدہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جس مقام تک روحانی سیر فرمائی اپنے بدنِ عنصری کو بھی وہاں پایا۔ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اس وقت بدنِ روحی انعکاس کی وجہ سے روح کا حکم اختیار کر چکا تھا اور بقول صوفیاء کرام آجسادُنا آرواحنا بدنِ پر روح کا غلبہ تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دورانِ عروج سالک کی قوتِ خیالیہ کو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بدنِ عنصری بھی اس کے ساتھ پرواز کر رہا ہے۔

محققین علماء و صوفیاء کے نزدیک سیرِ بدنی شرعاً ثابت ہے۔

◎ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کے اس مقام کے ساتھ اختصاص کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس مقام کے ساتھ ایک خاص علمی اور انصباغی تعلق ہے اور اس مقام کے انوار و تجلیات کا آپ پر خاص پرتو ہے یہ مطلب نہیں کہ آپ کا عروج

اسی مقام تک محدود ہے اور اس سے آگے آپ کو عبور حاصل نہیں ہے۔
 دوسرا مشاہدہ اس میں آپ نے سارے عالم کو نیچے جاتا ہوا دیکھا اس کی وجہ یہ ہے کہ سالک جب بلندی کی طرف پرواز کرتا ہے تو عالم امکان اس کو نیچے جاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اتنی دُور چلا جاتا ہے کہ سالک کی نظر میں اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔

تیسرا مشاہدہ آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ اس مقام میں بعض اولیائے کبار کے سوا اور کوئی نہیں تھا لیکن اس وقت آپ تمام عالم کو اپنے ساتھ ایک ہی جگہ اور ایک ہی مقام میں شریک پا کر بہت حیرت میں مبتلا ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عروج کے وقت آپ نے اس مقام پر سوائے بعض اولیاء کرام کے کسی کو نہیں دیکھا لیکن نزول کے وقت آپ نے تمام عالم کو اپنے ساتھ ایک ہی جگہ اور ایک ہی مقام میں شریک پایا۔ حیرت اس لیے ہوئی کہ پوری بے گانگی کے باوجود پوری یگانگی کیسے ہو گئی۔ کیونکہ سالک کا عروج کے وقت عالم سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور نزول کے وقت سالک اگرچہ عالم کے ساتھ ہوتا ہے لیکن عالم سے قلبی تعلق نہیں ہوتا یعنی اس کا دل گرفتاری عالم سے محفوظ رہتا ہے اور سالک اس مقام پر باہم بے ہمہ (یعنی سب کے ساتھ اور سب سے جدا) کی کیفیت سے سرشار ہوتا ہے۔

حضرت مولانا عبد الرحمان جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

الہی ہمہ را بمن بد خو کن

روئے مرا از ہمہ یخو کن

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جو حالت کبھی رہتی تھی اب چوتھا مشاہدہ وہ دائمی ہو گئی ہے۔ آپ کا یہ فرمان عروج کی ابتدائی حالتوں پر مشتمل ہے یعنی سالک کو ابتدائے عروج میں کبھی عالم کا نسیان ہو جاتا ہے اور کبھی

پھر شہود حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن جب عروج مکمل ہو جاتا ہے تو نسیان عالم دائمی ہو جاتا ہے یعنی جب تک سالک دعوتِ خلق کے لیے نزول نہیں کرتا عالم کے علم تخلیق اور شہود سے فارغ رہتا ہے۔

اتفاقاً نمازِ شکر وضو میگزارد کہ مقامے
متن بس عالی نمایان شدہ و اکابر اربعہ نقشبندیہ

راقِدَسَ اللہُ اَسْرَارُ حُجْمِ دران مقام دید و مشائخ دیگر ہم مثل
سید الطائفہ وغیرہ در انسجا بودند و بعضے دیگر از مشائخ
بالائے آن مقام ہستند اما قوائم آرا گرفتہ نشستہ اند و بعضے
پایان علی تفاوتِ درجائتہم و خود را بسیار
دور ازان مقام یافت بلکہ مناسبت ہم ندید ازیں و قصہ
اضطراب تمام پیدا شد نزدیک بود کہ دیوانہ شدہ برآید و از
فرط اندوہ و غصہ قلب تہی کند چند گاہ برین ہنج گذشت
آخر بتوجہاتِ علیہ حضرت ایشان خود را مناسب آن
مقام دید۔

ترجمہ: اتفاقاً یعنی ایک دفعہ جبکہ میں وضو کے شکرانہ کی نماز تحیۃ الوضوء ادا کر رہا تھا کہ ایک بہت ہی بلند مقام ظاہر ہوا اور مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ سرار ہم میں سے چار بزرگ مشائخ کو اس مقام میں دیکھا اور دوسرے مشائخ مثلاً سید الطائفہ وغیرہ کو بھی اس مقام میں پایا اور بعض دوسرے مشائخ اس مقام کے اوپر ہیں لیکن

اس کے پایوں کو پکڑے ہوئے بیٹھے ہیں اور بعض اپنے اپنے درجہ کے مطابق اس مقام کے نیچے تھے اور میں نے اپنے آپ کو اس مقام سے بہت دُور پایا۔ بلکہ اس مقام کے ساتھ کچھ مناسبت بھی نہیں دیکھی اس واقعہ سے میں نہایت بے چین و بے قرار ہو گیا۔ قریب تھا کہ دیوانہ ہو کر نکل جاؤں اور غم و غصہ کے باعث اپنے جسم کو جان سے خالی کر دوں۔ کچھ وقت اسی حالت پر گزارا آخر کار آپ کی بلند توجہات سے اپنے آپ کو اس مقام کے مناسب دیکھا۔

شرح

ایک اور مشاہدے میں آپ نے مشائخ نقشبندیہ اکابر اربعہ نقشبندیہ قدس اللہ انوارہم میں سے چار بزرگوں کو ایک نہایت بلند مقام میں پایا۔ حضرت علامہ محمد رادکنی رحمۃ اللہ علیہ معرب مکتوبات فرماتے ہیں کہ شاید ان چار سے مراد

۱۔ حضرت خواجہ جہان عبدالحق عجدوانی

۲۔ حضرت خواجہ سید محمد بہا الدین نقشبند بخاری

۳۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار

۴۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں (واللہ اعلم)

لیکن حضرت خواجہ مولانا نور احمد نقشبندی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ محشی مکتوبات نے تحریر فرمایا ہے کہ میں نے اس قلمی نسخہ کے حاشیہ پر جو کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ عالیہ پر ہے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ان اکابر اربعہ نقشبندیہ سے مراد :

۱۔ حضرت خواجہ نقشبند بخاری

۲۔ حضرت خواجہ محمد پارسا

۲ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار

۲ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں (واللہ اعلم)

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوسرے مشائخ کے علاوہ
سید الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کو بھی اسی مقام میں پایا۔

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ صوفیاء کے طبقہ ثانیہ سے ہیں

سید الطائفہ کنیت ابو القاسم اور لقب قواریری، زجاج اور خزانہ ہے

قواریری اور زجاج کہنے کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کے والد ماجد آگینے فروخت کیا
کرتے تھے اور خزانہ (بخائے معجمہ و زائے مشدہ) اس وجہ سے کہتے ہیں کہ

خز کے کپڑے کا کام کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی اصل نہاوند سے ہے۔ آپ

حضرت خواجہ بتری سقطی قدس سرہ کے بھائی اور خلیفہ ہیں۔ ۲۹۷ھ میں وصال

ہوا۔ سلسلہ طریقت نقشبندیہ کی سند اتصال کے اعتبار سے آپ اکابرین مشائخ

نقشبندیہ علیہم الرحمۃ سے ہیں۔ آپ کا مزار حضرت بتری سقطی کے مزار کے متصل

بغداد شریف کے قبرستان میں واقع ہے۔ (راقم الحروف کو حاضری و زیارت کی

سعادت حاصل ہوئی)۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

اس مشاہدے میں بعض اولیاء کو بعض دوسرے اولیاء کرام سے اونچے مقام

پر مشاہدہ فرمانا ایک دوسرے پر فضیلت مطلقہ کی دلیل نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ

نچلے مقام والے اوپر والوں سے علوم و معارف میں زیادہ بلند ہوں وَاللّٰہُ اعْلَمُ

حضرت امام ربانی کے اضطراب کا سبب یہ معلوم

سبب اضطراب ہوتا ہے کہ آپ نے جب دیکھا کہ اتنی بلند استعداد

کے باوجود ابھی تک میں اس بلند مقام تک رسائی حاصل نہیں کر سکا تو یہ خیال آپ

کے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہوا کیونکہ وصل کے مرتبوں تک پہنچنا عارف

کا اصل مقصود ہوتا ہے اور جب وصل کی منزل دور نظر آئے تو عارف کا اضطراب

ایک فطری امر ہے لیکن تھوڑا وقت گزرنے کے بعد آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی توجہات سے اس مقام کی مناسبت حاصل ہو گئی اور تکمیل تام کی منزل پر پہنچ گئے اور اضطراب ختم ہو گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ اِس وقت آپ پر منکشف ہوا کہ یہ علوم و مراتب حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ فیض تھا جس کے متعلق آپ نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو واقعہ میں فرمایا تھا۔ ”آمدہ ام تا ترا علم سموات تعلیم کنم“ یعنی میں تجھے آسمانوں کا علم سکھانے آیا ہوں۔

متن دیگر چنان ظاہر میشود کہ اخلاق سیئہ
ساعت فساعت می برآیند بعضے در
رنگ رشتہ از وجود می برآیند و گاہے در رنگ دود بیرن
می آیند در بعضے اوقات متخیل میشود کہ تمام برآمدہ اند در
ثانی احوال چیزے دیگر باز ظاہر می شود و می برآید۔

ترجمہ : دوسرے یہ کہ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ برے اخلاق لمحہ بہ لمحہ نکلتے جاتے ہیں۔ بعض دھاگے کی طرح وجود سے نکلتے ہیں اور کبھی دھوئیں کی طرح باہر نکلتے ہیں بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ سب نکل گئے ہیں پھر کسی وقت کچھ اور ظاہر ہوتا ہے اور باہر نکلتا معلوم ہوتا ہے۔

شرح

جب سالک پر صفات الہیہ کے انوار و تجلیات وارد ہوتے ہیں تو وہ

اخلاقِ حسنہ سے متعلق ہو جاتا ہے۔ بُری عادتیں اور بُشری کثافتیں اس کے دُجور سے نکل جاتی ہیں جس قدر اچھی عادتیں اختیار کرتا ہے اسی قدر بُری عادتیں دور ہوتی جاتی ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے بُری عادتوں کو کبھی دھاگے اور کبھی دھوئیں کی طرح مشاہدہ فرمایا۔ بمطابق حدیث

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ
انسان کے جسم اور دل میں شیطان کا مسکن ہوتا ہے پر توصفاتِ البیہ سے جب انسان کا قلبی تزکیہ ہوتا ہے تو شیطانی اثرات مختلف صورتوں میں باہر نکلتے ہیں۔ ایک مکتوب میں حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ فقیر کے قلب میں جو شیطانی منزل تھی اس کو باہر نکال پھینکا ہے اور اس کے تمام اثرات و تصرفات سے بندہ کو پاک کر دیا گیا ہے۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)

تزکیہ نفس کی منزل میں اکثر اولیاء کرام سے اسی قسم کے مشاہدات منقول ہیں۔
مکتوب ہفتم کے آخر میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے مُرشدِ برحق حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ چند سوالات علیہ کی خدمتِ اقدس میں چند سوالات پیش کر کے ان کے جوابات طلب فرمائے ہیں ممکن ہے کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جوابات اپنے مکتوباتِ شریفہ میں ارشاد فرمائے ہوں لیکن راقم الحروف کی نظر سے ابھی تک نہیں گزرے (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ)

دفترِ اولِ مکتوب (۸)

مکتوبِ یائیزہ

عارفِ باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باری دہلوی مدظلہ العالی



موضوعات

مسئلہ استطاعت مع الفعل ، مصطلحات تقشیدیہ
مسئلہ قضا و قدر کا تفصیلی بیان ، مسئلہ صفات باری تعالیٰ کا بیان



مکتوب - ۸

عرضداشت کم ترین بندگان احمد آنکہ ازان زمان
متن کہ بصحہ آورده اند و بقا بخشیدہ اند علوم غریبہ
و معارف نادرہ غیر متعارفہ بتواتر و تو الی فاض
وارد اند اکثر آنها بہ بیان قوم و اصطلاح متداول شان
موافقت ندارند ہر چہ از مسئلہ وحدت وجود و
توابع آن گفتہ اند در اوائل بآن حال مشرف
ساختہ اند و شہود وحدت در کثرت میسر
شد ازان مقام بدرجات بالا بردند و انواع علوم
درین ضمن افادہ فرمودند ۔

رحمہ : کم ترین خادم احمد عرض کرتا ہے کہ جب سے اس خاکسار کو صُحُوف میں لائے ہیں اور
بقا عطا فرمائی ہے عجیب و غریب علوم و معارف جو پہلے معلوم و متعارف نہ تھے پے در
پے مسلسل فاض و وارد ہو رہے ہیں ۔ ان میں سے اکثر علوم و معارف قوم (صوفیائے
کرام) کے بیان اور ان کی مروجہ و متعل اصطلاح کے ساتھ موافقت نہیں رکھتے مسئلہ
وحدت الوجود اور اس کے متعلقات کی نسبت جو کچھ ان حضرات نے بیان کیا ہے اس
خاکسار کو اس حال سے ابتداء میں ہی مشرف کر دیا گیا اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ

حاصل ہوا پھر اس مقام سے کئی درجے اوپر لے گئے اور اس ضمن میں کئی قسم کے علوم کا افادہ نصیب ہوا۔

شرح

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السبحانی فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے صوفی اور بقا نصیب ہوئی ایسے عجیب و غریب علوم و معارف فائز اور وارد ہو رہے ہیں کہ ان میں سے اکثر صوفیاء کی مروجہ اصطلاح کے ساتھ موافقت نہیں رکھتے۔ یہاں مروجہ اصطلاح سے آپ کی مراد وحدت الوجود کی اصطلاح ہے مطلب یہ ہے کہ یہ نئے علوم و معارف صوفیائے وجودیہ کی اصطلاحات کے برعکس ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ وحدت الوجود اور اس کے تعلقات کے علوم و معارف سے تو ابتداء میں ہی مشرف کر دیا گیا تھا اس کے بعد اب فقیر کو اوپر کے درجات پر لے جایا گیا ہے جہاں کئی قسم کے نئے علوم و معارف حاصل ہوئے ہیں جو صوفیائے وحدت الوجود کے علوم و معارف سے بہت بلند ہیں۔ اگرچہ بعض پہلے بزرگوں نے اس قسم کے معارف کو رمز و اجمال کے ساتھ اشارتاً بیان فرمایا ہے لیکن ان معارف کی صحت و درستی پر ظاہر شریعت اور اجماع اہل سنت گواہ ہے جبکہ توحید و جود کی معارف ظاہر شریعت سے موافقت نہیں رکھتے اور ان کی صحت ثابت کرنے کے لیے صوفیائے وجودیہ کو تاویلات بعیدہ کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے اور علمائے متکلمین اہل سنت کو علمائے ظواہر کے زمرے میں شامل کرنا پڑا ہے حالانکہ یہ امر خلاف حقیقت ہے

توحید و جود کی اور توحید شہودی کے درمیان فرق

توحید و جود کی اور شہودی کے درمیان بعض دوسرے مکتوبات شریفہ میں تفصیل

- کے ساتھ فرق مذکور ہے اس مقام پر صرف چند امور کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔
- توحید وجودی فنا سے پہلے حاصل ہوتی ہے۔
 - توحید شہودی فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے۔
 - توحید وجودی میں سالک ماسوا کی نفی کرتا ہے اور ہر چیز کو وجوب کے عنوان سے دیکھتا اور ہمہ اوست (سب کچھ اللہ ہی ہے) کہتا ہے۔
 - توحید شہودی میں سالک مرتبہ حق الیقین تک پہنچ کر صحو اور بقا سے مشرف ہوتا ہے اور ممکن کو ممکن اور واجب کو واجب جانتا ہے۔
 - توحید وجودی ایک کو موجود جاننا اور اس کے غیر کو معدوم سمجھنا ہے۔
 - توحید شہودی ایک دیکھنا ہے یعنی یہ کہ سالک کا مشہود سوائے ایک کے کوئی نہ ہو۔
- گویا توحید وجودی اور شہودی میں اتنا فرق ہے جتنا جاننے اور دیکھنے یعنی علم اور عین میں ہوتا ہے لہذا توحید وجودی علم الیقین کے قبیل سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین اور حق الیقین کے قبیل سے ہے (فافہم و تدبر)

و هیچ موافقت بحکماء و اصول معقولہ آنها
متن ندارند بلکه از علماء اسلام جماعهء نہ مخالفت
بائلی سنت دارند باصول آنها نیز موافق نیست
استطاعت مع الفعل منکشف شدہ است پیش
از فعل قدرتی ندارد قدرت بمقارنت فعل می
بخشد و تکلیف بر سلامت اسباب و اعضا میدہند
کَمَا قَرَّرَهُ عُلَمَاءُ أَهْلِ السُّنَّةِ

ترجمہ: اور حکماء اور ان کے عقلی اصولوں کے ساتھ کچھ موافقت نہیں رکھتے بلکہ علماء اسلام کی ایک جماعت جو اہل سنت سے مخالفت رکھتی ہے وہ بھی ان (حکماء) کے اصول سے موافق نہیں ہے۔ استطاعت مع الفعل کا مسئلہ منکشف ہو گیا ہے انسان فعل سے پہلے کچھ قدرت نہیں رکھتا جب فعل سرزد ہوتا ہے اس کے ساتھ متصل ہی قدرت بخشتے ہیں اور اسباب و اعضاء کے صحیح و سالم ہونے کی صورت میں مکلف بنتے ہیں جیسا کہ علماء اہل سنت و جماعت نے ثابت کیا ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ فقیر پر جو علوم و معارف فائض ہوئے ہیں وہ حکماء یونان کے اصولوں کے ساتھ موافقت نہیں رکھتے بلکہ فرقہ معتزلہ (جو اہل سنت کا مخالف ہے) کے اصولوں سے بھی فقیر کے معارف کوئی موافقت نہیں رکھتے جیسا کہ مسئلہ استطاعت مع الفعل میں اہل سنت اور معتزلہ کا اختلاف واضح ہے۔

اس مسئلہ میں اہل سنت اور معتزلہ کے درمیان اختلاف ہے معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ مکلف یعنی انسان میں ہر فعل کی استطاعت اس فعل کی ایجاد سے پہلے موجود ہوتی ہے اور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر فعل کی استطاعت اس کی ایجاد کے ساتھ مقارن و متصل ہی ہوتی ہے۔

معتزلہ جو استطاعت قبل الفعل کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر استطاعت مع الفعل کا اقرار کیا جائے تو تکلیف عاجز لازم آتی ہے۔ اہل سنت جو استطاعت مع الفعل کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ استطاعت عرض ہے اور عرض کا اپنے محل سے انفکاک محال ہے جبکہ استطاعت قبل الفعل کے اقرار سے عرض اور محل کا انفکاک لازم آتا ہے جو باطل ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کشفی معارف اہل سنت کے موافق ہیں اور اس سلسلے میں آپ کا کشف اہل سنت کے عقیدہ استطاعت مع الفعل کی تائید و توثیق کرتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ استطاعت کا اطلاق و معنوں پر ہوتا ہے ایک قدرت فعل دوسرے سلامتی آلات و اسباب۔

علمائے اہل سنت استطاعت سے قدرت اور استعداد مراد لیتے ہیں جو فعل کے لیے بمنزلہ علت یا شرط ہے اور معتزلہ استطاعت سے سلامتی آلات اسباب مراد لیتے ہیں۔

واضح ہو کہ استطاعت فعل بمعنی قدرت حقیقیہ جو کہ اکتساب فعل کا سبب و علت ہے اہل سنت کے نزدیک فعل کے ساتھ متصل ہے فعل پر تقدیم زمانی نہیں رکھتی۔ جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے اور احکام شرعیہ کی تکلیف کے صحیح ہونے کا دار و مدار اس قدرت پر نہیں لیکن قدرت و استطاعت بمعنی سلامتی آلات و اسباب و اعضاء و جوارح کو فعل پر تقدیم زمانی حاصل ہے اور احکام شرعیہ کا مکلف ہونا اسی پر مرتب ہے اور تکلیفات شرعیہ کی صحت کا دار و مدار اسی پر ہے نہ کہ پہلی استطاعت پر و اللہ و نزلہ العلم

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے معارف میں قدرت بمعنی صحت فعل بلینہ نمبر ۱ صحت ترک فعل ہے۔ آپ کی معرفت حکمائے یونان کے اصول کے ساتھ موافقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ ان کے نزدیک قدرت بمعنی اِنْ شَاءَ فَعَلَ وَاِنْ لَّمْ يَشَأْ لَمْ يَفْعَلْ ہے وہ شرطیہ ثانیہ کو مُمتنع قرار دیتے ہیں اور ایجاب واجب کے قائل ہیں۔

و درین مقام خود را بر قدم حضرت خواجہ
متن نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس می

یابد ایشان درین مقام بودہ اند و حضرت خواجہ
 علاؤ الدین را نیز ازین مقام نصیب ہست و از
 بزرگان این سلسلہ علیہ حضرت خواجہ عبد الخالق
 اند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس و از مشائخ ماتقدم
 حضرت خواجہ معروف کرخی و امام داؤد طائی و حسن
 بصری و حبیب عجمی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم المقدسہ
 ترجمہ : اور اس مقام میں یہ خاکسار اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ
 سرہ کے قدم پر پاتا ہے۔ آپ اسی مقام پر ہوئے ہیں اور حضرت خواجہ علاؤ الدین
 عطار قدس سرہ کو بھی اسی مقام سے کچھ حصہ حاصل ہے اور اس سلسلہ عالیہ کے
 بزرگوں میں سے حضرت خواجہ عبد الخالق عجد وانی قدس اللہ سرہ ہیں اور جو مشائخ
 ان سے پہلے گزرے ہیں ان میں سے حضرت خواجہ معروف کرخی، حضرت امام داؤد
 طائی، حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت خواجہ حبیب عجمی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم
 المقدسہ اسی مقام میں تھے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں کہ فقیر پر جو علوم شریعت،
 معارف طریقت اور مقامات معرفت منکشف ہو رہے ان میں بندہ اپنے آپ کو
 حضرت خواجہ نقشبند اویسی بخاری قدس سرہ الساری کے زیر قدم پاتا ہے اور معلوم
 ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ کو بھی اسی مقام سے حصہ حاصل
 ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور علائکہ کے بزرگوں میں خاص کر

حضرت خواجہ جہاں خواجہ عبدالحق عجدوانی قدس سرہ ہیں جو ان معارف میں ہمارے بزرگوں کے پیشوا ہیں اور ان مقامات کا انکشاف انہی کے فیضان کا ثمرہ ہے اور آپ سے بھی پہلے جو بزرگ گزرے ہیں خصوصاً حضرت خواجہ معروف کرخی، حضرت امام داؤد طائی، حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت خواجہ حبیب عجمی قدس سرہ اہم انہی مقامات و معارف کے وارث ہوئے ہیں۔ مذکورہ بالا حضرات صوفیاء کے احوال بالاختصار تبرکاً درج ذیل ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند اویسی بخاری قدس سرہ

آپ کی ولادت باسعادت ۲ محرم ۷۱۸ھ قصر عارفان میں ہوئی جو بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر ہے آپ کا ام گرامی محمد بن محمد البخاری ہے بہاؤ الدین کنیت اور شاہ نقشبند لقب ہے۔

پیدائش سے پہلے حضرت خواجہ محمد بابا ساسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے تولد کی بشارت دی اور فرمایا قریب ہے کہ قصر ہندوان قصر عارفان ہو جائے۔ نیز فرمایا مجھے اس مقام سے ایک مرد حق کی بُرائی ہے۔ ولادت کے تیسرے روز آپ نے خواجہ کو اپنی فرزندگی میں قبول کر کے اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی تربیت کا عہد لیا۔ آپ کے شیخ تعلیم حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور آپ حضرت خواجہ عبدالحق عجدوانی قدس سرہ کے اویسی ہیں کہ ان کی روحانیت سے تربیت پائی۔ آپ کا قول ہے حضرت عزیزان علی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مردان حق کے سامنے پوری روتے زمین ایک دسترخوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ایک ناخن کی طرح ہے۔ کوئی چیز ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

آپ نے اپنے جنازے کے آگے یہ شعر پڑھنے کا حکم دیا تھا جس کی تعمیل کی گئی۔

مفسرِ نیم آمدہ در کُوسے تو
 شینا لہ از جمال رُوسے تو
 دست بکشا جانب زنبیل ما
 آفریں بر دست و بر بازوے تو

آپ کی عمر شریف بہتر (۷۳) برس ہوئی۔ آپ نے دین اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دیں طریقتِ نقشبندیہ کو بے حد فروغ دیا پوری دنیا میں آپ کا نام روشن ہوا۔ آپ کا وصال شبِ دو شنبہ سیوم ربیع الاول ۹۱ھ میں ہوا۔ مزار مبارک قصر عارفان البخارا شریف میں ہے۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی محمد بن علی بن محمد البخاری ہے۔ علاؤ الدین کنیت اور عطار لقب ہے دراصل خوارزم سے ہیں۔ آپ حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول، نائب مطلق اور داماد ہیں۔ حضرت خواجہ کے بے حد مقبول نظر اور محترمہ خاص تھے۔ آپ صاحبِ طریقہ خاص ہیں آپ کا طریقہ علائیہ مشہور ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے دفتر اول مکتوب نمبر ۲۹ میں آپ کا بالتفصیل ذکر فرمایا ہے۔

حضرت سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ آپ کے اصحاب خاص میں سے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب تک میں خواجہ علاؤ الدین کی صحبت سے مشرف نہ ہوا میں نے خدا کو نہ پہچانا۔ آپ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں جو کوئی چالیس فرسنگ تک میری قبر کے گرد دفن ہوگا بخشا جائے گا۔ آپ کا وصال شبِ چہار شنبہ بعد نمازِ عشاءِ بستم جب ۸۰۲ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار قصبہ چغانیاں میں ہے

حضرت خواجہ عبدالحق عجدوانی قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی خواجہ عبدالحق عجدوانی ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی عبدالحق ہے جو حضرت سیدنا حضرت علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں بشارت دی تھی کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام عبدالحق رکھنا۔ حوادثِ زمانہ کے سبب آپ نے اپنے وطن مالوف روم سے ماوراء النہر کی طرف ہجرت فرمائی اور ولایت بخارا میں موضع عجدوان میں سکونت پذیر ہوئے جو بخارا سے چھ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت خواجہ عبدالحق عجدوان میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ آپ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ کے سر حلقہ اور امام ہیں طریقت کے تمام سلاسل میں مقبول و معتمد ہیں آپ شریعت و سنت کی متابعت اور خواہشات نفس و بدعات کی مخالفت میں بیحد مشہور ہوئے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا اور وقوفِ عددی اور ذکرِ خفی کی تعلیم دی۔ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پیرِ سبق اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ آپ کے پیرِ صحبت و خرقہ ہیں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی جن آٹھ کلمات پر بنیاد ہے وہ آپ ہی کے مقرر کردہ اور حسبِ ذیل ہیں۔

کلماتِ قدسیہ (مصطلحاتِ نقشبندیہ)

۱ ہوش در دم یعنی سالک کا ہر اک سانس پر ہوشیار رہنا کہ بیدار ہے یا غافل تاکہ کوئی سانس بھی غفلت سے نہ گزے اور ذرا اندرونی تفرقہ سے محفوظ رہے۔

۲ نظر بر قدم یعنی سالک چلتے وقت نظر اپنے پاؤں کی پشت پر رکھے ادھر ادھر نہ دیکھے تاکہ فسادِ نظر اور بیرونی تفرقہ

سے محفوظ رہے۔ رشتات میں ہے شاید نظر بر قدم سے سرعت سیر کی طرف اشارہ ہے یعنی مسافتِ ہستی کے قطع کرنے اور عقباتِ خود پرستی کے طے کرنے میں سالک کا باطنی قدم اس کی باطنی نظر سے پیچھے نہ رہے بلکہ منتہائے نظر پر پڑے چنانچہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کی شانِ اقدس میں فرماتے ہیں

بکہ زخود کردہ بسرعت سفر

باز منازہ قدش از نظر

۳ سفر در وطن سالک کا صفاتِ بشریہ ذمیمہ سے صفاتِ ملکئہ حمیدہ کی طرف انتقال کرنا سفر در وطن کہلاتا ہے۔ سالک نقشبندیہ میں سلوک کو سیرِ انفسی سے شروع کرتے ہیں اور اسی ضمن میں سیرِ آفاقی کو قطع کر لیتے ہیں۔ سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیرِ انفسی اپنے اندر آکر اپنے دل کے گرد پھرنے کا نام ہے۔

۲ بلینہ نمبر حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ شہودِ انفسی میں بھی گرفتار نہ ہونا چاہیئے اور اس کو مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظلِ تصوو کرنا چاہیئے کیوں کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ جیسا کہ ورائے آفاق ہے ورائے انفس بھی ہے۔ پس اس کو آفاق و انفس سے باہر طلب کرنا چاہیئے۔

۴ خلوت در انجمن یعنی سالک انجمن (ظاہر) میں خلق کے ساتھ ہو اور خلوتِ باطن میں حق کے ساتھ ہو۔

از بروں در میان بازارم

وز دروون خلوتیست با یارم

۳ بلینہ نمبر خواجہ اولیائے کبیر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ خلوت در انجمن یہ ہے کہ سالک اگر بازار میں جلتے تو ذکرِ الہی میں استغراق کے سبب کوئی آواز نہ سنے۔ یعنی جمیع اوقاتِ خلوت و خلوت میں سالک کا قلب اللہ تعالیٰ کے

ساتھ مشغول رہے۔ واضح ہو کہ حضرات نقشبندیہ حلقوں کی بجائے خلوت در انجمن پر قناعت کرتے ہیں۔

۵ یاد کرد یعنی ہر وقت ذکر میں مشغول رہے خواہ ذکر زبانی ہو یا قلبی۔

۶ بازگشت یعنی جب ذکر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ہر بار ذکر مجرّد یا ذکر نفی اثبات کے بعد بحال تضرع زبان دل سے دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ مَقْصُوْدِيْ وَرِضَاكَ مَطْلُوْبِيْ

اے اللہ تو ہی میرا مقصود ہے اور مجھے تیری رضا مطلوب ہے
مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ذکر نفی اثبات کے تلفظ کے ضمن میں لَا مَقْصُوْدَ وَلَا حَظَّ کرتے ہیں۔ کیونکہ جو معبود ہوتا ہے وہ مقصود ہوتا ہے جیسا کہ آیت مبارکہ اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْاِلٰهَ هَوٰٓءَہٗ سے ظاہر ہے۔

۷ نگاہداشت اس سے مراد قلب کو خطرات و حدیث نفس (دوسو اس و خیالات فاسدہ) سے نگاہ رکھنا ہے۔ یعنی کلمہ طیبہ کے تکرار کے وقت مابوئی اللہ کا قلب میں گزرنہ ہو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کلمہ طیبہ حبس دم کے ساتھ بہت مفید ہے۔

۸ یادداشت اس سے مراد یہ ہے کہ سالک ذاتِ بیچون و بیچگون حق بُنّانہ و تعالیٰ کی طرف بغیر ملاحظہ الفاظ و خیال کے متوجہ رہے یعنی دوام آگاہی و حضور بحق بُنّانہ بر سبیل ذوق

۹ دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال

در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

اسی کیفیت کے غلبے کو فنا کہتے ہیں۔

آپ کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ کو ہوئی آپ کا مزار
وصال نجد وان البحرین میں ہے جو بخارا کے قریب ہے۔

حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی معروف اور کنیت ابو محفوظ تھی۔ والد ماجد کا نام فیروزان تھا۔
آبائی دین آتش پرستی تھا۔ کرخ کی حکومت آپ کے نانا کے زیر نگین تھی پھر آتش پرست
تھے۔ آپ نے حضرت علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہما کے دست اقدس پر اسلام قبول
فرمایا۔ پھر اپنے والدین کو بھی اسلام سے مشرف فرمایا آپ متقدمین مشائخ میں سے تھے۔
حضرت داؤد طائی علیہ الرحمہ کی صحبت میں رہے۔ حضرت شیخ سمری سقلی قدس سرہ کے
استاد تھے۔ آپ نے علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
سے فرمائی۔ شرف بیعت حضرت سیدنا حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا جن کو
شرف بیعت و فرقہ خلافت حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے حاصل تھا۔ اس
اعتبار سے آپ اکابر مشائخ نقشبندیہ میں سے ہیں۔ آپ تبع تابعین کی صف میں شامل
تھے۔ آپ ستباب الدعوات تھے عوام الناس آپ کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے
باران رحمت طلب کیا کرتے تھے تقویٰ اور فتوت میں مشہور تھے آپ نے خلیفہ معتصم
عباسی کے دور میں بغداد شریف میں ۲۰۰ھ یا ۲۰۶ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار بغداد
شریف کے قدیمی قبرستان میں مرجع خاص و عام ہے۔ (راقم الحروف کو حاضری و
زیارت کا شرف حاصل ہوا۔)

حضرت امام داؤد طائی قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی داؤد، ابوسلیمان کنیت اور لقب امام الفقہار ہے۔ آپ اہل تصوف
و طریقت کے سرداروں میں شمار ہوتے ہیں سید القوم تھے۔ آپ حضرت خواجہ حبیب

راعی رحمۃ اللہ علیہ کے فرید و خلیفہ تھے۔ بیس سال تک حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شاگردی میں رہے۔ حضرت فضیل بن عیاض، حضرت بشر عافی، حضرت سفیان ثوری، حضرت سلطان ابراہیم ادم قدس اللہ اسرارہم کی آپ سے اکثر و بیشتر ملاقاتیں رہا کرتی تھیں۔ آخری عمر میں آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید عالم شہزادگی میں حضرت امام قاضی ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آپ کے مکان پر آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ مگر آپ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ بالآخر آپ کی والدہ محترمہ کی سفارش پر دونوں حضرات حاضر ہوئے اور آپ کے ارشادات عالیہ سے استفادہ ہوئے۔ آپ کا وصال ۱۶۲ھ یا ۱۶۵ھ میں بغداد شریف میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ لوگوں نے آپ کی والدہ ماجدہ سے آپ کی وفات کا حال دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا تمام رات نماز ادا کرتا رہا آخری رات میں سرسجدہ میں رکھا اور پھر ہمیں اٹھایا۔ سجدے میں انتقال فرما گئے تھے۔

حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ

آپ سلمہ یا سلمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی حسن بصری اور کنیت ابو سعید ہے۔ آپ کی والدہ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں بشیر خوارگی کے ایام میں جب آپ کی والدہ کسی کام میں مشغول ہو جاتیں اور آپ رونے لگتے تو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کو بہلانے کے لیے اپنا پستان مبارک آپ کے منہ میں دے دیا کرتی تھیں۔ اسی طرح ایک دن قدرت الہی سے حضرت اُم المؤمنین کے پستان سے چند قطرے دودھ ظاہر ہوا جو آپ نے چوس لیا اُس کی برکت سے آپ کی ذات میں بے شمار حکوم و معارف پیدا ہوئے اور بے پناہ سعادتوں اور برکتوں سے نوازے گئے۔

آپ کو علم و عمل اور قبلہ و رع و علم تھے مستجاب الدعوات اور صاحب کشف و

حاصل این همه کمال بُعد و بیگانگی ست کار
متن از معابجه گذشته است تا زمانیکه مجب
مَسَدول بوده اند سعی و اهتمام گنجائش رفع آنها
داشت اکنون بزرگی او حجاب اوست فَلَـ
طَلِيبَ لَهَا وَلَا رَاقٍ مگر کمال بیگانگی و بے مناسبتی را
وَصُلِّ و اتصال نام نهاده اند هَيَّاتَ هَيَّاتَ همان
بیت یوسف زلیخا موافق حال ست .

در افکنده دُف این آوازه از دوست
کزو بر دست دُف کوبان بود پوست
شهود کجاست و شاهد کیست و مشهود چیست
ع "خلق را روئے که نماید او"

مَا لِلْثَرَابِ وَرَبِّ الْأَرْبَابِ خود را بنده مخلوق غیر قادر
میداند و همچنین تمام عالم را و خالق و قادر حق را عزوجل
میداند غیر این هیچ نسبت اثبات نمیکند عینیت
و مراتبت خود کجا

ع "در کدام آئینه در آید او"

ترجمہ: ان تمام مقامات و معارف و علوم کا حاصل کمال بعد اکمل دوری اور بیگانگی ہے اور کام علاج سے گزر چکا ہے جب تک حجابات (پردے) لٹکے ہوئے تھے کوشش و اہتمام کے ذریعے ان کے رفع کرنے (اٹھانے) کی گنجائش تھی۔ اب اس کی بزرگی اجلال اس کا حجاب ہے۔ فَلَا طَیِّبَ لَهَا وَلَا رَاقٍ (یعنی) پس نہیں کوئی طیب اس کا اور نہ افسوس گر۔

شاید انہوں نے اس کمال بے گانگی اور بے مناسبتی کا وصل و اتصال نام کھا ہے۔ ہائے افسوس ہائے افسوس مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”یوسف زلیخا“ کا یہ شعر ان کے حال کے موافق ہے۔

درا فگندہ دف این آوازہ از دوست

کزو بردست دف کوبان بود پوست

(یعنی)

آرہی ہے دف سے وہ آوازِ دوست

ہے مگر دف والے کے ہاتھوں میں پوست

شہود (مشاہدہ) کہاں ہے اور شاہد (مشاہدہ کرنے والا) کون ہے اور مشہود (جس کا مشاہدہ کیا جائے) کیا ہے؟

خلق را رُوئے کے منب یہ اُو

(یعنی) خلق کو دیدار کب بخشیں گے وہ

مَا لِلشُّرَّابِ وَرَبِّ الْآخِرْبَابِ خاک کو تمام پالنے والوں کے پالنے والے کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ کہاں خاک اور کہاں وہ رب الارباب یہ خاکسار اپنے آپ کو ایسا بندہ مخلوق جانتا ہے جو کوئی قدرت نہیں رکھتا اور اسی طرح تمام عالم کو بھی غیر قادر مخلوق جانتا ہے اور خالق و قادر حق تعالیٰ عز و جل کو جانتا ہے اس کے

سوا اللہ تعالیٰ اور مخلوق میں کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا اپنے عین یا آئینہ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ع در کدام آئینہ در آید او
یعنی کون سے آئینے میں سما سکتا ہے وہ

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ فقیر پر جو علوم و معارف فائز ہوئے ہیں ان کے نتیجے میں ذات واجب تعالیٰ سے دُوری اور بے گانگی کا احساس زیادہ ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عارف کو قربت اور معرفت کے مقام میں دلچسپ اور ممکن (خالق اور بندے) کے درمیان کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ واجب اپنے کمال قد و سیئت و جلال جبروتیت کی بنا پر ممکن کے قیاس و وہم اور ادراک سے ورّا الورا ہے جبکہ ممکن کمال خساست اور کثافت کی وجہ سے دُور اور مبجور ہے جب اور ممکن کے درمیان صفات کے پردے حامل ہیں اگر کبھی کوئی عارف ایمان و یقین کی قوت سے ان پردوں سے آگے جھانکنے کی ہمت کرتا ہے تو عظمت و جلال الہی کی تجلیات اس کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہیں گویا ذات حق کی جلالت و کبریائی خود ذات کا حجاب بن جاتی ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَآئِیْ یعنی کبریائی میری چادر ہے۔

بلبل شیراز حضرت شیخ سعدی قدس سرہ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں!

بدر یقین پردہائے خیال
نماند سرا پردہ اِلّا حبلال

فَلَا طَبِيبَ لَهَا وَلَا رَاقٍ

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں مرضِ عشقِ الہی ہوں میرے مرض کا کسی طبیب اور اچھاڑ پھونک کرنے والے کے پاس کوئی علاج نہیں یہ مرض لا دوا ہے اس کا علاج سوائے دیدار کے اور کچھ نہیں۔

از سر بالیں من برخیز اے ناداں طبیب
در دمن عشق را دار و بجز دیدار نیست

مکتوب کے حاشیہ میں ہے کہ یہ مصرعہ درج ذیل عربی اشعار سے ماخوذ ہے۔
نقل ہے کہ ایک دن ایک اعرابی نے بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و التسلیمات میں بڑی خوش آوازی کے ساتھ حجازی لے میں یہ اشعار پڑھے جو آپ کو بہت پسند آئے اور آپ نے بار بار پڑھنے کا حکم فرمایا۔

أَشْعَارُ

كُلُّ صَبَحٍ وَكُلُّ أَشْرَاقٍ
تَبْكُ عَيْنِي بِدَمْعٍ مُشْتَاقٍ
قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوَىٰ كَبْدِي
فَلَا طَبِيبَ لَهَا وَلَا رَاقٍ
إِلَّا الْحَبِيبُ الَّذِي شَفَعْتُ بِهِ
عِنْدَهُ رُقِيَّتِي وَتَرِيَّاقِي

ترجمہ: ہر صبح اور ہر روز میری آنکھ شوق کے آنسو روتی ہے میرے کلیجے کو محبت کے سانپ نے ڈس لیا ہے پس اس مرض کا نہ تو کوئی طبیب ہے اور نہ ہی دُم کرنے والا۔ مگر وہ محبوب کہ میں جس کے عشق میں مبتلا ہوں اسی کے پاس میری مرض کا دم اور علاج ہے۔

وصل اور معرفت آپ فرماتے ہیں کہ بڑا افسوس اور تہمت ہے اور معاملہ سمجھ سے دور ہے کہ شاید عارفوں نے

اسی دُوری، بے گانگی اور بے مناسبتی کو وصل و اتصال اور قربت و معرفت کا نام دے رکھا ہے۔ گویا انہوں نے اسی بے حاصلی کو حاصل، نیایابی کو کامیابی اور ناسانی کو رسائی سمجھ رکھا ہے۔ ان کا حال مولانا جامی قدس سرہ السامی کے شعر کے مطابق یوں ہے کہ دف بجانے سے دوست کی آواز تو آرہی ہے مگر بجانے والے کے ہاتھوں میں سوائے پوست اکھال کے کچھ نہیں ہوتا یا مولانا روم مست بادہ قیوم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر ان کے حال کے موافق ہے۔

خشک تار و خشک چوب و خشک پوست

از کجائی آید این آوازِ دوست

یعنی سارنگی کی تار لکڑی اور کھال سب خشک اور مُردہ ہیں مگر پتہ نہیں چلتا کہ یار کی آواز کہاں سے آرہی ہے۔ یا بقول حافظ شیرازی قدس سرہ الباری ہجر کے لائے یوں بھی کہہ لیتے ہیں !

کس نداند جلوہ گاہ آں یار کجاست

این قدر دافم کہ بانگے جبر سے می آید

یعنی اس محبوب کی جلوہ گاہ کوئی نہیں جانتا مگر اتنا ضرور ہے کہ اس کی طرف سے ہر دم گھنٹی کی آواز آتی رہتی ہے۔

یا بقول حضرت میاں محمد علیہ رحمۃ الصمد (عارف کھڑی) کبھی یوں بھی قرار جان کا سامان کر لیتے ہیں۔

جے محبوب پیار اک دن و تے نال اساڈے

جاناں تاں ہما پکھیر و پھپھاتا جال اساڈے

یا بقول خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن قدس سرہ الاحسن یوں دل

کو تسلی دے لیتے ہیں۔

۷۔ مُطرب سے کہو چھپڑے تو ذرا اس جان تمنا کا قصہ

فرقت کے بھیا نک لمحوں میں کچھ دل کو سہارا ہو جائے

گویا عشق وستی کے ان جانبازوں کو اس معرفت میں شہودِ خبر میں تو آتا ہے

لیکن مقصودِ نظر میں نہیں سماتا۔ یہ وصول تو ہے لیکن حصول نہیں پھر خدا ہی جانے فضل

کیا ہے اور وصل کیا ہے؟ شاہد کون ہے اور شہود کون ہے؟ واجد کون ہے

اور مفقود کون ہے؟ ہجر کا نام معرفت ہے یا عجز کا؟ ڈھونڈتے رہنا حقیقت ہے

یا پالینا؟ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ

عرفائے کاملین کے نزدیک معرفت مطلوب کو پالینے کا نام

کمالِ معرفت

نہیں بلکہ نہ پانے کے اعتراف کا نام معرفت ہے جیسا

کہ اس اُمت کے سب سے بڑے صوفی اول اور عارف اکمل حضرت سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا !

۷۔ أَلْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الذَّاتِ إِذْرَاكَ

وَالْقَوْلُ بِدَرْكِ الذَّاتِ إِشْرَاكَ ۝

یعنی ذاتِ حق کے ادراک سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے اور ادراکِ ذاتِ

حق کا دعویٰ شرک ہے۔

پس اسی ہجر و وصل کی ملی کیفیت میں نمایا بی اور نارسا کو العجز عن الادراک

کہتے ہیں اور یہ اعتراف عجز ہی معرفت کی معراج ہے۔

۸۔ قَالَ الْعَلَى الْقَارِیْ عَلَیْهِ صَمَةُ الْبَارِیْ :

أَلْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الْأَدْرَاكِ إِذْرَاكَ ۝ وَاللَّجْثُ عَنْ سِرِّ ذَاتِ الرَّبِّ إِشْرَاكَ

ہیں پھول ترے حسن کے ہر سمت شگفتہ
کو تاہ نگاہی سے مجھے اپنی گلہ ہے !
جیسے بارش کا ایک قطرہ سمندر کی وسعتوں کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور
جگنو سورج کی بے پناہ تابشوں کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اسی طرح سالکین
اور عارفین بھی جمال و جلال قدرت کی لاتعداد جلوہ سامانیوں کے سامنے عجز و درمانگی
کا اظہار کرتے ہوئے پکار اُٹھتے ہیں۔

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ
یعنی اے اللہ ہم نے تجھے نہیں پہچانا جیسا تجھے پہچاننے کا حق ہے۔
دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار

حضرت امام ربانی قدس سرہ السجانی
اپنے عقیدہ توحید کو واضح فرماتے
امام ربانی کا عقیدہ توحید
ہوئے رقم طراز ہیں کہ !

فقیر تمام کائنات اور اپنے آپ کو مخلوق اور غیر قادر جانتا ہے خالق و قادر
صرف ذات حق تعالیٰ ہے اس کے علاوہ خالق اور مخلوق میں کوئی نسبت نہیں اپنے عین
یا آئینہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

آپ کا یہ ارشاد توحید شہودی کا بیان ہے کیونکہ صوفیائے توحید وجودی ممکن کو
عین واجب اور مخلوق کو ذات کا آئینہ قرار دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک ذات حق اور
مخلوق میں عینیت نہیں غیریت ہے اور مخلوق کے مظہر اور آئینہ ہونے کا مفہوم سولے
دال اور مدلول کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا جیسے تحریر محرز کے وجود پر اور صنعت صانع
کے وجود پر دلالت کرتی ہے ایسے ہی مخلوق خالق کے وجود پر دلیل ہے۔ اس کے
علاوہ خالق اور مخلوق میں کوئی مناسبت مشارکت اور شاہدیت نہیں ہے۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا !

بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

وہمچنین حق سبحانہ، را نہ عین عالم میدانہ و نہ
متن متصل عالم و نہ منفصل و نہ با عالم و نہ جدا از
عالم و نہ محیط و نہ ساری و ذوات و صفات و افعال
را مخلوق او میدانہ نہ آنکہ صفات اینہا صفاتِ اوست
و افعال اینہا افعالِ او بلکہ در افعال مؤثر قدرت
او را میدانہ قدرتِ مخلوقات را تاثیرے نمیدانہ
گما هو مَذْهَبُ الْعُلَمَاءِ الْمُتَكَلِّمِينَ

ترجمہ : اسی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ کو نہ عالم اکائیات اکا عین جانتا ہوں اور نہ عالم کے متصل
اور نہ منفصل اور نہ عالم کے ساتھ اور نہ عالم سے جدا اور نہ عالم کا محیط اور نہ عالم میں ساری
اسریت کرنے والا جانتا ہوں اور مخلوق کی ذوات اور صفات و افعال کو اس کا پیدا
کیا ہوا جانتا ہوں۔ میرا یہ عقیدہ نہیں کہ مخلوق کی صفتیں حق تعالیٰ کی صفتیں ہیں اور ان
کے افعال حق تعالیٰ کے افعال بلکہ مخلوق کے افعال میں حق تعالیٰ سبحانہ کی قدرت کو
اثر انداز جانتا ہوں اور مخلوقات کی قدرت کو تاثیر میں کوئی دخل نہیں جانتا جیسا کہ علمائے
متکلمین کا مذہب ہے۔

شرح

علماء و طلباء اہل سنت کے ساتھ اظہارِ محبت

حضرت امام ربانی قدس سرہ النورانی اس مکتوب کے بعض مقامات پر توجیہ
شہودی کے علوم و معارف کی صحت و درستی پر تبصرہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی

ذات و صفات کے متعلق علماء اہل سنت کے عقائد و نظریات کی نورانیست حقانیت کو بھی کشفی طور پر ثابت فرما رہے ہیں۔ اس سلسلے میں اہل سنت کے علماء و طلباء کے ساتھ اظہار محبت فرماتے ہیں کہ میں خواہش رکھتا ہوں کہ اس گروہ میں شامل ہو جاؤں اور اصول فقہ کی مشہور کتاب تلویح جو علامہ تفتازانی کی تصنیف ہے اور تمام نبی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے کے مقدمات اربعہ (جو اس کتاب کا ایک مشکل اور دقیق مقام ہے) کا ایک طالب علم کے ساتھ تکرار کرتا رہوں اور فقہ کی معتبر کتاب ہدایہ کا بھی اسی طرح مباحثہ و تکرار جاری رہے۔ آپ کے ان فرمودات عالیہ کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ دلائل شرعیہ اور کشفیہ کی روشنی میں علماء اہل سنت کے اعتقادات کو مبنی برحق و صواب جانتے ہیں اور اہل سنت کے زمرہ میں شامل رہنا ہی ذریعہ نجات قرار دیتے ہیں جیسا کہ آپ کی تحریروں سے عیاں ہے۔

معارف توحید شہودی اس کے بعد آپ وضاحت فرماتے ہیں کہ میں حق سبحانہ و تعالیٰ کو نہ عالم کا عین جانتا ہوں

نہ عالم کے متصل اور نہ منفصل (جدا) اور نہ عالم کے ساتھ اور نہ عالم سے علیحدہ نہ عالم کا محیط (گھیرنے والا) اور نہ عالم میں ساری (سرایت کرنے والا) جانتا ہوں یعنی ممکن کو واجب کے ساتھ سوائے اس کے اور کوئی نسبت نہیں کہ وہ اس کی مخلوق ہے اور اس کے اسماء و صفات اور شیمونات و کمالات پر دلالت کرنے والا ہے اور احاطہ و معیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم کائنات کا محیط ہے اور کائنات کے ساتھ اس کی معیت علمی ہے مخلوق کا خالق کے ساتھ نہ اتحاد ہے نہ اتصال و انفصال نہ عینیت ہے اور نہ ذاتی معیت و سرایت بلکہ ذات حق بسیط حقیقی ہے اور مخلوق کے ساتھ اس کی نسبت دائرہ موہومہ کی نقطہ جو الہ کے ساتھ نسبت کی مانند ہے یعنی اگر کسی لاشی کے کونے پر آگ لگا کر اس کو اندھیری رات میں زور سے گھمایا جائے تو دور سے دیکھنے والے کو آگ کا ایک دائرہ دکھائی دے گا حالانکہ وہ

آگ کا دائرہ نہیں صرف لالھی کے ایک کونے پر آگ ہے وہ دائرہ آگ کے ساتھ نہ متحد ہے نہ متصل اور نہ منفصل۔ اسی طرح مخلوق ایک دائرہ موہومہ ہے جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ نہ متحد ہے نہ متصل اور نہ منفصل۔

اسی طرح آپ مخلوق کی ذوات و صفات و افعال کو بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق جانتے ہیں اور مخلوق کی صفات کو حق تعالیٰ کی صفات اور اس کے افعال کو حق تعالیٰ کے افعال نہیں جانتے بلکہ مخلوق کے افعال میں حق تعالیٰ کی قدرت کو موثر جانتے ہیں جیسا کہ علماء متکلمین اہلسنت کا مذہب ہے۔ معارف مذکورہ میں آپ نے متکلمین اہل سنت کے مسلک کی تائید اور فرقہ جبر یہ، قدریہ اور معتزلہ وغیرہا کی تردید فرمائی ہے مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر قدرے تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ وَهُوَ هَذَا

مسئلہ قضا و قدر کی تحقیق

قضا و قدر کے مسئلے میں قدیم ادیان مذاہب کے لوگ بھی باہمی اختلافات و مناقشات

کا شکار رہتے تھے عہد رسالت علی اصاحبہ الصلوٰۃ و التسلیمات میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس مسئلہ میں اختلافات کی خلیج وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں یہ مسئلہ مناظرات و مجادلات کا اکھاڑہ بن کر رہ گیا۔ کچھ لوگ قضا و قدر کو بدستور تسلیم کرتے رہے اور کچھ منکر ہو گئے اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ اس دور کے اختلافی مسائل میں اختیار و جبر کا مسئلہ خاصی اہمیت اختیار کر گیا تھا چنانچہ اس مسئلے میں مندرجہ ذیل نظریات نے جنم لیا۔

◎ علماء متکلمین نے کہا کہ بندوں کے افعال اختیار یہ میں حق تعالیٰ کی قدرت موثر ہے۔

◎ جمہور معتزلہ بندوں کی قدرت کو موثر جاننے لگے۔

◎ بعض کے نزدیک دونوں قوتیں موثر مانی گئیں۔

فرقہ قدریہ
 قدریہ بندے کو اپنے افعال کا خالق جانتے ہیں اور
 کہتے ہیں کہ انسان سب کام اپنے ارادہ و اختیار
 سے کرتا ہے۔ خدا کا اس سے کوئی تعلق نہیں یہ عقیدہ قدریہ اور معتزلہ میں
 مَا بِهِ إِلَّا شَرَّكَ هَـ۔

فرقہ قدریہ دراصل منکر تقدیر ہے حدیث پاک میں ہے۔
 الْقَدَرِيَّةُ مَجْنُونٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ لَـ
 یعنی قدریہ اس اُمت کے مجوس ہیں۔

کیونکہ قدریہ کے عقائد مجوس کے خیالات و نظریات سے قریبی مماثلت رکھتے
 تھے۔ مجوسی خیر کو خدا کی طرف اور شر کو شیطان کی جانب منسوب کرتے تھے۔ قدریہ
 یہ بھی کہتے تھے کہ تقدیر وغیرہ کچھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو اُمور و حوادث کا علم اس وقت
 ہوتا ہے جب وہ وقوع میں آتے ہیں۔ وَالْعِبادُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔

قدریہ کا بانی
 اکثر مورخین کا خیال ہے کہ فرقہ قدریہ کے نظریات
 کی بنیاد ایک نصرانی نے رکھی۔ اسی سے معبد جہنی
 اور غیلان دمشقی نے یہ عقیدہ اخذ کیا۔ معبد جہنی عراق میں اور غیلان دمشق کے گرد و
 نواح میں اس نظریے کی دعوت دیتے رہے۔ بالآخر حجاج نے معبد جہنی کو اور خلیفہ
 ہشام نے غیلان کو قتل کر دیا لیکن اس فتنے کے جراثیم بعد میں طویل عرصہ تک
 باقی رہے۔

فرقہ جبریہ
 فرقہ جبریہ بندے کو مجبور محض جانتا ہے اور صدور
 افعال میں بندے کو بے اختیار اور جماد محض (بے
 اختیار پتھر) سمجھتا ہے۔ بعض کے نزدیک جبر کا عقیدہ یہودی ذہن کی پیداوار ہے

یہ عقیدہ عہد صحابہ میں رونا ہوا اور اموی دور میں ایک مذہب کی حیثیت اختیار کر گیا۔ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے عقیدہ جبریت کی تردید و مذمت میں اہم کردار ادا کیا۔

جبریت کا بانی اس نظریے کا بانی جہم بن صفوان ہے جو خراسانی الاصل تھا اس نے خراسان کو اپنی دعوت کا مرکز و

محرک بنایا تھا۔ عقیدہ جبریت کے علاوہ اس کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ خدا کا کلام قدیم نہیں حادث ہے اور قیامت کے دن کسی کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہرگز نہ ہوگا جنت و دوزخ کو دوام و بقا نہیں وہ بالآخر فنا ہو جائیں گے۔ غلو سے مراد طول مدت اور بُعْدِ فنا ہے وغیرہ۔ جہم بن صفوان کو سلم بن احمد مازنی نے بنی مروان کے آخری زمانہ میں قتل کیا تھا۔

اہل سنت و الجماعہ کا مسلک

سرور کائنات علیہ التحیات و الصلوٰت و التسلیمات نے تقدیر پر ایمان رکھنے کو واجب قرار دیا مگر ساتھ ہی اس میں غور و فکر کرنے سے روک دیا کیونکہ اس میں غور و غرض کرنا بسا اوقات لغزش و ضلالت کا موجب ہو جاتا ہے۔ حدیث جبریل میں اچھی یا بُری تقدیر کو تسلیم کرنا ایمان کے مقاصد و ضروریات میں شمار کیا گیا ہے۔

◎ اہل سنت کے دونوں گروہ (اشاعرہ و ماتریدیہ) قضا و قدر پر مکمل ایمان رکھتے ہیں اور تمام اچھی یا بُری تقدیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مانتے ہیں کیونکہ قدرت در کا معنی احداث و ایجاد ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی محدث و مُوجد نہیں ہو سکتا۔

جبریت و قدریت کے عقائد کفریہ ہیں
صاحب تمہید حضرت ابو شکر سالمی رحمۃ اللہ علیہ نے مذہب جبریت کو کفر قرار دیا ہے کیونکہ بندے کے مختار ہونے کا مسئلہ قرآن و حدیث

سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ ۚ

یعنی جو چاہے مومن ہو جائے اور جو چاہے کافر ہو جائے۔ اس آیت سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ بندہ اپنے فعل میں مختار ہے۔

قد یہ عجیب بندے کو افعال کا خالق مان کر نصوص صریحہ کی مخالفت کر کے کفر کے مرتکب ہوئے ہیں۔ خدا کا خالق افعال ہونا آیت قرآنی وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَؕ سے ثابت ہے۔

بندہ اپنے افعال و اعمال کا خالق نہیں، کا سب سے

اس مسئلے میں اہل سنت کا مسلک افراط و تفریط کے برعکس حق و اعتدال پر مبنی ہے کہ ان کے نزدیک بندوں کے اختیاری افعال خلق و ایجاد کی حیثیت سے حق تعالیٰ کی قدرت کی طرف منسوب ہیں اور دوسری حیثیت یعنی کسب و اکتساب کی رو سے بندوں کی قدرت کی طرف منسوب ہیں لہذا بندوں کی حرکت کو حق تعالیٰ کی قدرت کی طرف نسبت کے اعتبار سے مخلوق اور ایجاد کہتے ہیں اور بندہ کی قدرت کے ساتھ ربط اور تعلق کے اعتبار سے کسب و اکتساب کہتے ہیں اس لیے بندے کو اپنے افعال و اعمال کا کاسب کہا جائے گا نہ کہ خالق۔

مسئلہ قضا و قدر اور حضرت سیدنا عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہما

روایات میں ہے کہ حضرت سیدۃ فاروق عظمیٰ اقدسہ کی خدمت میں ایک چور پیش کیا گیا۔ آپ نے پوچھا تم نے چوری کیوں کی؟

چور بولا !

خدا کا فیصلہ ہی تھا۔

آپ نے اس پر حد نافذ کر دی اور مزید کچھ ڈرے بھی لگائے۔ جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا : ”اس کا ہاتھ چوری کے جرم میں کاٹا گیا اور ڈرے خدا پر چھو بہتان لگانے کے جرم میں لگائے گئے۔“

ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب ایک طاعون زدہ شہر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تو آپ سے پوچھا گیا۔

کیا آپ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگنا چاہتے ہیں آپ نے جواباً فرمایا : اہم خدا کی تقدیر سے بھاگ کر اس کی تقدیر ہی کی طرف جا رہے ہیں۔^۲

اس فرمان میں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اشارہ اس طرف تھا کہ خدا کی تقدیر ہر حالت میں انسان کو گھیرے ہوئے ہے۔ ایمان بالقدر کا یہ مطلب نہیں کہ اسباب سے فائدہ نہ اٹھایا جائے، اسباب بھی مقدر ہوتے ہیں۔ لہذا ان پر عمل پیرا ہونا از بس ناگزیر ہے کیونکہ اسباب پر عمل کرنے ہی سے انسان مکلف بالاعمال ہوتا ہے اور اشیاء کے عواقب و نتائج کو برداشت کرتا ہے۔

خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں بعض وہ لوگ جنہوں نے عملی طور پر حصہ لیا تھا وہ کہا کرتے تھے کہ آپ کو ہم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے جب وہ لوگ آپ پر پتھر پھینکتے تو کہتے کہ ہمارا کوئی قصور نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو پتھر مار رہے ہیں۔ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ”تم جھوٹ کہتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے پتھر مارتے تو اس کا نشانہ کبھی خط نہ ہوتا۔“^۳

مسئلہ قدر پر قولِ فصیل

علماء اہل سنت نے صراحت فرمائی ہے کہ قضا و قدر کے مسائل عام عقول میں نہیں آسکتے ان میں زیادہ غور و فکر کرنا سبب ہلاکت ہے۔ سیدنا صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے۔ ماؤشما کس گفتی میں ہیں۔ اتنا کہہ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مثل پتھر اور دیگر جمادات کے بجائے جس و حرکت نہیں پیدا کیا بلکہ اس کو ایک نوع اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے بُرے اور منفع و نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اس پر سوا خدہ ہے اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہیں۔ بھلائی بُرائی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق مقدر فرمادی ہے جیسا ہونے والا تھا اور جیسا کرنے والا تھا اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا۔ یہ نہیں کہ جیسا اس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسے اس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمہ برائی لکھی اس لیے کہ زید بُرائی کرنے والا تھا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ اس کے لیے بھلائی لکھتا تو اس کے علم یا اس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب

مسئلہ قضا و قدر اور اقوالِ صوفیائے وجودیہ کی تاویلات

اسی مکتوب میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے وضاحت فرمائی ہے۔

”میرا یہ عقیدہ نہیں کہ مخلوق کی صفتیں حق تعالیٰ کی صفتیں ہیں اور ان کے افعال حق تعالیٰ کے افعال ہیں“

آپ نے اس سلسلہ میں صوفیائے وجودیہ کے بعض مکتوبات کی تردید فرمائی ہے کیونکہ صوفیائے وجودیہ کہتے ہیں۔

◎ بندوں کی صفیتیں دراصل حق تعالیٰ کی صفیتیں ہیں جو بندوں سے ظاہر ہوتی ہیں جیسے بارش کا پانی پرنا لے سے ظاہر ہوتا ہے۔

◎ بندہ ایک امر غیر حقیقی ہے لہذا تمام افعال کا فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہے بندہ سراب کی مانند ہے۔

صوفیائے وجودیہ کے اس قسم کے اقوال کو حضرت امام ربانی قدس سرہ قابل اعتبار نہیں جانتے کیونکہ ان اقوال کا ظاہر خلاف شرع اور عقائد اہل سنت کے برعکس ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ صوفیائے مستقیم الاحوال اپنے اقوال و اعمال اور علوم و معارف میں ہرگز شریعت سے تجاوز نہیں کرتے اور اگر کبھی کشف ناقص کی وجہ سے کسی صوفی سے ایسا کلام صادر ہو تو اس کو محمل صحیح پر حمل کر کے اس کی تاویل کرنی چاہیئے مثلاً اس قسم کے اقوال کی تاویلات میں کہا جاسکتا ہے کہ !

◎ ایسے کلمات بعض صوفیاء سے غلبہ حال اور سکر کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں لہذا بقول ”الْتُكَا رِیْ مَعْدُوْرُوْنَ“ یہ حضرات معذور ہیں۔

◎ یا یہ کلمات صوفیاء کے احوال ہیں نہ کہ ان کے عقائد۔

◎ یا اس قسم کے احوال وقتی ہوتے ہیں نہ کہ دائمی، بعد میں جب صوفیاء کو ارتقاء نصیب ہو جاتا ہے تو پہلے مرتبے سے تائب ہو جاتے ہیں جیسا کہ کتب صوفیاء کرام اس امر کی شاہد ہیں۔

متن وہم چہیں صفات سبعہ را موجود میداندو

حق سبحانہ و تعالیٰ را مرید می داند و قدرت را بمعنی صحت
فعل و ترک بیقین تصور می نماید نہ بمعنی اِنْ شَاءَ فَعَلَ
وَ اِنْ لَمْ يَشَاءَ لَمْ يَفْعَلْ کہ شرطیہ ثانی مُمتنع
باشد گما قال الحکماء و بعض الصوفیۃ
زیرا کہ این سخن بایجاب می کشد و موافق اصول حکماء است
و سئل قضا و قدر را بطور علماء میدانند فللمالک انت
یتصرف فی ملکہ کیف یشاء و قابلیت استعداد
را ہیج دخل نمیدهد کہ بایجاب می کشد و هو سبحانه مختار
فَعَالٍ لِّمَا يُرِيدُ ۔

ترجمہ : اور اسی طرح حق تعالیٰ کی صفات سبعہ حیوۃ، علم، قدرت، ارادہ، سمع
بصر، کلام، کو موجود جانتا ہوں اور حق سبحانہ و تعالیٰ کو صاحب ارادہ و اختیار
جانتا ہوں اور یقینی طور پر قدرت کچھ بمعنی صحت فعل و ترک فعل تصور کرتا ہوں ۔
(میرے عقیدے کے مطابق) قدرت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اِنْ شَاءَ فَعَلَ
وَ اِنْ لَمْ يَشَاءَ لَمْ يَفْعَلْ (اگر چاہے تو کرے گا اور اگر نہیں چاہے
گا تو نہ کرے گا) اس لیے کہ دوسرا جملہ شرطیہ (اِنْ لَمْ يَشَاءَ) مُمتنع ہوگا
جیسا کہ حکماء (فلاسفہ) اور بعض صوفیاء (وجودیہ) نے کہا ہے کیونکہ یہ بابت
ایجاب تک پہنچ جاتی ہے جو حکماء (فلاسفہ) کے اصول کے موافق ہے اور قضا
قدر کے سئلہ کو علماء (اہلسنت و جماعت) کے مطابق جانتا ہوں (برخلاف

جبر یہ و قدر یہ کے) پس مالک کو کامل اختیار ہے کہ اپنی ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور (مخلوق کی) قابلیت اور استعداد کا اس میں کچھ دخل نہیں جانتا کیونکہ عقیقہ ایجاب (اللہ تعالیٰ پر واجب ہونے) کی طرف لے جاتا ہے حالانکہ حق سبحانہ و تعالیٰ مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

شرح

مسئلہ صفاتِ باری تعالیٰ میں اختلافات کی نوعیت

اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں اختلاف ہے۔

صوفیائے وجودیہ صوفیات کے وجود خارجی اور ان کے ذات پر زائد ہونے کے قائل نہیں بلکہ وہ صفات کو عین ذات کہتے ہیں۔

صفتِ باری تعالیٰ کی نفی کرتے ہیں ان کے نزدیک غیر ذات کوئی چیز نہیں اور قرآن میں مذکورہ صفات مثلاً علیم سمیع، بصیر، حکیم وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کے اسماء قرار دیتے ہیں۔

صفتِ خداوندی کا اثبات کرتے ہیں اور انہیں غیر ذات مگر قائم بالذات قرار دیتے ہیں۔

صفتِ باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں مگر ساتھ ہی کہتے ہیں کہ صفات عین ذات ہیں نہ قائم بالذات اور نہ مُتَنفِک عن الذات۔ گویا ذات سے الگ ان کا کوئی وجود بھی نہیں تاکہ یہ استحالہ لازم آئے کہ ان کے تعدد سے قُدَمار کا تعدد ثابت ہو۔

صوفیائے شہودیہ صفات کو عین ذات نہیں مانتے بلکہ صفات کو ذات پر زائد مگر قائم بالذات قرار دے کر خارج میں ان کا وجود تسلیم کرتے ہیں۔

علمائے متکلمین اہل سنت صفات کو ذات کا نہ عین مانتے ہیں اور نہ غیر جانتے ہیں وہ لاھو ولا غیبہ کے قائل ہیں۔

بلیۃ نمبر ۴ حضرت امام ربانی قدس سرہ النورانی نے جس توحیدی مسلک کی وضاحت فرمائی ہے وہ صوفیائے شہودیہ اور متکلمین اہل سنت کا مسلک ہے جو کتاب و سنت کی نصوص صریحہ کے عین مطابق ہے آپ کے علوم و معارف کشفیہ بھی اسی بنیاد پر منطبق ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

بلیات

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا یہ فرمان کہ میں صفات سبعہ کو موجود جانتا ہوں دراصل متعزلہ کا رد ہے جو صفات کے منکر ہیں اور صوفیائے وجودیہ کے علاوہ دیگر ان فرقوں کا رد ہے جو صفات کے وجود خارجی اور ان کی ذات پر زیادتی کے قائل نہیں ہیں۔ آپ کا یہ فرمان

”میں حق سبحانہ و تعالیٰ کو صاحب ارادہ و اختیار جانتا ہوں“ حکما و فلاسفہ کی تردید ہے کیونکہ وہ حق تعالیٰ کو مجبور اور بے اختیار جانتے ہیں جس طرح کہ آگ اور پانی کو جلانے اور غرق کرنے میں بے اختیار جانتے ہیں۔

آپ کے اس ارشاد میں کہ ”یقینی طور پر قدرت کے معنی صحت فعل و ترک فعل تصور کرتا ہوں“ اہل کلام اور فلاسفہ کے مابین مختلف فیہ مسئلہ کی طرف اشارہ ہے یعنی حق تعالیٰ

کی قدرت و معنی کا احتمال رکھتی ہے ایک ایجاد اور دوسرے عدم ایجاد اور یہ دونوں باتیں ممکن اور جائز ہیں اور اسی معنی کے لحاظ سے قدرت کو صحت فعل اور ترک فعل سے تعبیر کرتے ہیں اور اس تقدیر پر اشیاء کی ایجاد اور ان کی عدم ایجاد میں سے کوئی چیز حق تعالیٰ پر واجب نہیں ہے اہل مبل و شرائع نے اسی کو اختیار کیا ہے اور دوسرے معنی میں اِنْ شَاءَ فَعَلَ وَاِنْ لَمْ يَشَأْ لَمْ يَفْعَلْ مع استحالة شرطیہ ثانیہ کے یعنی وہ چاہے گا تو کرے گا اور اگر نہ چاہے گا تو نہیں کرے گا لیکن نہ چاہنا مستغنی و محال ہے۔ پس اس سے نہ کرنے کا منفع ہونا بھی لازم آئے گا۔ پس ایجاد عالم کو چاہنا اور موجود کرنا دونوں واجب ہوئے اور اختیار نہ رہا اور فلاسفہ اسی کے قائل ہیں۔

صفات سبعہ یا ثمانیہ

علماء اشاعرہ کے نزدیک ذاتِ باری تعالیٰ کی صفات حقیقیہ ذاتیہ ازلیہ سات ہیں اور وہ یہ ہیں: حیاة، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام۔ وہ خلق و تکوین کو ارادہ و قدرت کی فروعات سے جانتے ہیں لیکن ماترید یہ خلق و تکوین کو بھی صفات حقیقیہ میں شمار کرتے ہیں اس اعتبار سے علماء ماترید یہ کے نزدیک صفات حقیقیہ آٹھ ہیں اور حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق بھی یہی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا: صحیح یہی ہے کہ قدرت اور ارادہ کے علاوہ تکوین ایک علیحدہ حقیقی صفت ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ قدرت کے معنی یہ ہیں کہ اس میں فعل و ترک یعنی کسی کام کا کرنا اور اسے چھوڑ دینا، دونوں باتیں صحیح ہوں اور ”ارادہ“ کے معنی یہ ہیں کہ قدرت کی ان دونوں جہتوں (یعنی فعل اور ترک) میں سے کسی ایک جہت کو مخصوص

اور متعین کر لیا جائے۔ لہذا اس طرح قدرت کا درجہ ارادہ کے درجہ پر مقدم ہوتا ہے اور تکوین جسے ہم صفات حقیقیہ میں سے سمجھتے ہیں اس کا درجہ قدرت اور ارادہ کے درجوں کے بعد آتا ہے پس قدرت تو فعل (کرنے) کی جہت کو درست قرار دینے والی صفت (یعنی مصلح فعل) ہے اور ارادہ فعل کی جہت کو خاص کر نیوالی صفت (مختص فعل) ہے اور تکوین اسے وجود میں لانے والی ہے لہذا تکوین کی صفت کو مانے بغیر چارہ نہیں اس کی وہی صورت ہے جو استطاعت مع الفعل کی ہوتی ہے جسے علماء اہلسنت نے بندوں میں ثابت کیا ہے۔

دفترِ اولِ مکتوب (۹)

مکتوبِ رائیہ

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی مدظلہ العالی



موضوعات

عارف کا مقامِ نزول ، مقامِ عبودیت کے معارف کا بیان
جامعیتِ انسان ، طریقتِ نقشبندیہ کا خاصہ



مکتوب - ۹

متن عرضداشت مدبر سیاه رو و مقصود بخود مغرور وقت و
 حال مفتون وصل و کمال کارش همه نافرمانی داری مولی ست و
 عملش همه تبرک عزیمت و اولی ست نظرگاه خلق را آراسته
 منظر حق تعالی و تقدس را غراب ساخته بمشتمل مقصور بر ظاهر
 آرائی ست باطنش ازین بگذر همواره بر سوانی ست قال او منافی
 حال اوست و حال او بونی بر خیال او ازین خواب و خیال چه آید و
 ازین قال و حال چه نشاید ادا بار و خسارت نقد وقت ست غبات
 و ضلالت بر کف دست مبداء فساد و شرارت ست نشان ظلم و
 معصیت با جمله عیوب مجتمه است و ذنوب مجتمعه خیرات اولایق
 لعن و روحیات اوشایان طعن و طرد رب قاری القرآن
 و القرآن یلعنه در حق او گواه عدل ست و کم من
 صائم لیس له من صیامه الا الظمأ و الجوع
 در شان او شاهد صدق.

ترجمہ: یہ اس رُوسیاہ، بد بخت اور بد خو گناہگار کا عرصہ ہے جو اپنے وقت و حالت پر مغرور اور وصل و کمال پر فریفتہ ہے جس کا کام سراسر اپنے آقا کی نافرمانی ہے اور جس کا عمل سر بسر عزیمت و اولیٰ کو ترک کرنا ہے جس نے مخلوق کی نظر گاہ یعنی اپنی ظاہری حالت کو عمدہ بنایا ہوا ہے اور حق تعالیٰ کی نظر گاہ یعنی دل کو خراب و برباد کیا ہوا ہے جس کی ہمت اپنے ظاہر کو آراستہ کرنے پر لگی ہوئی ہے اور اس کا باطن اس کی وجہ سے رِوائی میں ہے، اس کا قال اس کے حال کے برعکس ہے اور اس کا حال اس کے خیال پر مبنی ہے اس خواب و خیال سے کیا حاصل ہوتا ہے اور اس حال و قال سے کیا عقدہ کشائی ہوتی ہے لہذا بد بخت اور خسارہ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے، سرکشی اور گمراہی ہر وقت اس کے عمل میں ہے وہ فساد و شرارت کا مبداء اور ظلم و مصیبت کا منشاء ہے غرضیکہ اس کا تمام جسم عیوب اور مجبوعہ گناہ ہے۔ اس کی نیکیاں لعنت اور رو کرنے کے لائق ہیں اور اس کی جھلائییاں طعن اور پھینک دینے کے قابل ہیں۔

”بہت قرآن کریم پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن مجید ان پر لعنت کرتا ہے“ یہ حدیث اس کے حق میں معتبر گواہ ہے ”اور بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو سوائے بھوک اور پیاس کے روزہ سے کچھ حاصل نہیں ہوتا“ یہ بھی اس کے بارے میں شاہد صادق ہے۔

شرح

یہ مکتوب ادب اور فصاحت کا شاہکار ہے اس میں عارف کے مقام نزول سے مناسبت رکھنے والے حالات کا بیان ہے۔ ابتدا میں کس نفسی اور کمال تواضع کا اظہار فرمایا ہے۔ اس کے بعد اپنے احوال و اعمال کو مطعون اور اپنی نیکیوں کو مفتون ہونے سے متہم کیا ہے اور اپنے افعال کو قصور اور فتور کا مجموعہ اور اپنی ذات کو عیوب اور گناہوں کا مجسمہ قرار دیا ہے۔ بلکہ دفتر اول مکتوب نمبر ۱۱ اور مکتوب نمبر ۲۲ میں اپنے آپ کو کافر فرنگ اور زندقہ سے بھی بدتر فرمایا ہے۔ حالانکہ ایک بندہ مومن

کے لیے اپنے متعلق اس قسم کے الفاظ و خیالات کا اطلاق و اظہار بظاہر خلاف عقل و نقل معلوم ہوتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت امام ربانی جیسے صوفی کامل، عارفِ اکمل اور عالمِ اجل سے ایسے کلمات کے صدور و ظہور میں کیا حکمت ہے؟ اور ایک ہی ذات کا ان واحد میں کمالات و ولایت سے بھی مشرف ہونا اور دیدِ قصور سے بھی متصف ہونا کس طرح ممکن ہے جبکہ اجتماعِ ضدین محال ہے۔؟

اس کے جواب میں چند بنیاتِ قابلِ توجہ ہیں جو ان شاء اللہ العزیز اطمینانِ قلبی کا باعث ہوں گے۔

بلیکات

بلیک نمبر ۱ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے ایک مکتوب میں اس شکل کا خود ہی جوابِ شافی ارشاد فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

استحالہ جمعِ متناقضین مشروط باتحادِ محل است و در مانحن فیہ محل متعقد است بالاروند ہا لطائف عالم امر است از انسان کامل و فرود آئینہ از عالم خلق اول لطائف عالم امر ہر چند بالا تر و ندبے مناسب ترمی گردند بعالم خلق و ہمان بے مناسبتی سبب پایان تر آمدن عالم خلق است و عالم خلق ہر چند پایان ترمی آید سالک را بے علالت ترمی سازد و دیدِ عیوب و نقائص را زیادہ ترمی گرداند ازین جاست کہ منتہیان مرجوع آرزوئے آن التذاذ و علالت دارند کہ در ابتدا ایشان را میسر شدہ بود و در انتہا از دست رفتہ و بے مزگی بجائے آن نشستہ و ہم ازین جاست کہ کافر فرنگ را عارف از خود بہتر میداند زیرا کہ در کافر نور انیتے ہست بواسطہ امتزاج عالم امر او بعالم خلق او و در

یہی وجہ ہے کہ وہ اس حال کا مشاہدہ کرتے ہوئے پکار اٹھتے ہیں کہ کافر فرنگ ہماری نسبت زیادہ نورانی معلوم ہوتا ہے (وَاللّٰهُ وَرُوْهُ اَعْلَمُ)

مذکورہ بالا اشکال کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت مرزا مظہر
بلقینہ نمبر ۲ جانِ جاناں شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

گوئیم کہ تحقیق جواب اشکال مذکور مبنی ست بردستین حقائق ممکنات
نزدیک حضرات مجددیہ قدس سرہم کہ مرکب انداز اعدام اضافیہ فطال
وصفات حقیقیہ یعنی ان اعدام بنا برتقابل اسماء وصفات در علم الہی
ثبوتہ پیدا کردہ و مرایائے انوار اسماء وصفات گشتہ مبادی تعینات
عالم گردیدہ اندر خارج خلقی کہ خلق خارج حقیقی ست بصنع خداوندی بوجہ
خلق موجود شدہ و بنا برین ترکیب مصدر آثار خیر و شر شدہ انداز جہت عدم
ذاتی کسب شرمی نمایند و از جہت وجود خلقی کسب خیر پس نظر صوفی بر
مظاہر شریفہ خمسیہ بر جہت وجود کہ در ان مظاہر ست و مصدر خیر
شدہ است می افتد و چون در خود نظری کنند نگاہ اُد بر جہت عدم کہ ذاتی
اوست و فشار شرست خواهد افتاد و خود را از خیر و کمال مطلقا عاری
خواہ دید و خیر و کمال عاریتی را کہ از جہت وجود کسب کردہ از آن و ملک
خود نخواہ یافت ناچار خود را از کافر فرنگ و دیگر اشیائے خمیہ بدتر خواہ
فہمید۔

ترجمہ: اس اشکال کے جواب کی تحقیق اس بات کے جاننے پر موقوف ہے کہ حضرات
مجددیہ قدس سرہم کے نزدیک حقائق ممکنات اعدام اضافیہ و فطال اور صفات حقیقیہ
سے مرکب ہیں یعنی اس اعدام نے علم الہی میں اسماء و صفات کے تقابل کی بناء پر ایک

ثبوت پیدا کر لیا ہے اور انوار اسماء و صفات کے آئینے ہو کر عالم اہمان کے مبادی تعینات ہو گئے ہیں اور غارِ بظلمت میں جو کہ خارج حقیقی کا ظل ہے صنعتِ خداوندی سے وجودِ ظلی کے ساتھ موجود ہو گئے ہیں اور اس ترکیب کی بنا پر خیر و شر کے آثار کا مصدر ہو گئے ہیں عدم ذاتی کی جہت سے شر کا کسب کرتے ہیں اور وجودِ ظلی کی جہت سے خیر کا کسب کرتے ہیں پس صوفی کی نظر مظاہر شریفہ و خسیہ پر وجود کی جہت سے پڑتی ہے جو کہ ان مظاہر میں ہے اور خیر کا مصدر ہے اور جب اپنے اندر نگاہ کرتا ہے تو اس کی نگاہ عدم کی جہت پر پڑے گی جو اس کی ذاتی ہے اور شرارت کا منشا ہے اور وہ اپنے آپ کو ہر خیر و کمال سے مطلقاً خالی دیکھے گا اور عاریتی خیر و کمال کو جو کہ اس نے وجود کی جہت سے کسب کیا ہے اپنی ملکیت سے نہیں پائے گا مجبوراً اپنے آپ کو کافر فرنگ اور دیگر خسیس چیزوں سے بھی بدتر سمجھے گا۔

سطور بالا سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ ایک کامل صوفی کبھی اپنی طرف خیر و کمال کو منسوب نہیں کرتا بلکہ انہیں استعار سمجھتا ہے۔ فنائے تام اور مشہودِ صحیح کے حاصل ہونے کے معنی بھی یہی ہیں۔ اگر صوفی کی نظر اپنی جہت وجود اور اپنے مستعار انوار پر پڑتی ہے تو اس کی جہتِ مرآتیت جو کہ عدم ہے مستور ہو جاتی ہے تو پھر وہ انا الشمس کا دعویٰ کر دیتا ہے اور حضرت حسین بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کے انا الحق کہنے کا بھی یہی راز ہے اگرچہ وہ اسے دیکھنے سے معذور تھے لیکن دیکھنے میں خطا کی اور مسکراتے غلبے کی وجہ سے جہتِ عدم اور جہتِ وجود میں تمیز نہ کر سکے بہت سے سالکین اس قسم کی غلطی کر جاتے ہیں سوائے اس شخص کے جسے خدا اپنے حبیبِ کریم ﷺ کی برکت سے محفوظ رکھے۔

حالتِ سلوک میں سالک کی طرف سے اس قسم کی واردات کا اظہار
بدینہ نمبر ۳ بیان حال ہوتا ہے نہ کہ بیان عقیدہ کیونکہ ان کے عقائد توحید
خالص اور اتباعِ رسالت پر مبنی ہوتے ہیں۔

اس مکتوب کے وہ تمام مندرجات جو دید نقص و قصور کا پتہ دیتے
 بلینہ نمبر ۴ ہیں دراصل مقام عبدیت کے معارف ہیں۔ اولیائے محبوبین
 مقام عبدیت سے سرفراز ہونے کے بعد جب اپنی بشریت پر نگاہ ڈالتے ہیں تو انہیں
 معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارا وجود عدم محض سے ہے جو کہ سرسری غفلت و کثافت اور کدورت
 و قباحیت کا مجسمہ ہے بھلا غفلت و کدورت سے کون سا اچھا عمل صادر ہو سکتا ہے اسی
 وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ کُلُّ مَا يَفْعَلُهُ الْقَبِيحُ قَبِيحٌ یعنی قبیح شخص جو
 کام بھی کرے گا قبیح ہوگا۔ کیونکہ گندم سے جو اور جو سے گندم حاصل نہیں ہو سکتی۔ نیز
 حبشی سے سیاہی جدا نہیں کی جاسکتی کیونکہ سیاہی اس کا ذاتی رنگ ہے اسی طرح
 سالک کی ذات سے عدم کا ازالہ ناممکن ہے خواہ کتنی توجہات، تعویذات اور جہاڑ
 پھونک سے کام لیا جائے کیونکہ عدم اس کا ذاتی مرض ہے جو ناقابل علاج ہے۔

مقام عبدیت میں ہی انسان پر اپنی غفلت و عدمیت کا راز
 کھلتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مکمل بے مناسبتی کی

حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ مقام عبدیت سے پہلے سالک اپنے آپ کو کبھی عین
 حق اور کبھی ظل حق جانتا ہے کبھی حق کے ساتھ معیت اور کبھی حق کو اپنے ساتھ محیط
 قرار دیتا ہے ظاہر ہے کہ کیفیات و دار و اوت عجز بشریت کے برعکس ہیں کیوں کہ
 عینیت و ظلیت و غیر ذات کے ساتھ ایک قسم کی مناسبت کی خبر دیتی ہیں اور
 مقام عبدیت میں بے مناسبتی ملحوظ ہے جس سے توحید شہودی غہوم ہوتی ہے (واللہ اعلم)
 عبدیت کا مقام تمام مقامات سے بلند تر ہے اپنی ذات میں عجز و انکسار کا مظہر
 کرنا اور اپنے اعمال کو قصور وار دیکھنا مقام عبدیت کا ثمرہ ہے جو محبوبوں
 کے ساتھ مخصوص ہے۔

کسی انسان کا عبودیت میں قدم اسی وقت پاک و صاف ہو سکتا ہے

آپ کی عبادت کا عالم یہ تھا کہ راتوں کے قیام میں (تَوَرَّمَتْ قَدَمًا) آپ کے قدم مبارک پر ورم آجاتا تھا لیکن اس کے باوجود بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض کرتے مَاعْبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ اے اللہ میں تیری شان کے مطابق حق عبادت ادا نہ کر سکا آپ محبوب ہونے کے باوجود بکثرت استغفار فرمایا کرتے تھے۔
 آپ کا ارشاد ہے اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلٰی قَلْبِيْ فَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ سَبْعَيْنِ مَرَّةً ۚ میرے قلب پر بھی غبار چھا جاتا ہے پس میں شب روز میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عبدیت حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی ہیں اور دُنیا کے امام بھی لیکن اس شانِ خُلت و امامت کے باوجود بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۚ اے اللہ قیامت کے دن مجھے ذلیل و مُسوانہ کیا جائے۔
 استحضارِ عظمتِ الہیہ کا یہ عالم ہے کہ اُولو العزم پیغمبر اور خلیل اللہ ہونے کے باوجود بھی حشر میں اپنی ذلت و رسوائی کا اندیشہ غالب ہے اور اپنے وجود کی عدمیت اور عجزِ عبدیت پیش نظر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شانِ عبدیت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قطبی کو گھونسنہ مارا اتفاق سے وہ مر گیا آپ نے اس خلافِ توقع نتیجہ پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے دُعانا لگی :

رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاعْفِرْ لِيْ ۚ اے میرے رب میں نے

اپنی جان پر ظلم کیا ہے مجھے بخش دے قطعی کو مکہ مارنے سے آپ کا ارادہ محض تادیب کا تھا قتل کرنا مقصود نہ تھا۔ نیز بوجہ عربی ہونے کے اس کا قتل مباح بھی تھا لیکن موسیٰ علیہ السلام کی شانِ عبدیت نے خلافِ اولیٰ کو گناہ قرار دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی شانِ عبدیت

نے حضرت زلیخا کے بارے میں اپنی برأت اور پاک دامنی کی متعدد شہادتوں اور کمال عصمت کے باوجود فرمایا:

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۖ

یعنی میں اپنے نفس کو (بالذات) بری نہیں کہتا کیونکہ اہر ایک کا نفس برائی کا حکم دیتا ہے سوائے اس نفس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے نفوسِ مطمئنہ ہوتے ہیں جن میں یوسف علیہ السلام کا نفس بھی داخل ہے لیکن آپ نے مطمئنہ کو امارہ فرما کر اپنی عبدیت کا اظہار فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ میری طہارت اور پاک دامنی میرے نفس کا کمال نہیں کہ تخلف محال ہو بلکہ یہ حق تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ کا اثر ہے۔

صحابہ کرام کی شانِ عبدیت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اگر کوئی دیکھنا چاہے کہ مُردہ زمین پر چل رہا ہے تو میرے ابو بکر صدیق کو دیکھ لو۔ اس حدیث میں حضرت صدیق کی شانِ عبدیت بتائی گئی ہے کہ آپ عظمتِ خداوندی کا اس قدر استحضار تھا کہ اپنی ہستی سے بھی بے خبر ہو کر ”مُردہ بدست زندہ“

کی حالت اختیار کر گئے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کے موقع پر آخری وصیت یہ فرمائی کہ اپنے آپ کو سب سے بُرا سمجھنا جو اپنے آپ کو اچھا سمجھے گا ہلاک ہو جائے گا۔ آپ کا یہ قول مقامِ عبدیت کا اظہار ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے اعمال کو اس قدر قصور اڑ سمجھتے تھے کہ انہیں اپنے منافق ہونے کا شبہ ہو جاتا تھا اور ان پر ہر وقت خوفِ خدا کا غلبہ رہتا تھا۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ
عالم ربانی تھے آپ کو حافی

حضرت بشر حافی کی شانِ عبدیت

کہنے کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ نے آیت مبارکہ تُسَبِّحُوا لِلّٰهِ اَمَّا اَرْضُ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ اور زمین کو ہم نے فرش (کچھونا) بنایا ہے اور ہم بہت اچھے کچھلانے والے ہیں۔ تو آپ پر ایک حال طاری ہو گیا اور فرمایا کہ بشر بے چارے کی کیا مجال ہے جو اللہ کے کچھلانے ہوئے فرش پر جوتا پہن کر چلے۔ چنانچہ آپ ننگے پاؤں چلا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اعزاز بخشا کہ زمین کو حکم دیا اے زمین جدھر سے بشر ننگے پاؤں گذریں تو اس راستے سے نباتیں نکل جایا کر۔

حافی کے معنی ہیں ننگے پاؤں چلنے والا۔ بشر حافی کی یہ حالت غلبہِ عبدیت کا

مظہر تھی۔

ازیں بر ملا تک شرف داشتند

کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی شانِ عبدیت
حضرت سیدنا غوث الاعظم

رحمۃ اللہ علیہ تقریباً بارگاہِ احدیت کے سردار ہیں۔ لیکن شانِ عبدیت کا اظہار ان

الفاظ میں سرمار ہے ہیں : ۵

ایمان چوں سلامت بہ لب گور بریم
حسنت بریں چستی و چلا کی مس

جب ایمان کو سلامتی کے ساتھ قبر میں پہنچائیں گے اس وقت اپنی چستی و چالاکی کی تعریف کریں گے۔“

مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے اعمالِ حسنہ پر اس قدر نازاں نہیں کہ فکرِ آخرت سے بے خوف ہو جائیں بلکہ جب تک زندگی ہے اس وقت تک خطرہ ہے عمل کھتے رہنا اور ڈرتے رہنا اسی ولایت کی نشانی ہے۔

آپ کو صحنِ کعبہ میں خستہ حالی اور آشفتمند سُر کی عالم میں یہ دُعا کرتے ہوئے دیکھا گیا کہ اے اللہ مجھے قیامت کے دن ناپینا کر کے اٹھانا تاکہ مجھے اپنے گناہوں کی وجہ سے تیرے بندوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ سبحان اللہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایسے ہی بندوں کی شان میں فرمایا،

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلٰی الْاَرْضِ هَوْنًا ۝

اللہ کے مقبول بندوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ زمین پر سکنت اور عاجزی سے چلتے ہیں۔ هَوْنٌ لغت میں ذلت اور خواری کے معنی میں مستعمل ہے مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے بندوں کی شانِ عبدیت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ زمین پر چلتے وقت بھی ان کی چال سے غلامی کی شان ٹپکتی ہے، اللہم ارزقنا،

حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

پیشِ یوسف نازش و خوبی مکن
جز نیاز آہِ یعقوبی مکن

چوں تو یوسف نستی یعقوب ہش
ہمو او با گریہ و آشوب ہش

متن آری خیر محض را شر محض می باید تا حقیقت خیریت
بظہور آید و بصد ہاتھ تبین الٰہیہ خیر و کمال مہیا بود شر
و نقص در مہیا بیت حسن و جمال را آئینہ در کارست و آئینہ
نمی باشد مگر در مقابل شی پس لا جرم خیر را شر و کمال را نقص
آئینہ آمد پس در ہر چہ نقص و شرارت بیشتر نمایند کی خیر و کمال
زیادہ تر عجائب کار و بارست این ذم معنی مدح پیدا کرد و
ایں شرارت و نقصان محل خیر و کمال گشت۔

ترجمہ: ہاں خیر محض کے لیے شر محض بھی ہونا چاہیئے تاکہ خیر کی حقیقت واضح ہو
جائے اور چیزیں اپنی ضدوں (بالمقابل چیزوں) ہی سے پہچانی جاتی ہیں۔ خیر و کمال
موجود تھا لہٰذا اس کے بالمقابل شر و نقص بھی ہونا چاہیئے تھا۔ حسن و جمال کو اپنے اظہار
کے لیے آئینہ کی ضرورت ہوتی ہے اور آئینہ چیز کے مقابل ہی ہوتا ہے۔ پس لازمی
طور پر خیر کے لیے شر اور کمال بھی اسی قدر زیادہ نمایاں ہوگا عجیب معاملہ ہے کہ اس
ذم (دہرائی) نے مدح (تعریف) کے معنی پیدا کر لیے اور یہ شرارت و نقصان خیر و کمال
کا محل و مقام بن گیا۔

شکر

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے انسان کی مدح فرماتے ہوئے اس کی جامعیت پر تبصرہ فرمایا ہے۔

انسان دراصل اسماء و صفات الہیہ کا جامع مظہر اور
جامعیت انسان کامل آئینہ بنے تخلیق کائنات میں انسان سب سے
آخری مخلوق اور تنزلات کا آخری مرتبہ ہے جس کے بعد کوئی چیز پیدا نہیں کی گئی۔
آیت ذیل میں اسی مفہوم کی طرف اشارہ ہے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ
فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ
إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا

ترجمہ: بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر تو انہوں
نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اٹھالی
بے شک وہ اپنی جان کو ظلمت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

وہ بار امانت جس کو آسمان، زمینیں اور پہاڑ نہ اٹھا سکے اور حضرت انسان نے
اس بوجھ کو اٹھالیا صوفیاء کے نزدیک وہ ”ظہور وجود“ ہے یعنی ذات کے اسماء و صفات
کے ظہور کا حامل صرف انسان کامل ہے اور پر تو اسماء و صفات کی استعداد و صلاحیت
صرف انسان کامل ہی میں پائی گئی ہے۔

۵ جو بار آسمان وزمین سے نہ اٹھ سکا

تو نے غضب کیا دل شیدا اٹھالیا

اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش
کیا مگر انہوں نے اُسے قبول نہ کیا۔

ایک مثال ہم ایک کثیف دیوار کے سامنے اپنا چہرہ پیش کرتے ہیں مگر وہ دیوار ہمارے چہرے کے عکس کو قبول نہیں کرتی ہم اسے ایک لطیف اور صاف شفاف آئینے کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن وہ پر تو کو قبول نہیں کرتا۔ پھر ہم اپنے چہرے کو ایک ایسے آئینے کے سامنے پیش کرتے ہیں جو دو جہتین ہے یعنی ایک طرف سے نہایت لطیف صاف اور چمکدار ہے اور دوسری طرف سے زنگار آلود ہے تو وہ آئینہ فوراً ہمارے چہرے کے عکس و پر تو کو قبول کر لیتا ہے معلوم ہوا کہ آئینہ زنگاری میں عکس کے نمایاں ہونے کی صلاحیت موجود ہے جس کا اظہار اس نے ہمارے چہرہ کے سامنے آتے ہی کر دیا کیونکہ اس میں لطافت اور کثافت دونوں کا حسین امتزاج ہے جبکہ کثیف دیوار اور صاف آئینے میں یہ صلاحیت موجود نہ تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا پر تو آسمانوں نے قبول نہ کیا کیونکہ وہ صاف و شفاف آئینوں کی مثل تھے اور نہ زمینوں اور پہاڑوں نے قبول کیا کیونکہ وہ کثیف دیوار کی مثل تھیں۔ انسان نے اسے فوراً قبول کر لیا کیونکہ انسان آئینہ زنگاری کی مثل ہے اس کی ایک جہت ملکوتی لطافت رکھتی ہے اور دوسری جہت حیوانی کثافت کی حامل ہے یعنی ایک جانب وجود کا نور ہے اور دوسری جانب عدم کی ظلمت ایک جانب علم کی روشنی ہے اور دوسری جانب جہل کی تاریکی، اسی ظلمت اور جہل نے انسانی آئینے کو زنگار کا کام دیا جس طرح شر خیر کا آئینہ ہے اور نقص کمال کا اور غزاں بہار کا اسی طرح انسان اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور جمال و کمال کا آئینہ ہے جس سے حسن قدرت کے جلوے نظر آ رہے ہیں

۵ لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

بلیغ نمبر ۵ ذات واجب تعالیٰ پہلے ہی ہر جمال اور حسن و جمال سے موصوف
تھی جیسا کہ اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ مُّجِیْبُ اِلْحَمَالِ لہ
سے ظاہر ہے۔ اس کے مقابلے میں شر اور نقص و رکارت تھا تا کہ وہ ذات کے حسن و
جمال کا آئینہ بنے کیونکہ اگر ممکن میں حسن و جمال ہوتا تو ذات کا حسن و جمال اس سے
نمایاں نہ ہوتا۔ لہذا ممکن کے عدم ہونے کی خلعت نے ذات کے حسن و جمال کو آشکار
کر دیا۔ یہ عدم کا گویا ایک کمال ہے کہ وہ آئینہ جمال ہے یہیں سے انسان کے اپنی
ذات میں شر و نقص دیکھنے کی فضیلت اور مقام عبدیت کی حقیقت معلوم
ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم)

بلیغ نمبر ۶ ظَلُمًا جَهْلًا کے الفاظ میں ظلم سے مراد ظلم نہیں ظلمت
ہے جو نور کی ضد ہے اور جہول سے مراد بے علمی و نادانی ہے
یعنی غیر حق سے جاہل و بے علم ہونا یہ جہل بھی تاریکی ہے جو علم کی ضد ہے اور علم نور ہے
تو گویا انسان کے حق میں ظلم و جہول کا خطاب ذم (برائی) کے پردے میں سدح
(تعریف) ہے۔

ظُلُمٌ و جہول ضد نور اند
لیکن منظر عین ظہور اند
چو پشت آئینہ باشد مگر
نہاید رُوئے شخص از عکس دیگر
شعاع آفتاب از چارم افلاک
نگردد منکس جز بر سر خاک

بزرگان اندیش گتند حیران بہ فرد مانند از تشریح انسان

متن پس لاجرم مقام عبدیت فوق جمیع مقامات باشد چہ
 این معنی در مقام عبدیت اتم و امل است محبوبان را باین مقام
 مشرف می سازند محبتان بذوق شہود متلذذ اند التذاذ در بندگی
 و انس بآن مخصوص محبوبان است انس محبتان بمشاهدہ محبوب
 است و انس محبوبان بہ بندگی محبوب درین انس ایشان را باین
 دولت می رسانند و باین نعمت سرفرازی سازند شہسواریکہ تاز
 این میدان آن سرور دنیا و دین و سید اولین و آخرین حبیب رب
 العالمین است علیہ من الصلوٰۃ و التہام و من التحیات اکملہا و
 کے را کہ بعض فضل خواہند کہ باین دولت رسانند اور اکمال
 متابعت آن سرور علیہ الصلوٰۃ و السلام متحقق می سازند و بتوسل
 آن بان ذر وہ علیا می برند

ترجمہ پس لازمی طور پر عبدیت کا مقام تمام مقامات سے بلند ہوگا اس لیے کہ یہ معنی یعنی
 اپنے نقص کو دیکھنا مقام عبدیت میں نہایت کامل اور مکمل طور پر پائے جاتے ہیں۔
 لہذا محبوبوں کو اس مقام سے مشرف فرماتے ہیں اور محبتیں (محبت کرنے والے) ذوق
 شہود کے ساتھ لذت حاصل کرتے ہیں۔ بندگی میں لذت حاصل کرنا اور اس کے ساتھ
 انس اختیار کرنا محبوبوں کے ساتھ مخصوص ہے محبتوں کا انس محبوب کے مشاہدہ میں ہے
 اور محبوبوں کا انس محبوب کی بندگی میں ہے اس انس (یعنی بندگی) میں ان کو اس (دید
 نقص کی) دولت کا شرف بخشے ہیں اور اس نعمت کے ساتھ سرفراز کرتے ہیں اس
 میدان کے یکتا شہسوار دین و دنیا کے سردار اور اولین و آخرین کے آقا حبیب

رب العالمین ہیں آپ پر کامل ترین درود اور اکمل ترین سلام ہو، اور اگر کسان قضا و قدر جس کو محض فضل و کرم سے انقص اعمال کے دیکھنے کی، یہ دولت عطا فرمانا چاہتے ہیں اس کو اس سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال درجہ کی متابعت نصیب فرمادیتے ہیں اور اس متابعت کے وسیلے سے اس کو بلند مقامات کی دہلیز پر لے جاتے ہیں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب سالک ظلم و جہول ہونے کی حیثیت سے اپنی ذات پر نظر ڈالتا ہے تو اسے اپنا آپ ظلمت و جہل اور شر و نقص کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ پس اس کے لیے شرارت و نقصان کا یہی مرتبہ خیر و کمال کا مقام بن جاتا ہے اور اس پر مقامِ عبدیت کا راز کھل جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ لازمی طور پر عبدیت کا مقام تمام مقامات سے بلند ہے اس لیے کہ اپنی ذات میں نقص دیکھنے کا معنی مقامِ عبدیت میں کامل طور پر پایا جاتا ہے۔ لہذا عبدیت کا یہ مقام محبوبوں کو عطا فرمایا جاتا ہے جبکہ محبتیں شہو و غلی کے ذوق سے لذت حاصل کرتے رہتے ہیں عبدیت اور بندگی کی لذت محبوبوں کے ساتھ مخصوص ہے اور محبوب کے غلی مشاہدہ کی نعمت محبتیں کا حصہ ہے۔ مقامِ عبدیت سلوک کا آخری مقام ہے اور شبِ معراج حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یَنْسَبِحُنِي اِلَيْكَ بِالْعَبْدِيَّةِ کا سوال پیش کر کے اس مقام کی آرزو کی تھی اس لیے اس میدان کے یکتا شہسوار اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جسکو بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ اس دولتِ مشرف فرمانا چاہتے ہیں اس کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعتِ کاملہ کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں۔ اسی اتباعِ سنت و شریعت کی وجہ سے وہ خوش نصیب محبوبیت ذاتی کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

سے ظاہر ہے۔

بلیٰ نمبر ۷
مذکورہ بالا عبارت میں محض فضل اور کمالات متابعت کے الفاظ سے حضرت امام ربانی قدس سرہ کا اپنی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال متابعت نبوی علیہ التّحیّۃ والتّنار کی بنا پر محض اپنے افضل سے مقام عبودیت اور محبوبیت ذاتیہ کے مرتبے سے نوازا ہے۔ آیۃ کریمہ ذلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ لَہٗ تَحْرِیْرٌ فَرَاکَ اسی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ (واللّٰہ اعلم)

بلیٰ نمبر ۸
سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اولیاء کرام کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱ محبوبین
۲ مُجِبِّین

اور ساتھ ہی ان کے مراتب کا باہمی فرق بھی بتایا ہے جس کی قدرے وضاحت درج ذیل ہے۔

اولیاء محبوبین
محبوبیت کے درجے پر فائز اولیاء کرام محمدی المشرّب ہوتے ہیں اور ان کا جذبہ سلوک پر مقدم ہوتا ہے اور اپنے مبداء فیض میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اشتراک رکھتے ہیں یعنی اُن کا مبداء فیض ظلّ شان العلم ہوتا ہے یہ حضرات محبوبیت ذاتیہ سے مشرف ہوتے ہیں یعنی خلقت کے اعتبار سے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبداء فیض کے ساتھ اشتراک مناسبت رکھتے ہیں۔

بلیٰ نمبر ۹
محبوبیت حب ذاتی کا ایک اعلیٰ مرتبہ ہے جو مرتبہ وحشت

حقیقت محمدیہ اسے موسوم ہے اور لطیف اتباع رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام آتا ہے اس مرتبہ میں عارف مظہر صفات باری تعالیٰ بن جاتا ہے اور اس کے اعضاء و جوارح میں غیر اللہ کا کچھ حصہ باقی نہیں رہتا یہ مرتبہ قرب فرأض کے بعد قرب نوافل کا ثمرہ ہے۔ اس منصب پر فائز ہونے والا استجاب الدعوات بن جاتا ہے۔ ایسے ولی سے عداوت اور بغض رکھنے میں سور خاتمہ کا خطرہ ہے۔ نیز اس مرتبہ میں عارف کا قلب آئینہ صافی ہوتا ہے اور اس میں حقائق اشیاء منکشف ہوتی ہیں اور رویت اشکال کا مراقبہ کیا جاتا ہے مندرجہ بالا مطالب حدیث قرب نوافل سے ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔

لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالتَّوَّافِلِ حَتَّىٰ أَحْبَبْتُهُ ۖ
اولیاءِ محبتین محبت کے درجے پر فائز اولیاء کرام دیگر حضرات انبیاء عظام علیہم السلام کے مشارب پر ہوتے ہیں یعنی جس کا مبداء فیض خل صفت التکوین ہے وہ آدمی المشرب ہے اور جس کا مبداء فیض برزخ اجمال و تفصیل خل صفت العلم ہے وہ نوحی المشرب ہے اور جس کا مبداء فیض تفصیل خل صفت العلم ہے وہ ابراہیمی المشرب ہے اور جس کا مبداء فیض خل صفت الکلام ہے وہ موسوی المشرب ہے اور جس کا مبداء فیض خل صفت القدرت ہے وہ عیسوی المشرب ہے اور مشارب کا یہ فرق تقدیر ازلی کے مطابق تقسیم خداوندی ہے اس میں بندے کا اپنا عمل دخل کچھ نہیں ہوتا۔ اولیاء محبتین کا سلوک ان کے جذبہ پر مقدم ہوتا ہے۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں جذبہ سلوک پر مقدم ہوتا ہے لیکن اس خاصہ نقشبندیہ طریقے میں جذبہ محبوبیت کی وجہ سے نہیں پایا جاتا بلکہ اس

طریقے کا خاصہ ہی یہی ہے اس میں جذبہ محبوبوں کو بھی ملتا ہے اور محبتوں کو بھی فرق آتا ہے کہ جذبہ اولیٰ (جذبہ صوری) ابتداء میں ہی حاصل ہو جاتا ہے اور جذبہ ثانیہ (جذبہ حقیقی) آخر میں نصیب ہوتا ہے جبکہ باقی طریقوں میں جذبہ ثانیہ (جذبہ حقیقی) آخر میں دیا جاتا ہے لیکن جذبہ اولیٰ ان طریقوں میں صرف محمدی (المشرب اولیائے محبوبین کو عطا ہوتا ہے اور وہ بھی ان کی فطری استعداد کی وجہ سے نہ کہ خاصہ ہونے کی بنا پر واضح ہے کہ جذبہ اولیٰ طریقہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے اور جذبہ ثانیہ تمام طریقوں میں موجود ہے۔

ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ محبوبوں کا طریقہ ہے یعنی اس طریقے کے طالبِ محبت اور مرید بھی محبوبوں

اور مرادوں کی طرح سیرِ باطنی کرتے ہیں جیسا کہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ نے فرمایا: مَا فَضَّلِيَانِيْمَ وَمَرَادَانِيْمَ يَعْنِي هُمُ فَضْلُ وَالْعَالِيَانِ اور محبوب و مراد ہیں اور اس طریقے میں مقاماتِ عالیہ کی طرف ترقی کا راز جذبہ ہے حضرت خواجہ نقشبند بخاری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے۔

جَذْبَةٌ مِّنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ تُوَارِثِي عَمَلِ الثَّقَلَيْنِ
یعنی اللہ تعالیٰ کے جذبات سے ایک جذبہ ثقلین (جنوں اور انسانوں) کے عمل کے برابر ہے۔ کبھی نے خوب کہا ہے۔

اگر از جانب معشوق نباشد کشتہ

کوششِ عاشق بے چارہ بجائے نرسد

یعنی اگر معشوق کی طرف سے کشتہ نہ ہو تو عاشق بے چارے کی کوششیں ناکام اور بے فائدہ ثابت ہوتی ہیں۔

حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی قدس سرہ رقم طراز ہیں :

از مُریدی تا مُرادِی و از محبتی تا محبوبی فرق بسیار است کہ مریدی رفتن است
بپار خود و مُرادِی بُردن است کشاکش و لذت آفتہ اند آلمُریدُ
یَطْلُبُ الْمُرَادَ وَالْمُرَادُ یَتَهَرَّبُ تحقیق این سخن آنست کہ
درین طریقه علیہ شروع سیر از قلب است کہ مورد جذبہ است بخلاف
اکثر طرق کہ شروع سیر از عالم خلق است۔

ترجمہ : مُریدی سے مُرادِی تک اور محبتی سے محبوبی تک بہت فرق ہے کہ مُریدی خود
اپنے پاؤں کے ساتھ چلنے کا نام ہے اور مُرادِی پھینچ کر لے جانے کا نام ہے۔ اسی لیے بزرگوں
نے کہا ہے کہ مُرید مراد کو ڈھونڈتا ہے اور مراد بھاگتا ہے اس گفتگو کی تحقیق یہ ہے کہ
طریقہ نقشبندیہ میں سیر قلب سے شروع ہوتی ہے اور قلب ہی جذبے کا موبد و مرکز ہے
بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کی سیر عالم خلق سے شروع ہوتی ہے۔

متن مُراد از کمال شرف و نقص علم ذوقی ست بآن نہ آن کہ
بشرارت و نقص متصف شود صاحب این علم متخلق باخلاق
اللہ ست تعالیٰ شانہ و تقدس این علم ہم از جملہ ثمرات آن مخلوق
ست شرارت و نقص را دران موطن چہ مجال جز آنکہ علم بآن
متعلق شود این علم بواسطہ شہود تام بخیر محض ست کہ در خنب
آن ہمہ شرمی نماید این بعد از فرو آمدن نفس مطمئنہ است
بمقام خود۔

ترجمہ: شر اور نقص کے کمال سے مراد سالک کا علم ذوقی ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ شخص شرارت نقص سے متصف ہو۔ اس علم والا شخص اللہ تعالیٰ جل شانہ کے اخلاق سے متعلق ہوتا ہے دید نقص کا یہ علم بھی اسی تخلق باخلاق اللہ ہی کا ثمرہ ہے۔ شرارت اور نقص کو اس مقام میں سوائے اس کے اور کوئی گنجائش نہیں ہے کہ علم اس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یہ علم شہود تام (کامل مشاہدہ) کے واسطہ سے خیر محض (سراسر بھلائی) ہے اس خیر (بھلائی) کے پہلو میں تمام چیزیں شر نظر آتی ہیں یہ کیفیت نفس مطمئنہ کے اپنے مقام میں نزول کر لینے کے بعد ہے۔

شرح

سطور بالا میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ مقام عبدیت پر فائز ہونے والا عارف جب اخلاق حسنہ اور فضائل حمیدہ سے متصف ہو جاتا ہے تو پھر وہ کمال درجہ کے شر اور نقص سے کیسے متصف ہو سکتا ہے؟

جواب آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ شر اور نقص کے کمال سے مراد سالک کا علم ذوقی ہے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سالک شرارت و نقصان سے متصف ہو جاتا ہے اور اس سے شر و نقص والے کاموں کا صدور ہوتا ہے کیونکہ سالک تو اس وقت اخلاق الہیہ سے متعلق ہوتا ہے بلکہ سالک کو اپنے شر اور نقص کے بارے میں ایک ایسا علم حاصل ہوتا ہے جو ذوق سے تعلق رکھتا ہے اس علم کے مرتبے میں سالک اپنے عدم ہونے کی حیثیت ممکنہ کو پہچان لیتا ہے جو شر و نقص کا مبداء ہے اور خیر و کمال سے محض خالی ہے اور اسی علم سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا علم حاصل ہوتا ہے جیسا کہ عارفوں کا قول ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ یہ علم ذوقی ہر کس و ناکس کے حصے میں نہیں آ سکتا یہ عارفوں کا شہود ہے

جو مرتبہ ممکنات پر نظر ڈالنے سے حاصل ہوتا ہے نیز کیفیتِ علمِ ذاتی سالک کو عروج کے وقت مشہود نہیں ہوتی بلکہ نزول کے وقت معلوم ہوتی ہے۔ (واللہ و رسولہ اعلم)

متن نہ آنکہ ہر کہ جذبہ اُور بر سلوک اُو مقدم ست از محبوبین
ست لیکن تقدیم جذبہ شرط ست در محبوبیت آرے در ہر
جذبہ نحوے از معنی محبوبیت حاصل ست کہ جذب بے آن
نمی شود و آن معنی از عوارض پیدا شدہ است ذاتی نیست
..... الخ

ترجمہ : یہ بات ضروری نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو وہ ضرور محبوبین میں سے ہے لیکن محبوبیت میں جذبہ کا مقدم ہونا شرط ہے اس البتہ ہر جذبہ میں محبوبیت کے ایک قسم کے معنی پائے جاتے ہیں کہ جس کے بغیر جذبہ حاصل نہیں ہوتا اور محبوبیت کے وہ معنی کسی عوارض سے پیدا ہوتے ہیں ذاتی نہیں ہیں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے فرمان بالا کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ محبوبیت اور تقدیم جذبہ میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے محبوب شخص مطلق ہے اور تقدیم جذبہ عام مطلق یعنی ہر محبوب میں جذبہ بدایت کا مقدم ہونا ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس کا جذبہ (بدایت) مقدم ہو وہ ضرور محبوب ہو کیونکہ محبوبیت محمدی (المشرب) کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ شخص (جس کا جذبہ مقدم ہے) محمدی (المشرب) نہیں ہے۔ البتہ اتباعِ سنت کے سبب جذبہ بدایت کے قابل ہوا ہے اور اس میں محبوبیت کے

عارضی معنی پائے گئے ہیں لیکن محبوبیت ذاتی نہیں کیونکہ محبوبیت ذاتیہ کسی علت اور سبب کے بغیر محض فضلِ ایزدی سے حاصل ہوتی ہے۔

محبوبیت ذاتیہ گو کسی علت اور سبب پر منحصر نہیں لیکن پھر بھی
 بتیہ نمبر ۱ اتباعِ سنت کے بغیر معتبر نہیں ممکن ہے کہ ایک شخص مبداءِ فیض میں سرور کائنات علیہ التجۃ والثناء کے ساتھ مشارکت و مناسبت رکھت ہو محمدی الشرب ہو اور محبوبیت ذاتیہ بھی رکھتا ہو مگر اتباعِ سنت و التزامِ ریاضت کے ترک اور غفلت کے سبب وہ جذبہ کی استعداد کو ضائع کر دے۔ (فتدیر)

ہر کرا رُوئے بہ بہبود نبود
 دیدن رُوئے نبی سود نبود

دفترِ اول - مکتوب (۱۰)

مکتوبِ عالیہ

عارفِ باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی مدظلہ العزیز



مَوْضُوعَات

ایمانِ شہودی اور ایمانِ غیبی کا بیان
قرب و بعد اور فراق و وصال کا غیر متعارف مفہوم



مکتوب - ۱۰

متن عرضداشت احقر اخدمہ آنکہ مدتی است کہ از احوال خدمہ آں عتبہ علیہ اطلاع ندار و بجز انت

بیت:

عجبے نیست اگر زندہ شود جان عزیز

چون ازان یار جدا مانده پیامے برسد

میداند کہ شایان دولت حضور نیست

این بسکہ رسد ز دور بانگِ حسرت

ترجمہ: حضور کا کم ترین خادم عرض کرتا ہے کہ کافی عرصہ سے اس بلند بارگاہ کے خادموں کے حالات سے اس خادم کو اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ ہر وقت انتظار ہے۔

کیا عجیب ہے کہ مری جاں کو ملے تازہ حیات

اگر اس دور کے محبوب کا آجائے پیام

یہ خادم جانتا ہے کہ یہ آپ کی بارگاہ کے لائق نہیں

یہی کافی ہے کہ آتی ہے حسرت کی آواز

شکر

یہ مکتوب بھی حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے مرشد بزرگوار حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تحریر فرمایا ہے۔ اس مکتوب کی ابتداء میں آپ کا یہ ارشاد ”شایان دولت حضور نیست“ (یہ خادم آپ کی بارگاہ کے لائق نہیں، دو معنوں کا احتمال رکھتا ہے۔ اولاً ہو سکتا ہے کہ حضور سے مراد

حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ ہوں اس صورت میں اس جملے میں آپ اپنے شیخ کی بارگاہ میں انتہائی عجز و تواضع کا اظہار فرما رہے ہیں۔ ثانیاً ممکن ہے کہ حضور سے مراد ذات حق تعالیٰ ہو۔ اس صورت میں آپ نے اپنے نزول کی حالت بیان فرمائی ہے یعنی بندہ عاجز چونکہ حق تعالیٰ کی بارگاہ بے پناہ کے لائق نہ تھا اس لیے یہ مقام عروج سے نزول کر کے ایمان شہودی سے ایمان غیبی کے مرتبے پر آگیا ہے۔
(وَاللّٰهُ عَلَمٌ)

ایمان شہودی اولیاء کا حصہ ہے جو شہود محبوب میں متفرق رہتے ہیں ان کا نفس اور روح مرتبہ عروج میں ہوتے ہیں ان کو تصوف کی اصطلاح میں متہلکین کہا جاتا ہے یہ ہمیشہ ایمان شہودی کی لذتوں میں محو رہتے ہیں۔ ۷

ماہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الّا حدیث یار کہ تکرار می کنسیم

یہ ایمان انبیاء کا حصہ ہے جو دعوت و ارشاد کفایت پر مامور ہوتے ہیں۔ کامل الاستعداد ہونے کی وجہ سے مخلوق کو حق کی طرف بلاتے رہتے ہیں اور مرتبہ نزول میں آکر عوام کی تربیت کرتے رہتے ہیں ان کو مرجوعین کہا جاتا ہے۔ جو قرب حق متہلکین کے لیے ہے لیکن فضیلت مرجوعین کے لیے ہے صاحب نزول عارف کی باطنی کیفیت اس شعر میں بیان کی گئی ہے۔

أُرِيدُ وَصَالَهَا وَيُرِيدُ هَجْرِي
فَأَتْرُكُ مَا أُرِيدُ لِمَا يُرِيدُ
لَا فِئَ فِي الْوَصَالِ مَحْبُوبٌ نَفْسِي
وَفِي الْهَجْرِ ان مَوْلَى لِلتَّوَالِي

یعنی میں محبوب سے وصال کا ارادہ رکھتا ہوں اور وہ میری جدائی

کا ارادہ رکھتا ہے پس میں اس کے ارادے پر اپنے ارادے کو ترک کرتا ہوں اس لیے کہ وصال میں اپنے نفس کی غلامی ہے اور ہجر میں اپنے محبوب کی غلامی ہے۔

عجائب کار و بارست نہایت بُعد را قرب
ملن نامیدہ اند و غایت فراق را وصل گفته اند
گویا فی الحقیقت در ضمن این اشارت نفی قرب و وصال
کرده اند شعر

كَيْفَ الْوُصُولُ إِلَى سَعَادٍ وَ ذَوْنَهَا
قُلُّ الْجَبَالِ وَ ذَوْنُهَا خُيُوفُ

پس حُزن ابدی و فکر دائمی لاجرم دامن گیر آمد مراد را نیز
آخر الامر بارادہ مرید مریدی باید شد و محبوب را بحبت محب
محب می باید گشت آن سرور دین و دنیا علیہ من الصلوٰت
اکملہا و من التحیات افضلہا باوجود مقام مرادیت و محبوبیت
از محبتین آمد و از مریدین گشت لاجرم از حال او چنین خبر داده
اند کہ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ
الْحُزَنِ دَائِمَ الْفِكْرِ لَ وَان سرور فرمودہ علیہ الصلوٰۃ و السلام
مَا أَوْذَى نَبِيٍّ مِثْلَ مَا أَوْذِيَتْ مُحَبَّانِ بَارِ مُحَبَّتِ تَوَانِدِ کشید
محبوبان را تحمل این بار دشوارست این قصہ پایانی ندارد

لَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ دَائِمَ
الْفِكْرِ (شامل ترمذی ص ۱۵۱، شعب الایمان ص ۱۵۱) لَ مَا أَوْذَى أَحَدٌ مَا أَوْذِيَتْ
فِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ... وَأَصْلُهُ فِي الْبُخَارِيِّ الْقَاصِدُ الْمُسْنَدُ ص ۲۱۲

ۛ قِصَّةُ الْعِشْقِ لَا أَنْفِصَامَ لَهَا

ترجمہ: عجیب معاملہ ہے کہ انتہائے بعد کو قرب کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور انتہائے فراق کو وصل کہتے ہیں گویا کدو حقیقت اس کے ضمن میں ان حضرات نے قرب و وصل کی نفی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ۛ کس طرح پہنچوں میں اپنے یار تک
راہ میں حائل ہیں کوہ و عنارت تک

لہذا ناچار ہمیشہ کاغم اور دائمی فکر لاحق رہتا ہے مراد کو بھی آخر کار مرید کے ارادے کے ساتھ مرید ہو جانا چاہیئے اور محبوب کو محبت کی محبت میں محبت کے ساتھ محبت بن جانا چاہیئے۔ دین و دنیا کے سردار آنحضرت علیہ من الصلوٰت اکملہا و من التحیات افضلہا آپ پر کامل ترین صلوٰت اور افضل ترین تحیات ہوں) مرادیت و محبوبیت کے مقام پر فائز ہونے کے باوجود محبتیں و مریدین میں سے ہوئے ہیں اسی لیے راویان حدیث نے آپ کے حال کے متعلق اس طرح خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ غم و فکر کے آثار چھلتے رہتے تھے اور آنسور و عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مَا أُودِيَ نَبِيٌّ مِّثْلَ مَا أُودِيَتْ (یعنی جتنی ایزد مجھ کو دی گئی ہے اس کی مثل ایزد کسی نبی کو نہیں دی گئی) محبت کرنے والے حضرات محبت کے بوجھ کو اٹھا سکتے ہیں محبوبوں کو اس بوجھ کا اٹھانا دشوار ہے اس قصہ کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

ۛ نہیں ہے انتہائے قصہ عشق

شرح

عارف جب عروج و وصل کے مرتبوں میں پہنچتا ہے اور حق تعالیٰ کی قدسیت اور اس کی ذات سے اپنی عدم مناسبت ملاحظہ کرتا ہے اور جان لیستا

ہے کہ واجب اور ممکن کے درمیان کوئی مناسبت نہیں تو اس کو یہ قرب و وصل
بعد و فراق نظر آتا ہے اور اسی عدم مناسبت کی بنا پر فکر و غم کی منزلوں میں گم بہت
ہے اور وصال کو محال جان کر فراق ہی کو وصال سے تعبیر کرتا ہے۔

وصل اور محال می گویند
قرب اور وصال می گویند

کسی طالب حق نے اسی دُوری اور ہجر کے متعلق کہا ہے۔

الْحَقُّ عَزِيزٌ وَالطَّرِيقُ بَعِيدٌ وَالْفُتُوبُ بُعْدٌ وَالْوَصْلُ
هِجْرٌ وَيَسِدِ الْخَلْقِ قَيْلٌ وَقَالَ لَهُ

ترجمہ: خدا برتر و غالب ہے اور راستہ دشوار اور لمبا ہے اور اس کا
قرب بہت دُور ہے اور اس کا وصال ہجر ہے اور مخلوق کے ہاتھ میں
صرف قیل و قال ہے۔

محبت کی ان کیفیات کا بوجھ اٹھانا محبتوں کا کام ہے نہ کہ محبوبوں کا حضور سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم محبوب و مراد ہونے کے باوجود محبت اور مُرید بھی تھے چونکہ آپ کی استعداد
عشق سب سے زیادہ تھی جب آپ ذات کے ساتھ عدم مناسبت ملاحظہ فرماتے تو
متفکر اور دائمِ اُحزان ہو جاتے کیونکہ یہی عدم مناسبت ہی آپ کے لیے ہجر و فراق کا
سامان تھا جو آپ کے لیے بے حد دشوار اور شاق تھا اور بوجہ محبوبیت آپ اس
کے کما حقہ تحمل نہ ہو سکتے تھے غالباً اسی لیے آپ نے فرمایا کہ جتنی ایذا مجھے دی
گئی ہے اتنی ایذا کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)

اس مکتوب میں پہلی حدیث بقول علامہ محمد مراد کی ترجمہ
تخریج احادیث
اللہ علیہ، شاملِ ترندی، بیہقی، طبرانی، دلائل،

ابن عساکر وغیرہ میں ہے۔

دوسری حدیث کو ابن عدی، ابن عساکر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ لائے ہیں۔

مَا أَوْذَى أَحَدٌ مَا أَوْذَيْتُ اور احمد، ترمذی اور ابن حبان
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ان الفاظ کے ساتھ لائے ہیں۔
لَقَدْ أَوْذَيْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ وَأُخِفْتُ
فِي اللَّهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ۔

دفترِ اولِ مکتوب (۱۱)

مکتوبِ نائیب

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

عارف کا مقام استقرار و عبور

فنائے عین و اثر کی بحث ، تنزلاتِ خمسہ

سلبِ امراض ، جذبہ تسلیم و رضا



مکتوب - ۱۱

متن عرضه داشت کم ترین بندگان احمد آن که متفکیه سابقاً خود را در آن دیده بود چون حسب الامر العالی باز ملاحظه نمود عبور خلفاء ثلاثه رضوان اللہ تعالیٰ علیہم در آن مقام در نظر آمد اما چون مقام واستقرار در آنجا داشت در دفعہ اولی بنظر نہ در آمدند چنانکہ از آئمہ اہل بیت غیر از اہل مین و امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین در آن مقام استقرار وثبات ندارند لیکن عبورے در آن واقع شدہ است بدقت نظر میتوان یافت و آنکہ اول خود را بان مقام نامناسب میدید بے مناسبتی و نوع ست یکے آنکہ بواسطہ عدم ظہور طریقے از طرق بے مناسبتی طاری میشود چون راہے با و نمودند آن بے مناسبتی بر طرف میشود دیگر بے مناسبتی مطلق ست کہ بہ هیچ وجه قابل زوال نیست ۔

ترجمہ: عریضہ۔ آپ کے کم ترین خادم احمد کی گزارش ہے کہ جس مقام میں پہلے اپنے آپ کو دیکھا تھا جب حضور کے ارشاد گرامی کے مطابق پھر اس کو ملاحظہ کیا تو علقارہ ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا گذر اس مقام میں نظر آیا لیکن چونکہ یہ خادم اس مقام میں اقامت و قرار نہیں رکھتا تھا اس لیے پہلی دفعہ میں یہ حضرات نظر نہ آئے جیسا کہ آئمہ اہل بیت

میں سے حضرت امام حسن و امام حسین اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے علاوہ دوسرے آئمہ اس مقام میں قرار و ثبات نہیں رکھتے لیکن ان کا گذر اس مقام میں واقع ہوا ہے جس کو بڑی دقیق نظر سے معلوم کیا جاسکتا ہے اور یہ جو اپنے آپ کو اول اس مقام کے نامناسب دیکھتا تھا تو یہ بے مناسبتی دو قسم کی ہے ایک یہ کہ طریقوں میں سے کسی طریقے کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے بے مناسبتی طاری ہو جاتی ہے اور جب اس کو راستہ دکھا دیا جاتا ہے تو وہ بے مناسبتی دُور ہو جاتی ہے اور دوسری بے مناسبتی مطلق ہے جو کسی طرح بھی زائل ہونے کے قابل نہیں ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے شیخ کی خدمت میں عرض گزار ہیں کہ آپ کا کمترین خادم پہلے جس مقام میں اپنے آپ کو دیکھا کرتا تھا وہ مقام ذرا مختلف تھا لیکن جب آپ کے حکم سے دوبارہ اس مقام کو ملاحظہ کیا تو آپ کی توجہ کی برکت سے خادم کو اسی مقام میں خلفائہ ثلاثہ (حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم) کا عبور نظر آیا اسی طرح آئمہ اہل بیت میں سے حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا گذر بھی اس مقام میں مشاہدہ کیا ابتدا میں اس مقام سے جو بے مناسبتی معلوم ہوتی تھی وہ آپ کی توجہ و رہنمائی سے دُور ہو گئی ہے کیونکہ بے مناسبتی دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ جو طریقہ ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے ہو اور دوسری وہ جو مطلق ہو اور کسی طرح بھی زائل نہ ہو۔

عارف کا مقام استقرار و عبور
آپ اس امر کی یوں وضاحت فرماتے ہیں کہ پہلی دفعہ اس مقام میں یہ بزرگوار اس لیے نظر نہ آئے تھے کہ یہ خادم اس مقام میں استقرار و اقامت نہ رکھتا تھا یا وہ

بزرگوار اس مقام میں استقرار نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ عارف دو مقام رکھتا ہے۔ ایک مقام استقرار اور دوسرا مقام عبور۔

مقام استقرار عارف کا اسم مرتبی اور اس کا سبب فیض اس کا مقام استقرار کہلاتا ہے جہاں اس کو قرار و تمکُن نصیب ہوتا ہے۔

مقام عبور عارف کو جہاں اقامت و قرار نہ ہو اور وہاں سے صرف اس کا گذر واقع ہو اس کو مقام عبور کہتے ہیں۔

بلینہ نمبر ۱ ممکن ہے ایک کم مرتبے کا ولی کسی اعلیٰ مرتبے کے ولی کے مقام استقرار سے عبور کرے لیکن اس کا اپنا مقام استقرار اس ولی سے نیچے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اولیاء کرام، انبیاء عظام کے مقام استقرار سے عبور کریں جبکہ ولیوں کا مقام استقرار نبیوں سے بہت نیچے ہے۔

متن وراہ ہاکہ موصیل آن مقام اندو اند کہ ثالث
نذارند یعنی در نظر و رائے آن دو طریق طریق دیگر ظاہر نمی
شود یکے دید نقص و قصورست و نیات خود را متہم داشتند
ست در خیرات با قوت جذب دیگر صحبت شیخ مکمل
مجدوبے سلوک تمام کردہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بطفیض
عنایت حضرت ایشاں طریق اول را بقدر استعداد
عنایت فرمودہ است یہیج عملے از اعمال خیر لوقوع
نمی آید مگر آنکہ خود را دران عمل متہم میسازد..... الی آخرہ

ترجمہ : اور جو راستے اس مقام تک پہنچانے والے ہیں وہ صرف دو ہیں اور ان کے علاوہ تیسرا کوئی راستہ نہیں یعنی ان دو راستوں کے علاوہ کوئی اور راستہ ظاہر نہیں ہوتا ایک یہ ہے کہ اپنے نقص و قصور کو دیکھے اور قوت جذب حاصل ہونے کے باوجود تمام نیک کاموں میں اپنی نیتوں کو تہمت زدہ خیال کرے دوسرے کسی کامل مکمل حسب جذب شیخ کی صحبت حاصل کرنا جس نے سلوک کو پورا کیا ہو حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضور والا کی عنایت کے طفیل پہلا راستہ استعداد کے مطابق عنایت فرمادیا ہے۔ اس خادم سے جو نیک عمل بھی وقوع میں آتا ہے اس عمل میں اپنے آپ کو تہمت زدہ تصور کرتا ہوں بلکہ جب تک اپنے اوپر چند قسم کی تہمتیں نہ لگاؤں بے آرام و بے چین رہتا ہوں اپنے متعلق اتنا سمجھتا ہوں کہ مجھ سے کوئی عمل ایسا واقع نہیں ہوتا جو کہ دائیں طرف کے فرشتوں (کرانا کا تبین) کے لکھنے کے قابل ہو اور جانتا ہوں کہ میرا دائیں طرف کا اعمال نامہ نیک عملوں سے خالی ہے اور اس کے لکھنے والے فرشتے بیکار اور فارغ ہیں میرے وہ اعمال بارگاہ حق (میں پیش ہونے) کے لائق کب ہو سکتے ہیں اور ہر اس شخص کو جو دنیا میں ہے خواہ وہ کافر فرنگ اور محمد زندق ہی کیوں نہ ہو اپنے سے کئی درجے بہتر جانتا ہوں اور اپنے آپ کو ان سب سے بدتر خیال کرتا ہوں۔

شرح

مسطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے وصول الی اللہ کے دو مقام بیان فرمائے ہیں۔

پہلا مقام سالک کا اپنے آپ کو ناقص قاصر جانتا ہے تاکہ عجز و انکسار سبب وصول الی اللہ کے دو مقام وصول بن جائے۔ دوسرا مقام کامل مکمل مجذوب سالک شیخ کی صحبت حاصل کرنا

ہے تاکہ وہ سلوک مکمل کراے۔

بلیۃ نمبر ۲ اپنے اعمال کو تہمت زدہ اور ناقص جاننا وصول کامرتبہ ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہاں تک فرمادیا کہ میں کافر فرنگ اور ملحد و زندیق کو بھی اپنے سے کئی درجے بہتر جانتا ہوں۔ آپ کا یہ فرمان بظاہر قابل اعتراض معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل یہ آپ کا بیان حال ہے نہ کہ بیان عقیدہ نیز یہ کلام مقام عبدیت کے معارف سے ہے۔ اولیاء محبوبین مقام عبدیت پر سرفراز ہونے کے بعد جب اپنی بشریت پر نگاہ ڈالتے ہیں تو انہیں اپنا وجود عدم محض ہونے کی وجہ سے سراسر ظلمت و کثافت کا مجسمہ معلوم ہوتا ہے اور خروج باطنی کی حالت میں جب عالم خلق کے لطائف بہت نیچے رہ جاتے ہیں تو عالم امر سے دُوری کے سبب ان کو عالم خلق تاریک و سیاہ پوش نظر آتا ہے تو وہ اس حال کا مشاہدہ کرتے ہوئے پکار اٹھتے ہیں کہ کافر فرنگ ہماری نسبت زیادہ نورانی معلوم ہوتا ہے اس عارفانہ کلام کی مزید وضاحت کے لیے مکتوب ۹ کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

بلیۃ نمبر ۳ کامل و مکمل مجذوب سالک شیخ کی صحبت ذریعہ وصول ہے۔ کُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ میں اسی طرف اشارہ ہے صحابہ کرام نے صحبت رسالت علی صاجہا الصلوات میں ہی سب کچھ پایا۔ شیخ کامل کی صحبت اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ اہل اللہ نے ہمیشہ صحبت شیوخ کا التزام رکھا ہے محض کتابیں رٹ لینے سے آج تک کوئی کامل مکمل نہیں ہوا۔ صحبت شیخ مفتاح الطریق ہے اس سے علم بھی بڑھتا ہے اور عمل کا شوق بھی پیدا ہوتا ہے۔ مشائخ سے محبت اور عقیدت کے رابطے صحبت سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ مرید کو محبت اور صحبت کے اندازے کے مطابق مرشد سے فیض ملتا ہے اور صحبت سے ہی جمعیت قلب

اور صفائی باطن نصیب ہوتی ہے۔ صحبت سے تصویرِ شیخ پختہ ہوتا ہے اور فنا فی الشیخ کی منزل ملتی ہے۔

صحبتِ نیکان اگر یک ساعت است
بہتر از صد سالہ زُعد و طاعت است
لیکن یہ امر ضرور ملحوظ رہے کہ شیخ ایسا ہو جس نے کم از کم سلوک طے کیا ہو ورنہ وہ ناقص ہوگا اس کی صحبت بے فائدہ اور بے کار ہوگی۔

متن وجہت جذبہ ہر چند بتما می سیر الی اللہ تمام شدہ

بود اما بعضے از لوازم و توابع آن ماند بودند کہ در ضمن فنا نیکہ
در مرکز مقام سیر فی اللہ واقع شدہ بود تمام شدند و احوال آن
فنا را در عرض داشت سابق بہ تفصیل نوشتہ است و می باید
کہ حضرت خواجہ احرار کہ نہایت این کار را فنا گفتہ اند
ہمان فنا بودہ باشند کہ بعد از تجلی ذات و تحقق سیر فی اللہ
محقق شدہ و فنا را ارادہ ہم از جملہ شعب ہمان فناست۔

پچکس راتا نگر دو اُونف
نیت رہ در بارگاہ کبریا

ترجمہ: اور جذبہ کی جہت اگرچہ سیر الی اللہ کے تمام ہونے کے ساتھ پوری ہو گئی تھی لیکن اس کے بعض لوازمات و متعلقات رہ گئے تھے جو کہ اس فنا کے ضمن میں

جو مقام سیر الی اللہ کے مرکز میں واقع ہوئی تھی پورے ہو گئے اور اس فنا کے حالات اس خادم نے پہلے عریضے میں تفصیل کے ساتھ لکھ دیئے ہیں اور حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے جو اس کلام کی نہایت کو فنا کہا ہے ہو سکتا ہے کہ یہ وہی فنا ہو جو تجلی ذات اور سیر فی اللہ کے تحقق (حقیقی حصول) کے بعد تحقق ہوئی ہو اور فنائے ارادہ بھی اسی فنا کی ایک شاخ اتم ہے۔

ہونہ کوئی شخص جب تک حسبِ مولا میں فنا
پا نہیں سکتا وہ راہِ کبرا

شرح

مطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے مرشد برحق حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں دورانِ سلوک ظاہر ہونے والے احوال باطنیہ کی تفصیلات پیش کر رہے ہیں اور اس امر کی وضاحت کر رہے ہیں کہ سلسلہ نقشبندیہ میں جذبہ کی پہلی جہت جس کو جذبہ بدایت یا جذبہ اولیٰ کہا جاتا ہے مکمل ہو چکی ہے اور یہ تکمیل سیر الی اللہ فی الاشیاء کے تمام ہوتے ہی حاصل ہو گئی تھی اور اب جذبہ کی دوسری جہت بھی مستیر آگئی ہے جس کو جذبہ نہایت یا جذبہ ثانی کہا جاتا ہے جو سیر فی اللہ میں حاصل ہوتی ہے اور یہی وہ مقام فنا ہے جس میں عارف کو ذات بلا کیفیت کا وصول یا کیفیت حاصل ہو جاتا ہے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے اسی جذبہ نہایت کو فنا سے تعبیر فرمایا ہے اور غالباً اس سے مراد وہی فنا ہے جو تجلی ذات اور سیر فی اللہ کے حقیقی حصول کے بعد مستیر آتی ہے اور اسی فنا کے دورانِ سالک کو فنائے ارادہ بھی حاصل ہو جاتی ہے جو اسی فنا کی ایک قسم ہے۔ فارسی شعر میں یہی حقیقت واضح کی گئی ہے عربی شاعر نے بھی اسی مفہوم کی یوں تعبیر فرمائی ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ فِي حُبِّ مَوْلَاهُ فَانِيًا
فَلَيْسَ لَهُ فِي كِبْرِيَاہُ سَبِيلٌ

اسی فنا اور سیر فی اللہ کی تکمیل کا نام بقا رکھا گیا ہے اور فارسی شعر میں "رہ در بارگاہ" اور عربی شعر میں "فی کبریاہ سبیل" سے مراد بقا ہے۔

بلینہ نمبر ۴ جذبہ اولیٰ سالک کو سیر الی اللہ میں حاصل ہو جاتا ہے اس کو جذبہ نقشبندیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ جذبہ صرف سلسلہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے

بلینہ نمبر ۵ جذبہ ثانیہ سالک کو سیر فی اللہ میں متیسرے آتا ہے اور یہ جذبہ تمام سلاسل طریقت میں مشترک ہے۔

مرکز مقام سیر فی اللہ حضرت امام ربانی قدس سترہ نے مرکز مقام سیر فی اللہ کی جو اصطلاح استعمال فرمائی ہے۔

ہو سکتا ہے اس سے عارف کا مبداء فیض مراد ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے اس سے مرتبہ ذات مراد لیا ہو۔ واللہ اعلم

فنائے ارادہ صوفیاء کے نزدیک فنائے ارادہ کی تعریف یہ ہے۔
"ارادہ خود را در ارادہ حق جلّ و علا گم ساختن" سالک

کا اپنے ہر ارادے کو حق تعالیٰ کے ارادے میں گم کر دینا یعنی مردوں کی طرح سالک کی ہر خواہش کا زائل ہو جانا فنائے ارادہ ہے۔

متن تفاوت نیست الا در عبور و مقام و مرور و ثبات

ترجمہ : فرق عبور و مقام اور مرور و ثبات کا ہے۔

شرح

مقاماتِ عالیہ میں عبور کا مطلب معلوم ہونا چاہیے کہ یہ وہی مکتوب شریف ہے جس کی بعض عبارات کو غلط مفہوم کا جامہ پہنا کر کچھ شریکوں نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جہانگیر بادشاہ کو بھڑکایا تھا اور اس نے آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا تھا۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مکتوب کی مذکورہ بالا سطور میں حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی تکمیل کرتے ہوئے اپنے سیر و سلوک کے دوران جو باطنی احوال و مشاہدات ظاہر ہوئے تحریر فرمائے ہیں جن میں آپ نے خلفائے راشدین کے مقاماتِ عالیہ میں اپنے روحانی عبور کا تذکرہ فرمایا ہے اور ساتھ ہی وضاحت بھی فرمادی ہے کہ ان مقامات میں رسائی حاصل کرنے والے سالک اور صاحبِ مقام بزرگ میں فرق ہے اور وہ یہ کہ صاحبِ مقام کو اس جگہ اقامت و قرار حاصل ہے اور دوسروں کو صرف عبور و مرور حاصل ہوتا ہے جو محض مشاہدہ ہے دلیل فضیلت نہیں۔ ظاہر ہے کہ صاحبِ مقام و استقرار، صاحبِ عبور و مرور سے افضل ہوتا ہے آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”خود را هم بانعکاس آں مقام رنگین و نقش یافت“ یعنی اس خادم نے اپنے آپ کو مقامِ محبوبیت کے پر تو سے رنگین و نقش محسوس کیا جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے قدرے بلندی پر تھا۔ اس ارشاد میں بھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس مقام پر متمکن ہو آیا اس میں داخل ہوا اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو اس مقام سے رنگین پایا بلکہ یہ فرمایا کہ اس مقام کے پر تو سے اپنے آپ کو رنگین محسوس کیا۔ اہل علم پر واضح ہے کہ وصول مقام میں اور پر تو مقام سے رنگین ہونے میں کتنا فرق ہے۔

چنانچہ جب جہانگیر بادشاہ نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خدمت میں ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے ایک حکم نامہ جاری کیا جس میں آپ کو بیع خلفاء و صاحبزادگان تشریف لانے کی دعوت دی گئی اور حاکم سرہند کو تاکید کی کہ جس طرح ممکن ہو حضرت مجدد قدس سرہ کو یہاں بھجواؤ۔ آپ نے پہلے ہی باطنی طور پر اطلاع پا کر اپنے اہل خانہ و خلفاء کو مطلع فرما دیا تھا کہ اس سے قبل بندہ کی جمالی تربیت ہوتی رہی ہے اب جلالی تربیت کا بندوبست ہونے والا ہے اور یہ ابتلاً و تکلیف صرف ایک سال کے لیے ہے بعد ازاں آرام ہوگا۔ آپ نے قضا و قدر کے فیصلے کے مطابق جہانگیر کے پاس جانا قبول فرمایا۔ جونہی آپ شاہی دربار کے قریب پہنچے تو آپ کا شاہی مہمان کی حیثیت سے خیر مقدم و استقبال کیا گیا جب آپ دربار میں تشریف لے گئے تو آپ نے آداب شاہی (جو خلاف شرع تھے) ادا نہ فرمائے لیکن اس کے باوجود بادشاہ آپ کی پُر انوار شخصیت اور بارعجب حیثیت سے بے حد متاثر ہوا اور آداب شاہی بجانہ لانے پر ذرا بھی معترض نہ ہوا۔ یہ حال دیکھ کر درباری اور خوشامدی لوگ بہت حیران ہوئے ایک حاسد اور منکر وزیر نے کہا بادشاہ سلامت! یہ وہی شخص ہے جو اپنے آپ کو انبیاء کرام سے افضل بتاتا ہے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی اپنے آپ کو بہتر و افضل سمجھتا ہے (معاذ اللہ) اور حضرت کا یہ مکشوب گرامی (مکشوب نمبر ۱۱) بھی پیش کیا۔ جہانگیر کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ جو شخص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانے وہ دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ کوئی اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھے اور جس عبارت سے لوگ یہ مطلب سمجھے ہیں وہ سیر عروجی کا حال ہے کہ اکثر صوفیاء کو ابتداءً حال میں بڑے بڑے مقامات کی یہ سیر حاصل ہوتی ہے اور پھر اپنے اصلی مقام پر آ جاتے ہیں۔ مثلاً دربار شاہی میں کہ ہر ایک امیر، وزیر اور شہزادہ کی جگہ مقرر ہے اگر سلطان

کسی شخص کو مصلحتاً اپنے پاس ذرا سی دیر کے لیے طلب فرمائے اور اس سے گزشتہ کمر کے پھر اس کو واپس کر دے چونکہ وہ شخص تمام اراکین سلطنت کے مقامات سے گزرتا ہوا آئے گا تو اس سے یہ ضروری نہیں کہ وہ شخص ان کا ہم رتبہ و ہم درجہ ہو گیا۔ یہی حال اس عروج باطنی کا بھی ہے علاوہ ازیں میں نے اس مکتوب میں جو یہ لکھا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اس مقام کے عکس سے رنگین پایا اس کی مثال اسی ہے کہ اگر کوئی چیز آفتاب کے عکس سے روشن ہو جائے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ آفتاب ہو گئی ”زمین ہر روز آفتاب کے عکس سے روشن ہوتی ہے مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ زمین آفتاب ہو گئی“ غرضیکہ حضرت کے معقول جوابات سے بادشاہ کو ایسی تسلی ہوئی کہ اس کا غصہ دور ہو گیا۔

چنانچہ اس مکتوب کی انہی عبارات سے کئی علماء وقت کو بھی دھوکہ دیا گیا جو بلا تحقیق حضرت کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے مگر جب حقیقت حال واضح ہوئی تو ان میں سے بعض نے توبہ و معذرت کر لی جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پہلے غلط فہمی ہو گئی تھی لیکن بعد میں ازالہ ہو گیا تھا، حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ایک مکتوب میں فرمایا ہے !

”شخص کہ خود را از حضرت صدیق رضی اللہ عنہ افضل داند امر اواز دو حال خالی نیست زندیق محض است یا جاہل صرف
کیکہ حضرت امیر را افضل از حضرت صدیق گوید از جرگہ اہلسنت می براید تکلیف کہ خود را افضل داند“

یعنی وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانے اس کا حکم دو حال سے خالی نہیں یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل صرف وہ شخص جو حضرت

امیر علی رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق سے افضل کہے اہلسنت وجماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے آپ کو ان سے افضل جانے۔
اس اشکال کے مزید حل کے لیے جلد اول مکتوب ۱۹۲، ۲۰۲، ۲۰۸ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

متن دیگر ترک اشتغال باین عمل مرضی نے نماید
کیف و حال آنکہ عالم بگرداب ضلالت غرق میشود
و کسے کہ در خود قوت بر آوردن ازان گرداب می
یابد چگونه خود را مُعاف دارد

ترجمہ : ایک اور عرض یہ ہے کہ اس عمل (ارشاد و تبلیغ) میں مشغول ہونے کو ترک کرنا پسندیدہ نظر نہیں آتا اور کیسے پسندیدہ ہو سکتا ہے جبکہ حالت یہ ہے کہ دنیا گمراہی کے بھنور میں غرق ہو رہی ہے اور جو شخص اپنے اندر اس بھنور سے ان کو نکالنے کی طاقت پاتا ہے وہ اپنے آپ کو کس طرح مُعاف و معذور سمجھ سکتا ہے؟ لیکن شرط یہ ہے کہ بعض خطرات و خواہشات جو اس عمل کے دوران ظاہر ہوتی رہیں ان سے استغفار کرنا اپنے آپ پر ضروری سمجھا جائے اسی شرط سے رضائیں داخل ہو جائے گا لیکن حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس اللہ تعالیٰ اسرارِ صفا کے بارے میں اس شرط کا لحاظ کیے بغیر ہی یہ عمل پسندیدہ ہے۔

شرح

عمل ارشاد کی اہمیت

مستور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ
اس امر کی وضاحت فرماتے ہیں کہ وعظ و

نصیحت اور تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ ترک کر دینا رضائے الہی کے خلاف معلوم ہوتا ہے
کیونکہ اس وقت دنیا سخت فتنہ کی گمراہی میں مبتلا ہے جو شخص لوگوں کو راہ ہدایت
پر لانے کی استعداد رکھتا ہے وہ کسی طرح بھی عذر اور معافی کا حق نہیں رکھتا۔

آپ فرماتے ہیں کہ وعظ و تبلیغ کے عمل کا اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہونا اس
شرط پر مبنی ہے کہ سالک اور مبلغ و مساوس نفسانی مثلاً شہرت، تکبر، طلب جاہ اور ہوس وغیرہ
سے خالی ہو یا کم از کم ان و مساوس سے استغفار کرنے کو اپنے لیے ضروری سمجھے تاکہ تدبیراً
رضا کے مقام میں داخل ہو جائے جو نفوس قدسیہ تزکیہ نفس سے مشرف ہیں ان کا عمل غافلانہ
لوجہ اللہ ہوتا ہے ان کی وعظ و تبلیغ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول و پسندیدہ ہوتی ہے مثلاً
حضرت خواجہ خواجگان شاہ نقشبند بخاری اور حضرت علاؤ الدین عطار قدس اللہ تعالیٰ
اسرار ہمایوسی برگزیدہ ہستیاں جن کا نفس اطمینان کی دولت سے مالا مال ہے اور عمل
اخلاص کی لذت سے بہرہ یاب ہے اور وہ تزکیہ نفس کی منزل پر فائز ہو کر قرب حق
سے شاد کام ہیں غیر مشروط طور پر ان کے اعمال رضائے الہی میں داخل ہیں۔

بلینہ نمبر ۶
اپنی ذات کے بارے میں آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اس کثرین
خادم کا یہ عمل کبھی رضا میں داخل ہے اور کبھی نیچے ہی ٹھہر رہتا
ہے دراصل آپ کا یہ فرمان کسر نفسی و تواضع پر محمول معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے
کہ آپ کا یہ ارشاد حقیقت پر مبنی ہو اور آپ اس وقت سلوک کے عروجی مراحل طے
کر رہے ہوں (واللہ اعلم)

واضح ہو کہ دوران سلوک جب سالک باطنی عروج اور روحانی بلندیہ نمبر ۷
سیر کرتا ہے تو مخلوق سے رابطہ منقطع ہو جانے کی وجہ سے اس
کا تعلق صرف ذات باری تعالیٰ سے قائم رہ جاتا ہے زیادہ بولنا اور خلق سے میل جول
رکھنا باعث نقصان سمجھتا ہے نیز اپنی ذات اور اپنے اعمال و افعال کو قصور وار اور
ہمت زدہ جاننے لگتا ہے۔ لامحالہ تبلیغی و تعلیمی مصروفیات سے الگ ہو کر اپنی صلاح
و تربیت کی جانب متوجہ رہتا ہے اور ہر شغولیت کو حجاب تصور کرتا ہے اسی کیفیت
کو کبھی اَلْعِلْمُ حِجَابٌ اَكْبَرُ (علم سب سے بڑا حجاب ہے) سے تعبیر کرتا
ہے اور کبھی ”جزیاد حق ہر چہ بخوانی بطلت است“ (اللہ کی یاد کے سوا جو
کچھ تو پڑھے گا باطل ہے) کا نعرہ لگاتا ہے اور کبھی ”علموں بس کریں ادبیار“ کی سستیوں
میں کھو جاتا ہے۔ یہ کیفیات سالک کو عروجی مراتب میں پیش آتی ہیں مگر نزولی مراتب
میں یہ احوال باقی نہیں رہتے اور سالک انبیاء کی وراثت کے طور پر تبلیغ و ارشاد
کی مسند پر فائز المرام رہتا ہے۔

حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ چونکہ کمالات نبوت کے وارث تھے اور انبیاء
پر وعظ و تبلیغ فرض عین ہوتی ہے اسی لیے آپ عمل ارشاد کے ترک کو پسند نہیں
فرماتے اور بطور تبعیت و وراثت کے عروجی سیر کے باوجود فیض نبوت کے غلبے
سے متاثر ہیں اور منصب تجدید و تبلیغ کی طرف کامل رجحان رکھتے ہیں۔ (واللہ اعلم)
صوفیائے طریقت و وعظ و ارشاد کی مسند کیلئے
سالک کا صاحب تزکیہ ہونا ضروری قرار دیتے
ہیں ان کے نزدیک خلیفہ کی دو قسمیں ہیں۔

۱ خلیفہ مطلق

۲ خلیفہ مقید

خلیفہ مطلق وہ ہوتا ہے جو تزکیہ نفس اور لطافت کی فناء کے بعد نفسانی اور

شیطان تسلط سے محفوظ ہو جائے لازماً اس کے اعمال مرضی حق تعالیٰ میں گم ہو جاتے ہیں اور اس کا عمل وعظ وارشاد بھی رضا میں داخل ہوتا ہے۔
خلیفہ مقید وہ ہوتا ہے جس کے بعض لطائف فناء پذیر ہوں لیکن ابھی کامل طور پر تزکیہ نفس نہ ہوا ہو ایسے سالک کے لیے ضروری ہے کہ عمل ارشاد جاری رکھے لیکن وساوس کے پیش نظر کثرت استغفار سے کام لیتا رہے اور استخارہ کے ذریعے بھی رہنمائی حاصل کرتا رہے تا آنکہ معاملہ مقام رضا تک پہنچ جائے۔

متن در نفحات در سخنان حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر
مذکورست کہ عین نمی ماند اثر کجا ماند لا تُبْقٰی وَلَا تَذَرٰ اِنْ
نُحْن در اول نظر مشکل نمود کہ حضرت شیخ محی الدین تابعان
ایشان بر آنند کہ زوال عین کہ معلومے ست از معلومات
اللہ بُنجانہ محال ست وَالَا اَنْقَلَبَ الْعِلْمُ جَهْلًا عِچْن
عین زائل نشود اثر کجا رود..... اسخ

ترجمہ: دیگر عرض یہ ہے کہ نفحات میں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں آیا ہے کہ جب عین (ذات) ہی نہیں رہتا تو اثر (صفت) کہاں ہے گا لَا تُبْقٰی وَلَا تَذَرٰ یعنی عشق کی آگ نہ باقی چھوڑتی ہے اور نہ ہی ہاتھ دھکتی ہے نہ ذات و صفات باقی رہنے دیتی ہے اور نہ بچھپا ہی چھوڑتی ہے یہ بات

شروع میں مشکل معلوم ہوتی تھی کیونکہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے متبعین کا نظریہ یہ ہے کہ عین (ذات) جو کہ اللہ تعالیٰ کے معلومات میں سے ایک معلوم ہے اس کا زائل ہونا محال ہے ورنہ علمِ جہالت سے بدل جائے گا اور جب عینِ زائل نہیں ہوتا تو اثر بھی کہیں نہیں جاتا۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمۃ کے ایک قول ”عین نمی ماند اثر کجا ماند“ اور حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے قول ”چوں عین زائل نشود اثر کجا رود“ کی توضیح و تنقیح کے بعد دونوں حضرات کے فرمودات میں تطبیق فرمائی ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کا یہ قول سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم المرتبت بزرگ، امام الاصفیاء، ملک الشعراء سلطان العشاق حضرت مولانا عبد الرحمان جامی قدس سرہ نے اپنی تصنیف لطیف ”نفات الانس من حضرات القدس“ میں نقل فرمایا ہے۔ نفسِ سلسلہ کے بیان سے قبل متذکرہ بالا حضرات ثلاثہ کا مختصر تعارف نذر قارئین ہے۔

تعارف حضرات ثلاثہ

۱۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصلی نام شیخ فضل اللہ بن ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ طریقت میں آپ کے شیخ تعلیم حضرت شیخ ابوالفضل بن حسین حسنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور شیخ فرقہ حضرت محمد بن حسین بن موسیٰ سلمیٰ المعروف عبدالرحمان سلمیٰ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ وقت کے سلطان اور اہل طریقت کے جمال تھے مشائخِ زمانہ آپ کے تابع و مَحَرِّق

تھے۔ آپ نے ۴ شعبان المعظم ۴۴۰ھ میں شب جمعہ کو نماز عشاء کے وقت رحلت فرمائی۔ آپ نے ہزار ماہ و تراسی سال چار ماہ و عمر پائی۔

۲ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی شیخ محی الدین محمد بن علی بن اعرابی المعروف بہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ قائلین وحدت الوجود کے پیشوا ہیں تصوف میں آپ کے عرفیت کی نسبت ایک واسطہ سے حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ تک پہنچتی ہے اور ایک غرقہ میں دو واسطوں سے حضرت خضر علیہ السلام تک پہنچتی ہے۔ اور ایک دوسری نسبت بغیر واسطہ کے خضر علیہ السلام تک پہنچتی ہے۔ آپ کا مذہب ظاہری تھا یعنی امام داؤد ظاہری کے پیرو تھے آپ علوم ظاہری و باطنی میں بہت بلند مقام کے حامل تھے اور آیات الہیہ میں سے ایک آیت باہرہ تھے۔ آپ کی تالیفات پانچ سو سے زائد بتائی جاتی ہیں جن میں فصوص الحکم، فتوحات مکیہ زیادہ مشہور ہیں آپ کے نظریہ وحدت الوجود کو بہت شہرت ملی جو آج بھی موجود ہے بعض علماء نے شیخ اکبر کو بہت بُرے الفاظ سے یاد کیا ہے کسی نے کافر کسی نے زندیق اور ابن تیمیہ نے اس اُمت کا شیطان قرار دیا ہے لیکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا:

”عجب معاملہ است شیخ با این گفتگو و با این شطح خلاف جواز از مقبولان بنظر می در آید و در عدد او لیاض مشاہد می گردد...
.... رد کنندہ شیخ در خطر است و قبول کنندہ او با سخنان او نیز در خطر شیخ را قبول باید کرد و سخنان خلافی او را قبول نباید کرد“

ترجمہ: عجب معاملہ ہے کہ باوجود اس کلام کے اور ایسی شیطاں آمیز بات (خلاف جواز کے جناب شیخ مقبولان بارگاہ کبریٰ میں سے نظر آتے ہیں اور اولیاء کی جماعت میں ان کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ شیخ کا رد کرنے والا خطرے میں ہے اور ان کے اقوال کے ساتھ ان کا قبول کرنے والا بھی خطرے میں ہے۔ جناب شیخ کو قبول کرنا پہلے سے اور ان کے خلافی کلام کو قبول نہ کیا جائے۔

آپ کی ولادت شب و شنبہ سترہ رمضان المبارک ۵۹۰ھ (چار اگست ۱۱۹۰ء) میں اُنڈس کے شہر مریہ میں ہوئی اور وفات شب جمعہ بائیس ربیع الآخر ۶۲۸ھ (سترہ نومبر ۱۲۲۰ء) میں دمشق (شام) میں ہوئی اور وہاں جبل قاسیون میں مدفون ہوئے اب وہ جگہ صاکیہ کے نام سے مشہور ہے۔

۲ حضرت مولانا عبد الرحمان جامی قدس سرہ السامی

آپ کا اسم گرامی نور الدین عبد الرحمان بن احمد جامی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی نظام الدین احمد تھا آپ ایران میں علاقہ خراسان کے قصبہ جام محلہ خرجرد میں ۶۲ شعبان المعظم ۸۱۰ھ کو پیدا ہوئے۔ طریقت میں آپ کے پہلے شیخ سعد الدین محمد نقشبندی کاشغری رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت مولانا نظام الدین غموش رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت شیخ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت شاہ نقشبند بہاؤ الدین اویسی بخاری قدس سرہ کے جانشین و خلیفہ تھے حضرت شیخ سعد الدین کاشغری کے وصال کے بعد آپ سلسلہ نقشبندیہ کے غوث الاعظم حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ آپ نے متعدد مشائخ سے فیض حاصل کیا لیکن تکمیل حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ آپ نے مسندِ شجیت پر رونق افروز ہو کر مدرسوں اور خانقاہوں کا وسیع نظام قائم کیا تھا۔ آپ کے خلفاء

میں آپ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ ضیاء الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ مودود لداری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حسین واعظ کاشفی وغیرہم کے اسماء نقل کیے گئے ہیں مگر انوس کہ صفوی سلطنت کے پہلے متعصب شیعہ حکمران اسماعیل صفوی نے آپ کے وصال سے سلت سال بعد علماء و مشائخ اہلسنت کا قتل عام شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھوں ہزاروں علماء و صوفیاء نے جام شہادت نوش کیا۔ آپ کے اکثر خلفاء اور شاگرد علماء اس کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے اور کچھ ترک وطن کر کے روم، مصر، شام اور سمرقند وغیرہا کی طرف چلے گئے۔ جن کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ آپ کی قائم کردہ مسجدیں، دینی مدرسے اور خانقاہیں بھی منہدم کر دی گئیں۔ یہاں تک کہ آپ کے مزار کو بھی منہدم کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے کسی خلیفہ سے سلسلہ نقشبندیہ کی نشر و اشاعت کے لیے کام نہ ہو سکا۔ حضرت جامی نے اکیاسی سال عمر پائی اور اٹھارہ محرم بروز جمعۃ المبارک ۸۹۸ھ میں علم و فضل کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ مرقہ النور ہرات میں ہے۔

فنائے عین و اثر کی بحث
حضرت خواجہ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کا یہ قول دراصل ماوراء النہر کے ایک شیخ حضرت محمد بن ابونصر حبیبی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سوال کا جواب ہے۔ انہوں نے یہ سوال کاغذ پر لکھ کر حضرت خواجہ ابوبکر خطیب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا تھا جو عازم نیشاپور تھے، اور کہا تھا کہ حضرت خواجہ ابوسعید نیشاپوری سے اس کا جواب معلوم کر کے مجھے بتایا جائے۔ سوال یہ تھا ”آثار را محو بود؟“ یعنی کیا آثار محو ہو جاتے ہیں؟

حضرت خواجہ ابوسعید کی خدمت میں یہ سوال پہنچا تو آپ نے کاغذ پر ایک آیت، ایک مجملہ اور ایک فارسی رباعی لکھوا کر خواجہ ابوبکر خطیب کے حوالے کر دی، جب یہ جواب شیخ محمد بن نصر حبیبی نے پڑھا تو وجد و مستی میں آ کر ایک

نعرہ مار کر زمین پر گر پڑے اور ساتویں دن انتقال ہو گیا۔ حضرت خواجہ ابوسعید کا جواب یہ تھا لَا تَبْقَى وَلَا تَذَرُ یعنی عینِ نبی ماند اثر کجا ماند؟

جسم ہمہ اشک گشت و چشم بگریست
در عشق تو بے جسم ہی باید زیست
از من اثرے ماند و این عشق ز چسیت
چوں من ہمہ معشوق شد م عاشق کیست

فارسی رباعی کا منظوم ترجمہ :

میں سراپا اشک ہوں اور چشم ہے گریہ کن
عشق میں تیرے بغیر جسم جینا ہے یہاں
جب میں باقی رہا پھر عشق کی کیوں ہے نمود
جب ہمہ معشوق ہوں میں پھر یہ عاشق ہے کہاں

شمن بلوی

حضرت خواجہ ابوسعید البخیری
کا مسلک یہ ہے کہ غلبہ

مسلک حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ

توحید کے وقت سالک جب فنا کی منزل میں پہنچتا ہے تو اس کا عین و اثر اس کی ذات اور صفت، دونوں زائل ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابن عربی شیخ اکبر
رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

مسلک حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ

ہے کہ عین (ذات) اللہ تعالیٰ کی معلومات میں سے ایک معلوم ہے اور جو چیز معلوم باری تعالیٰ ہو وہ زائل نہیں ہو سکتی جب عین زائل نہیں ہوتا تو اثر (صفت) کیسے زائل ہو سکتا؟

حضرت امام ربانی قدس
سُورۃ فرماتے ہیں کہ میں

مسلک امام ربانی قدس سُورۃ النورانی

ابتداء سلوک میں مسلک شیخ اکبر سے متفق تھا مگر پوری توجہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے

مجھ پر یہ راز ظاہر فرمادیا کہ ”نہ عین باقی رہتا ہے نہ اثر“ اور میں نے اس کلام کی حقیقت کو معلوم کر لیا اور قال سے حال اور علم الیقین سے عین الیقین تک پہنچ گیا۔

ذکورہ اختلاف کی نوعیت سمجھنے کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ فنا کی دو قسمیں ہیں۔

بلینہ نمبر ۸

۱ فنائے عین

۲ فنائے عین و اثر

سالک کی بھی دو قسمیں ہیں۔

۱ محمدی المشرب

۲ غیر محمدی المشرب

سالک محمدی المشرب جب شہودِ صفات سے گزر کر شہودِ شیونات تک پہنچتا ہے تو اس کا عین و اثر (ذات و صفت) دونوں فانی ہو جاتے ہیں۔

سالک غیر محمدی المشرب جس کا عروج شہودِ صفات تک ہی رہتا ہے اس کا عین (ذات) فانی ہو جاتا ہے مگر اثر (صفت) باقی رہتا ہے۔

تطبیق حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شیخ ابوسعید اور شیخ اکبر قدس اللہ سرہما کے نظریات متضاد نہیں دراصل یہ بیانِ قال نہیں بیانِ حال ہے۔ دونوں حضرات اپنے حال اور مقام کی خبر دے رہے ہیں حضرت ابوسعید کا حال شہودِ شیونات سے تعلق رکھتا ہے اور حضرت شیخ اکبر کا حال شہودِ صفات سے متعلق ہے۔

بلینہ نمبر ۹ واضح رہے کہ یہاں زوال و فنا سے مراد فنائے شہودی ہے نہ کہ وجودی یعنی فنا اور بقا عارف کے شہود میں ہوتی ہے نہ کہ اس کے وجود میں کیونکہ عارف کا وجود خارجی حسبِ سابق اپنے حال پر باقی رہتا ہے صرف

عروج کے وقت اس کو اپنا آپ فانی محسوس ہوتا ہے نیز اللہ تعالیٰ کی صفات میں فنا وجودی ناممکن ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں :
 باید دانست کہ مراد از زوال عین و اثر زوال شہودیت نہ
 وجودی چہ قول بزوال وجودی مستلزم اکاد و زندہ است
 ترجمہ : جانتا چاہیئے کہ عین و اثر کے زوال سے مراد زوال شہودی ہے نہ کہ وجودی
 کیونکہ زوال وجودی کا قول اکاد و زندہ (بے دینی) کو لازم کرتا ہے۔
 اسی مکتوب میں دو سطروں کے بعد رقم طراز ہیں۔

”بالجملہ زوال وجودی در عین و اثر محالست و شہودی در ہر دو
 ممکن بلکہ واقع لیکن مخصوص بمحمدی مشرب است“

ترجمہ : مختصر یہ کہ زوال وجودی عین و اثر میں محال ہے اور زوال شہودی ہر دو میں
 ممکن بلکہ واقع ہے لیکن ایہ زوال محمدی مشرب والوں کے لیے مخصوص ہے۔

سائلک محمدی المشرب کی صحبت اور توجہ سے غیر محمدی المشرب
 بلیغ نمبر ۱۰ بھی فنائے عین و اثر سے ممتاز ہو سکتا ہے حضرت عروۃ الوثقیٰ

خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ مکتوبات معصومیہ میں ارشاد فرماتے ہیں :

”غیر محمدی اگر در صحبت پیر کامل و مکمل محمدی المشرب بکمالات لائت

محمدی بطغیل او برسہ ممکن بلکہ واقع است درین صورت میتزاند کہ

عین و اثر ازوے زائل شود و این نوع فنا حاصل نماید.....

۵ مومسکین ہوئے داشت کہ در کعبہ رسد

دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

ترجمہ: غیر محمدی الشرب اگر محمدی الشرب کامل و مکمل پیر کی صحبت میں اس کے طفیل ولایت محمدی کے کمالات کو پہنچ جائے تو یہ ممکن ہے بلکہ امر واقع ہے اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ حین و اثر اس سے زائل ہو جائے اور فنا کی اس قسم کو حاصل کر لے۔
ایک مسکین چوٹی خواہش رکھتی تھی کہ کعبہ میں پہنچ جائے اس نے کبوتر کے پنجے کو پکڑ لیا اور یکا یک پہنچ گئی۔

متن و ایضاً آنچہ حضرت شیخ از دوام این حدیث
فرمودہ اند نیز ظاہر گشت کہ حدیث عبارت از چہ چیز بود و دوام
آن چہ بود و در خود نیز این حدیث دائمی یافت اگرچہ
از نو درست۔

ترجمہ: اور نیز جو کچھ حضرت شیخ ابوسعید ابو الخیر قدس سرہ نے اس حدیث (تجلی ذاتی برقی کے دائمی ہونے کے متعلق فرمایا ہے وہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حدیث سے کیا مراد ہے اور اس کا دوام کیا ہے؟ اور اس خادم نے، اپنے آپ میں بھی اس حدیث کو دائمی پایا اگرچہ یہ نواذرات میں سے ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ بطور بالا میں اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ نفحات الانس میں حضرت مولانا عبد الرحمان جامی قدس سرہ السامی نے تجلی ذاتی برقی کے دائمی ہونے کے متعلق حضرت شیخ ابوسعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول نقل فرمایا ہے مجھ پر اس کا راز ظاہر ہو گیا ہے کہ تجلی ذاتی برقی سے کیا مراد

ہے اور اس کے دائمی ہونے کا مطلب کیا ہے؟ نیز میں نے اپنی ذات میں بھی اس تجلی کو دائمی پایا ہے اور عالم مثال میں اس کا مشاہدہ بھی حاصل ہوا ہے۔ آپ فرما ہیں کہ اگرچہ اس تجلی کی معرفت لوازمات میں سے ہے اور اس اُمت میں بہت ہی کم لوگ (اخص الخواص) اس کی معرفت سے بہرہ یاب ہوئے ہیں تاہم اس خادم کو اللہ تعالیٰ نے اس تجلی کی معرفت اور اس کی حقیقت کا شہود عطا فرمادیا ہے اور یہ بات بھی سمجھا دی گئی ہے کہ تجلی ذاتی مبتدی کے حق میں برقی ہے اور منتہی کے حق میں دائمی ہے۔

نفحات کی اصل عبارت خدمت شیخ (ابوسعید ابوالخیر) از استاد ابوعلی دقاق پرسید کہ این حدیث بردوام بود؟ استاد گفت نہ شیخ سر در پیش افکند ساعتی دیگر سر بر آورد و گفت اے استاد این حدیث بردوام بود؟ گفت اگر بود نادر بود شیخ دست بر ہم زد و گفت این از آن نادر ہاست..... الخ

ترجمہ: حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہ بات (تجلی ذاتی) ہمیشہ رہتی ہے؟ استاد نے فرمایا نہیں۔ شیخ نے اپنا سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا اے استاد! یہ بات ہمیشہ رہتی ہے؟ استاد نے فرمایا اگر ایسا ہوتا ہے تو شاید نادر ہوتا ہے شیخ نے تالی بجائی اور کہا یہ ان نادر باتوں میں سے ایک ہے۔

حدیث دوام نفحات الانس کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ شیخ ابوسعید علیہ الرحمۃ تجلی ذاتی کے دوام کے قائل تھے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا:

کَمَا أَخْبَرَ أَبُو سَعِيدٍ عَنْ دَوَامٍ هَذَا الْحَدِيثِ وَقَدْ
وَصَلَتْ جُبَّةُ الصِّدِّيقِ الْأَكْبَرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ إِلَى هَذَا الشَّيْخِ أَبِي سَعِيدٍ كَمَا نَقَلَ صَاحِبُ النَّفَحَاتِ
ترجمہ: جیسا کہ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے تخیلی ذاتی کے دائمی ہونے کی خبر دی ہے
اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جبہ مبارک شیخ ابوسعید تک پہنچا ہے جیسا کہ
صاحب نفحات نے نقل کیا ہے۔

بلیہ نمبر ۱۱
واضح ہو کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جبہ مبارک
کے ذریعے یہ نسبت دوام حضرت خواجہ ابوسعید کو پہنچی ہے
بذریعہ ملبوسات و وصول فیض کا مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ حضرت
یوسف علیہ السلام کی مٹھی کو چہرے پر لگانے سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی
بیسائی لوٹ آئی۔

إِذْ هَبُوا بَقْمِينِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي
يَأْتِ بِصَيْرًا

اور اکثر مشائخ اُمت نے اپنے کپڑوں کے ذریعے فیض منتقل فرمایا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جبہ مبارک
حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کا

جبہ مبارک حضرت خواجہ ابوسعید کے پاس موجود رہا آپ نے وصال سے قبل وصیت
فرمائی تھی کہ میں نے ایک روٹی کا ٹکڑا ایک بلند طاق کے اندر رکھا ہے جس شخص
کا ہاتھ اس تک بغیر زینہ کے پہنچ جائے اور روٹی بھی تازہ و گرم ہو جائے جیسا کہ
اس کے پیر ذکر دینا۔ چنانچہ حضرت شیخ احمد جام زندہ فیل رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ

الہام حکم ہوا کہ فلاں مقام پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جعبہ مبارک آپ کیلئے امانت پڑا ہے وہاں جا کر حسب وصیت اسے وصول کر لو۔ جب شیخ احمد جام وہاں پہنچے تو ورثہ سے رابطہ کیا تو حسب وصیت بغیر زینہ کے آپ کا ہاتھ روٹی کے طاقچے میں جا پہنچا اور روٹی بھی اسی وقت تازہ و گرم ہو گئی اسی وقت جعبہ آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ حضرت شیخ احمد جام کے وصال کے بعد اس جعبہ مبارک کی تقسیم کے سلسلے میں ان کے ورثہ میں اختلاف رونما ہوا تو جعبہ مبارک کے قطععات مبارکہ سارے ورثہ نے آپس میں تقسیم کر لیے چنانچہ ان میں سے ایک قطعہ مبارکہ آج بھی دار النضرت ہرات میں موجود بتایا جاتا ہے۔

نسبت نقشبندیہ
نسبت علاقہ بین لطف فین کا نام ہے
نسبت سے مراد وہ ملکہ راسخہ محمودہ ہے

جو سالک اکتساب سے حاصل کرتا ہے اور وہ ملکہ اس کی روح کو جمیع جہات سے احاطہ کر لیتا ہے اور اس کی صفت لازمی بن جاتا ہے اور اس کا مرنا جینا اسی پر واقع ہوتا ہے۔

◎ سلسلہ نقشبندیہ کی نسبت خاصہ کا نام ”تجلی ذاتی دائمی ہے“ اور یہ نسبت تمام نسبتوں سے بلند ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :
کَمَا وَقَعَ فِي عِبَارَاتِهِمْ إِنَّ نِسْبَتَنَا قُوتُ
جَمِيعِ النِّسَبِ

یعنی جیسا کہ اس سلسلے کے اکابر کی تحریروں میں ہے کہ ہماری
نسبت تمام نسبتوں سے بلند و بالا ہے۔

بیتات

بلیۃ نمبر ۱۲ چونکہ اس نسبت کا اقتباس حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت سے ہوا ہے۔ لہذا جس طرح آپ تمام امت سے افضل ہیں۔ اسی طرح آپ کی نسبت بھی تمام نسبتوں سے افضل ہے۔ اس نسبت میں لَا تَخْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا کا فیضان شامل ہونے کی وجہ سے اس کے مزاج و مذاق میں حضور و سرور، سکون و اطمینان اور سعیت و محبت ذاتیہ کا غلبہ ہے۔

بلیۃ نمبر ۱۴ حدیث شریف میں ہے إِنَّ اللَّهَ لَيَجْعَلُ لِلنَّاسِ عَامَةً وَلَا تَنِي بِكَرٍ خَاصَّةً لِّهِ یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں پر عام تجلی فرماتا ہے اور اُبو بکر پر خاص تجلی فرماتا ہے۔ شاید اس خاص تجلی سے مراد ”تجلی ذاتی دائمی“ ہے (وَاللَّهُ اعْلَمُ)

بلیۃ نمبر ۱۵ سلسلہ نقشبندیہ میں دو راستوں سے فیض آتا ہے ایک راستہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے اور دوسرا راستہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ باقی تمام سلاسل طریقت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے واصل ہوتے ہیں اور حضرات نقشبندیہ دونوں راستوں سے واصل بالذات ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر مقام حضور و آگاہی سب سے اعلیٰ و بالا ہے اسی لیے اس سلسلہ کو ”سلسلۃ الذہب“ کہا گیا ہے۔

۱۔ التوبہ ۴۰ ۲۔ دوسری حدیثوں میں ہے يَا أَبَا بَكْرٍ! أَعْطَاكَ اللَّهُ الرِّضْوَانَ الْأَكْبَرَ قَالَ وَمَا رِضْوَانُهُ؟ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يَجْعَلُ لِلْخَلْقِ عَامَةً وَيَجْعَلُ لَكَ خَاصَّةً كَرَامَاتٍ ۝

تجلی لغت میں تجلی "ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے" کو کہتے ہیں۔
 ◎ صوفیاء کی اصطلاح میں "کسی شے کا دوسرے مرتبے میں ظاہر ہونے" کا نام تجلی ہے۔

◎ تجلی کو "بکس تعین" سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔
 ◎ تجلی کے لیے ایک حکم خاص ہے جسے شان کہتے ہیں (کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ) میں یہی اشارہ ہے۔

◎ حق تعالیٰ جب بندے پر تجلی فرماتے ہیں تو اس تجلی کا نام حق کے اعتبار سے "شان الہی" رکھا جاتا ہے اور بندے کے اعتبار سے اسے "حال" کہتے ہیں اور وہ ہر آن ایک نئی تجلی میں ہوتا ہے۔

ہر لحظہ جمال خود نوع و گھر آرائی
 شور و گھر انگیزی شوق و گھر افزائی

(جامی رحمۃ اللہ علیہ)

تجلی ذاتی کا مفہوم تجلی ذاتی ولایتِ خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ کے ساتھ مخصوص ہے۔

◎ سالک جب فنائے مطلق کے بعد محبتِ ذاتی سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کے تمام لطائف ماسوی اللہ کو فراموش کر کے مقامِ کمال تک پہنچ جاتے ہیں اور اس حقیقتِ اخلاص ظاہر ہو جاتی ہے تو اس وقت تجلی ذاتی کا نزول ہوتا ہے۔

◎ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا: فنا مطلق کہ منوط است تجلی ذاتی "یعنی فنائے مطلق تجلی ذاتی پر موقوف ہے۔"

◎ تجلی ذاتی میں سالک اپنے آپ کو بلا تعین جسمانی و روحانی اطلاق کے رنگ میں پاتا ہے کمال توحید عیانی اور وصل عریانی سے ہی مراد ہے۔

◎ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا :

وَحَرَقُ جَمِيعِ الْحُجُبِ الْوُجُودِيَّةِ وَالْاَعْتِبَارِيَّةِ
عِلْمًا وَعَيْنًا يَتَحَقَّقُ فِي هَذَا الْمَقَامِ

ترجمہ : تمام حجابات وجودی و اعتباری کا علمی و عینی ادھنی و خارجی طور پر دور ہو جانا اسی مقام میں ثابت ہوتا ہے۔

◎ یعنی اسماء و صفات کے اعتبارات اور شہزاد حجابات انورانی و ظلمانی اس مقام میں سالک و عارف کے سامنے حائل نہیں رہتے۔

تجلی ذاتی برقی
اکثر مشائخ طریقت کے نزدیک تجلی ذاتی، برقی ہوتی ہے یعنی آسمانی بجلی کی طرح تھوڑی دیر کیلئے سالکین

کے سامنے سے اسماء و صفات کے حجابات دور ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد دوبارہ حائل ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان پر حضور ذاتی کا اثر کم اور غیبت کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔

تجلی ذاتی دائمی
اکابر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک تجلی ذاتی دائمی ہوتی ہے یعنی جب تجلی آتی ہے تو پھر جاتی نہیں ہمیشہ رہتی ہے سلسلہ نقشبندیہ میں اس کو نسبت حضور و آگاہی حضور ذاتی دائمی، دوام حضور مع اللہ بلا غیبت اور یادداشت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یادداشت
یادداشت یہ ہے کہ سالک کے دل پر استیلائے شہود حق توسط حُب ذاتی ہو جائے اور وہ ہر حال میں بسبیل ذوق

ذات کے ساتھ محو اور متوجہ رہے۔ یہ مقام مرتبہ حقیقت سے متعلق ہے جو منتہیوں کے لیے ہے اور فنائے تام و بقائے کامل کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

یادداشت حاصل شود بعد از فنا

بلکہ حاصل می شود بعد از بقا

متن و احوال مشائخ متقدمین بیشتر مرغوب است
کتب حقائق و معارف علی الخصوص سخنان توحید و
تنزیلات مراتب رانی تواند مطالعه کرد۔

ترجمہ: اور متقدمین مشائخ کے حالات بہت پسند آتے ہیں حقائق اور معارف کی کتابوں خاص طور پر توحید و وجودی اور تنزیلات مراتب کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے مرشد بزرگوار کی خدمت میں اپنے باطنی احوال کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ عام کتابوں کا مطالعہ اچھا معلوم نہیں ہوتا البتہ پہلے مشائخ و بزرگان دین کے کمالات و حالات پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ بہت پسند ہے لیکن توحید و وجودی اور تنزیلات مراتب پر مشتمل حقائق و معارف کے مضامین کا مطالعہ کرنے کی طرف طبیعت راغب نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کے مطالعہ سے فوقی باطنی کی تسکین کا سامان ہوتا ہے۔ کیونکہ توحید و وجودی اور تنزیلات مراتب کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ عالم اور اللہ ایک دوسرے کے عین ہیں اور ذات و صفات میں اتحاد عینیت ہے اس قسم کے مجملہ معارف اہل سلوک کے سکبرہ وقت اور غلبہ حال پر باطنی میں سالکین جب سکبرہ سے نکل کر صحو سے بہرہ یاب ہو جاتے ہیں تو اس قسم کے حقائق و معارف

سے بنیاد ہو جاتے ہیں چونکہ آپ کو اثنائے راہ میں یہ معارف حاصل ہوئے تھے لیکن آخر کار آپ توحید وجودی کے معارف سے گزر کر توحید شہودی کے معارف سے شاد کام ہونے لگے جو شریعت کے عین مطابق تھے۔ اب آپ کا معاملہ انتہاء کو پہنچ چکا تھا لہذا یہ وقت ابتدائی معارف کے مطالعہ کیلئے مناسب حال نہ تھا۔

تنزلاتِ مراتب

تنزل کا لغوی معنی ہے ”نیچے اترنا یا اوپر سے نیچے آنا“ اصطلاح تصوف میں ”ذات کے ظہور“ کو تنزل کہتے

تنزل

ہیں۔

یہاں تنزل کا لغوی معنی مراد نہیں بلکہ اصطلاحی معنی ملحوظ ہے ”یعنی وجود کا اپنی ذات و صفات کو قائم رکھتے ہوئے ظہور فرمانا کیونکہ وجود جیسا تھا اب بھی ویسا ہی ہے اس میں کسی قسم کا تغیر واقع نہیں ہوا۔ اس کی شان آلمان گماکان ہے۔“

بلیئہ نمبر ۱۶

صوفیائے وجودیہ کے نزدیک وجود نے جن مرتبوں سے علی الترتیب نزول فرما کر کائنات میں ظہور فرمایا ہے ان مرتبوں کو تنزلات کہتے

بلیئہ نمبر ۱۷

نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور حسب موقعہ ان کو تعینات، تجلیات، اعتبارات اور تقیدات کے ناموں سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ نیز یہ تمام تنزلات شہودی اور اعتباری ہیں نہ کہ وجودی اور حقیقی یعنی جملہ تنزلات شہودی میں واقع ہوئے ہیں نہ کہ وجودی میں۔

تنزلاتِ خمسہ

حضرت شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ اور ان کے متبعین کا موقف یہ ہے کہ وجود، وجود مطلق ہے اور مراتب وحدت میں یہ مرتبہ لایعین ہے وحدت

اپنے تعینات یا تنزلات میں پانچ مراتب سے گزرتی ہے پہلے دو تنزلات علمی ہیں اور بعد کے تین تنزلات عینی یا خارجی ہیں۔

○ پہلے تنزل میں ذات کو اپنا شعور بحیثیت وجود محض حاصل ہوتا ہے اور شعور صفات اجمالی رہتا ہے۔

○ دوسرے تنزل میں ذات کو اپنا شعور بحیثیت متصف بہ صفات ہوتا ہے یہ صفات تفصیلی کا مرتبہ ہے (یعنی صفات کے بالتفصیل واضح ہونے کا) یہ دونوں تنزلات بجائے واقع ہونے کے ذہنی یا محض منطقی تنزلات کے طور پر تصور کیے گئے ہیں کیونکہ وہ غیر زمانی ہیں اور خود ذات و صفات کا امتیاز بھی صرف ذہنی ہے۔ اس کے بعد تنزلات عینی خارجی شروع ہوتے ہیں

○ تیسرا تنزل تعین روحی ہے یعنی وحدت بصورت روح یا ارواح نزول کرتی ہے اور وہ اپنے آپ کو بہت سی ارواح میں تقسیم کر دیتی ہے۔ مثلاً فرشتے وغیرہ۔

○ چوتھا تنزل تعین مثالی ہے جس سے عالم مثال وجود میں آتا ہے۔

○ پانچواں تنزل تعین جسدی ہے اس سے مظاہر یا اشیاء طبعی ظاہر ہوتی ہیں

تنزلات خمسہ کو تعینات پنجگانہ اور حضرات خمسہ بھی کہا جاتا ہے۔ صوفیائے وجودیہ علم اجمالی کو تعین اول، علم تفصیلی کو تعین ثانی، عالم ارواح کو تعین ثالث، عالم مثال کو تعین رابع اور عالم اجساد کو تعین خامس کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک تنزلات خمسہ حق تعالیٰ کے ظہور کے پانچ مرتبے ہیں۔ پہلے مرتبے میں اس نے اپنا آپ علم اجمالی کی صورت میں اور دوسرے

بلیہ نمبر ۱۸

مرتبے میں علم تفصیلی کی صورت میں ظاہر فرمایا ہے۔ اسی طرح تیسرے مرتبے میں عالم ارواح چوتھے مرتبے میں عالم مثال اور پانچویں مرتبے میں اجسام کی صورتوں میں خود حق تعالیٰ نے ظہور فرمایا ہے۔

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

حضرت ابن عربی قدس سرہ کے نظریہ توحید و تنزلات کی بنیاد یہ ہے کہ وجود ایک ہے وہی موجود ہے ”اور یہ وجود اللہ ہے“ ہر دوسری چیز فقط اس کا مظہر ہے لہذا عالم والا اور ذات و صفات میں اتحاد و عینیت ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نزدیک وجود ایک حقیقت ہے جو خدا نے پیدا کی ہے یہ حقیقت ذات خداوندی میں شامل نہیں اور اس سے ان کی مراد اولاً یہ ہے کہ وجود خداوندی اپنی نوع کی ایک الگ حقیقت ہے اور ہم اسے اس قسم کا وجود نہیں کہہ سکتے جسے ہم جانتے ہیں۔ ثانیاً یہ کہ وجود اشیاء ایک صفت ہے اس معنی میں کہ وہ انہیں خدا کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔ نیز صفات عین ذات نہیں بلکہ زائد علی الذات ہیں اور وہ علماء متکلمین ماترید یہ کے مطابق ”لَا عِشَّةَ وَلَا غَيْرُهُ“ کے قائل ہیں یعنی صفات نہ ذات کا عین ہیں نہ غیر ہیں۔ یہی بات وحی کے عین مطابق ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے معلوم ہوا کہ جب حق تعالیٰ تمام عالمین سے بے نیاز ہے تو پھر عالمین اس کا عین کس طرح ہو سکتے ہیں؟

متن خود را دریں باب بحضرت شیخ علاؤالدولہ بسیار مناسب می یابد و در ذوق و حال درین مسئلہ شیخ مُشار الیہ متفق است اما علم سابق تا بانکار و شدت آمدن نمی دهد۔

ترجمہ : یہ خادم اس بارے میں حضرت شیخ علاؤالدولہ قدس سترہ کے ساتھ زیادہ مناسبت پاتا ہے اور ذوق و حال میں شیخ موصوف (علاؤالدولہ) کے ساتھ متفق ہے لیکن (توحید و تجردی والوں کے موافق) جو معرفت پہلے حاصل ہو چکی ہے وہ اس کے انکار و شدت تک نہیں آنے دیتی۔

شرح

حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ توحید کے حقائق و معارف کے سلسلے میں میرا باطنی مزاج حضرت رُکن الدین علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ زیادہ مناسبت مطابقت رکھتا ہے اور میں حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم توحیدی کے مقابلے میں حضرت شیخ موصوف کے علوم و معارف توحیدی کے ساتھ متفق ہوں البتہ اتنا ضرور ہے کہ حضرت علاؤالدولہ سمنانی نے حضرت ابن عربی پر شدید ملامت فرمائی ہے اور میں ان کو ملامت نہیں کرتا۔ کیونکہ کچھ عرصہ میں ابن عربی کے معارف توحیدی کا قائل رہ چکا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ یہ معارف ابن عربی کے احوال میں نہ کہ عقائد نیز یہ امر بھی پیش نظر ہے کہ خطائے کشفی، خطائے اجتہادی کی مانند ہے۔

ابو الحارم حضرت رُکن الدین علاؤالدولہ احمد بن البیاباکی السمنانی قدس تعارف : آپ کی اصل سلاطین سمنان سے ہے آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی

کہ سلطان وقت کے دربار سے وابستہ ہوئے ایک جنگ میں جب کہ سلطان اپنے دشمن سے نبرد آزما تھا آپ میں جذب کی کیفیت پیدا ہو گئی آپ ترک تعلق کر کے بغداد میں بغداد گئے اور وہاں شیخ نور الدین عبدالرحمان کسری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اپنے وقت میں طریقی سلوک کے امام تھے اور کشف دقائق پر انہیں پور اکمال حاصل تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ آپ خانقاہ سکاکیہ میں سولہ سال بسر کر چکے تھے آپ کے چلبوں کی تعداد ایک سو چالیس تھی منقول ہے کہ اپنی باقی زندگی میں ایک سو تیس چلتے اور یکے۔ حضرت علاء الدین سمنانی بہت بڑے شیخ اور علوم شریعت طریقت کے امام تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں اپنے زمانے کے مقتدار تھے حضرت ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود پر آپ نے ان کی شدید مخالفت فرمائی تھی ابتداء میں دراصل توحید شہودی کے شرعی معارف و حقائق کو انہوں نے ہی بیان کیا تھا۔

شیخ علاؤالدولہ اور ابن عربی میں مابہ النزاع

حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ نے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی اور ان کے کمالِ روحانی کا اعتراف کیا ہے وہ ان کو ہمیشہ اس طرح خطاب کرتے آیتھا الصّدِیقُ، آیتھا المُقرَّبُ، آیتھا الوَلِیُّ، آیتھا العارفُ الحَقّانیُّ اور اب تک یہ خطاب ان کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے فتوحاتِ مکیہ کے حاشیے پر موجود ہیں لیکن ان کو ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے اس بات میں اختلاف تھا کہ انہوں نے حق سبحانہ و تعالیٰ کو ”وجودِ مطلق“ کہا ہے چنانچہ انہوں نے ان کی طرف صرف خطا کی نسبت ہی نہیں کی بلکہ ان کی تکفیر بھی کی ہے۔

رسالہ اقبالیہ میں مذکور ہے کہ ایک درویش نے شیخ رکن الدین علاؤ الدلولہ

کی مجلس میں دریافت کیا کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے خدا کو جو ”وجود مطلق“ کہا ہے کیا قیامت میں ان سے اس بات پر متواخذہ ہوگا؟ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی نے جواب دیا کہ میں اس قسم کی باتوں کو بالکل اپنی زبان پر لانا نہیں چاہتا کاش وہ بھی ایسا نہ کہتے کیونکہ مشکل بات کا کہنا جائز نہیں لیکن جب کہہ دی گئی تو پھر اس کی تاویل کرنا ضروری ہے تاکہ درویشوں کے دل میں شبہات پیدا نہ ہوں اور وہ بزرگوں کے حق میں بے اعتقاد نہ ہوں۔

وفات : جب آپ کی عمر ستر سال کی ہوئی تو شبِ جمعہ دومِ رجب ۷۳۶ھ (۱۲ مارچ ۱۳۲۵ء) ہرج احرار صوفی آباد میں آپ کا انتقال ہوا اور قطب الزماں عماد الدین عبد الوہاب قدس سرہ کی خانقاہ میں دفن ہوئے۔

متن دیگر چند مرتبہ از برائے دفع بعضے امراض توجہ کردہ شد و اثر آن ظاہر گشت و پھنن احوال بعضے موتی کہ از عالم برزخیت ظاہر شدہ بود نیز از برائے رفع آلام و شدائدِ آنها توجہ کردہ شد انا حالاً قدرت بر توجہ نماذہ است کہ بزیج چیز خود را جمع نمی توانم ساخت

ترجمہ : دیگر عرض یہ ہے کہ کئی مرتبہ بعض امراض کے دور کرنے کے لیے توجہ کی گئی اور اس کا اثر بھی ظاہر ہوا اور اسی طرح بعض مُردوں کے حالات جو عالمِ برزخ سے ظاہر ہوئے تھے ان کے رنجوں اور تکالیف کے دور کرنے کے لیے بھی

توجہ کی گئی لیکن اب اس خادم میں اس توجہ پر قدرت نہیں رہی کیونکہ اب (بوجہ حق تعالیٰ شانہ) میں نہایت مستغرق رہنے کے اپنے آپکو کسی چیز پر جمع نہیں کر سکتا ہوں یعنی غیر حق جل شانہ کی طرف توجہ کرنے کی طاقت اب اس فقیر میں نہیں رہی ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے مُرشدِ برحق کی خدمت میں اپنی مندرجہ ذیل باطنی حالتیں اور رُوحانی کیفیاتیں بیان کی ہیں۔

◎ قبل ازیں چند بار بندہ نے بعض مریضوں پر ان کی بیماریاں دفع کرنے کی غرض سے توجہ ڈالی جس کا اثر شفا کی صورت میں ظاہر ہوتا رہا۔

◎ عالمِ برزخ میں بعض مُردوں پر ہونے والے عذابِ دُور کرنے کے لیے بھی توجہ کی گئی جو کجہ تَعَالٰی مفید ثابت ہوئی۔

◎ لیکن اب یہ فقیر اپنے وجود میں ایسی توجہات کے لیے قدرت نہیں پاتا اور نہ ہی غیر حق کے ساتھ توجہ اور مشغولیت کی اس فقیر میں ہمت باقی رہی ہے۔

متذکرہ بالا کیفیات میں آپ کے باطنی ارتقار، علو مرتبہ اور سیرِ عالمِ وُجوب کی طرف اشارہ ہے۔

سَلْبِ اَمْرَض

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندگانِ خاص کو سلبِ امراض اور دفعِ عذاب جیسے تصرفات و اختیارات کا عطا ہونا قرآن و حدیث اور آثارِ صالحین سے ظاہر و ثابت ہے۔ جس کا اجمالی بیان ہدیہ قارئین ہے۔

◎ قرآن گواہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کے اذن سے مادرِ زاد

انڈھوں، کورھیوں کو صرف ہاتھ لگا کر شفا دیتے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے
وَأُبْرِئُ الْآكُفَّةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُخِي الْمُسَوِّقِ بِإِذْنِ
اللَّهِ لَهُ

◎ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میری قمیض لے جاؤ اور میرے
ناہیا باپ کے چہرے پر ڈال دو بینائی واپس آجائے گی۔

إِذْ هَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَاَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ
بَصِيرًا لَهُ

◎ احادیث مبارکہ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ، لعاب دہن اور
مس بالید کے طریقے سے کئی مریضوں کو باذن اللہ شفا بخشی۔

◎ لعاب دہن لگا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آشوب چشم دور فرمایا۔

◎ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی نکل ہوئی آنکھ کو دوبارہ جوڑ دیا کہ

حبیب مینی کی لاعلاج بیمار بیٹی کو مکہ سے یمن میں توجہ فرما کر شفا دیدی
دست اقدس لگا کر چہروں کو روشن اور تروتازہ بنا دیتے، پانی میں ہاتھ
ڈبو کر بابرکت اور شفا بنا دیتے، بالوں کو سیاہ ہونے سے بچا دیتے اور امام
بو صیری رحمۃ اللہ علیہ کو ہاتھ لگا کر مرض فاج سے نجات دے دی۔

كَمْ أَبْرَأْتُ وَصَبَّأْتُ لِلنَّاسِ رَاحَةً
وَاطْلَقْتُ أَرْبَابًا مِنْ رِبْقَةِ اللَّامِ

۱۔ آل عمران ۴۹ ۲۔ یوسف ۹۳ ۳۔ بخاری ص ۵۲۵ ج ۱ ۴۔ مجمع الزوائد ص ۱۱۶ ج ۶

۵۔ شرح قصیدہ غرپوتی ۱۶ حجتہ اللہ علی العالمین ص ۳۲۵ ۶۔ سلم ص ۲۵۶ ج ۲

۷۔ حجتہ اللہ علی العالمین ص ۳۲۶-۳۲۷

۸۔ قصیدہ بُردہ شریف

© اور حق تو یہ ہے کہ آپ نے اپنے قدیم طبیبین کی برکت سے شرب کو مدینہ بنادیا اب وہ سرزمین بیماریوں کا مرکز نہیں شفاؤں کا مرکز ہے۔ اب حبارِ مدینہ بیماریوں کے لیے جامِ صحت اور پیامِ فرحت بن چکا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ فِي غَبَارِهَا شِفَاءً لِّمَنْ كَلَّ دَأَاءَهُ

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے بے شک مدینے کی مٹی میں ہر بیماری سے شفا کی تاثیر ہے۔

بلیہ نمبر ۱۹

اولیاءِ کرام و ارشادِ نبوت ہیں اوفضیانِ نبوت کے قاسم اور امین ہوتے ہیں اور وہ نیابتِ کمالاتِ نبوت سے حصہ پاتے ہیں لہذا انہیں بھی شفا کے امراض کے تصرفات حاصل ہو جاتے ہیں۔ مشائخِ طریقت میں کامل التوجہ، صاحبِ نسبت، قوی المراقبہ اور دائم الذکر افراد اس عملِ مخصوص پر پوری مہارت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی توجہات میں عجیب قسم کی تاثیر پیدا فرمادیتے ہیں۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

حضرت ابام ربابی قدس سرہ اور سلبِ امراض

حضراتِ القدس اور زبدة المقامات میں ہے کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد امین کو جو ایک لاعلاج بیماری میں مبتلا تھے، اپنا ایک کپڑا پہننے کے لیے دیا جس کی برکت سے انہیں رسول کی بیماری سے فوراً رہائی مل گئی۔

© ایک دولت مند پیر زادہ کو (جو شاہی خاندان سے تھا) مرضِ قولنج لاحق ہوا بہت علاج کرائے مطلق فائدہ نہ ہوا۔ مولانا ہاشم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش

پر آپ نے دفع مرض کے لیے توجہ فرمائی اور صحت کی بشارت سنائی چنانچہ اس کا درد و تلخ موقوف ہو گیا۔

◎ مولانا محمد صادق کابلی جو آپ کے جلیل القدر خادموں میں سے تھے، مرض جذام میں مبتلا ہو گئے، مرض کے غلبہ کی وجہ سے لوگوں نے ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے سے اجتناب کرنا شروع کر دیا۔ آپ سے خصوصی توجہ کے ملنے پر آپ نے دفع مرض کے لیے توجہ فرمائی اور مرض کو خود اپنے اوپر کھینچ لیا چنانچہ ان کے بدن کا اثر آپ کے قدم مبارک پر آ گیا۔ جب آپ کے صاحبزادگان و مخلصین بہت غمگین ہوئے آپ نے بارگاہِ خداوندی میں التجائی تو بفضلہ تعالیٰ آپ کے قدم مبارک پر اثر باقی نہ رہا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی
علیہ الرحمۃ یوں رقمطراز ہیں

وَأَمَّا رَفْعُ الْمَرَضِ فِعِبَارَةٌ عَنْ أَنْ يَتَخَيَّلَ نَفْسَهُ
الْمَرِيضَ وَأَنْ يَهْ هَذَا الْمَرَضُ وَيَجْمَعُ الْهَمَّةَ
بِحَيْثُ لَا يَخْطُرُ فِي قَلْبِهِ خَطَرُهُ دُونَ هَذَا فَإِنَّ
الْمَرَضَ يَنْتَقِلُ إِلَيْهِ وَهَذَا مِنْ عَجَائِبِ صُنْعِ اللَّهِ
فِي خَلْقِهِ ۝

ترجمہ : اور بیماری کا دور کرنا اس سے عبارت ہے کہ مرد صاحبِ نسبت اپنی ذات کو بیمار خیال کرے۔ یہ یہ جانے کہ یہ بیماری مجھ میں ہے اور اس پر ہمت کو جمع کرے اس طرح کہ اس کے دل میں کوئی خطرہ نہ آوے سوائے اس تصور کے تو مریض کی بیماری اس شخص کی طرف منتقل ہو جاوے گی اور یہ امر عجائباتِ قدرت

اور صنعتِ ایزدی سے ہے اس کی خلق میں۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شفاء العلیل ترجمہ بقول الجلیل میں درج ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سلبِ مرض کے دو طریقے ہیں ایک یہ ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہو جاوے یا کوئی گناہ میں مبتلا ہو تو صاحبِ نسبت وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اور خدا کی طرف متوجہ بخشوعِ دل ہو اور زبان سے کہے کیا مَنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاہُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ اور اس مناجات اور تضرع کے درمیان میں کہے کہ شخص مذکور کی بیماری یا ابتلائے معصیت زائل ہو جاوے اور دوسرا طریقہ وہ ہے جو مصنف قدس سرہ نے ارشاد کیا ہے۔

مولانا نعیم اللہ خیاالی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ معمولات خیر مناجاتِ اسیر کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ سلبِ مرض کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ فاتحہ پڑھ کر مشائخِ سلسلہ کی ارواح کو ایصالِ ثواب کرے پھر اہم مبارک یا شافی پڑھ کر اس اہم مبارک کے انوار کی طرف متوجہ ہو جب اہم شریف کا فیض ہونے لگے تو ازالہِ مرض کے لیے اس طرح متوجہ ہو کہ مریض اس کے سامنے ہو اور وہ پوری طرح باطنی ہمت صرف کر کے اس کے بدن سے مرض جدا کر کے اس کی پشت کے پیچھے پھینکے۔ اس عمل میں اس وقت تک مشغول رہے کہ آثارِ توجہ ظاہر ہونے لگیں چند بار یا چند روز یہی عمل جاری رکھے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مریض کو اپنے سامنے بٹھالے اور بقدر پانچ سو سانسوں کے نفی و اثبات کا شغل اس طرح کرے کہ لَا اِلٰهَ سِوَاكَ مُرَادُ لے اور اِلَّا اللّٰہُ سے شفا مُرَادُ لے یعنی مرض زائل ہو اور اس کی جگہ صحت و شفا ہو۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سترف نے فرمایا ہے کہ نفی اثبات میں اندھ کھینچنے والی سانس کے ساتھ مریض کے جسمانی مرض کا تصور کرے کہ وہ مرض اس کے جسم سے جدا ہوتا ہے اور باہر نکلنے والی سانس کے ساتھ یہ تصور کرے کہ وہ مرض یا تکلیف عامل کے اندر سے اس کی سانس کے ساتھ زمین پر گر رہا ہے تاکہ سلب کنندہ یعنی عمل کرنے والے پر ردِ عمل نہ ہو اور وہ خود ایذا نہ پائے۔ اس طریقے سے امراضِ روحانی کو بھی سلب کریں نیز سلب نسبت و رفع قبض سالک بھی کر سکتے ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ اس میں عوارضِ روحانی یا نسبت کے سلب کرنے میں زمین پر گرانے کا تصور کرنے کی ضرورت نہیں اور اس عمل میں اسمِ الہی یا قَابِض کا شغل کریں۔

عالمِ برزخ میں اہل قبور سے معجزتِ نیا کر امتا (بازنِ اللہ) عذابِ دُور کو دنیا بھی شرعاً ثابت ہے۔

دفعِ عذاب

جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو قبروں میں عذاب ہوتے دیکھا تو ان کی قبروں پر کھجور کی تازہ ہری دو شاخیں گاڑ دیں جن کی وجہ سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو گئی ہے۔

بلینہ نمبر ۲۰

اگرچہ سرسبز شاخوں کی تسبیح سے ان کے عذاب میں تخفیف واقع ہوئی تاہم آپ کی توجہ رحمت ہی دفع کا اصل سبب بنی کیونکہ

اُمت کو تعلیم آپ نے ارشاد فرمائی ہے آئندہ بھی اُمت کو فیض آپ کی تعلیم اور توجہ رحمت کے صدقے حاصل ہوتا رہے گا۔

◎ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن کے بعد قبر نے ان کو دبا یا تو حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر تک مُسْتَحَانَ اللہ اور اللہ اکبر پڑھا جس کی وجہ سے قبر کشادہ ہو گئی اے

بیت نمبر ۲۱ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو قبر کا دبانا گو عذاب کا دباننا نہ تھا بلکہ پیار کا دباننا تھا مگر دبانے سے تکلیف اور گھبراہٹ ضرور ہوتی جو آپ کی تسبیح اور توجہ سے دور ہو گئی۔

◎ ہر قبر والے کو قبر ضرور دباتی ہے مگر حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو قبر نے نہیں دبا یا اے

بیت نمبر ۲۲ چونکہ حضور علیہ السلام ان کی قبر میں لیٹے تھے غالباً اسی وجہ سے قبر کے دبانے کی تکلیف موقوف رہی۔ یہ بھی آپ کی توجہ رحمت و شفقت کا نتیجہ تھا۔

◎ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے چچا جناب ابوطالب کو عذاب میں مبتلا دیکھا تو میں انہیں اوپر والے طبقے میں لے آیا وَجَدْتُهُ فِي عَمْرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاخْرَجْتُهُ إِلَى صَحْصَاحٍ اے یہ حدیث عالم برزخ میں تصرف کرنے اور توجہ و دعا کے ذریعے دفع عذاب پر دلالت کرتی ہے۔

نیز یہ حدیث آیت قرآنی لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ کے معارض نہیں کیونکہ قرآن میں جس تخفیف کی نفی ہے وہ باعتبار مدت کے ہے (یعنی کفار کے

دائمی عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی، اور حدیث میں جس تخفیف کا ثبوت ہے وہ کیفیت کے اعتبار سے ہے (یعنی ان کے دائمی عذاب کی مقدار کو کم کر دیا جائے گا، نیز کفار کے عذاب میں تخفیف نہ ہونا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور تخفیف ہو جانا اس کا فضل ہے۔ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

© یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عدم تخفیف خدا کا قانون ہے لیکن بعض اوقات اپنے محبوب کی عزت افزائی کیلئے قانون میں استثناء فرما دینا قدرت کا اظہار ہے (وَاللَّهُ اَعْلَمُ)

حضرت امام ربانی قدس سرہ اور دفع عذاب

حضرت امام ربانی قدس سرہ عالم برزخ میں توجہ فرما کر اہل قبور سے عذاب اٹھانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص شان رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمیری علیہ الرحمۃ مصنف ”زبدۃ المقامات“ مقصد دوم کی پہلی فصل میں رقمطراز ہیں۔

ایک رات ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنے صاحبزادوں اور کچھ درویشوں کو لے کر وہاں اسرہند کا وہ قبرستان جس میں آپ کے جد امجد حضرت امام رفیع الدین قدس سرہ اور آپ کی والدہ ماجدہ مدفون ہیں زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔ مختصر یہ کہ حضرت مجدد نے اس زیارت سے واپسی پر فرمایا کہ جب میں حضرت امام رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے سامنے کھڑا ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا الہی اپنے فضل و کرم سے اس قبرستان سے تمام عذاب کو دور فرما دے۔ آواز آئی کہ ایک ہفتے کے لیے ہم نے اس پر سے عذاب اٹھا لیا۔ میں پھر ملتی ہوا کہ اسے پروردگار تیری رحمت کی انتہا نہیں ان سب کی مغفرت کو بڑھا دے حکم ہوا کہ ایک ماہ تک ہم نے عذاب اٹھا لیا۔ اس کے بعد میں نے خوب خوب انصرع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص کرم سے سب کو بخش دیا اس کے دوسرے دن آپ اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبد الاحد

کے مقبرے پر تشریف لے گئے اور آپ کے دل میں اس مشہور حدیث پاک کا مضمون گزر کہ ”جب کوئی عالم مقبرے (قبرستان) پر گزرتا ہے تو چالیس دن تک وہاں سے عذاب اٹھایا جاتا ہے۔“ محض اس خیال پر آپ کو الہام ہوا کہ ہم نے تمہاری ہی آمد کی وجہ سے قیامت تک کیلئے اس مقبرے (قبرستان) پر سے عذاب اٹھالیا ہے۔

حضرت امام ربانی
کثرتِ کراماتِ قلتِ نزول کی وجہ سے

ارشاد کہ ”اب فقیر کو سلبِ امراض اور دفعِ عذاب جیسے تصرفات اور ایسے ہی دیگر کرامات کے اظہار کی طرف رغبت نہیں رہی۔“ اس امر کا غماز ہے کہ آپ فنا حقیقی اور استغراقِ ذات کے اس مرتبے پر فائز تھے کہ جہاں کرامت کے اظہار کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس فرمان سے آپ کے علو مرتبہ کی شان ظاہر ہو رہی تھی۔

واضح رہے کہ کرامات کا کثرت سے ظہور دراصل قلتِ نزول کی وجہ سے

ہوتا ہے اولیاء کا نازل تر ہونا کامل تر ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ صاحبِ نزول عالمِ اسباب میں اتر آتا ہے اور اشیار کے وجود کو اسباب سے وابستہ پاتا ہے اور سببِ الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے کے پیچھے دیکھتا ہے اور جس شخص نے نزول نہیں کیا یا نزولِ کم کے اسباب تک نہیں پہنچا اس کی نظر صرف سببِ الاسباب کے فعل پر ہے کیونکہ سببِ الاسباب کے فعل پر اس کی نظر ہونے کے باعث تمام اسباب اس کی نظر سے مرتفع ہو گئے ہیں۔ پس حق تعالیٰ ان سے ہر ایک کے ساتھ اس کے ظن کے موافق علیحدہ علیحدہ معاملہ کرتا ہے۔ اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دیتا ہے اور جو اسباب کو نہیں دیکھتا اس کا کام اسباب کے وسیلے کے بغیر مہیا کر دیتا ہے۔ حدیثِ قدسی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي فِي ۱۲ اس پر دلیل ہے۔

(کَمَا قَالَ الْأِمَامُ الرَّبَّانِيُّ قَدْ سَمِعْتُهُ)

کرامات ارکان ولایت میں سے نہیں حضرت ابو عمر دمشقی
قدس سرہ کا قول ہے کہ انبیاء پر معجزات کا اظہار فرض ہے لیکن اولیاء پر کرامات کا انکشاف لازم ہے حضرت
امام ربانی کا ارشاد ہے کہ خوارق کوئی ارکان ولایت میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی ان
کی شرائط میں سے ہیں بخلاف معجزہ پیغمبر کے کہ وہ مقام دعوت کی شرائط میں سے
ہے لیکن اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے تاہم کرامتوں کا کثرت ظہور فضیلت
کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ فضیلت تو قرب الہی کے درجات سے وابستہ ہے اور
ہو سکتا ہے کہ ولی اقرب سے کرامتیں بہت کم ظہور میں آئیں اور ولی البعد سے زیادہ
ظاہر ہوں۔ بہت سی کرامات جو اس امت کے بعض اولیاء سے ظاہر ہوتی ہیں
اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے ان کا عشر عشر بھی ظاہر نہیں ہوا حالانکہ اولیاء میں
سے سب سے افضل جو ہیں وہ کسی چھوٹے سے چھوٹے صحابی کے درجے کو بھی
نہیں پہنچ سکتے۔

بلینہ نمبر ۲۲ وہ محالات عادیہ جو اولیاء کرام سے خرق عادات کے طور
پر صادر ہوں انہیں اصطلاحاً کرامات کہا جاتا ہے علیٰ گیلین
اشاعرہ اور ماتریدیہ کرامات اولیاء کے قائل ہیں معجزات کی طرح کرامات بھی قرآن
کریم سے ثابت ہیں۔ معتزلہ جو ایک گمراہ فرقہ ہے، کرامات کے منکر ہیں۔

متن بعضے شدائد از مردم بر فقیر گذشتند و ستم ہا
نمودند و جمع کثیر از مستعلقان این جانب را بناحق ویران
ساختند و جلا وطن نمودند اصلاً بنیٰ طرغباء و کلفت راہ

نیافت چہ جائے آنکہ بد آنہا بخاطر گزرد

ترجمہ: بعض تکلیفیں لوگوں کی طرف سے اس فقیر پر گزریں اور انہوں نے بہت ظلم و ستم کیے اور فقیر سے تعلق رکھنے والے ہنٹ سے لوگوں کو ناحق طور پر ان لوگوں نے برباد اور جلا وطن کر دیا اس فقیر کے دل پر ان کے حق میں کسی قسم کا غبار اور رنج بالکل نہیں آیا ان کے ساتھ برائی کرنے کا خیال دل میں گزرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

شرح

جذبہ تسلیم و رضا سطور بالا حضرت امام ربانی قدس سرہ کے جذبہ تسلیم و رضا کی منظر ہیں۔ رضا کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر اعتراض نہ کیا جائے۔ تَرَكَ الْاِعْتِرَاضَ عَلَى الْقَضَاءِ اور اسی حقیقت کو پالینے کے بعد رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ کا مراد ملتا ہے۔ قانون خداوندی کے مطابق اولیائے کرام کے ایمان اور جذبہ محبت کی آزمائش کے لیے ان پر جب مصائب و آلام نازل کیے جاتے ہیں تو وہ صبر و رضا کی محکم تصویر بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَلَسَبَلُّوْا نَفْسَكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ ۖ

اسی قانون کے مطابق بندگان خاص پر بھی لطف و نوازشات کی بارشیں ہوتی ہیں اور کبھی ناز و ادا کی بجلیاں گرائی جاتی ہیں کبھی شربت وصال سے سیراب کیا

جاتا ہے اور کبھی ہجر و فراق کے تیر بر سائے جاتے ہیں، کبھی ٹبل کی طرح روئے گل پر
نثار ہونے کی دعوت دی جاتی ہے تو کبھی شمعِ حُسن پر پروانہ وار جلایا جاتا ہے کبھی
قرب سے پرورش کر کے اسیرِ جمال بنایا جاتا ہے اور کبھی بُعد و دوری سے لاچار کر
کے مور و جلال بنایا جاتا ہے کبھی ذوق و مستی سے متوالا بنا کر جمالی تربیت کی جاتی ہے اور کبھی غو
و ہیبت کی آگ میں جلا کر جلالی تربیت کی جاتی ہے لیکن عاشقانِ الہی ہر حال میں خوش و خرم
رہتے ہیں اور محبوبِ انلی کی طرف سے انیوالی ہرزحمت کو رحمت اور ہر سزا کو عطا سمجھتے ہیں۔

۷ نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(یعنی) خدا کرے کہ تیری تلوار کا وار کسی دشمن کے نصیب میں نہ ہو۔ اس

نعمت کے لیے تو تیرے دوستوں کے سر حاضر ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ اور جذبہ تسلیم و رضا
حضرت امام ربانی
مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ بھی قانونِ قدرت کے مطابق اس نعمتِ شیریں سے لطف اندوز ہوئے
اعلا کلمۃ الحق کی پاداش میں حکومتِ وقت نے آپ پر بے دریغ مظالم ڈھائے، قید
بند کی ایذا میں دی گئیں، آستانہ و سرائے، باغ و کتب خانہ وغیرہ املاک کو نذرِ آتش
کر دیا گیا۔ صاحبزادگان و مریدین کو بے حد ستایا گیا آپ کے خلفاء اور مریدانِ خاص
کو جلا وطن کیا گیا، آپ کے قتل کے منصوبے بنائے گئے، علماءِ رؤسا اور صوفیائے
غام نے آپ کے خلاف تحریکیں چلائیں آپ کے مکتوبات کی عبارات کو غلط معانی
کا لباس پہنا کر جھوٹے پرابھوکٹے کیے گئے آپ کی کرامات کو جادو و جحری کا نام
دیا گیا لیکن آپ نے صبر و استقامت کی چٹان بن کر ان تمام مشکلات کا خندہ پیشانی

سے مقابلہ فرمایا اور جذبہ تسلیم و رضا کے پیکر اتم بن کر رضا بالقضا کی لازوال مثال قائم فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :

اگر محبوب بر حلقوم محبت اجراء سکین نماید و ہر عضو اور از عضو دیگر
اوجہ اسازد محبت اور اعین صلاح خود داند و بہود خود تصور کند
یعنی اگر محبوب محبت کے حلق پر چھری بھی چلا دے اور اس کے ایک ایک عضو
کو جڈا کر دے تو بھی محبت اس میں اپنی بہتری اور بہبودی تصور کرے گا
اس سے آگے یوں رقم طراز ہیں :

”انگارم کہ این مقام فوق مقام رضاست چہ در رضا رفع کراہت
فعل ایلام محبوب ست و اینجا ابتدا باین فعل زیرا کہ ہر چند از
جانب محبوب جفا بلند و بیشتر بود از جانب محبت فرج و سرور
زیادہ تر باشد“

یعنی میں سمجھتا ہوں کہ یہ مقام محبت ذاتی، مقام رضا سے بھی اونچا ہے اس
لیے رضا نام ہے ”محبوب کی الم دہی سے کراہت دور کرنے کا“ مگر اس مقام میں
الم دہی سے لذت پاتا ہے اس لیے کہ جتنی محبوب کی جانب سے سختی زیادہ ہوتی ہے
محبت کی خوشی و سرور میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور جذبہ تسلیم و رضا
محفل ماع میں قوالوں نے آپ کے سامنے حضرت احمد جام علیہ الرحمۃ کا

یہ شعر پڑھا :
ہر زمان از غیب جان دیگر است
یعنی جو لوگ محبوب کے، خضر تسلیم سے ذبح ہو گئے ہیں ان کو غیب سے

ہر وقت نئی زندگی نصیب ہوتی ہے۔

شعر سنتے ہی آپ پر وجد طاری ہو گیا جب قوال پہلا مصرع پڑھتے تو آپ جاں بحق ہو جاتے تھے اور جب دوسرا مصرع پڑھتے تو آپ وجد کرنے لگ جاتے بالآخر پہلے مصرع پر ہی آپ واصل باللہ ہو گئے

حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ اور جذبہ تسلیم و رضا

جب دہلی کے ایک شیعہ وزیر نے آپ کو شہید کرا دیا تو آپ خاک و خون میں غطال اس شعر کا ورد فرما رہے تھے :

۵ زخمِ دل مظہرِ مہربان بشود ہشیارِ باش

کیں جراحاتِ یادگارِ ناوکِ مرگانِ اوست

یعنی اے مظہر! دُعا کرو کہ یہ زخمِ دل اچھا نہ ہو کیونکہ یہ محبوب کی نگاہِ ناز کے تیر کی یادگار ہے۔

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور جذبہ تسلیم و رضا

جب دشمنوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا تو آپ نے زخمی حالت میں قاتلوں سے فرمایا کہ ”تم بھاگ جاؤ“ کہیں میرے مُردہ آکر تمہیں تکلیف نہ دیں۔ جب مُردہ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو کس نے زخمی کیا ہے تو فرمایا

۵ چوں حوالتِ ہائے ایں ضربتِ زجائے دیگر است

نغمِ آید گر بگویم از فلاں رنجیدہ ام

یعنی جب اس زخم کی ساری حالتیں محبوب کی طرف سے ہیں تو مجھے شرم آتی

ہے اگر میں کہوں کہ مجھے یہ تکلیف فلاں شخص سے پہنچی ہے۔

بلیۃ نمبر ۲۵ عارف جب عروج کے آخری مرتبوں پر فائز ہوتا ہے اور مکان کے دائرے سے باہر چلا جاتا ہے تو اس وقت ممکنات کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی۔ کائنات اور اس کے حوادث عارف کی نظر سے اٹھ جاتے ہیں اور اس کی نظر صرف خالق کائنات کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصائب و آلام کی زحمت و کلفت ان کی اپنے خالق کے ساتھ محبت و اُلفت میں حائل نہیں ہوتی اور وہ ہر حال میں ذات و صفات کی فرحت بخش تجلیوں میں مُست رہتے ہیں اور ایک آن کے لیے بھی وہ شربت وصال کی لذت و نعمت سے محروم رہنا گوارہ نہیں کرتے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے سطور بالا میں اپنی اسی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔

یارانِ طریقت کے باطنی احوال کا تجزیہ عارف باللہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی

قدس سرہ العزیز کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنے مُریدوں کو سرہند شریف حضرت امام ربانی قدس سرہ کی خدمت میں توجہ و تلقین اور تعلیم و تربیت کے لیے بھیج دیا کرتے تھے ان یارانِ طریقت میں کچھ وہ تھے جو اہل جذبہ تھے ابھی سلوک میں قدم نہ رکھا تھا اور کچھ سلوک طے کر چکے تھے مگر ان کا سلوک ابتدائی تھا کچھ لوگ سلوک طے کر چکے تھے مگر تکمیل باقی تھی ان میں کچھ حضرات صرف تعلیم سلوک کے لیے حاضر رہتے اور کچھ باقاعدہ سلوک کی عملی تربیت حاصل کرتے۔

مذکورہ بالا عبارت میں آپ نے انہی حضرات کی روحانی کیفیات اور باطنی احوال کا تجزیہ اپنے مُرشدِ برجی کی خدمت میں تحریر فرمایا ہے تاکہ ان کی تحصیل و تکمیل کے لیے مزید احکامات و ارشادات کی روشنی میں قدم آگے بڑھایا جائے۔
واللہ الشّوق

◎ بعض دوستوں کے باطنی حالات کے تجزیے کے ضمن میں چند مسائل طریقت کا ذکر آیا ہے جن کا اجمالی بیان حسب ذیل ہے۔

جذبہ جذبہ کشش اور عشق الہی کا نام ہے۔

◎ کسب و مجاہدہ کے بغیر جو باطنی احوال حاصل ہو جاتے ہیں ان کو جذب کہتے ہیں اور انہی کو اجتبار، محبوبیت، مُرادیت بھی کہا جاتا ہے۔

قَوْلُهُ تَعَالَى: اَللّٰهُ يُجْتَبٰى اِلَيْهِ مِنْ قِشَاءٍ وَبِهَدٰى اِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پسند لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے اپنی طرف جو اُدھر رُجوع کرتا ہے۔

آیت بالا میں اجتبار سے مُراد جذبہ ہے اور اجتدار سے مُراد سلوک ہے۔

وجد و حال، محویت و استغراق، جذبہ و اجتبار کے ثمرات ہیں اور کشف عیانی مُجاہدہ و ریاضت سلوک کے اثرات ہیں۔

جذبہ کی دو قسمیں ہیں جذبہ بدایت، جذبہ نہایت

فنائیت کاملہ سے پہلے جو جذبہ ہوتا ہے وہ جذبہ بدایت ہے اور فنا کے بعد جذبہ نہایت ہے۔

سلوک ”بضم ثین“ راہ رفتن نیک رومی اختیار کردن، لغت میں سلوک راستہ چلنے اور نیک رومی اختیار کرنے کا نام ہے۔

طریق استدلال کی بجائے سیر کشفی عیانی کے طریق پر خدا تک پہنچنا سلوک کہلاتا ہے صوفیاء کی اصطلاح میں سیر عاشق بجانب معشوق، انتقال حسی بمعنوی، جہاد بانفس اور سیر الی اللہ بھی سلوک ہی کو کہتے ہیں۔

◎ یہ وہ علم ہے جس کا طالب دل ہے نہ کہ زبان، یہ وہ راستہ ہے کہ جس پر دل چلتا ہے نہ کہ پاؤں۔

◎ اسی علم کے مقامات کا نام شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت ہے۔
 ◎ یہ علم نادروالوجود ہے اس علم کے فاضل کو سالک، صوفی، فقیر، عارف اور انسانِ کامل کہتے ہیں۔

◎ اس علم سے مقصود تزکیہ نفس، مکارمِ اخلاق اور تکمیلِ اخلاص ہے۔
 ◎ امامِ الطریقہ حضرت خواجہ نقشبند بخاری قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ سلوک سے کیا مقصود ہے؟ آپ نے فرمایا تاکہ اجمالی معرفت تفصیلی اور استدلالی معرفت کشفی ہو جائے۔

استغفار برائے دفعِ خطرات
 بعض کشفی معاملات سالک پر پوری طرح واضح نہیں ہوتے جس کی بنا پر اس میں محسوس ہونے لگتی ہے ایسے وقت سالک کو کثرتِ استغفار سے کام لینا چاہیے۔ درج ذیل کلماتِ استغفار حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں سے ہیں۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مِنْ جَمِیْعِ مَآکِرِہِ اللّٰهِ
 قَوْلًا وَ فِعْلًا خَاطِرًا وَ نَاطِرًا
 ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتا ہوں اور قول، فعل، خیال اور نظر سے جو چیزیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اس سے توبہ کرتا ہوں۔

محشی مکتوبات مولانا نور احمد امجد امجدی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے خطراتِ مساوس کے دفعیہ کیلئے تہائی میں تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے جائیں

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ قَوْلًا وَفِعْلًا
وَخَاطِرًا وَسَامِعًا وَنَاطِرًا اَلْاَحْوَلُ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور
اس وقت سانس کو تینوں مرتبہ قوت کے ساتھ کھینچے اس طرح کہ گویا وہ کسی چیز کو
دماغ سے دُور کر رہا ہے اور دل کو زبان کے موافق کرے یعنی دل میں اس استغفار
کے معنی کا لحاظ رکھے۔

غلبۂ احدیت
سالک کو غلبۂ احدیت میں جب ذات و صفات کی تزیین
کا یقین ہو جاتا ہے اور اس پر اس مقولہ کا مفہوم ظاہر ہو
جاتا ہے کہ

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ وَهُوَ اِلٰهٌ كَمَا كَانَ
یعنی اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی اور اب بھی ویسا ہی ہے جیسا
کہ تھا تو اس وقت اس کا علم اور حال دونوں برابر جمع ہو جاتے ہیں غرضیکہ حضرت
امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بندہ کو پہلے اس حدیث (مقولہ) کا علم حاصل تھا
اور اب حال بھی اس کے مطابق ہو گیا ہے۔

بقیہ نمبر ۲۶
در اصل حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے بزرگان دین کے مقولہ
نقل فرمایا کہ درج ذیل حدیث کی جانب اشارہ فرمایا ہے بِشُكُوٰةٍ

شریف میں عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رُسُولُ اللّٰهِ ﷺ نے فرمایا: كَانَ
اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ قَبْلَهُ اور یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی وارد ہے
كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ غَيْرُهُ اور اس بات
مُؤیداً کہ عبارات میں یوں ہے كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ نیز یہ
بھی ان کے الفاظ ہیں وَالْاِلٰهَ عَلَى مَا عَلَيْهِ كَانَ۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)

دفترِ اول - مکتوب (۱۲)

مکتوبِ بانیہ

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

افعالِ خداوندی معطل نہیں ، مسئلہ جبر و اختیار
حضرت امام ربانی علمِ کلام کے مجتہد ہیں



مکتوب - ۱۲

مَن عَرَضَ اشْتَ كَم تَرِيں بندگان احمذ بذروء عرض
مى رساند از تقصيرات خود چه عرض نمايد ماشاء الله كان
وَمَا لَمْ يَشَاء لَمْ يَكُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا
بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ علومى كه تعلق بمقام فنا فى الله
والبقا به داشتند حق سبحانه بعنايت خود منكشف ساخت
هم چنين معلوم كرد كه وجه خاص هر شئى صيت وسير فى الله
بچه معنى ست و كلى ذاتى برقى چرمى باشد و محمدى المشرب

كىست و امثال آن

ترجمه: عرضيه. آپ كا كم ترين خادم احمذ دست عاليه مى عرض كرتا هے كه اسنى كوتا هيل
كه باء مى كيا عرض كروں جو كچه الله تعالى نے چاها وه وجود مى آگيا اور جو كچه الله
تعالى نے نهىں چاها وه وجود مى نهىں آيا اور گنا هوں سے بچنے اور حق تعالى كى مرضيت
پر عمل كرنے كى طاقت الله تعالى كى بلند و عظيم ذات اكى مدد كے بغير ممكن نهىں. جو
علوم كه فنا فى الله اور بقا بالله سے تعلق ركھتے هیں حق تعالى نے اسنى عنائيت سے
ظاھر فرما ديئے هیں اور اسى طرح اس خادم نے معلوم كر ليا هے كه هر چيز كى وجه خاص
كيا هے اور سير فى الله كے كيا معنى هیں اور تحلى ذاتى برقى كيا هوتى هے اور محمدى المشرب
كون هے اور اس قسم كى دوسرى چيزىں.

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مرشد بزرگوار کی خدمت عالیہ میں اپنے بعض احوال و مقامات تحریر فرمائے ہیں اور تصوف کی چند خاص اصطلاحات کا ذکر فرمایا ہے جن کی تفصیلات قبل ازیں بیان ہو چکی ہیں۔ مزید تشریح کے لیے دفتر اول مکتوب ۱۴۴، دفتر دوم مکتوب ۱۴۵ اور دفتر سوم مکتوب ۱۴۶ کا مطالعہ فرمائیں۔ البتہ آپ نے ”ہر چیز کی وجہ خاص“ کا جو ذکر فرمایا ہے اس کا مختصر مفہوم یہ ہے۔

وجہ خاص کا مفہوم شخص اور ہر چیز کی ایک وجہ خاص ہوتی ہے۔ وجہ خاص، ظلال صفت کی اس تجلی کا نام ہے جو سالک کی حقیقتِ عدمیہ سے تعلق رکھتی ہے اور وجود کے بعد سالک کا مبداء فیض بھی وہی صفت ہوتی ہے نیز عالم قدس کے تمام فیوض و برکات اسی صفت کے توسط سے اس کو پہنچتے ہیں۔

متن قُلْ مَنْ قَبْلَ بِلَا عِلَّةٍ هُمْ جَنَّاتُ ذَوَاتِ

اشیاء راجعول می داند اصلِ قابلیت و استعدادات

رائیز مجعول و مصنوع میداند

ترجمہ: جو کوئی بھی خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوا ہے وہ بلا علت (سبب) ہی محض عنایتِ الہی سے مقبول ہوا ہے۔ جس طرح یہ خادم ہر چیز کی ذات اور اصل کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق جانتا ہے اسی طرح قابلیتوں اور استعدادوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق جانتا ہے۔

شرح

امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اولیائے کبار نے جن علوم و معارف اور مشاہدات کی نشاندہی فرمائی ہے بندہ کو وہ سب کچھ عطا فرمایا اور دکھایا گیا ہے اور بندہ فقیر کی یہ قبولیت کسی عمل یا مجاہدہ کا نتیجہ نہیں بلکہ محض عنایتِ خداوندی ہے کیونکہ اس کی بارگاہ میں جو بھی مقبول ہوا ہے بغیر کسی سبب اور علت کے مقبول ہوا ہے۔

آپ نے قَبْلَ مَنْ قَبْلَ بَلَا
عِلَّةٍ فَرَمَا کَر کَشْفِی طُورِ پَر اہلسنت کا
افعالِ خداوندی مُعْتَلَن نہیں
عقیدہ ثابت فرمایا ہے اور ماتریدی مسلک کی تائید فرمائی ہے۔ اس مسئلہ میں اختلاف
مسالک درج ذیل ہے۔

مُعْتَزِلہ کا مُسَلِّک
مُعْتَزِلہ کے نزدیک افعالِ خداوندی اغراض و مقاصد سے مُعْتَلَن ہوتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے کوئی کام ظن و تخمین کی بنا پر نہیں کرتا بلکہ اس نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کیا ہوا ہے۔ لہذا صلاح و اِصْلَاح پر عمل کرنا خدا تعالیٰ پر واجب ہے کیونکہ جب اشیاء کا حُسن و قبح ذاتی ہے اور اللہ تعالیٰ وہی کام کرتے ہیں جو قرینِ حکمت و مصلحت ہوتا ہے بنا بریں یہ محال ہے کہ کسی غیرِ صالح فعل کا حکم صادر کرے اور صالح سے روک دے پس اس سے معلوم ہوا کہ صلاح و اِصْلَاح اللہ پر واجب ہے۔

اشاعرہ کی رائے میں اللہ تعالیٰ کے افعال مُعْتَلَن نہیں
ہوتے اس لیے کہ وہ کسی کے سامنے مستول و جواہد
اشاعرہ کا مُسَلِّک
نہیں نیز ان کے نزدیک اشیاء کا حُسن و قبح ذاتی نہیں بلکہ حُسن و قبح کا معیار شارع کے اوامر و نواہی ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی کام حُسن اس لیے ہے کہ اللہ نے اس

کے کرنے کا حکم دیا ہے اور تسبیح اس لیے ہے کہ اللہ نے اس سے روکا ہے۔

ماترید یہ کا مسک ان کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عبث سے منزه

ہے اس کے افعال بہ تقاضائے حکمت و مصلحت صادر ہوتے ہیں اس لیے کہ وہ حکیم و علیم ہے اس نے اپنے احکام تکلیفیہ اور افعال تکونیہ میں حکمت و مصلحت کو ملحوظ رکھا ہے مگر اللہ تعالیٰ حکمت و مصلحت کا قصد و ارادہ کرنے والا ہے لہذا یہ کہنا درست نہیں کہ اس پر صلاح اضلح کا انجام دینا واجب ہے کیونکہ اس کا وجوب اختیار و ارادہ کے منافی ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ اس پر کسی کا حق واجب الادا ہے۔ حالانکہ وہ بندوں پر فائق ہے اور اس سے کسی فعل کی باز پرس نہیں کی جاسکتی اور اگر اس پر کسی کام کو واجب ٹھہرایا جائے تو اس کا اقتضایہ ہے کہ وہ بندوں کے آگے مسئول اور جواب دہ ہو اور یہ شان خداوندی کے خلاف ہے لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ اَللّٰهُ عَنِ ذَٰلِكَ عَلَوًّا كَبِيرًا نیز ماترید یہ اشیاء کا حسن و قبح ذاتی مانتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ کی اتباع میں کہتے ہیں کہ اگرچہ عقلاً اشیاء کے حسن و قبح کا ادراک ممکن ہے مگر انسان اس وقت تک مکلف و مأمور نہیں ہوتا جب تک شارع حکم نہ دے کیونکہ عقل بالاستقلال دینی احکام صادر نہیں کر سکتی بلکہ احکام صادر کرنا صرف ذات باری تعالیٰ کو زیب دیتا ہے۔

ذواتِ اشیاء اور ان کی استعدادات مخلوق ہیں

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقیر جس طرح ہر چیز کی ذات اور

اصل کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق جانتا ہے اسی طرح قابلیتوں اور استعدادوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق جانتا ہے اور کسی چیز کو اس پر حاکم تسلیم نہیں کرتا دراصل اس فرمانِ عالی میں آپ نے جبر و اختیار کے نہایت پیچیدہ مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس مسئلہ میں معتزلہ، اشاعہ اور ماتریدیہ کے درمیان اختلاف ہے۔

مسئلہ جبر و اختیار

معتزلہ کا موقف معتزلہ کا موقف یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے لہذا اسے احکام سے منطاب و مکلف کرنا صحیح ہے نیز یہ کہ خلقِ افعال کی قدرت خدا کی ولایت کردہ ہے۔

اشاعرہ کا موقف اشاعرہ کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ افعال خدا کی مخلوق ہیں بندے سے کسب کا صدور ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اسے مکلف بالاحکام کیا جاتا ہے اور وہ ثواب و عقاب کا مستحق ٹھہرتا ہے لیکن بندہ بذاتِ خود کسب میں موثر نہیں۔ بنا بریں افعال کی طرح کسب بھی خدا کا پیدا کردہ ہوگا لہذا بندے میں فعل کی قدرت نہیں ہوتی۔

ماتریدیہ کا موقف امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے خلقِ اشیاء میں اس کا کوئی شریک و ہم نہیں ہے حکمتِ خداوندی اس امر کی متقاضی ہے کہ بندہ صرف انہی افعال میں مخلوق نہ رہے جن میں وہ مختار ہے یہ نظریہ مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہے۔
وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو (ماتریدیہ کے نزدیک بندہ قدرتِ مخلوقہ کے بل بوتے پر کسبِ افعال

اور عدم محسب دونوں پر قادر ہے گویا وہ آزاد علی الاطلاق ہے اگرچہ اسے کسی فعل کو انجام دے اور اگرچہ اسے چھوڑ دے۔ ثواب و عقاب کا منبج یہی ہے اندر میں صورت خدا کے خالق افعال ہونے اور بندے کے اختیار میں منافات نہیں ہوگی۔

بلیغ نمبر ۱ بندے کی یہ قدرت جو تاثیر فی الکسب کی موجب ہوتی ہے اور اس کا اثر وجود فعل کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے اس کو استطاعت بھی کہتے ہیں جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ کے نزدیک تکلیف احکام کا مدار اور منبج ہے۔

◎ مقولہ کے نزدیک استطاعت بندے میں وقوع فعل سے قبل ہوتی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ بندے کو مخاطب کر کے مکلف بالاعمال ظہور فعل سے قبل کیا جاتا ہے نہ کہ اس کے بعد۔ لہذا استطاعت کا ظہور فعل سے قبل پایا جانا ضروری ہے۔

◎ تاثر یہ کہ نزدیک یہ استطاعت بندے میں فعل کے وقت پیدا ہوتی ہے اس لیے کہ یہ قدرت مجددہ و حادثہ ہے جو وقوع فعل سے قبل وجود میں نہیں آسکتی۔

بلیغ نمبر ۲ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا فرمان بالا حکمائے یونان کی تردید ہے کیونکہ ان کے نزدیک استعداد حاکم ہے جو اپنے مقتضی کا مطالبہ کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر لازم ہے کہ صاحب استعداد کو اس کی استعداد

کے اقتضائے مطابق عطا کرے لیکن علماء اہل سنت کے نزدیک حاکمیت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کوئی چیز اس پر حاکم نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس کی ذات پر کوئی چیز لازم یا واجب ہو سکتی ہے۔ وہ محض اپنے فضل و کرم سے جس کو چاہے نوازتا ہے۔

بلیغ نمبر ۳ سطور بالا میں آپ نے اپنی قبولیت و استعداد کو تاثر یہی مسلک کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی عنایات خاصہ پر مبنی

قرار دیا ہے اور علماء اہل سنت کے موقف و مسلک کی از روئے کشف تائید بھی فرمائی ہے۔

حضرت امام ربانی علم کلام کے مجتہد ہیں
 سترہ حضرت امام ابو منصور
 ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر ہیں اور خود بھی علم کلام کے مجتہد ہیں جیسا کہ حضرت
 مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے :

ایں فقیر را در توسط احوال حضرت پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوٰت و التسلیمات در
 واقعہ فرمودہ بودند کہ "تواز مجتہدان علم کلامی" ازاں وقت در ہر سلسلہ از مسائل
 کلامیہ ایں فقیر را رائے خاص ست و علم مخصوص در اکثر مسائل خلافیہ کہ ماتریدیہ
 و اشاعرہ در آنجا متنازع اند در ابتدائے ظهور آں سلسلہ حقیقت بجانب اشاعرہ
 مفہوم می گرد و وچوں بنور فراست وحدت نظر نمودہ می آید؛ واضح می گردد کہ
 حق بجانب ماتریدیہ ست در جمیع مسائل خلافیہ کلامیہ رائے ایں فقیر موافق آرائے
 علمائے ماتریدیہ ست و اکتی کہ ایں بزرگواراں را بواسطہ متابعت سنت و سننہ
 علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و التحقیق شان عظیم است کہ مخالفان ایشان را بواسطہ
 غلط فلسفیات آن شان متین نیست اگرچہ ہر دو فریق از اہل حق اند

ترجمہ احوال سلوک کے درمیانی حالات میں ایک مرتبہ حضرت پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوٰت و
 التسلیمات نے واقعہ میں اس فقیر سے فرمایا تھا کہ تو علم کلام کے مجتہدین میں سے ہے اسی وقت
 سے مسائل کلامیہ کے ہر سلسلہ میں اس فقیر کی خاص رائے اور مخصوص علم ہے۔ اکثر اختلافی مسائل
 میں جو ماتریدیہ اور اشاعرہ کے درمیان متنازع ہیں ابتدائی طور پر حقیقت اشاعرہ کی طرف سمجھ
 میں آتی ہے لیکن جب نور فراست سے باریک بینی کے ساتھ غور کیا جاتا ہے تو واضح ہو
 جاتا ہے کہ حق ماتریدیہ ہی کی طرف ہے۔ علم کلام کے تمام اختلافی مسائل میں اس فقیر
 کی رائے علمائے ماتریدیہ کی رائے کے موافق ہے اور سچی بات یہ ہے کہ سنت

سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحقیت کی پیروی کی وجہ سے ان بزرگوں کی بڑی ہی
 شانِ عظیم ہے جو ان کے مخالفین کو میسر نہیں ہے کیونکہ انہوں نے فلسفیانہ نکتہ آفرینیوں
 کی بڑی آمیزش کر ڈالی ہے۔ اگرچہ دونوں فریق اہل حق میں سے ہیں۔

دفترِ اول - مکتوب (۱۳)

مکتوبِ بانیہ

عارفِ باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ مدظلہ العالی



موضوعات

راہِ سلوک پچاس ہزار سالہ راہ
مقولہ ہمہ اوست اور ہمہ ازوست کا بیان



مکتوب - ۱۳

متن عرضداشت کم ترین بندگان احمد معروض می گرداند
 آہ ہزار آہ از بے نہایتی این راہ سیر باین سرعت و واروات
 و عنایات باین کثرت ازین جاست کہ مشائخ عظام فرمودہ
 اند سیر الی اللہ پنجاہ ہزار سالہ راہ ست تعرج الملائکۃ
 والروح الیہ فی یوم کان مقداره خمسین ألف
 سنۃ مگر ایمائے باین معنی داشته اند۔

ترجمہ حضور والا کا کم ترین خادم احمد عرض کرتا ہے افسوس ہزار افسوس کہ اس راستے
 کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے اس راستے کی سیر نہایت تیزی کے ساتھ اور واروات و
 عنایات نہایت کثرت سے واقع ہو رہے ہیں۔ اسی لیے مشائخ عظام نے فرمایا ہے
 کہ سیر الی اللہ پچاس ہزار سال کا راستہ ہے "فرشتے اور روح (جبرائیل علیہ السلام) اللہ
 تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں یعنی غروج کرتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کی مقدار (طول)
 پچاس ہزار سال ہے" اس آیت مبارکہ میں شاید اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔

شرح

اس مکتوب میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ راہ سلوک کی کوئی انتہا نہیں اور علوم

حقیقت، علوم شریعت کے عین مطابق ہیں۔

آہ ہزار آہ حضرت امام ربانی قدس سرہ اس جُملے میں سیر سلوک کی بے پناہ طوالت کا اظہار فرما رہے ہیں اور اپنے پیرومرشد کے حضور عرض گزار ہیں کہ میں خدا تک وصول کے بے حد و لا انتہا راستے کی درازی اور بے کیفی کے سبب ناامیدی کے مرتبے تک پہنچ چکا تھا کہ آیت قرآنی وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو لوگوں کی مایوسی کے بعد بارش نازل فرماتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔ میرے حال کی مددگار ہوئی اس آیت کا مفہوم مجھ پر القاء کیا گیا جس سے مجھے باطنی طور پر تسلی نصیب ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے میرا باطنی معاملہ سیدھا ہو گیا اور مقصود حقیقی و مطلوب انہی کے قُرب و وصال کی لامحدود راہوں پر تپت مردانہ کے ساتھ جادہ پیمائی کی سعادت مل رہی ہے لیکن اس راستے کی کوئی انتہا معلوم و مشہود نہیں ہوتی۔ آخر میں آپ مُرشدِ برحق کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اس فراق زدہ محروم و مغموم کو غریب پروری کی توجہات سے محروم نہ فرمائیں کہ کہیں یہ راہ شوق کا مسافر منزلِ تصودِ گم نہ کر دے گویا آپ یہ حقیقت واضح فرما رہے ہیں کہ شیخِ کامل کی توجہ اور نگاہ سے ہی یہ منزلیں طے ہو سکتی ہیں۔

مانا کہ عشق کی منزل میں ہر گام پہ سوسو خطرے ہیں
لیکن یہ سفر آسان بھی ہے مگر ساتھ تمہارا ہو جائے

پچاس ہزار سالہ راہ آپ نے مشائخِ طریقت کا قول نقل فرمایا ہے کہ "سیر الی اللہ پانچا ہزار سالہ راہ است" یعنی خدا کے قُرب و وصال تک پہنچنے کا راستہ پچاس ہزار سال میں طے ہو سکتا

ہے اور آیت قرآنیہ تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ اُفْلَاکُہ اور
جبرائیل اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے
میں اسی امر کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

اس قول کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی ناقص لطریق عبادت و ریاضت
مرتبہ ولایت صغریٰ تک پہنچنا چاہے تو اس کو پچاس ہزار سال تک عبادت و
ریاضت شاقہ اور قیام لیل و صیام نہار کی محنتیں اور صعوبتیں بجالانے کے بعد مشکل یہ
مرتبہ ہاتھ آسکے گا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور مہرشد کامل کی صحبت و توجہ شامل
حال ہو جائے تو ہزاروں سال کا سفر ایک آہ میں طے ہو سکتا ہے کیونکہ جب دنیا کی
تمام عمر اس قدر ہونا ناممکن ہے تو ثابت ہو کہ ولایت صرف مجاہدہ اور ریاضت
یہی نہیں ملتی بلکہ اعتبار و رحمت خدا اور جذبہ و صحبت اولیاء بھی اس راستے
میں سبب مقصود کی ضمانت ہیں۔

سیرِ زاهد ہر شبے یک روزہ واہ
سیرِ عارف ہر دے تما تخت شاہ
جلوہ گر آں یاربے دور است لیکن
طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گا ہے
واضح ہو کہ مشائخ جو اپنے مریدوں کو ریاضت کا حکم دیتے ہیں
تو اس سے مقصود عناصر کی صفائی اور نفس کی طہارت ہے نہ
کہ حصولِ قرب حق بلکہ عناصر و نفس کی پاکیزگی بھی شیخ کی توجہ اور صحبت پر منحصر ہے۔
حصولِ قرب حق محض عنایتِ خداوندی ہے۔

متن چند روزست کہ سیر در اشیاء واقع شدہ است
ترجمہ : چند روز ہوئے کہ اشیاء میں سیر واقع ہوئی ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ سیرلوک کے ضمن میں سیر چہارم یعنی سیر عن اللہ فی الاشیاء کا ذکر فرما رہے ہیں جہاں دائرہ ولایت صغریٰ کی سیر مکمل ہو جاتی ہے اور سالک نزول کے مرتبے میں آکر سند ارشاد پر فائز ہو جاتا ہے۔

ولایت صغریٰ یہ اولیاء کی ولایت ہے اس میں سالک اسماء و صفات الہیہ کے ظلال میں سیر کرتا ہے پہلی سیر میں جن اشیاء کے علوم مٹ گئے تھے اب سیر چہارم میں وہ علوم یکے بعد دیگرے حاصل ہو جاتے ہیں اور سالک بظاہر کئی طور پر مخلوق کے ساتھ مصروف ہو جاتا ہے مگر باطن میں فیات حق کے ساتھ آشنا رہتا ہے اور اس شعر کا مصداق ہوتا ہے۔

از دروں شو آشنا وز بروں بیگانہ و ش

اس چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں
نیز ”ہمہ اوست“ اور ہمہ از اوست“ کا فیصلہ بھی اسی مقام پر ہوتا ہے صوفیاء نقشبندیہ مجددیہ کے نزدیک اسی مقام میں سالک کو وحدت وجود، ہمہ اوست، کفر طریقت اور مقام جمع کی تعبیرات سے واسطہ پڑتا ہے۔

متن و در سہ توحید کہ سابقا متوقف بود چنان کہ مکرراً

بعض رسانیدہ بود و افعال و صفات را باصل می داد چون
حقیقت کار معلوم گشت از توقف برآمد و پلہ ہمہ از دست
را چرب یافت و کمال را دران بیشتر دید از مقولہ ہمہ اوست

و افعال وصفات راہم رنگ دیگر معلوم کرو۔

ترجمہ : اور توحید وجودی کے مسئلے میں پہلے اس غاوم کو ترود تھا جیسا کہ کئی مرتبہ عرض شد کیا جا چکا ہے اور افعال وصفات کو اصل سے جانتا تھا جب معاملے کی حقیقت معلوم ہو گئی تو وہ ترود دور ہو گیا اور (مقولہ) "ہم ازوست" کے پلہ (داسن) کو (مقولہ) "ہم ازوست" کے داسن سے بھاری وغالب پایا اور اس (ہم ازوست) میں ہم ازوست سے زیادہ کمال دیکھا اور افعال وصفات کو بھی دوسرے رنگ میں معلوم کیا

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے مُرشد بزرگوار قدس سرہ کے حضور عرض گزار ہیں کہ پہلے یہ غاوم توحید وجودی کے مسئلے میں مترود تھا کہ یہ توحید ابتدائی معرفت ہے یا انتہائی، ابتداء میں توحید وجودی کے غلبے کی بنا پر بندے کے افعال وصفات کو ذات کے افعال وصفات کا عین جانتا تھا مگر اب حقیقت حال معلوم ہوئی ہے کہ توحید وجودی ابتدائی معرفت ہے اور بندے کے افعال وصفات مخلوق ہیں اور ذات کے افعال وصفات کا عکس اور ظل ہیں نہ کہ عین نیز یہ بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ توحید وجودی کے مقولہ "ہم ازوست" کی بہ نسبت مقولہ "ہم ازوست" میں زیادہ کمالات ہیں۔

صوفیائے وحدت الوجود کے نزدیک وجود کائنات فی مقولہ ہم ازوست

نفسہ کچھ نہیں صرف اسماء وصفات کا ظہور ہے اور چونکہ اسماء وصفات عین ذات ہیں اس لیے کائنات اور ذات میں عینیت ہے اور ذات چونکہ وحدت مطلقہ ہے اس لیے وجود صرف وحدت ہی وحدت کا ہے چنانچہ شیخ اکبر مئی الدین ابن عربی قدس سرہ وجود مطلق کو جملہ موجودات کا عین قرار دیتے ہوئے فتوحات مکیہ میں ہی رقم طراز ہیں :

سُبْحَانَ مَنْ أَظْهَرَ الْأَشْيَاءَ وَهُوَ عَيْنُهَا

یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے ظاہر کیا اشیاء کو حالانکہ وہ اُن کا عین ہے
شیخ ابوسعید خدری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

إِنَّ جَمِيعَ الْكَائِنَاتِ حَتَّى الذَّرَّةَ لَا تَخْلُقُ عَنْ ذَاكَ
الْوُجُودِ آخٍ وَجُودِ الْحَقِّ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَهُ

یعنی موجودات میں کوئی ذرہ بھی اس وجود سے خالی نہیں یعنی وجود حق تعالیٰ سے
اسی نظریے کو ”ہم ازوست“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مقولہ ہم ازوست

صوفیائے وحدتِ اشہود کے نزدیک واحدِ حقیقی
کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں ہے اور ممکنات

خارج میں وجودِ ظلی کے ساتھ موجود ہیں چنانچہ ان کی اصطلاح میں واجب کو اصل اور
ممکن کو ظل سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس نظریہ کے موجب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
قدس سرہ العزیز ہیں آپ فرماتے ہیں کہ صفاتِ عین ذات نہیں بلکہ زائد علی الذات
ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ وجودِ باری تعالیٰ فی ذاتہ کامل و اکمل ہے اس کو اپنی تکمیل کے
لیے صفات کی احتیاج نہیں نیز ان کے خیال میں اگر کائنات صفات کی تجلی ہوتی تو
ان کا عین بھی ہوتی لیکن ایسا نہیں ثبوت یہ ہے کہ صفات کامل ہیں کائنات ناقص
ہے معلوم ہوا کہ کائنات تجلی صفات نہیں بلکہ ظل صفات ہے اور ظل کبھی اصل کا
عین اور مظہر نہیں ہوتا۔ (فا فہم)

حضرت امام ربانی قدس سرہ رقمطراز ہیں :

”پس با عالم اور اسمانہ بیچ وجہ مناسبت نباشد اِنَّ اللہَ لَغَنِيٌّ
عَنِ الْعَالَمِينَ اور اسمانہ با عالم عین و متحد ساختن بلکہ نسبت

واون بریں فقیر بیدار گران است
یعنی حق تعالیٰ کو اس کائنات سے کوئی مناسبت نہیں ہے شک اللہ تعالیٰ تمام
عالم سے بے نیاز ہے اس ذات کو عالم کا عین یا متحد قرار دینا بلکہ عالم کے ساتھ نسبت
دینا بھی فقیر کے لیے بے حد بھاری ہے۔

اس نظریہ وحدتِ الشہود کو ”ہمہ ازوست“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
بلتیمہ نمبر ۲ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ توحیدِ شہودی کے علوم
ومعارف اور معنوی کمالات توحیدِ وجودی کے علوم و معارف اور
کمالات سے بہت بڑھ کر ہیں اور توحیدِ وجودی ایک تنگ کوچہ ہے جبکہ توحیدِ
شہودی شارع عام ہے اور قرآن و سنت کے نظریہ توحید کے عین مطابق ہے جن ضوابط
نے توحیدِ وجودی (ہمہ ازوست) کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی کوششیں کی
ہیں انہوں نے تکلفاتِ بعیدہ کا ارتکاب کیا ہے (وَاللّٰهُ وُضُوْلُهُ اَعْلَمُ)

دفترِ اول - مکتوب (۱۴)

مکتوبِ عالیہ

عارفِ باللہ حضرت خواجہ محمد باقی بَالَدِ دہلوی مدظلہ العالی



موضوعات

تجلی کا مفہوم اور اقسام تجلیات
شوقِ وصل میں آرزوئے موت ، اعیانِ ثابِتہ
تصویرِ شیخ کے فوائد اور اس کے طریقے
حضرتِ امام ربانی محبوبِ سُبْحانی ہیں



مکتوب - ۱۲

متن بعد ازان مرتبہ و موجب کہ جامع صفات کلیہ است ظاہر
شد و بصورت زن غیر جمیلہ مَسْوَدَ اللَّوْنِ متمثل گشت و پس ازان
مرتبہ احدیت بصورت مرد دراز بالا کہ بر دیوار باریک پس ایستاده
است متجلی گشت و این ہر دو تجلی بعنوان حقانیہ ظاہر شدند
بخلاف تجلیات سابق کہ نہ باین عنوان بودند

ترجمہ : اس کے بعد مرتبہ و موجب جو کہ صفات کلیہ کا جامع ہے ظاہر ہوا اور بصورت
سیاہ رنگ عورت کی صورت میں نظر آیا اور اس کے بعد مرتبہ احدیت ایک دراز قد
آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا جو کم عرض والی دیوار پر کھڑا ہوا اور یہ دونوں تجلیات
حقانیت کے عنوان (سرنامہ) کی صورت میں ظاہر ہوئیں بخلاف سابقہ تجلیات کے
کہ وہ اس عنوان کے ساتھ ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔

شرح

اس مکتوب قدسی میں آپ نے دوران سلوک پیش آنے والے مشاہدات اور
واقعات کا ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ہی بعض طالبان طریقت کے باطنی حالات پر بھی
تبصرہ فرمایا ہے چنانچہ آپ رقم طراز ہیں کہ قبل ازیں جو تجلیات مرتبہ ممکنات میں ظاہر
ہوئی تھیں بندہ نے ان کا حال سابقہ مکتوبات میں عرض کر دیا ہوا ہے اب مرتبہ
و موجب کی تجلیات اور ان کے مشاہدات کا بیان عرض خدمت ہے۔ مناسب ہے کہ
پہلے تجلی کے مفہوم و ثبوت اور اس کی اقسام کا ذکر کر لیا جائے۔

تجلی کا مفہوم تجلی کا لغوی معنی "ظاہر کرنا و ظاہر ہونا" ہے۔ اصطلاح صوفیائیں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اسماء و افعال کا کسی شان یا رنگ کیفیت یا حالت میں اظہار تجلی کہلاتا ہے۔

تجلی کا ثبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ربِّ آرِنیؑ کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی۔

قَلَمًا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا

ترجمہ: پھر جب تجلی فرمائی موسیٰ علیہ السلام کے رب نے پہاڑ پر تو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حدیث پاک میں ہے: اَتَانِي رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ ۖ ترجمہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا رب میرے پاس ایک اچھی صورت میں آیا۔

تجلیات لا تعداویں چونکہ اللہ تعالیٰ کے ظہور کی شانیں بے انتہا ہیں لہذا تجلیات بھی لا تعداویں۔ ہر شخص پر اس کی استعداد کے مطابق جُداگانہ تجلیات ہوتی ہیں جو تجلی ایک شخص پر ایک مرتبہ ہوتی ہے وہ پھر دوبارہ اس پر یا کسی اور پر کبھی نہیں ہوتی کیونکہ تجلیات میں تکرار نہیں ہر دم، ہر لمحہ اور ہر آن وہ نئی نئی شان میں تجلی فرماتا رہتا ہے۔ کُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ جس طرح اس کی ذات لا متناہی ہے اسی طرح اس کی تجلیات بھی حد و حصر سے باہر ہیں۔

اے ترا بر طوع و دل ہر دم تجلاتے و گد
طالب دیدار تو ہر لمحہ موساتے و گد

معینی رحمۃ اللہ علیہ

ان لامتناہی تجلیات کا احاطہ و حصر قطعاً ناممکن ہے تاہم نمونہ کے طور پر چند تجلیات کا ذکر درج ذیل ہے۔

اقسام تجلیات

۱۔ تجلی اناری
اس کو تجلی صوری بھی کہتے ہیں۔ سالک اس تجلی میں حضرت حق سبحانہ کو صورت تمثیلی میں دیکھتا ہے اور وہ جان بھی لیتا ہے کہ یہ تجلی اسی ذاتِ وعدہ لا شریک کی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام پر ابتداء میں تجلی بصورتِ نار ہوئی پھر بصورتِ شجر انہوں نے یہ بھی جان لیا کہ اس صورت میں کون متجلی ہے۔ کبھی یہ تجلی خواب میں بھی ہوتی ہے لیکن محتاجِ تعبیر رہتی ہے۔ یہ تجلی کامل طور پر صورتِ انسان میں ہوتی ہے۔

۲۔ تجلی فعلی
اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو صفاتِ فعلیہ ربوبیہ میں سے کسی صفت کے ساتھ متجلی پاتا ہے اس مشاہدے میں سالک سے خول و قوت اور فعل و ارادہ سلب ہو جاتا ہے اور وہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو متصرف و جاری دیکھتا ہے۔

۲۔ تجلی صفاتی
اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو اہماتِ صفات میں متجلی پاتا ہے۔ اہماتِ صفات اُنھیں ان کو صفاتِ ثنائیہ حقیقیہ بھی کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں :

(۱) تکوین (۲) حیات (۳) علم (۴) قدرت
(۵) ارادہ (۶) سمع (۷) بصر (۸) کلام

اس تجلی میں سالک فانی مطلق ہو کر اپنے علم شعور اور ارادہ سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ عہدِ فانی ہو جاتا ہے اور حق باقی

تجلی ذاتی

رہتا ہے۔ اسی فنائیت کے بعد بقا باللہ کا مقام آتا ہے اس تجلی میں سالک اپنے آپ کو بلا تعین جسمانی و روحانی اطلاق کے رنگ میں پاتا ہے اور کمالِ توحید عیانی کا مشاہدہ کرتا ہے۔

ان کے علاوہ بھی تجلیات غیر متناہیہ ہیں، حق سبحانہ و تعالیٰ جس صورت میں جس چیز کے ساتھ جس طرح اور جب جس پر چاہتا ہے ہر عقول مفہوم، موہوم، مسموع و مشہود میں تجلی فرماتا ہے اور سالک انہی تجلیات پر قانع نہیں رہتا بلکہ **هَلْ مِنْ مَزِيدٍ** کی صدا میں لب بند کرتا رہتا ہے۔

بعض صوفیاء نے حسب ذیل تجلیات کی بھی نشاندہی فرمائی ہے۔
تجلی ظہوری، تجلی رحمانی، تجلی رحیمی، تجلی شہودی، تجلی جمادی، تجلی نباتی اور تجلی حیوانی وغیرہ۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ مرتبہ وجوب میں سیر کے دوران پیش آنے والے واقعات و واردات کا بیان فرما رہے ہیں۔

یہ مرتبہ صفات کلیہ کا جامع مرتبہ ہے اور دائرہ اصل سے متعلق رکھتا ہے یہ عارف کے لیے مشاہدے کا مقام ہے اور وہ اس رتبے میں صفات حقیقیہ ثنائیہ کی سیر کرتا ہے۔

کسی امر کے استحضار اور یقینی تصور کا قلب سالک پر اس طرح غالب اور قوی ہو جانا کہ گویا وہ دل کی آنکھ سے اسے دیکھ رہا

ہے مشاہدہ کہلاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْكَرُنَا بِاللَّيْلِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأَيْنَا عَيْنَيْنِ

ہم لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں جب دوزخ و جنت کا ذکر سنتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

وجوب کے مرتبے میں سالک کو دو قسم کا مشاہدہ ہوتا ہے کبھی صفات بدن

تعلقات اس کی نظر میں بعنوان کلیت مشہود ہوتی ہیں اور کبھی صفات متعلق بمعلومات و مقدمات بعنوان جزئیت نظر آتی ہیں۔

قسم اول پہلی قسم کے مشاہدے کو مشہود صفات کلیہ کا نام دیتے ہیں۔ اس مرتبے میں صفات مجرہ مشہود ہوتی ہیں ان کا ممکنات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

قسم دوم دوسری قسم کو مشہود صفات جزئیہ کہا جاتا ہے اس مرتبے میں صفات کا ممکنات کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور سالک مشاہدہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم فلاں معلوم کے ساتھ اور صفت قدرت فلاں مقدر کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام صفات ممکنات سے متعلق نظر آتی ہیں بالکین کے نزدیک مشاہدے کی پہلی قسم مشہود صفات کلیہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

تجلیات علم و جوب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو مرتبہ جوب میں سیر باطنی کے دوران عالم و جوب کی تجلیات مختلف صورتوں میں نظر آئیں۔ مثلاً مرتبہ جوب بصورت سیاہ رنگ کی عورت کی شکل میں نظر آیا اور مرتبہ احدیت ایک دراز قد آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا اس کی مصنویت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سالکین پر تجلیات کا نزول کبھی صورت میں ہوتا ہے اور کبھی بے صورتی میں کبھی کسی خاص کیفیت میں اور کبھی بے کیفی میں لیکن اس مرتبے میں کامل تجلی انسان کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے کیونکہ تزیہہ اور تشبیہہ دونوں مرتبے توحید کے ہیں اور ان دونوں مرتبوں میں سالکین کو شاہ نصیب ہوتا رہتا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے صراحت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قرآن کے ہر حرف کی صورت میں تجلی فرمائے گا۔

حضرت مولانا عبد الرحمان جامی قدس سترہ فرماتے ہیں۔
اگر خواہد در ہر صورت از صور عالم ظاہر گرد و اگر خواہد

از ہر مندرہ باشد۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کائنات کی ہر صورت میں ظہور فرمائے اگر چاہے تو ہر صورت سے مندرہ رہے۔

عنوانِ حقانیت حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ دونوں تجلیاں بعنوان حقانیت ظاہر ہوئیں جبکہ سابقہ تجلیات اس عنوان کے ساتھ ظاہر نہ ہوئی تھیں، عنوان حقانیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ تجلیاں اپنی حقیقت کے ساتھ مشہود ہوئیں اور انہیں اچھی طرح پہچان لیا گیا کہ ان کی اصل حقیقت کیا ہے یہ شناخت کامل استعداد والے اہل حال کے شہود سے مربوط ہے عام درجے کے سالک اس استعداد کے مالک نہیں ہوتے (واللہ اعلم)

متن و در سیمین آشاء آرزوئے موت پیدا شد و چنان در نظر آمد کہ من گویا شخصے ام بر کنار دریائے محیط ایتادہ ام بارادہ آنکہ خود را در دریا اندازد اما از عقب او را بر سیمانے مضبوط کردہ اند کہ نمی تواند بدریا درون رفت و آن رسیمان عبارت از تعلقات ببدن عنصری خود مید اتم و آرزومی کہ دم کہ این رسیمان گسسته شود و ایضاً کیفیتے خاص روداد کہ در آن وقت بطریق ذوق دریافت کہ دل را پہنچ بلیستے غیر از حق سبحانہ نماذہ است۔

ترجمہ : اسی اشارہ میں موت کی خواہش پیدا ہوئی اور ایسا نظر آیا گویا کہ میں ایک شخص ہوں جو دریائے محیط (بہت بڑے سمندر) کے کنارے اس ارادہ کے ساتھ کھڑا ہے کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈال دے لیکن پیچھے سے اس کو ایک رستی سے ایسا مضبوط باندھ دیا گیا ہے کہ دریا میں گر ہی نہیں سکتا میں اس رستی سے مُرا اپنے بدنِ عنصری کے تعلقات کو سمجھتا تھا اور خواہش کرتا تھا کہ وہ رستی ٹوٹ جائے اور نیز ایک خاص کیفیت یہ ظاہر ہوئی کہ اس وقت ذوق کے انداز پر مجھے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا اول میں کوئی خواہش نہیں رہی۔

شرح

خوش وصل
سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ عالم
وجوب کے مشاہدہ کے دوران مجھ پر موت کی آرزو غالب
ہونے لگی اس آرزو کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عارف جب عالم وجوب کی نورانیت،
قدسیت اور لطافت کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس پر وصل کی خواہش غالب آجاتی ہے
لیکن جب حیلۂ نیاوی میں یہ وصل ممکن نظر نہیں آتا تو عارف للہالہ موت کی آرزو کرتا
ہے کیونکہ **الْمَوْتُ جَسَرٌ يُوصِلُ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ** یعنی موت
ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

آر زوئے موت
 نے شوق شہادت میں فرمایا :

محبوبانِ خدا وصل کے شوق میں موت کی دُعا میں مانگتے
 رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ اَنْيُاقْتُلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ أُقْتِلُ ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ أُقْتِلُ ثُمَّ
أُحْيِيَ ثُمَّ أُقْتِلُ ۚ

یعنی مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے
میری یہ تمنا ہے کہ میں خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر
قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں
پھر قتل کیا جاؤں۔

در اصل عاشقوں کے لیے موت ذریعہ وصل ہے اور عیدِ نظر ہے۔ انہیں
قاتل کی شمشیر میں ہلالِ عید کی تابانیاں نظر آتی ہیں وہ وصالِ دوست کے لیے زہر
کو تریاق اور موت کو حیات سمجھتے ہیں۔ سلطانِ عشاق حضرت سیدنا بلال حبشی رضی
اللہ عنہ پر جب نزع کا عالم طاری ہوا آثارِ وفات نمودار ہوئے تو احباب و اہل خانہ
غمگین ہو گئے ان کی بیوی جب شدتِ اضطراب سے بے قرار ہوئیں تو بے ساختہ
ان کے منہ سے یہ لفظ نکلے ”وَاحَرَبَاہُ“ یعنی ہائے مصیبت۔ حضرت بلال
یہ لفظ سن کر تڑپ اٹھے اور ہلال میں آکر بولے وَاطْرَبَاہُ عَدَا اَلْقَیْ
الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَصَحْبَهُ ۙ فرمایا تم یہ ہرگز نہ کہو وَاحَرَبَاہُ یعنی ہائے
مصیبت، بلکہ یہ کہو وَاطْرَبَاہُ (واہ خوشی) کیونکہ میں اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم
کے دیدار اور صحابہ کرام کی ملاقات کے لیے جا رہا ہوں یہ مصیبت اور غم کا موقع
نہیں بلکہ مسرت و شادمانی کا مقام ہے۔

۵۔ آج چھوٹے نہ سبائیں گے کفن میں اسی

قبر کی رات ہے اس گل سے ملاقات کی رات

اسی لیے عارفانِ ذاتِ موت سے ڈرتے ہیں نہ گھبراتے ہیں بلکہ دالہا نہ شوق

کے ساتھ مسکراتے ہوئے موت کا استقبال کرتے ہیں۔

نشانِ مردِ مومن با تو گوئیم
چو مرگ آید تبسم بر لب او

جب کسی صاحبِ حال بزرگ پر شوقِ وصال اور لذتِ جمال کی اضطرابی کیفیت طاری ہوتی ہے تو کبھی نیم جان ہو کر یوں فریاد کرتے ہیں۔

امروز دیگرم در انتظارِ تو شام شد
در انتظارِ محفلِ تو عمرم تمام شد
آمد نمازِ شام و نہ آمد نگارِ من
اے دیدہ پاسدار کہ خوابم خرام شد

(سعدی رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی اے محبوب! آج دوسرے دن بھی تمہارے انتظار میں شام ہو گئی اسی طرح ساری عمر تیرے وصل کے انتظار میں تمام ہو گئی ہے ابھی میرا دوست نہیں آیا لیکن نمازِ شام ہو گئی ہے اے آنکھ گنتی جا کہ کس طرح میری سینہ حرام ہو گئی ہے۔ اور کبھی با دیدہ پر نعم اور بادل پر غم اپنے جذباتِ قلبی کا یوں اظہار کرتے ہیں

خود گشتی ہے مصیبتِ ہستی حجابِ رُوئے دوست
نو گرفتارِ محبت ہائے کس مشکل میں ہے

حضرت امام ربانی مجددِ الف ثانی قدس سرہ شوقِ وصل اور سوزِ فصل کی انہی ملی جلی کیفیات سے سرشار ہو کر اپنے مُرشدِ برحق کی بارگاہ میں عرض گزار ہیں کہ ”آرزوئے موت پیدا شد“ یعنی وصالِ الہی کی حقیقی لذتوں سے شاد کام ہونے کا شوق اس قدر بڑھ چکا ہے کہ اب اس دنیا میں رہنے کی بجائے آخرت کی آرزو غالب آگئی ہے۔

بیتنا

- دریائے محیط (بڑے سمندر) سے مراد عالم و جب کی وسعت کا مشاہدہ ہے۔
- رستی کے ساتھ مضبوط باندھے ہونے کا مطلب رُوح کے ساتھ بدنِ عنصری کے تعلقات ہیں۔
- دریا میں نہ گرنے اور رستی نہ ٹوٹنے سے مراد یہ ہے کہ رُوح ابھی تک جسمانی تعلقات سے کُلیتہً آزاد نہیں ہوئی یعنی رُوح اگرچہ عالم و جب کے مشاہدے میں مصروف ہے لیکن حیاتِ ظاہری ابھی اتصالِ رُوح کی راہ میں حجاب ہے۔
- آپ کا یہ ارشاد ”کہ ذوق کے انداز پر مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دل میں کوئی خواہش نہیں رہی“

اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مشاہدہ مذکورہ کے بعد آخر میں آپ کو فنا کی حقیقی حاصل ہو گئی اور آپ نے وصلِ حقیقی کا مرتبہ پالیا۔ (واللہ اعلم)

متن و جینیذ معلوم گشت کہ النون حقیقۃً صفات را
باصل دادمی ۔

ترجمہ : اور اس وقت معلوم ہو گیا کہ اب حقیقت میں صفات کو اصل کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مرتبہ و جب میں سیر کے دوران جب صفات کو تعلقات اور خصوصیات سے خالی مشاہدہ فرمایا اور اپنے آپ کو بھی صفاتِ خالی جانا تو اس وقت آپ پر صفات کو اصل کے ساتھ ملا دینے کی حقیقت واضح ہوئی۔

صفات کو اصل کے ساتھ ملانے کا مفہوم سالک جب صفات کو اپنی ذات یا کائنات سے

متعلق دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو بھی صفات (قدرت و علم و ارادہ وغیرہ) سے متصف پاتا ہے اور اپنی صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا پرتو جانتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی صفات کو تعلقات اور خصوصیات سے بالکل خالی مشاہدہ کرتا ہے تو اپنے آپ کو بھی صفات سے خالی دیکھتا ہے تو اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ صفات کے اصل کیساتھ مل جانے کا یہی معنی ہے اور یہی صفات بقلیہ و جوبیہ کا مشاہدہ ہے اور یہی توحیدِ خاص ہے اور یہی مرتبہ فنا ہے حقیقی ہے جہاں پہنچ کر سالک شرکِ خفی سے نجات پاتا ہے کیونکہ شہودِ صفات جزئیہ کے مرتبہ میں پر تو صفات کی وجہ سے سالک اپنے آپ کو صاحبِ لم و قدرت وغیرہ دیکھتا ہے اور یہ کالمین کے نزدیک شرک کی ایک قسم ہے۔ انہی حقائق کی وضاحت کے لیے حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں مشاہدہ توحید کا وہ مرتبہ جس میں صفات (بلا تعلقات و خصوصیات) اصل کے ساتھ ملی ہوئی شہود ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا اور اس وقت مجھ پر فنا ہے حقیقی متحقق ہوتی اور شرک کی کسی دقیق اقسام سے خلاصی میسر ہوتی۔ (واکھ لہ علی ذالک)

ملن و پیش از تجرید از خصوصیات باصل و ادن معنی

نداشت مگر آنکہ بطریق تجرید باشد کما هو حال از باب

التَّجَلَّى الصُّورِي

ترجمہ : اور خصوصیات (تعلقات) سے الگ ہونے سے پہلے صفات کو اصل کے ساتھ جاننے کی کوئی حقیقت نہیں ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ مجاز کے طور پر ہو جیسا کہ تجلیِ صوری کے مقام والوں کا حال ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس ستر فرماتے ہیں کہ صفات کے تعلقات سے الگ ہونے سے پہلے صفات کو اصل کے ساتھ ملا دینے کا دعویٰ حقیقت پر مبنی نہیں۔ البتہ مجازاً ایسا کہا جاسکتا ہے جیسا کہ تجلی صوری کا مشاہدہ کرنے والوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم نے صفات کو اصل کے ساتھ ملا دیا ہے حالانکہ ان کا یہ دعویٰ بالکل بے معنی ہے کیونکہ صفات کو اصل کے ساتھ ملا ہوا مشاہدہ کرنا فناء حقیقی پر موقوف ہے اور صاحبان تجلی صوری فناء حقیقی سے مشرف نہیں ہوتے۔

حضرت حق جلّ و علا کو صورت تمثیلی یا وجود جہانی کی صورت میں اس طرح دیکھنا کہ سالک کو یقین آجائے کہ میں واقعی حق سبحانہ کو دیکھ رہا ہوں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ابتداء میں تجلی بصورت نارنگی پھر آخر میں انہوں نے یہ بھی پہچان لیا کہ اس صورت میں کون تجلی ہے اس کو تجلی آٹاری بھی کہتے ہیں اس تجلی میں اہل ترین تجلی صورت انسان میں ہوتی ہے کیونکہ انسان ہی مظہرِ کامل ہے۔

حضرت خواجہ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام رشحات

میں ہے :

بدانکہ سالکانِ راہ حق را سبحانہ تجلیاتِ صوری می بینند و آن
 آثار نسبت دارد و بتجلیاتِ نوری می بینند و آن بافعال نسبت دارد و بہ
 تجلیاتِ معنوی می بینند و آن بصفات نسبت دارد و بہ تجلیاتِ ذوقی
 می بینند و آن بذات نسبت دارد و در تجلیاتِ صوری کہ آثار نسبت
 دارد حق تعالیٰ در صورت جمیع اشیاء بر بندہ تجلی می کند از
 مفردات عنصریات و معادن و حیوانات و افراد انسان

ترجمہ : جاننا چاہیئے کہ راہِ طریقت کے سالکین حق سبحانہ و تعالیٰ کو تجلیاتِ صوری کے ساتھ دیکھتے ہیں یہ آثار کے ساتھ نسبت رکھتی ہے اور تجلیاتِ نوری سے دیکھتے ہیں وہ افعال کے ساتھ نسبت رکھتی ہے اور تجلیاتِ معنوی کے ساتھ دیکھتے ہیں وہ صفات کے ساتھ نسبت رکھتی ہیں اور تجلیاتِ ذوقی سے دیکھتے ہیں وہ ذات سے نسبت رکھتی ہیں اور تجلیاتِ صوری میں جو کہ آثار کے ساتھ نسبت رکھتی ہیں حق تعالیٰ تمام اشیاء کی صورت میں بندہ پر تجلی فرماتا ہے مفردات، عنصریات، معدنیات حیوانات اور افرادِ انسان سے۔

متن وفائے حقیقی این زمان متحقق گشت۔

ترجمہ : اور اس وقت وفائے حقیقی ثابت ہو گئی ہے۔

شرح

فنائیت عدم شعور و احساس کا نام ہے سالک کو جب ذاتِ حق فنائے حقیقی میں اس قدر فنائیت ہو جائے کہ اپنا ہوش بھی نہ رہے تو یہ فنا ہے اور جب اس ہوش نہ رہنے کا بھی ہوش نہ ہو تو اسے فنا الفناء کہتے ہیں۔

ہستی من رفت و خیالش بماند

ایں کہ تو بسینی نہ منم بلکہ دوست

فنا کی عام طور پر دو قسمیں ہیں۔

۱ فنائے ابتدائی

۲ فنائے انتہائی

چنانچہ ان دونوں کے درمیان فنا کی بہت سی اقسام ہیں۔
 ◎ فنائے ابتدائی یہ ہے کہ سالک شہودِ ممکنات سے گذر کر شہودِ ظلالِ صفات تک پہنچ جائے۔

◎ فنائے انتہائی یہ ہے کہ سالک اسماء و صفات اور شئونات و اعتباراتِ ذاتیہ اور مراتبِ شہودِ ظلالِ وجوبیہ کے مرتبوں سے گذر کر ذاتِ حقِ جل و علا تک پہنچ جائے یہ فنائے کمال ہے اس کو عینِ یقین سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی فنائے حقیقی ہے۔

متن بعد ازاں تعینِ خود و نظر آمد و وجہِ خاص خود نیز۔
 ترجمہ اس کے بعد اپنا تعین اور اپنی وجہِ خاص بھی نظر آئی۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے مُرشدِ بزرگوار کی خدمتِ اقدس میں عرض گزار ہیں کہ میں نے سیرِ عالم و جوب کے دوران اپنے تعین اور اپنی وجہِ خاص کو مشاہدہ کیا۔
 کسی شخص کے ذاتی تشخص اور اس کے وجودِ خاص کو اس کا تعین کہا جاتا ہے۔

شخص واحد کے اسمِ مرتبی کی تجلیات کا پر تو جو اس شخص کی حقیقتِ عذمیہ کے ساتھ مُتتَرَج (ملا ہوا) ہو اس کی وجہِ خاص کہلاتا ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے تعین کو پُرانے پھٹے ہوئے کپڑے کی مانند دیکھا جس کو کسی شخص نے پہنا ہوا ہو۔ اس شخص کو میں نے اپنی وجہِ خاص جانا لیکن یہ امر حقانیت کے طور پر متصور نہیں ہوا یعنی یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حقیقت میں بھی یہ میری وجہِ خاص ہے یا نہیں۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص کے اُوپر متصل ہی
 بقیہ نمبر ۲ ایک باریک پوست (کھال) نظر آیا اور میں نے اپنے آپ کو
 اس کھال کا عین معلوم کیا اور تعین کے اس کپڑے کو میں نے اپنے آپ سے بیگانہ
 دیکھا اور جو نور کہ اس کھال میں تھا نظر آیا کچھ دیر کے بعد وہ نور بھی نظر سے غائب ہو
 گیا اور یہ پوست اور کپڑا بھی نظر سے ہٹ گیا اور وہی جہالت (نسیان ماسومی اللہ)
 باقی رہ گئی۔

آپ کا یہ فرمان دراصل بیان واقعہ ہے اور اس کی تعبیر بھی آپ خود ہی
 ارشاد فرما رہے ہیں۔

حضرات صوفیائے کرام کی اصطلاح میں واقعہ اس امر کو کہا جاتا ہے
 جو سالک کے قلب میں واقع ہو۔ خواہ بیداری کی حالت میں ہو
 یا نیند کے عالم میں لیکن یہ ضروری ہے کہ اس وقت سالک کے حواس ظاہری معطل
 ہوں۔ یاد رہے کہ صوفیاء کرام واقعات کے مشاہدے میں نیند کے محتاج نہیں ہوتے
 کیونکہ وہ مشغولیتِ اذکار اور محویتِ مراقبات کی وجہ سے سد و دُکھ اس ہو جاتے ہیں
 ان کے ظاہری حواس دنیا کی طرف سے بند ہو جاتے ہیں اور باطنی حواس خالق کی طرف
 کھل جاتے ہیں۔ پھر پردہ غیب سے ان پر القا و الہام کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے
 ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُوْثِقُہٗ مِّنْ تَشَآءٍ۔

متن و آن آنست کہ این صورتِ مذکورہ عینِ ثابتہ است

کَالْبَرْزَخِ بَيْنَ الْوُجُوبِ وَالْاِمْتِکَانِ

ترجمہ ۱ اور اس واقعہ کی تعبیر جو کچھ علم میں آئی یہ ہے کہ صورتِ مذکورہ (تعیین)
 عینِ ثابتہ ہے جو وجوب و امکان کے درمیان برزخ واسطہ کی مانند ہے۔

شرح

تعبیرات واقعہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس واقعہ کی تعبیرات کو خود اس مکتوب میں بیان فرما کر اپنے مُرشدِ برحق سے استدعا کی ہے کہ اس بیانِ تعبیر کی صحت و غلطی پر بندہ کو مطلع فرمایا جائے تاکہ تسکین و اعتمادِ قلبی حاصل ہو جائے۔ (آپ کی یہ استدعا بر سبیل انکسار ہے)

چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ واقعہ میں جو کچھ دیکھا گیا ہے یہ اعیانِ ثابۃ کا شہود ہے۔

◎ واقعہ میں آپ نے جس شخصِ لابس (پھٹے پُرانے کپڑے والا) کو دیکھا اس سے مراد اسمِ مرتبی کی تجلیات ہیں اور لابس سے مراد اس شخص کی حقیقتِ عَدَمی ہے اور وہ باریک پُست (کھال) جو کپڑے اور نور کے درمیان تھا وجود و عدم کا مقامِ برزخیت ہے کہ نور سے اشارہ عالمِ وجوب کی طرف ہے اور کپڑے سے مراد عدم ہے۔

اعیانِ ثابۃ عَدَماتِ متقابلہ و صُورِ علمیہ جو مرتبہ اولیٰ میں اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود تھیں لیکن خارج میں ان کا وجود نہ تھا مرتبہ ثانی میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق کے انعکاس نے انہیں خارج میں بھی موجود کر دیا، اعیانِ ثابۃ کہلاتی ہیں یعنی حقیقتِ کائناتِ عدم اور پر تو صفات سے مرکب ہے کیونکہ عدم وجودِ خارجی نہیں رکھتا تھا جب اس کے ساتھ صفت کا ملاپ ہوا تو وجودِ خارجی پیدا ہو گیا پس اعیانِ ثابۃ اپنے وجودِ خارجی سے پہلے عَدَمات و صفات کے متزاج کے مرتبہ کا نام ہے اور ممکنات کا وجودِ خارجی اس کے وجودِ علمی کا ظل ہے۔

اعیانِ ثابۃ اور حضرت ابنِ عربی قدس سرہ حضرت شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی قدس سرہ اور ان کے مؤیدین صوفیائے وجودیہ فرماتے ہیں اَلْاَعْيَانُ مَا شَمَتَتْ

رَآئِحَةُ الْوُجُودِ یعنی اعیان ثابتہ اور موجودات علمی نے وجود خارجی کی خوشبو کو بھی نہیں سونگھا ان کا مسلک یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ کے سوا خارج میں کوئی شے موجود نہیں اور صفات ثنائیہ حقیقتہ بھی وجود خارجی نہیں رکھتیں بلکہ صفات عین ذات ہیں اور ان کے نظریہ ہمہ اُوست کی یہی بنیاد ہے۔

اعیان ثابتہ اور حضرت امام ربانی قدس سرہ
حضرت امام ربانی
رحمۃ اللہ علیہ اور

آپ کے مؤیدین صوفیائے شہودیہ کے نزدیک ممکنات خارج میں موجود ہیں اور صفات ثنائیہ حقیقیہ بھی وجود خارجی رکھتی ہیں اور ذات سے خارج میں متمیز ہیں اور وہ تمیز بھی ہمارے اور اک سے ور ہے آپ کے نزدیک اعیان ثابتہ ان حقائق ممکنات کا نام ہے جو عدات متقابلہ اور انعکاسات صفات کاملہ کے ظلال سے وجود پذیر ہوئے ہیں چونکہ تمام ممکنات علم سے بنے ہیں اور عدم محض ظلمت و شر ہے اسی لیے ممکنات عالم وجوب سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے اور نہ ہی ممکنات عین ذات ہو سکتے ہیں۔
تَعَالَى اللَّهُ عَنْ ذَٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا ان کے نظریہ ہمہ اُوست کی یہی بنیاد ہے۔
(تفصیل کے لیے دفتر دوم مکتوب اول ملاحظہ فرمائیں)

واضح ہو کہ صوفیائے وجودیہ نے صفات ثنائیہ کے وجود خارجی کا
بلیغ نمبر ۳ اس لیے انکار کیا ہے کہ ابتدائی مرتبے میں مراتب وجوب کے

مشاہدے کے دوران بسبب ضعف بصیرت انہیں صفات مشہود نہیں ہوتیں۔ اسی بنا پر وہ سرے سے صفات کے وجود خارجی کا انکار کر دیتے ہیں لیکن جب ان کی بصیرت ذاتی تجلی کے نور سے منور ہوتی ہے تو پھر انہیں صفات ذات سے الگ مشہود ہوجاتی ہیں ثابت ہوا کہ توحید وجودی کے مرتبے میں عالم وجوب کی تجلیات سالک کی بصیرت کو مغلوب کر دیتی ہیں اور توحید وجودی غلبہ احوال کو سر ہی کا نتیجہ ہے۔

متن بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق
ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی عنایات اور اس کے خاص بندوں کی توجہات کے
بغیر اعمال نامہ سیاہ ہی رہتا ہے خواہ فرشتہ کیوں نہ ہو۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے مرشد بزرگوار علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض
پر داز ہیں کہ واقعات و واردات کی تعبیر و تاویل میں آپ کی طرف اس لیے رجوع
کرتا ہوں تاکہ آپ کی وضاحت اور نشاندہی سے ان امور کے ساتھ یقین پیدا
ہو جائے کیونکہ آپ کی بلند توجہات کے بغیر کام بے حد مشکل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی
عنایات کے بعد اس کے نیک اور خاص بندوں کی توجہات قدسیہ ہی منزل مقصود
تک پہنچنے کے لیے وسیلہ بنتی ہیں حتیٰ کہ فرشتوں کا اعمال نامہ بھی سیاہ ہی رہتا ہے
جب تک کہ خاصان حق کی عنایات کریمانہ شامل نہ ہوں آپ نے اس امر کا اظہار
ایک شعر کی صورت میں فرمایا ہے اور اہل کشف کے نزدیک یہ حقیقت نفس الامری میں
ثابت ہے کہ مقربین ذات کے فیوض و برکات انسانوں اور جنوں کے علاوہ فرشتوں
کو بھی حاصل ہوتے ہیں لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا جواب دینا ضروری
معلوم ہوتا ہے۔

سوال جب فرشتے معصوم ہیں از کتاب محصیت بھی نہیں کرتے نیز اپنے
مقامات سے آگے عروج و ترقی بھی ان کے لیے ثابت نہیں تو پھر
ان کو خاصان حق کی عنایات کی کیا حاجت ہے ؟

جواب بلاشبہ فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتے مگر تقصیر اور ترکِ اولیٰ
ان سے ممکن ہے جیسا کہ حکایت ہے کہ خواجہ جہاں حضرت خواجہ

عبدالخالق عجدوانی قدس سترہ کی مجلس شریف میں ایک خوب و نوجوان حاضر ہوا اور اپنی حاجت پیش کی۔ حضرت خواجہ نے فوراً دست دعا اٹھائے اور اس کے لیے نہایت عاجزی کے ساتھ دعا فرمائی وہ خوبصورت جوان بہت خوش ہوا اور اجازت لے کر رخصت ہو گیا۔ مجلس میں حاضر کسی محرم راز نے اس معاملے کی وضاحت پوچھی تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ چوتھے آسمان کا فرشتہ تھا کسی تقصیر یا ترکِ اولویت کی وجہ سے اس کو آسمان سے دنیا کی طرف اتار دیا گیا تھا آج اللہ تعالیٰ نے کمال کطف و کرم سے اس فقیر کی دعا اس کے حق میں قبول فرمائی ہے اور اس کو دوبارہ چوتھے آسمان میں اس کے مقام پر فائز کر دیا گیا ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی طرف احتیاج رکھتے ہیں۔ لہ

متن دیار نے کہ اینجا تعلیم ذکر گرفتہ اند اکثر بطریق رابطہ مشغول اند۔

ترجمہ : اور جن یاروں نے یہاں (سرہند شریف) ذکر کی تعلیم حاصل کی ہے ان میں سے اکثر طریقِ رابطہ میں مشغول ہیں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سترہ کی خدمت میں جو مریدین سلوک کی تفصیلی سیر کیلئے حاضر تھے آپ ان کی استعداد کے بارے میں اپنے مُرشدِ برحق کی خدمت میں رقم طراز ہیں کہ ان طالبوں کی اکثریت طریقِ رابطہ میں مشغول ہے۔

رابطہ سے مراد یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کی صورت کو اپنے دل یا طریقِ رابطہ خیال میں محفوظ رکھے اس طرح کہ شیخ کا تصور اس پر غلبہ کر جائے جب یہ رابطہ بڑھ جائے اور ہر طرف شیخ کی صورت نظر آئے تو اسی کو فنا

فی الشیخ کہتے ہیں اسی طریق رابطہ کو تصور شیخ اور شعل برزخ بھی کہا جاتا ہے۔
 اثبات طریق رابطہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے فرمایا کہ "سایہ رہبر بہ است از ذکر حق" یعنی رابطہ کا طریقہ ذکر سے زیادہ مفید ہے۔

○ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ "صاحب این معاملہ مستعد تمام المناصب است" یعنی صاحب طریق رابطہ صاحب استعداد اور کامل مناصب کا حامل ہوتا ہے۔

○ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے طریق رابطہ کے ثبوت پر دلائل بھی پیش فرمائے ہیں۔

○ قرآن پاک میں فرمایا گیا کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَؕ یعنی صادقین (سچوں) کے ساتھ صحبت رکھو اور یہ کیونیت اور صحبت دو قسم پر ہے کیونیت ظاہری اور کیونیت باطنی۔ طریق رابطہ کیونیت باطنی ہی کا نام ہے۔

○ طریق رابطہ (تصور شیخ) کے ثبوت میں مندرجہ ذیل حدیث بھی دلیل ہے
 قَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَأَنِّي أَنْظَرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْكِي نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِؕ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ گویا میں دیکھتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کہ آپ حکایت فرماتے ہیں حال ایک نبی کا منجملہ انبیاء کے۔

اس حدیث کا یہ جملہ "گویا میں دیکھتا ہوں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت (غائب کو خیال نظر سے مثل حاضر کے دیکھنا) کی طرف اشارہ ہے جو حقیقت

ہے طریق رابطہ اور تصویرِ شیخ کی یہ حالت کبھی خود بخود طاری ہو جاتی ہے اور کبھی تکلف کے ساتھ پیدا کی جاتی ہے۔

بلیکات

تصویرِ شیخ کے فوائد تصویرِ شیخ کے بے شمار فوائد ہیں۔

پہلا فائدہ تصویرِ شیخ سے وحدتِ خیال کی مشق ہوتی ہے اور وحدتِ خیال کے حصول کے ذریعے ذاتِ احدیت کے مشاہدے کی راہ کھلتی ہے۔

دوسرا فائدہ تصویرِ شیخ باطنی مناسبت کے حصول کا مؤثر ذریعہ ہے مبتدی طالبِ ابتدائی مرحلے میں عالمِ وجوب کے ساتھ کسی قسم کی مناسبت نہیں رکھتا بلکہ عالمِ وجوب میں قدسیت محض ہے اور طالب میں بشریت محضہ ”چہ نسبت خاک را بعالہ پاک“، لیکن شیخِ کامل ”قدسیت و بشریت“ دونوں کا جامع ہوتا ہے، اس کے باطن میں قدسیت کی نسبت ہوتی ہے اور ظاہر میں بشریت کا رنگ۔ لہذا طالبِ بشریت کی بنا پر شیخ کے ساتھ یک گونہ مناسبت رکھتا ہے۔ نبیاء کو بشریت کے ساتھ مبعوث فرمانے میں بھی یہی حکمت کار فرما ہے کہ مخلوق خدا بشریت کی نسبت سے ان سے فیوض لے سکے۔ (واللہ اعلم)

◎ قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد مصنوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوباتِ قدسیہ میں فرماتے ہیں کہ ہر سالک قبورِ اولیاء سے استفادہ نہیں کر سکتا یہ سعادت اس سالک کو حاصل ہوتی ہے جو فنائے قلب سے مشرف ہو کیونکہ فنائے قلب سے پہلے اس

میں عدمِ مناسبت کی بنا پر استفادہ کی استعداد نہیں ہوتی۔
تیسرا فائدہ تصویرِ شیخ سے طالبِ صادق ہر جگہ شیخ کو اپنے ساتھ ملاحظہ کرتا ہے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے نقمنے سے تصویرِ حضرت یعقوب علیہ السلام کے سبب سے نجات پا گئے تھے معلوم ہوا کہ نسبتِ رابطہ سببِ نجات ہے۔

نسبتِ رابطہ (تصویرِ شیخ) باطنِ شیخ سے انوار و تجلیات اور
چوتھا فائدہ فیوض و برکات حاصل کرنے کا وسیلہ ہے جب طالب نسبتِ رابطہ قائم کرتا ہے تو شیخ کے لطائفِ باطنیہ سے اس کے لطائفِ پر انوار و تجلیات منعکس ہوتے ہیں کیونکہ فیوضِ انعکاسی ہوتے ہیں حضرت امام ربانی مجددِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

نسبتِ رابطہ ہمارے شمارِ ابا صاحب رابطہ میدارد و واسطہ فیوض
 انعکاسی می شود شکر این نعمتِ عظمیٰ بجا باید آورد

یعنی رابطہ کی نسبت تم کو ہمیشہ صاحبِ رابطہ کے ساتھ رکھتی ہے اور شیخ کے فیوض و برکات کے پر تو کا واسطہ ہے اس جرمی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیئے۔

آپ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ تصویرِ شیخ، مُرشد کے کمالات کے جذب کا واسطہ ہے۔

رابطے کے طریقے

تصویرِ شیخ کے کئی طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ مُرید ہر تصور اور خیال سے اپنے دل کو خالی کر ڈالے نہ کھیں
بند کر لے اور شیخ کی محبت کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ
سمجھتے ہوئے شیخ کو اپنے سامنے بیٹھا ہوا تصور کرے اور اس کے لطیفہ قلب سے
اپنے لطیفہ قلب میں فیض آتا ہوا دیکھے۔

دوسرا طریقہ اپنے شیخ کی صورت اپنے دل کے آئینے میں
ملاحظہ کرتا رہے۔

تیسرا طریقہ شیخ کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان محبت اور
تعظیم کے طور پر خیال کرتا رہے اگرچہ بظاہر شیخ دُور بھی ہو اس
کی صورت بھی وہی فائدے دے گی جو اس کی صحبت فائدہ دیتی ہے۔

چوتھا طریقہ مُرید اپنا وجود شیخ کے وجود میں گم کر دے اور اپنے آپ کو
عین شیخ تصور کرے بعض اوقات مُرید غلبہ محبت شیخ کی وجہ
سے شیخ کے افعال و اقوال اور آثار و حرکات بھی اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہے اور
اس کی طبیعت میں سے "اَنَا الشَّيْخُ" کی آواز آنے لگتی ہے۔

حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمۃ اسی منزل میں اپنے شیخ کے متعلق لکھتے ہیں
خسروین سہاگ کی سوئی میں پی کے سنگ
تن مورا سن پی کا ہو یا دونوں ایک ہی انگ

• متن روزے فرمودہ بُوند در میان واقعہ از وقائع کہ اگر
نہ معنی محبوبیت درومی بُود توقف بسیار در وصول بمقصد
واقع میشد و محبوبیت اور نسبت بہ عنایت خود ہم بیان
نمودہ بودند۔

ترجمہ: حضرت اقدس (مرشدِ برحق) نے ایک دن واقعات میں سے کسی واقعہ کے درمیان فرمایا تھا کہ اگر اس (شیخِ مجدد) میں محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو اس کو مقصود تک پہنچنے میں بہت توقف (دیر) واقع ہوتا اور اس (شیخِ مجدد) کی محبوبیت کی نسبت اپنی عنایت کے ساتھ ہونے کے بارے میں بھی فرمایا تھا۔

شرح

مسطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں اپنے متعلق آپ کا ایک فرمان نقل کر رہے ہیں کہ حضورِ والا نے میرے متعلق فرمایا تھا کہ اگر اس میں محبوبیت کا معنی نہ ہوتا تو وصولِ الی اللہ میں بہت دیر ہو جاتی چونکہ اس میں محبوبیت کا تحقق ہے اس لیے جذب کے راستے خدا تک جلدی پہنچ گیا ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہماری عنایات و توجہات بھی اس کی محبوبیت میں شامل ہیں۔

اس فرمان سے معلوم ہوا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ درجہ محبوبیت پر فائز اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شانِ محبوبی سے سرفراز ہیں۔ یہ مقام حُبِ حقیقی کا مرتبہ ہے حدیثِ قدسی کُنْتُ دَرَجَہً مَحْبُوبِیَّتٍ کُنْزًا خَفِیًّا فَاحْبَبْتُ اَنْ اَعْرِفَ کے مطابق یہاں حُبِ ظہور و توجہ بہ خلق رُو نما ہوئی۔

سَرَّحْتُ اِذْ لٰی دَرہِمَ اَشِیاءٍ سَارِیَّتْ
وَرَنَہُ بَرَّکُلْ نَزَوَی بُلْبُلٌ نَالَانِ سَرِیَاد

حقیقتِ محبت تمام محبتوں اور محبوبوں میں جاری و ساری ہے، محبت و محبوبیت لوازمِ حقیقتِ محبت سے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

سرِ حلقہٴ محبان حضرت کلیم اللہ است علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام و سرگروہٴ محبوبان حضرت خاتم الرسل است علیہ وعلیہم
الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات وبتبعیت ووراثتِ این صفا
دولت ان ہر کر اباین دو مقام مشرف سازند

ترجمہ : محبوبوں کے سردار حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور محبوبوں کے
سرتاج خود حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات
ہیں۔ باقی جس کو بھی یہ دو مقام (محبت یا محبوبیت) عطا ہوئے انہی
بزرگوں کی نیابت اور وراثت کے طور پر حاصل ہوئے ہیں۔

واضح ہو کہ محبوبیت مطلقہ خاصہ سر و عالم
اولیائے محبوبین علی اللہ علیہ وسلم ہے بعض اولیائے کرام کو آپ
کی متابعت و وراثت کی برکت سے یہ مرتبہ محبوبیت عطا ہوا ہے جن میں
حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت نظام الدین دہلوی محبوب الہی
حضرت خواجہ سید بہاؤ الدین محمد اویسی بخاری المعروف شاہ نقشبند اور حضرت
امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہم سر فرست ہیں۔
ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَن یَّشَآءُ۔

امام ربانی محبوبِ بجا ہیں

زیر نظر مکتوبِ گرامی سے واضح ہوا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ
علیہ نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو ”محبوب“ کے لقب سے نوازا۔ ایک
مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا ہے :

”میرا طریقِ سبحانی ہے کیونکہ میں تنزیہ کی راہ سے خدا تک پہنچا ہوں۔“

نیز آپ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی حیثیت سے بھی محبوبِ خدا جل و علا ٹھہرتے ہیں۔ آپ کے اس ارشاد سے آپ کا سبحانی نسبت کا حامل ہونا بھی معلوم ہوا اس لیے آپ کو ”محبوبِ سبحانی“ کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔
(واللہ اعلم)

دفترِ اول - مکتوب (۱۵)

مکتوبِ بانیہ

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باری اللہ ہدی مدظلہ العالی



موضوعات

کیفیاتِ عروج و نزول ، مقامِ جمع و مقامِ فرق
روح و نفس کی بحث ، اربابِ قلوب
عزیز متوقف سے کون مراد ہے؟



مکتوب - ۱۵

متن عرضداشت حاضر غائب واجد فاقد مُقبل مُعترض
آنکہ مدتہا اور امی جُست خود رami یافت بعد ازان کار اُوبا نجا
انجامید کہ اگر خود رami جُست اُور امی یافت اکنون اُو
را گم کرد اما خود رami یابد با وجود گم کردن جو یائے اُو
نیست و با تحقق نقد ان خواہان اُونہ۔

ترجمہ: اس حاضر (موجود) غائب (غیر حاضر) واجد (پانے والا) فاقد (نہ پانے والا)
مُقبل (متوجہ) مُعترض (منہ پھیرنے والا) کی گزارش یہ ہے کہ یہ خادم مدتوں اس مطلوب
حقیقی کو ڈھونڈتا تھا تو اپنے آپ کو پاتا تھا اسکے بعد اس خادم کا کام اس مقام تک
پہنچ گیا کہ اگر اپنے آپ کو ڈھونڈتا تو اس کو پاتا تھا اب اس کو گم کر چکا ہے لیکن اپنے
آپ کو پاتا ہے۔ گم کرنے کے باوجود اس کا متلاشی نہیں اور گم کر دینا ثابت ہو
جانے کے باوجود اس کی خواہش کہنے والا نہیں۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں عارف کے مقامات عروج و نزول کے مناسب احوال
اور بعض پرشیدہ اُسرار کا بیان ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے مقام و
کیفیات عروج و نزول احوال کی وضاحت فرماتے ہیں کہ یہ خادم

آجکل عروج و نزول کی کیفیات سے جتنہ پارہا ہے اسی لیے کبھی حاضر، کبھی غائب، کبھی واجد، کبھی فاقد، کبھی مقبل اور کبھی معرض ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ عارف جب اپنے مبداء فیض تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو اس وقت اس کا نفس نزول کرتا ہے اور اس کی رُوح عروج کرتی ہے۔ اس وقت عارف رُوح کے اعتبار سے حاضر، واجد اور مقبل ہوتا ہے اور نفس کے اعتبار سے غائب، فاقد اور معرض ہوتا ہے کیونکہ عروج کی حالت میں اس کی رُوح کی توجہ عالم وجوب کی طرف ہوتی ہے اور نزول کی حالت میں عارف کا ایمان باعتبار نفس کے ایمان بالغیب ہوتا ہے اور باعتبار رُوح کے ایمان بالمشاہدہ ہوتا ہے۔

نیز آپ کا یہ فرمان ”کہ مدتوں مطلوب کو ڈھونڈتا تھا تو اپنے آپ کو پاتا تھا“ یہ مرتبہ نزول کی کیفیت کا بیان ہے اور یہ فرمان ”کہ اگر اپنے آپ کو ڈھونڈتا تو اس کو پاتا تھا“ یہ مرتبہ عروج کی کیفیت کا بیان ہے کیونکہ عارف کے لیے عروج کی حالت میں عالم امکان فراموش رہتا ہے اور عالم وجوب شہود ہوتا ہے اور نزول کے وقت اس کا ایمان شہودی ایمان غیبی کے ساتھ تبدیل ہو جاتا ہے اسی بنا پر آپ نے فرمایا ہے کہ ”اب اس کو گم کر چکا ہے لیکن اپنے آپ کو پاتا ہے اور گم کر دینے کے باوجود اس کا متلاشی نہیں“ یعنی اب عروج کے بعد نزول کے مرتبے میں آگیا ہوں اور یہاں آکر عدم طلب کا احساس اس امر کا عجز ہے کہ وصل کا مرتبہ حاصل ہو چکا ہے (کیونکہ وصل کے بعد طلب نہیں رہتی) اب یہاں عارف دعوتِ خلق کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔

متن از رُوئے علم حاضر و واجد و مقبل ست و از

رُوئے ذوق غائب و فاقد و معرض ظاہر ش بقاست

و باطنش فنا در عین بقا فانی ست و در عین فنا باقی لیکن
فنا علمی ست و بقا ذوقی۔

ترجمہ: علم کے اعتبار سے حاضر موجود و ابد پانے والا اور مٹنے والا متوجہ ہے اور ذوق کے اعتبار سے غائب غیر حاضر، فاقہ نہ پانے والا اور معرض منہ پھیرنے والا ہے۔ اس کا ظاہر بقا ہے اور اس کا باطن فنا، عین بقا کی حالت، میں فنا ہے اور عین فنا کی حالت میں باقی ہے لیکن فنا علمی ہے اور بقا ذوقی۔

شرح

آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس وقت عالم وجوب کا مشاہدہ ثابت نہیں اور ذوق حال کے اعتبار سے غیبی و غائب ہے مگر چونکہ سابقہ علم کا حضور موجود ہے اور مراتب وجوب کے سابقہ شہود کو از روئے علم جانتا ہوں لیکن از روئے ذوق حال وہ سابقہ شہود موجود نہیں ہے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ ”ظاہر بقاء ہے اور باطن فنا“، یعنی آپ اپنی حالت یوں بتاتے ہیں کہ نفس کے اعتبار سے تو میں صفات باری تعالیٰ کے انعکاس سے رنگین ہوں اور عالم خلق کی طرف نزول کر چکا ہوں (یعنی مرتبہ بقا میں ہوں) لیکن روح کے اعتبار سے فانی اور شہود ممکنات سے بے خبر ہوں (یعنی مرتبہ فنا میں ہوں) لیکن فنا کے علمی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نفس کے اعتبار سے اس وقت فنا میرے علم میں ہے اور فنا کی حالت گزر چکی ہے اور بقا ذوقی ہے یعنی انعکاس صفات سے رنگین ہوں اور اخلاق اللہ سے مستحق ہوں۔

ملن کار و بارش بہ ہبوط و نزول قرار یافتہ و از صعود

و عروج باز ماندہ و ہم چنانکہ اُور از قلب بقلب قلب
 بردہ بودند اکنون باز از مُقلب قلب در مقام قلب فرود
 آوردند با وجودِ تخلص روح از نفس و خروج نفس بعد
 از اطمینان از غلباتِ انوارِ روح اورا جامع ہر دو جہتہ
 روح و نفس ساختہ اند و بہ برزخیتِ این جہتین اورا مشرق
 گردانیدہ اند استفادہ از فوق و افادہ بہ تحت اُورامعاً
 بواسطہ حصولِ این برزخیت عطا فرمودہ اند در عین استفادہ
 مفیدست و در عینِ افادہ مستفید۔

ترجمہ: اس حضرت مجددِ قدس شرفاً کا معاملہ، مہبوط و نزول پر ٹھہر چکا ہے اور صعود و
 عروج سے رُک گیا ہے اور جس طرح کہ اس کو مقامِ قلب سے مُقلبِ قلب (قلب کو
 پھیرنے والے یعنی حق تعالیٰ کی طرف لے گئے تھے اب پھر مُقلبِ قلب (حق تعالیٰ
 کی طرف سے مقامِ قلب میں نیچے لے آئے ہیں۔ روح کے نفس سے آزاد ہو جانے
 اور نفس کے مطمئنہ ہو کر انوار کے غلبوں سے نکلنے کے باوجود اس حضرت مجدد
 قدس شرفاً کی روح کو روح و نفس کی دونوں جہتوں (طرفوں) کا جامع بنایا ہے اور
 اس کو ان دونوں جہتوں کی برزخیت کے ساتھ مشرق فرمایا گیا ہے اور اس برزخیت
 کے حاصل ہونے کی وجہ سے فوق اپنے سے اُوپر کے مقام والوں سے فائدہ حاصل
 کرنا اور تحت اپنے سے مقام والوں کو فائدہ پہنچانا یہ دونوں امور کیسا عطا فرمائیے
 ہیں فائدہ حاصل کرنے کی حالت میں فائدہ پہنچانے والا بھی ہے اور فائدہ پہنچانے
 کے وقت فائدہ حاصل کرنے والا بھی ہے۔

شرح

مستطوریہ بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے مقام و حال کی خبر دے رہے ہیں کہ اس فقیر کا معاملہ صعود و عروج سے رُک گیا ہے اور اب مہبوط و نزول پر ٹھہر گیا ہے یعنی مقام قلب پر استقرار ہے۔

یہاں صعود و عروج سے مراد عالم بالا کی طرف اُپر جانا اور اسما و صفات الہیہ میں سیر و واقع ہونا ہے اور مہبوط و نزول سے مراد نیچے آنا اور سند دعوت و ارشاد پر متمکن ہو کر مخلوق کی تکمیل و ہدایت کے لیے متوجہ ہونا ہے اور یہ (مہبوط و نزول تکمیل کا مرتبہ ہے جہاں سالک و ثبات نبوت کے منصب سے شاد کام ہوتا ہے۔

مُقلب قلب (دل کے پھیرنے والا) سے مراد ذاتِ حق تعالیٰ یا عارف کا اہم مُرتبی ہے۔

مقام قلب سے مراد شہودِ عالم اور مقام فرق بعد الجمع ہے۔

سالک کی رُوح اور نفس کی دونوں جہتوں کے جامع ہونے کا مفہوم

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس فقیر کی رُوح کو اللہ تعالیٰ نے رُوح اور نفس کی دونوں جہتوں کا جامع بنایا ہے اور ان کی برزخیت سے مشرف فرمایا ہے اس فرمان کا مفہوم سمجھنے کے لیے درج ذیل بنیادی نکات کو ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔

◎ رُوح ایک نورانی لطیفہ ہے جس کا اصلی وطن عالم امر ہے جو عرش کے اُپر ہے لہذا کی طرح رُوح بھی ایک مقام پر ٹھہری ہوئی اور ترقی سے رُک کی ہوئی تھی چونکہ

اس کی فطرت میں ترقی اور عروج کی استعداد موجود تھی اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت ازل کا تقاضا ہوا کہ روح ترقی کر کے قرب حق سے مشرق ہو جائے مگر عالم اسباب میں قرب حق مجاہدہ پر موقوف تھا اس لیے مجاہدہ کی منزل عبور کرانے کے لیے روح کو نیچے اتارا گیا اور انسان کے جسم میں نفس کے مد مقابل اس کو جگہ دی گئی اور روح کو نفس کی مخالفت کا حکم دیا گیا چنانچہ روح جب عاصیوں اور نافرمانوں کے جسموں میں داخل ہوئی تو نفس کے غلبے کی وجہ سے نفسانی تقاضوں کے تابع ہو کر نفس میں فانی ہو گئی اور عالم امر کو بھول گئی اور جب صالحین و مقربین کے جسموں میں داخل ہوئی تو اپنے وطن اصلی (عالم امر) کی مناسبت پاکر اسی کی طرف رجوع کر گئی۔

حضرت شاہ شرف بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ روح سے مخاطب ہیں۔

چند باشی از مقام خود جدا

چند گردی در بدرائے بے حیا

یعنی اے روح تو کب تک اپنے مقام سے جدا رہے گی اور اے بے حیا تو کب تک در بدر پھرتی رہے گی۔

چنانچہ صالحین کی روح عروج کے وقت نفس کو اپنے انوار میں جذب کر لیتی ہے اور اپنے ساتھ عالم وجوب کی طرف لے جاتی ہے اور ان کا نفس اپنے مبداء فیض تک پہنچ کر مطمئن ہو کر روح سے جدا ہو کر واپس عالم شہود میں دعوت خلق کیلئے نزول کر لیتا ہے تو اب ایک ہی وقت میں عارف کی روح عالم وجوب سے استفادہ کرتی ہے اور اس کا نفس عالم شہود کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ چنانچہ سالک روح اور نفس کی دونوں جہتوں کا جامع بن جاتا ہے اور دونوں کی برزخیت سے مشرق ہو جاتا ہے گویا فائدہ حاصل کرنے کی حالت میں فائدہ پہنچانے والا بھی ہوتا ہے اور فائدہ پہنچانے کے وقت فائدہ حاصل کرنے والا بھی ہوتا ہے۔ یعنی روح عالم

اُمّ سے متعلق رہتی ہے اور نفسِ عالم شہادت سے مربوط رہتا ہے حضرت امام ربّانی قدس سرّہ نے ان کلمات میں اپنی اسی باطنی حالت اور رُوحانی کیفیت کا اظہار فرمایا ہے۔

حضرت امام ربّانی قدس سرّہ جس مرتبے کا بیان فرما رہے ہیں یہ **بلّیہ نمبر ۱** مرتبہ آپ کو اثنائے سلوک میں حاصل ہوا تھا اور یہ انجامِ کمالاتِ عالیہ سے پہلے کی حالت کا بیان ہے کیونکہ عالمِ دُجوب میں سیرِ عروجی سے فارغ ہونے کے بعد عارف کی رُوح بھی نفس کی طرح نزول کرتی ہے رُوح اور نفس دونوں کا عالم شہود میں نزول کرنا وہ تکمیلی مرتبہ ہے جو دعوت و ارشاد اور کمالاتِ نبوت سے تعلق رکھتا ہے عارف اس مرتبے میں مظہرِ کمالاتِ عالمِ دُجوب ہو جاتا ہے اور صفاتِ الہیہ کے پُر تو سے زمین ہو کر کدوراتِ بشریہ سے پاک ہو جاتا ہے۔

عارفِ رُومی فرماتے ہیں !

ہر کرا جا مر ز عشقے چاک شد
اُوز حص و عیب کل پاک شد

یعنی جو کوئی عشق کے غلبے سے کدوراتِ بشریہ کا لباس چاک کر دیتا ہے وہ ہر قسم کی حرص اور ہر قسم کے عیب سے پاک ہو جاتا ہے۔

بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ حضرت امام ربّانی کو اس مرتبے کی آخری اور تکمیلی منازل پر فائز فرما دیا تھا جس کا اظہار آپ کے دیگر مکتوبات سے ہوتا ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

محذوشتہ سطور میں حضرت امام ربّانی قدس سرّہ نے مقامِ قلب کا ذکر فرمایا ہے صوفیائے مجددیہ علیہم الرحمۃ کے نزدیک مقامِ قلب سے مراد مقامِ فرق بعد اجماع ہے مقامِ جمع و فرق کے بارے میں صوفیاء کرام کے درمیان اختلاف ہے۔

مقام جمع صوفیائے وجودیہ کے نزدیک واجب اور ممکن کو ایک چیز جاننا مقام جمع ہے۔

دوسرے صوفیاء کے نزدیک جمع اس حالت سے مراد ہے جس میں سالک مشاہدہ حق میں مستغرق رہتا ہے اور غلبہ توجہ الی الحق کی بنا پر مخلوق سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز شان تجدد و تحقیق کے بلند مرتبے پر فائز اور حقائق اشیا کے علم سے بہرہ ور تھے۔ اس لیے آپ کے نزدیک رُوح اور نفس کو ایک دیکھنے کا نام مقام جمع ہے۔

مقام فرق صوفیائے وجودیہ کے نزدیک واجب اور ممکن میں امتیاز کا نام مقام فرق ہے۔

دوسرے صوفیاء کے نزدیک سالک کا متوجہ الی الخلق ہونا اور غفلت کو حق کے انوار کا آئینہ نہ سمجھنا مقام فرق ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک رُوح اور نفس کے امتیاز کو مقام فرق کہا جاتا ہے۔

بلیہ نمبر ۲ جب تک نفس رُوح کے انوار میں مستغرق اور مستور رہے تو یہ مقام جمع ہے اور جب نفس مطمئنہ ہونے کے بعد رُوح سے جدا ہو کر دعوتِ خلق کیلئے نیچے آجائے یہ مقام فرق بعد الجمع ہے۔

بحث رُوح و نفس

رُوح رُوح عالمِ امر کی چیز ہے جو غیر مادی ہے عقل انسانی اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي ۚ

مذہب اہل سنت کی رو سے رُوح کی تعریف یہ ہے :
 أَنَّهُ جِسْمٌ مُخَالَفٌ بِالنَّاهِيَةِ لِهَذَا الْجِسْمِ الْمَحْسُوسِ
 وَهُوَ جِسْمٌ نُورَانِيٌّ عَلَوِيٌّ خَفِيفٌ حَتَّى مُتَحَرِّكٌ يَنْفِذُ
 فِي جَوْهَرِ الْأَغْضَاءِ وَيَسِيرُ فِيهَا سَرِيانَ الْمَاءِ
 فِي الْوَرْدِ وَسَرِيانَ الذَّهْنِ فِي الزَّيْتُونِ وَالنَّارِ فِي
 الْفَخِّيمِ ۚ

ترجمہ : رُوح ایک جسم ہے جو اپنی ماہیت کے اعتبار سے اس محسوس جسم
 عنصری کے مخالف ہے وہ جسم نورانی، علوی، ہلکا، زندہ اور متحرک ہے جو تمام اعضا
 جسم میں نفوذ کرتا ہے جسم میں اس کا سریان ایسا ہے جیسے گلاب کے پھول میں پانی
 زیتون میں روغن اور کوئلے میں آگ کا سریان ہے۔
 امام ابو القاسم سیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فَهُوَ أَيْضًا جِسْمٌ وَلَكِنَّهُ مِنْ جِنْسِ الرُّوحِ
 وَلِذَا لَيْكَ يُسَمَّى رُوحًا مِنْ لَفْظِ الرِّيحِ وَنَفْخِ الْمَلِكِ
 فِي مَعْنَى الرِّيحِ ۚ

ترجمہ : اور وہ رُوح بھی جسم ہے مگر ریح یعنی ہوا کی جنس سے ہے اسی وجہ سے اس کو
 رُوح سے موسوم کرتے ہیں جو ریح سے مشتق ہے اور نفخ ملک ریح کے معنی میں ہے۔
 ثابت ہوا کہ رُوح کی پیدائش نفخ ملائکہ سے ہوئی اور ملائکہ کی
 پیدائش نور سے ہے لہذا رُوح ملائکہ سے زیادہ لطیف ہوئی۔
 جیسے جسم انسان کا سانس اس کے جسم سے زیادہ لطیف ہے ایسے ہی ملائکہ کا

بلیۃ نمبر ۳

کاسانس ان کے جسم سے زیادہ لطیف ہے :-

بلیہ نمبر ۴ رُوح جو ہر مجرّد، لطیف اور لامکانی ہے اس کی حقیقت سے کوئی باخبر نہیں، رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تھا کہ اَیْنَ كَانَ رَبُّنَا یعنی ہمارا رب ارض و سما کی تخلیق سے پہلے کہاں تھا تو آپ نے فرمایا: كَانَ فِي عَمَاءٍ یعنی عمار میں تھا، لفظ عمار عَدَمِ بِنِیائی (اندھے پن) پر بولا جاتا ہے، چونکہ لامکان کی حقیقت سمجھنے سے عقل اندھی ہے۔ غالباً لفظ عمار اسی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ مکان کا اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے محال اور منفی ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

مُحَرِّکُ تَنْ رُوحٍ اسْتِ وَمُحَرِّکُ رُوحٍ نُورٍ وَمُحَرِّکُ نُورٍ ذَاتٍ، عزیز من این مقام را کما شیعنی دانستن کمال محال است

بدن کو حرکت دینے والا رُوح ہے اور رُوح کو حرکت دینے والا نور ہے، اور نور کو حرکت و حیات ذاتِ باری تعالیٰ سے ملتی ہے۔ میرے عزیز اس مقام کو کما حقہ سمجھنا محال ہے۔

نفس لفظِ نفس، نفاست یا تنفس سے ہے اس کو نفس بوجہ نفاست و لطافت کے کہا جاتا ہے یا سانس کی آمد و رفت کی وجہ سے۔

اِنَّ النَّفْسَ وَالرُّوحَ مُسْتَمَاهُمَا وَاحِدٌ وَهُُمُ الْجَمْعُ نَوْرٌ ترجمہ: نفس اور رُوح کا معنی واحد ایک ہی ہے اور جمہور کا یہی معنی جمع ہے۔

یوں سمجھیے کہ نفس اور رُوح ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ حدیثِ لیلیٰ البقر سے اس امر کی تائید ہوتی ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي اَخَذَ بِنَفْسِكَ وَفِي رِوَايَةٍ فَقَالَ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ أَرْوَاحَنَا مِثْرِي رُوحٍ كَوَيْ ذَاتِ نَفْسٍ كَبُرَ كَهَا تَهَا جَسَ نِ
 اَبِ كِي رُوحٍ كَوِ كُطْرَا۔ دوسری روایت میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا:
 اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہماری رُوحوں کو قبض کر لیا تھا۔

◎ اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی چیز کو حضرت بلال
 رضی اللہ عنہ نفس سے تعبیر کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم رُوح سے تعبیر فرماتے
 ہیں اس میں تطبیق یوں ہی ممکن ہے کہ رُوح اور نفس کو ایک ہی شئی مانا جائے۔

◎ قرآن حکیم میں بھی رُوح پر لفظ نفس کا اطلاق موجود ہے۔ اَللّٰهُ يَتَّوَفَّا
 اِلَّا نَفْسًا حَيًّا مَوْتَهَا ۝ (اللہ ہی قبض کرتا ہے رُوحوں کو ان کی موت
 کے وقت) آیت مذکورہ میں نفس کا لفظ بولا گیا لیکن مراد رُوح ہے۔

۱۔ جمہور علماء رُوح اور نفس کے اتحاد کے قائل ہیں ان میں تغایر و
 بلیغہ نمبر ۵ اوصاف ہے۔ اولیت کے اعتبار سے تو رُوح ہے یعنی فرشتہ

جب ماں کے پیٹ میں بھونکتا ہے تو رُوح ہے اور بعد میں جب یہ رُوح بدن
 سے عشق کر کے مصابح بدن میں مشغول ہو جاتی ہے تو اسی پر لفظ نفس بولا جاتا ہے
 مطلب یہ ہے کہ قبل از اکتساب اوصاف رُوح پر لفظ نفس بولنا جائز نہیں
 بعد از اکتساب اوصاف جب اس میں غفلت اور شہوت وغیرہ کی صفت پیدا
 ہو جاتی ہے تو اس پر نفس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ نفس کا فعل بھی غفلت اور شہوت
 وغیرہ ہوتا ہے۔

۲۔ واضح ہو کہ نفس کی صفات ذمیمہ کو مجاہدہ اور ریاضت سے
 بلیغہ نمبر ۶ کم یا ختم کیا جاسکتا ہے جب تزکیۂ نفس حاصل ہو جائے اور
 سکون تام و کامل ہو جائے تو یہ نفس مطمئنہ کا درجہ ہے۔

معلوم ہوا کہ رُوح اور نفس کے درمیان فرق باعتبار صفات کے ہے نہ کہ باعتبار ذات کے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

متن معروض میگرددانکہ دست چپ عبارت از مقام قلب ست کہ پیش از عروج بمقلب قلب حاصل ست بعد از ہبوط از فوق کہ بمقام قلب فرودی آئند آن مقام دیگر ست کہ برزخ چپ و راست ست کما ہُوَ الظَّاهِرُ عَلٰی اربابہ و مجذوبان سلوک نا کردہ از ارباب قلوب اندر سیدن بمقلب قلوب وابستہ لسلوک ست

ترجمہ : اس کے بعد عرض ہے کہ دست چپ سے مراد وہ مقام قلب ہے جو کہ مقلب قلب (حق تعالیٰ) کی طرف عروج سے پہلے حاصل ہے۔ فوق سے نزول کے بعد جو مقام قلب میں نیچے آجاتے ہیں وہ ایک دوسرا مقام ہے جو کہ چپ راست کے درمیان برزخ ہے، جیسا کہ اس فن و مقام کے جاننے والوں پر ظاہر ہے اور جن مجذوبوں نے سلوک حاصل نہیں کیا وہ مقام قلب والوں میں سے ہیں (وہ ابھی مقلب قلوب تک نہیں پہنچے ہیں) کیونکہ مقلب قلوب تک پہنچنا سلوک طے کرنے پر موقوف ہے۔

شرح

مُطَوِّرِ بالائیں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے پیر بزرگوار علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بعض اسرار تصوف پر خصوصی تبصرہ پیش کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ صوفیاء کی اصطلاح میں مقام قلب کو دست چپ (بائیں ہاتھ) کے نام سے تعبیر

کیا گیا ہے۔ واضح ہو کہ لفظ مقام قلب کے دو مفہوم ہیں۔
 پہلا مفہوم مقام قلب کا پہلا مفہوم یہ ہے کہ سالک مبتدی کو ابھی مقلب قلب
 حق تعالیٰ کی طرف عروج حاصل نہ ہوا ہو، اس مقام قلب کو
 دست چپ کہا جاتا ہے۔

دوسرا مفہوم مقام قلب کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ سالک فہمی فوق سے نزل
 کے بعد مقام قلب میں نیچے آجائے یہ مقام چپ و راست کے
 درمیان برزخ واسطہ ہے۔ اس مقام قلب سے مراد وہ مقام قلب نہیں جس کو
 دست چپ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عجابِ حجب حجاب۔ ہر وہ چیز جو بندے کو حق تعالیٰ سے بے خبر یا دور
 کرے حجاب کہلاتی ہے یعنی تمام اشیاء اور خیالات
 ماسوی حجابات ہیں۔ سب سے بڑا حجاب حجابِ خودی (بندے کی اپنی ذات)
 ہے۔

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

۱ حجابِ چہرہ جاں می شود غبارِ تن

تو خود حجابِ خودی حافظ از میاںِ نجین

اصحابِ حجب تین ہیں :

۱ اصحابِ شمال (صاحبانِ دستِ چپ)

۲ اصحابِ میمنہ (صاحبانِ دستِ راست)

۲ سابقان (و مسلمان ذاتِ بلا کیف)

حجابات بھی تین ہیں :

۱ حجاباتِ ظہانی

۲ حجاباتِ نورانی

۲ حجاباتِ کیفی

حجاباتِ ظلمانی

ہر قسم کے گناہ اور لذتِ نفسانی، طبعی ہیں انہیں حجاباتِ ناموسی بھی کہا جاتا ہے۔ سالک کو سب سے پہلے انہی حجابات کو دفع کرنا پڑتا ہے۔ اصحابِ شمال صاحبانِ حجاباتِ ظلمانی کو ہی کہا جاتا ہے۔

علومِ ظاہریہ رسمیہ، عباداتِ عادیہ اور انوارِ ملکوتیہ حجاباتِ نورانی ہیں۔ انہیں حجاباتِ ملکوتی بھی کہا جاتا ہے۔ سالک کو حجاباتِ ظلمانی کے بعد انہی حجابات کو اٹھانا پڑتا ہے۔ سالک کے لیے ان حجابات کا اٹھانا حجاباتِ ظلمانی سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ حجاباتِ نورانی، مزے اور لذت میں حجاباتِ ظلمانی سے بڑے ہوتے ہیں۔ اصحابِ میمنہ، صاحبانِ حجاباتِ نورانی کو کہا جاتا ہے۔

کیف و کم اور امکان و حدوث کے تمام مناظر و مظاہر حجاباتِ کیفی ہیں۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علوًّا کثیراً

سالک کو آخر میں مشاہدہٴ ذات کے لیے تمام حجاباتِ کیفی کا پردہ چاک کرنا پڑتا ہے اور یہ کام سب سے زیادہ مشکل ہوتا ہے اور اس کے بغیر ذاتِ بے کیف تک رسائی ناممکن ہے۔ سابقان سے مراد وہی حضرات ہیں جو حجاباتِ ظلمانی، نورانی اور کیفی سے گزر کر ذاتِ بلا کیف تک وصول بلا کیف کے انعام سے سرفراز ہیں۔ حضرت عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اَصَالِ بے تکلیف بے قیاس

ہست ربُّ الناس را با جانِ ناس

قلب کی جمع قلوب اول ہے۔ منازلِ قلب میں سے ایک منزل کا نام قلب بھی ہے۔ صوفیائے کرام کے از بابِ قلوب

نزدیک قلب ایک جوہر نورانی ہے جو مادہ سے مجرّد اور رُوح و نفس کے درمیان
برزخ ہے۔ حکماء اسے نفسِ ناطقہ بھی کہتے ہیں۔ اللہ ربُّ العزّت جلّ جلالہ نے
آیت نور یعنی مَثَلُ نُورٍ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الخ میں جسم
کوشکوة، قلب کو زجاجہ، رُوح کو مصباح اور نفس کو شجرہ کے ساتھ تشبیہ
دی ہے۔

حدیث قدسی ہے قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللَّهِ یعنی مومن کا قلب اللہ
تعالیٰ کا عرش ہے نیز مَا وَسِعَنِي أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَلَا كُنَّ وَسِعَنِي
قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ اللہ حق تعالیٰ بالذات ظہور فرماتا ہے قلب
اسرارِ الہیہ کا مرکز ہے۔ قلب حقائق وجود کا آئینہ ہے۔ قلب اللہ تعالیٰ کا ایک نور
ہے جس کی چمک تمام موجودات کا خلاصہ ہے۔ قلب ایک نقطہ نور ہے جس پر
اسماء و صفات کا دور گردش کرتا رہتا ہے۔ ظہوراتِ رحمانی بہ نسبت عرش کے
دل پر زیادہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ دل غیب و شہادت کے درمیان برزخ ہے۔
دل کعبہ اور عرش سے افضل ہے۔

۱۔ دل بہت آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنیادِ خلیل اطہر است
دل گذرگاہِ خلیل اکبر است

(عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ)

قرآن حکیم کی رُو سے محلِ تقویٰ قلب ہے اور محلِ وحی بھی قلب ہے۔ قلب سلیم
بھی ہوتا ہے اور سقیم بھی۔ قلب مخاطب بھی ہے اور متکلم بھی۔ قلب عالم و فاعل بھی

ہے اور سامع و باصر بھی، قلب کی صحت و قوت کے لیے غذائے صالح اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اَلَا یَذِکُرُ اللّٰہُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوْبُ اس کا نام قلب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے محلِ اصل کی طرف مُنْقَلِب ہوتا رہتا ہے یا اس کے احوال تغیر پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ اصلاحِ باطن کا دار و مدار قلب پر ہے۔ صوفیاء کی تمام منازل کا انحصار قلب پر ہے۔

جن سالکین کے قلوبِ تعلیبِ احوال کی وجہ سے مُقَلِّبِ قلوب اَرْبَابِ قُلُوْب (حق تعالیٰ) اور اپنے مبداءِ فیض تک نہ پہنچے ہوں انہیں اربابِ قلوب کہا جاتا ہے۔ اصحابِ تلوین بھی انہی سالکین کو کہا جاتا ہے۔ وہ مجذوب جو بھی سلوکِ مکمل نہ کر سکے ہوں اگرچہ نزولِ کمرچکے ہوں اربابِ قلوب میں شامل ہیں۔ اربابِ قلوب کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔

پہلی حالت عروج سے قبل مقامِ قلب میں سیر ہوتی ہے یہ مقامِ تعلیبِ احوالِ قلب سے عبارت ہے دوسری حالت نزول کے بعد مقامِ قلب میں سیر ہوتی ہے۔ یہ مقامِ سرقِ بعدِ اجمع سے عبارت ہے۔ اس مقام میں قلب کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ رُوح کے انوارِ فیض تک پہنچاتا رہتا ہے۔

متن عزیزِ مستوفیٰ از فوق فرود آمدہ ست در مقامِ جذبہ

اَنَا رُوْشِ بَعَالَمِ نِیْسِت تَوَجِّہْ بَعُوْق دَارِ وُجُوْنِ عُرُوْجِ فُوتَانِ
بَقَسْرِ بُودِ بِالطَّبِیْعِ مَنَاسِبِتْ بَجَذْبِہِ دَاشْتِ دِرِ وُقُتِ نَزُوْلِ اَز فُوقِ
ہمراہِ خودِ چیزے کتر آورده است مایہِ نسبتے کہ از توجہِ قاسمِ
بود و عروجِ اثرِ آن توجہِ بود ہنوز باقی ست در نسبتہِ جذبہ

کَالرُّوحِ فِي الْجَنَّةِ وَكَالْمُتَوَكِّلِ فِي النَّارِ

ترجمہ: عزیزِ متوقف (رُکا ہوا عزیز) فوق سے نزول کے مقام جذبہ (مقامِ قلب) میں آگیا ہے لیکن اس کی توجہ عالم کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ فوق کی طرف متوجہ ہے۔ چونکہ اس کا فوق کی طرف عروج کرنا کسی کے زبردستی کھینچنے سے تھا یعنی خلافِ طبیعت تھا اس لیے فطری طور پر جذبہ کے ساتھ مناسبت رکھتا تھا فوق سے نزول کے وقت اپنے ہمراہ کوئی کم درجہ چیز لایا ہے وہ تھوڑی سی نسبت جو زبردستی لے جانے والے کی توجہ سے تھی اور عروج اسی توجہ کا اثر تھا اور نسبت جذبہ میں ابھی تک اس طرح باقی ہے جس طرح کہ رُوح بدن میں اور نور اندھیرے میں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ حضرت خواجہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب تحریر فرماتے ہیں کہ عزیزِ متوقف (رُکا ہوا عزیز) فوق سے نیچے آگیا ہے یعنی عروج سے نزول کر کے مقام جذبہ میں داخل ہو گیا ہے جس کو مقامِ قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی توجہ عالم کی طرف نہیں بلکہ فوق کی طرف ہی متوجہ رہتا ہے اور اس کا فوق کی طرف متوجہ رہنا فقیر حضرت مجدد کی توجہ کی بنا پر ہے اور یہ معاملہ اس کی طبیعت کے برعکس تھا کیونکہ وہ عزیزِ متوقف فطری طور پر نزولی جذبہ کے ساتھ مناسبت رکھتا تھا۔

عزیزِ متوقف کی عروج فوقانی کی جانب توجہ حضرت خواجہ جذبہ اسرارِ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے خاص جذبہ کی جانب اشارہ ہے جو ان کو اپنے آباء و اجداد مادری میں سے حضرت شیخ عمر یا غسانی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد سے ورثے میں ملا ہے اور ان کو اس مقام میں ایک خاص امتیازی نشان حاصل ہے جیسا کہ رشحات میں موجود ہے یہ جذبہ سالک کو ذاتِ بلا کیف تک

پہنچانے والا ہے لیکن خواجگان نقشبندیہ علیہم الرحمۃ والرضوان کا جذبہ اس جذبہ حسداریہ کے علاوہ ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عزیزِ متوقف پر فقیر کی اس توجہ کا اثر یہ مکتوب لکھنے تک نسبتِ جذبہ میں اس طرح باقی ہے جیسے جسم میں رُوح ہے اور اندھیرے میں نور ہے۔

عزیزِ متوقف سے مراد عزیزِ متوقف کے تعین میں اختلاف ہے اور اس میں تین اقوال سامنے آتے ہیں۔

پہلا قول عزیزِ متوقف سے مراد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی خاص مخلص عزیز ہے۔

دوسرا قول خود حضرت امام ربانی قدس سرہ کی ذاتِ مقدسہ مراد ہے۔

تیسرا قول عزیزِ متوقف سے مراد حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ تیسرا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے اور اس پر مندرجہ ذیل شواہد و دلائل پیش کیے جاسکتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

◎ حضرت خواجہ دہلوی علیہ الرحمۃ جب حضرت امام ربانی قدس سرہ کی طرف مکتوب ارسال فرماتے تو اس پر اپنے آپ کو فقیرِ متوقف لکھتے تھے، اسی بنا پر حضرت امام ربانی آپ کے مکتوبات کی موافقت میں جواباً عزیزِ متوقف لکھا کرتے تھے اور اس امر پر دلیل یہ ہے کہ حضرت امام ربانی اس مکتوب کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ”امید است کہ در وقت مطالعہٴ ایں کلمات نامرئوبطہ دخول تام در آن مقام میسر شود“ یعنی امید ہے کہ میرے ان بے ربط کلمات (شریفہ) کے مطالعہ کے وقت آپ کو اس مقام میں پورے طور پر داخل ہونا میسر ہو جائے گا۔ اس سے صاف طور پر معلوم

ہو رہا ہے کہ آپ کے مکتوب کا مطالعہ تو حضرت خواجہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اور یہ مکتوب بھی انہی کی طرف ہے اگر عزیز متوقف کوئی دوسرا شخص تھا تو حضرت خواجہ کا مطالعہ اس کو کیا فائدہ پہنچا سکتا تھا۔

◎ سولہویں مکتوب سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔

◎ سترہویں مکتوب میں بھی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز متوقف ہونے کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

◎ حضرت شبانہ فضل اللہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :
”از مکتوب ہائے حضرت خواجہ کہ بحضرت امام نوشہ اند استفادہ حضرت خواجہ از حضرت امام معلوم میشود“

یعنی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو مکتوبات خطوط مبارکہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ ان سے استفادہ کیا کرتے تھے۔

◎ صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جو مکتوبات اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں لکھے ہیں ان میں سے بعض میں تحریر فرمایا ہے کہ ”میں نے عزیز متوقف کو فلاں مقام تک پہنچا دیا اور فلاں مقام سے فلاں مقام تک ترقی کرائی“ جب حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے بعض احباب نے جرأت کر کے دریافت کیا کہ ”عزیز متوقف سے کون صاحب مراد ہیں؟ تو حضرت خواجہ نے فرمایا ”میں ہی عزیز متوقف ہوں مجھے ہی اشارتا“ عزیز متوقف لکھتے ہیں اے

◎ شیخ تاج رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پیر بھائی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے موصوفہ بعض مکاتیب میں جو الفاظ "عزیز متوقف" تحریر کر کے اس کا چارہ کار دریافت کیا عزیز متوقف سے مراد خود ذات بابرکات حضرت پیر و مرشد تھے۔

اس امر کی تائید حضرت خواجہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مشہور ارشاد سے بھی ہوتی ہے جو حضرت امام ربانی کی تعریف میں فرمایا تھا کہ :

میاں شیخ احمد آفتابی است کہ مثل ماہراں ستارگان در ضمن ایشاں گم است۔

شیخ احمد ایک ایسا آفتاب ہے کہ ہمارے جیسے ہزاروں ستارے اس کے نور میں گم ہیں۔

متن و در واقعہ بعض طالبان کہ نمودہ بودند کہ خواجہ را چنانچہ بودہ اند آن عزیز متوقف خودہ است ظہور اثر آن درین مقام ست۔

ترجمہ : اور بعض طالبان طریقت نے جو کسی واقعہ میں یہ دیکھا تھا کہ حضرت خواجہ (احرارِ قدسِ سرہ) کو جیسے کہ وہ (پکی ہوئی روٹی کے مانند) ہیں عزیز متوقف نے کھایا ہے اس واقعہ کے اثر کا ظہور اسی مقام میں ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موجودہ حالات میں جبکہ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کا جذبہ حاصل کر لیا ہے ہمارے بعض یارانِ طریقت نے واقعہ کشفِ روحانی میں دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ ایک بچی ہوئی روئی کی مانند ہیں اور حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی علیہ الرحمۃ نے انہیں کھالیا ہے۔ اس واقعہ سے مطلب اخذ ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی نسبتِ خاصہ جذبہ احراریہ کو اپنے اندر سمولیا ہے اور ان کے کمالات کو پورے طور پر حاصل کر لیا ہے۔

ملن این جذبہ مناسبت بمقام افادہ نادر و ہمیشہ درین مقام
رُوبفوق ست و سکروائی لازم آست۔

ترجمہ: یہ جذبہ فائدہ پہنچانے کے مقام کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا اس مقام میں توجہ ہمیشہ فوق کی طرف ہے اور دائمی سکروائی اس کے لیے لازمی ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جذبہ احراریہ فائدہ پہنچانے کے مقام کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ اس میں توجہ عالم کی بجائے فوق کی طرف رہتی ہے اور دائمی سکروائی کی کیفیت طاری رہتی ہے کیونکہ اس مقام کا جذبہ دوسرے مقام کے جذبے سے مختلف ہے۔

جذبہ دوستم کا ہے۔

پہلی قسم منافقِ سلوک ہے۔

دوسری قسم موافقِ سلوک ہے۔

جذبہ حسداریہ منافقِ سلوک ہے کیونکہ اس میں سالک پر اضمحلال و استہلاک کا غلبہ ہوتا ہے اس کی توجہ نزول کی بجائے عروج کی طرف مائل ہوتی ہے لہذا سلوک کی جانب توجہ نہیں رہتی یہی وجہ ہے کہ یہ جذبہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے مقام کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا برخلاف دوسری قسم کے جذبہ کے کہ وہ موافقِ سلوک ہے اور افادہ و استفادہ کی مناسبت کا حامل ہے (وَاللّٰهُ عَلٰمٌ)

دفترِ اول - مکتوب (۱۶)

مکتوبِ عالیہ

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی بآلہ اللہ مدظلہ العالی



موضوعات

کمالاتِ ثلاثیہ کے تین مفہوم ، مراد اور مرید
قطبِ ارشاد ، قطبِ افراد



مکتوب - ۱۶

متن عرضداشتِ احقر الطالبہ آنکہ نوازش نامہ مولیٰنا
علاؤ الدین رسانید و کشف ہر یک از مقدمہ مذکورہ بمقتضائے
وقت مسودہ کردہ شد۔

ترجمہ : سب سے حقیر طالب کی عرض ہے کہ مولانا علاؤ الدین رحمہ اللہ نے حضور کا
نوازش نامہ مکتوب شریف پہنچایا۔ اس میں ذکر کیے ہوئے ہر ایک مقدمہ کے کشف و
حل میں وقت کی گنجائش کے مطابق توجہ کی گئی ہے۔

شرح

یہ مکتوب حضرت خواجہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب کے جواب میں لکھا
گیا جس میں انہوں نے طریقت کے بعض مقامات و احوال کی وضاحت کے لیے حکم
فرمایا تھا۔ یہ مکتوب آپ نے بدست حضرت مولانا علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ ارسال
فرمایا تھا۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ حضور والا کے ارشاد کی تعمیل
کرتے ہوئے تمام مقامات مذکورہ میں توجہ کی گئی ہے بحمدہ تعالیٰ ان کا شافی حل
ظاہر ہو گیا ہے جو تحریری صورت میں عنقریب آپ کی خدمت میں حاضر کر
دیا جائے گا۔

متن احوال رسالہ دیگر کہ بہ بیاض رسیدہ بود فرستاد

و ان رسالہ بالتماس بعضے یارانِ میر شدہ

ترجمہ: سرِ دست (اس وقت) ایک اور رسالہ (مکتوب) جو کہ نقل کیا ہوا تھا ارسال کر رہا ہوں اور یہ رسالہ (مکتوب) بعض احباب کی التماس پر لکھا گیا تھا۔

شرح

بعض احباب طریقت نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے گزارش کی تھی کہ آپ ایک ایسا رسالہ مضمون تحریر فرمائیں جو اہل سنت کے عقیدوں اور طریقت میں نفع دینے والی نصیحتوں پر مشتمل ہو تاکہ ہم اس کے مطابق عملی زندگی بسر کر سکیں چنانچہ آپ نے وہ رسالہ تحریر فرمادیا جس کا نام کثیر البرکات رکھا گیا۔

رسالہ کثیر البرکات کو سرورِ عالم ﷺ نے بوسہ دیا

آپ فرماتے ہیں کہ درحقیقت یہ رسالہ بے مثل اور کثیر البرکات (بہت برکتوں والا) ہے جو اپنی نورانیت کی وجہ سے ممتاز اور عزیز الوجود (نادر) ہے۔ آپ فرماتے ہیں اس رسالہ کو لکھنے کے بعد مکاشفہ کی حالت میں معلوم ہوا کہ حضورِ مقررِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور اس رسالہ کو اپنے دستِ اقدس میں لیے ہوئے اپنے کمالِ کرم سے اس کو چوم رہے ہیں اور مشائخ کو دکھا کر فرماتے ہیں کہ:

”اين نوع معتقدات می باید حاصل کرد“ یعنی اس قسم کے عقائد حاصل کرنے چاہئیں۔

اس کثیر البرکات رسالہ کی حتمی طور پر نشاندہی تو مشکل ہے البتہ بعض بلیغ نمبر ۱

حضرات نے فرمایا ہے کہ شاید اس سے مراد مکتوب نمبر ۲۶۶

دفتر اول ہے۔ (واللہ ورسولہ اعلم)

متن از آن روز کہ از ملازمت برآمدہ است بواسطہ سبیل
بفوق بمقام ارشاد چندانے مناسبت نداشت و چند گاہ خود بہمت
آن بود کہ در گوشہ خزیدہ شود و مردم در صحبت ہم چو ببر و
شیر در نظر می درآمدند عزم عزلت مصمم شدہ بود اما استخارہ
موافق نمے افتاد و عروج در مدارج قرب بنایۃ الغایۃ
ہر چند غایت نداشت و میسر شد و میشود و می برسد و می آرند
کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنٍ بِرِمَقَاتٍ جَمِیعٍ مَشَاخِ إِلَّا
مَاشَاءُ اللّٰہِ تَعَالٰی گزرا نیندند

۱۔ گلے بردند زین و مہینہ پست
بدان در گاہ والا دست برد دست

ترجمہ : جس دن سے یہ خادم آپ کی خدمت سے واپس آیا ہے فوق (عروج) کی طرف
راغب ہونے کی بنا پر مقام ارشاد (مخلوق کو خالق کی طرف ہدایت کرنا) کے ساتھ کوئی
خاص مناسبت نہیں رکھتا۔ کچھ عرصہ تک یہ ارادہ رہا کہ گوشہ نشینی اختیار کر لوں کیونکہ
ملاقات کرنے والے لوگ بے شیر کی طرح نظر آتے تھے خلوت کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا
لیکن استخارہ اس کی موافقت نہیں کرتا تھا قرب الہی کے مدارج بے انتہا ہیں اس
کے باوجود ان درجات میں انتہائی درجہ تک عروج حاصل ہوا اور ہوتا رہتا ہے

اور اُوپر لے جاتے ہیں اور نیچے لاتے رہتے ہیں۔ ہر روز وہ ایک نئی شان اور نئی حالت سامنے لاتا ہے اِلَّا مَا شَاءَ اللہ تمام مشائخ اُمت کے مقامات پر اس خادم کو عروج حاصل ہوا ہے۔

”نیچی چو کھٹ کی مٹی ہاتھوں ہاتھ بڑی درگاہ تک پہنچ گئی ہے۔“

شکر

حضرت خواجہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت اور سند ارشاد کی اجازت سے نوازا تھا اور حکم فرمایا کہ خلقِ خدا کی رشد و ہدایت میں مصروف ہو جاؤ۔

چونکہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت مبارکہ پر اس وقت عروج کا رُجحان غالب تھا اس لیے مخلوق کے ساتھ التفات اور میل و جذبہ سے گریز فرماتے تھے اسی بنا پر آپ فرماتے ہیں کہ ملنے جلنے والے لوگ مجھے بیرشہ کی طرح نظر آتے ہیں اور ان سے دُور بھاگنے میں ہی عافیت نظر آتی ہے کیونکہ سالک قُرب کی منزلوں میں عروج کے وقت ماسوی اللہ کی طرف التفات نہیں کرتا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک بار تو گوشہ نشینی کا پختہ عزم کر لیا تھا مگر استخارہ میں اس امر کی اجازت نہ ملی چنانچہ اب حالت یہ ہے کہ کبھی عروج ہوتا ہے اور کبھی نزول اور شاید ہی سابقہ مشائخ اُمت میں سے کوئی رہ گیا ہو جس کی رُوحانیت اس خادم کے شامل حال نہ ہوئی ہو غرضیکہ تمام مقاماتِ اصل سے مقاماتِ ظل کی مانند گور کرایا گیا ہے یعنی اس قدر اللہ تعالیٰ کی عنایات شامل حال ہوئی ہیں کہ صفات کی سیلِ لال صفات کی طرح کرائی گئی ہے اور اب معاملہ قُرب و عروج کی انتہا کو پہنچ چکا ہے حالانکہ اس کے قُرب کے مدارج کی کوئی انتہا نہیں اور یہ سب کچھ بلا سبب محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوا ہے اور گزشتہ مشائخ اُمت کی یہ توجہات بھی محض اللہ تعالیٰ کی

عنایات کا تیسرا حصہ ہیں۔

آپ جامع کمالات ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت تھے
 بلقیہ نمبر ۲ جیسا کہ اسی مکتوب کے مضمون سے ظاہر ہے کہ آپ نے عروج و
 نزول کے تمام مراتب کو طے کر لیا تھا اور آپ محبوبیت و مژدیت کے منصب پر
 فائز تھے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

متن چندان وجوہ ولایت و کمالات آن را و انمودند کہ
 چہ در تحریر آرد۔

ترجمہ: ولایت کے حقائق و اسباب اور کمالات اس قدر ظاہر کیے گئے کہ خادم
 کیا تحریر کرے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی
 رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض گزار ہیں کہ اس خادم پر اللہ تعالیٰ کی عنایات عالم
 بیان سے باہر ہیں۔ ولایت کے اعلیٰ مراتب و حقائق اور کمالات اس قدر عطا ہوئے
 ہیں کہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔

کمالات ولایت کے تین مفہوم آپ کا یہ قول تین مفہام، سیم پر
 مشتمل معلوم ہوتا ہے۔

پہلا مفہوم آپ کو ولایت کے تمام مراتب و کمالات عطا کیے گئے مثلاً
 ولایت صغریٰ (جو اولیائے کرام کی ولایت ہے)،
 ولایت کبریٰ (جو انبیائے عظام کی ولایت ہے)،
 ولایت علیا (جو ملائکہ اعلیٰ کی ولایت ہے)۔

اسی طرح مقامات قطبیت، فردیت، قیومیت، مرادیت، شہادت، صدیقیت بھی آپ کو عنایت فرمائے گئے۔

دوسرا مفہوم آپ کو ولایت انبیائے اولوالعزم سے بھی نوازا گیا جیسا کہ آپ کو حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے حقائق اور نشانات علیحدہ علیحدہ عطا فرمائے گئے اور یہ بھی نشاندہی کی گئی کہ انبیائے کرام کی کون سی ولایت کس لطیفے اور کس اسم اور صفت سے تعلق رکھتی ہے اور ان کے مبادی حینات کیا ہیں اور ولایات انبیاء کے کمالات میں کیا فرق ہے۔

تیسرا مفہوم آپ کو مختلف کمالات کے درمیان امتیازات کا علم بھی دیا گیا۔ مثلاً کمالات نبوت، کمالات رسالت اور کمالات اولوالعزم کا فرق بتایا گیا اور انبیائے کرام کے مشارب کے اسرار بھی آپ پر واضح کیے گئے اسی طرح ماہیات حقائق، تجلیات اسماء و صفات و شیونات اور مراقبات کے جملہ علوم و معارف بھی آپ کو ودیعت کیے گئے۔ و الحمد للہ علی ذالک

متن در شرفی اکجہ در مدارج نزول تا مقام قلب فرد
آوردند و این مقام مقام تکمیل و ارشاد است اما ہنوز چیز ہا از متمم
و مکمل از برائے این مقام در کارست تا کے میسر شود امر
آسان نیست با وجود مرادیت چند ان قطع منازل کردہ میشود
کہ مریدان را در عمر نوح ہم معلوم نیست کہ میسر شود بلکہ این
وجہ مخصوص برادانت مریدان اینجا قدم گاہ ندارند۔

ترجمہ: ماہ ذی الحجہ میں نزول کے درجات میں مقام قلب تک نیچے لے آئے اور یہ تکمیل و ارشاد کا مقام ہے لیکن ابھی اس مقام کو تمام و کمال تک پہنچانے والی چیزوں کی ضرورت ہے دیکھیں کب تک میسر ہوتی ہیں۔ یہ کام آسان نہیں ہے۔ مراد محبوب ہونے کے باوجود اس قدر منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں کہ مریدوں کو حضرت نوح علیہ السلام جتنی عمر بھی ملے تو یقین نہیں کہ ان منزلوں کا طے کرنا انہیں میسر ہو سکے بلکہ یہ درجات و کمالات محبوبوں ہی کے ساتھ مخصوص ہیں مریدوں کے لیے یہاں قدم رکھنے کی بھی جگہ نہیں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ماہ ذی الحجہ میں راہ سلوک طے کرتے ہوئے نزولی مرتبوں میں سیر واقع ہوئی اور مجھے مقام قلب تک نیچے لایا گیا۔ یہ مرتبہ تکمیل و ارشاد کا مقام ہے۔

مقام دعوت اس مقام میں مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت اور ہدایت و تربیت دی جاتی ہے۔ اس کو مسند ارشاد اور مقام دعوت بھی کہا جاتا ہے۔ یہ انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے۔ کاطین اولیاء کو انبیاء کی تبعیت میں یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلَى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَّمَنْ اَتَّبَعْنِيْ ۙ فَرُودِيْكُمْ يَوْمَ الْاَفْوَاجِ ۚ (فرما دیجئے یہ ہے میرا راستہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میرے تابع راہ بصیرت پر ہیں)

اس مقام کے اولیاء کرام کو راجعین اِلَى الدَّعْوَةِ کہا جاتا ہے۔ مخلوق کو خدا کی طرف بلانے کے لیے عالم امر سے عالم خلق کی طرف ان کو واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔

یہ مرتبہ سیر عن اللہ باللہ اور سیر عن اللہ فی الاشیاء سے عبارت ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ عنایت خداوندی سے مجھے یہ بلند مرتبہ بمقام دعوت نصیب ہو گیا ہے مگر اس مرتبہ کو مزید کمال تک پہنچانے والی چیزوں کی انتظار ہے اُمید ہے کہ وہ بھی آپ (حضرت خواجہ باقی باللہ) کی توجہات سے جلد میسر ہوں گی۔
وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

اولیاء کے حق میں کمالات نبوت و رسالت سے منصب نبوت و بلندیہ نمبر ۳ رسالت ہرگز مراد نہیں بلکہ تبعیت و وراثت کے طور پر ان کے کمالات اور فیضان کا پیر تو مراد ہے۔ امکان وقوعی اور امکان عقلی کا فسق و ضح رہنا چاہیے۔

آپ فرماتے ہیں کہ دعوت و ارشاد کا یہ مقام حاصل ہو جانا آسان مراد و مرید کام نہیں بسا اوقات مراد ہونے کے باوجود اس قدر مشکل اور سخت منزلوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے کہ مرید لوگ عمر نوح علیہ السلام ہزار سال کی محنتوں کے بعد بھی یہ مقام حاصل نہیں کر سکتے۔

کیونکہ یہ کمالات مراد اور محبوب اولیاء کے ساتھ مخصوص ہیں بلکہ مرید تو ان وادی میں قدم بھی نہیں رکھ سکتے۔ اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مراد اور مرید کا فرق واضح کیا جائے۔

وہ اولیائے کرام جن کو جذبۃ الہی نے اپنی طرف کھینچ لیا ہو اور وہ بلا کسب مراد ریاضت محض فضل کے راستے خدا تک پہنچیں مراد اور محبوب کہلاتے ہیں۔

وہ سالکین جو اپنے ارادہ کو اللہ کے ارادے میں محو و فنا کر کے راضی و مرید برضا ہو جائیں مرید کہلاتے ہیں۔ اہل تصوف کا قول ہے الْمُرِيدُ مَنْ لَا يُرِيدُ إِلَّا اللّٰهُ مُرِيد وہ شخص ہے جو اللہ کے سوا کوئی ارادہ نہ رکھتا ہو

چونکہ مُرید اپنے شیخ کے ساتھ ہی نسبت رکھتا ہے اس لیے اس کو مُرید کہا جاتا ہے نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو لوگ سلوک و ریاضت اور توبہ و انابت کے راستے خدا تک پہنچیں مُرید اور محب کہلاتے ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں مرتبوں کا ذکر درج ذیل آیات میں ہے۔
بلیہ نمبر ۴ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۚ - اللّٰهُ يَخْتَبِىْ اِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِىْ اِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ۚ

محبوبیت اور محبت، اعتبار اور انابت جیسی مصطلحات تصوف دراصل قرآن کریم سے ثابت و ماخوذ ہیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو جو حقائق و کمالات ولایت اور مراتب ارشاد و دعوت سے نواز کر مُرادیت و محبوبیت کا مقام عطا فرمادیا تھا اس مقام کا حصول اپنی قابلیت اور محنت پر موقوف نہیں اس کے فضل محض پر موقوف ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ ابھی اس مقام کو تمام و کمال تک پہنچانے والی چیزیں درکار ہیں اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ توقف و تاخیر کی وجہ بھی اس کے علم میں ہے اور وہ مطلوبہ چیزیں بھی اسی کے فضل سے ہی میسر ہوں گی نہ کہ اپنی کوشش سے۔

بلیہ نمبر ۶ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۚ - وَاللّٰهُ عَلِيمٌ
 ممکن ہے ان چیزوں سے کمالات نبوت و رسالت و کمالات

مُن نہایت عروج انفرادیتِ مقامِ اصل
 ست بیشتر افراد ہم گذرند

ترجمہ : افراد کے عروج کی انتہا مقام اصل کی ابتدا تک ہے اس سے آگے اکثر افراد کا بھی گزرنہیں ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ قطب افراد کا حصہ نہ نسبت قطب ارشاد کے مقام اصل (وجوب) میں زیادہ ہے لیکن قطب افراد کا یہ حصہ مقام اصل کی ابتدا تک ہے۔ اس سے آگے مقام اصل میں تفصیلی سیرا اکثر افراد کا بھی گزرنہیں ہے۔

واضح ہو کہ قطب ارشاد اور قطب افراد کے فرائض و درجات میں فرق ہے یہ اولیائے ظاہرین میں سے ہوتا ہے خلافت الہیہ اور نیابت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ سے سرفراز ہوتا ہے۔ مخلوق کھیلے ہر قسم کی حسنات و برکات کا ذریعہ اور گناہوں سے مغفرت کا وسیلہ ہوتا ہے۔ دینی اور بشری امور اس کے تصرف میں ہوتے ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں ”قطب ارشاد واسطہ حصول فیوض است کہ بارشاد و ہدایت عالم تعلق وار د ہے“

یعنی قطب ارشاد ہدایت و ارشاد (دعوت) سے متعلق امور میں وصول فیض کا واسطہ ہوتا ہے۔

جو متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ کے باعث فردیت ذات کی تجلی سے ممتاز ہو اور اپنے انتہائی کمال کی وجہ سے دائرہ قطب الاقطاب سے خارج ہو یہ رُوسے زمین پر اولیاء کرام میں سے صرف تین

ہوتے ہیں۔ فرد اور قطب وحدت ایک ہی مقام کے دو نام ہیں۔ فرد اور قطب وحدت کا مرتبہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بطور دعا کے غزوہ بدر میں ارشاد فرمائی وہ یہ ہے:

اللَّهُمَّ إِن تَهْلِكَ هَذِهِ الْعَصَابَةُ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ
فَلَا تُعْبَذْ فِي الْآخِرَةِ أَبَدًا

”یعنی اے اللہ اگر اس جماعت کو ہلاک کر دیا گیا تو آپ کی عبادت زمین میں کبھی نہ کی جائے گی“

گویا دعاؤں کی قبولیت اور فیضان معرفت قطب افراد اور قطب وحدت کی خصوصیات میں سے ہے۔ واللہ اعلم۔

مثنیٰ وَعَدَمِ نُورَانِیَّتِ بَوَاسِطَةِ ظُهُورِ نُورِ ظُلُمَتِ غِیْبِیَّتِ
چیز دیگر نیست۔

ترجمہ: اور نورانیت کا نہ ہونا ظلمت غیب کا نور ظاہر ہونے کی وجہ سے ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے کسی خاص روحانی مقام کے بارے میں قبل ازیں اپنے مُرشد برحق سے عرض کیا تھا کہ فلاں مقام میں نورانیت معدوم ہے۔ اب یہاں عَدَمِ نُورَانِیَّتِ کا سبب بیان فرما رہے ہیں کہ مقام مذکور میں نورانیت نہ ہونے کا سبب ظلمت غیب کے نور کا ظہور ہے، چونکہ ظلمت مناسبت غیب

ہے اور غیب بذات خود ایک ایسا باطنی نور ہے جس کی نورانیت مشہود نہیں ہوتی گویا عالم غیب عدم نورانیت کے لباس میں پوشیدہ ہے لہذا عدم نورانیت کا سبب اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ (واللہ اعلم بحقیقہ الحال)

متن مردم در متخیلات خود چیز مایہ پزند اعتبار نباید کرد
..... آن جماعہ را فرماید کہ از احوال این خستہ بال نظر

خیالی خود پوشند مجال نظر را محال دیکر بسیارست

من گم شدہ ام مرا مجویت

با گم شدگان سخن گویت

ترجمہ : لوگ اپنے خیال میں بہت سی باتیں بناتے ہیں ان کا اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔
..... اس گروہ کو فرما دیجئے کہ اس خستہ حال کے احوال سے اپنی خیالی نظر کو بند کر لیں
نظر کی جولان گاہ کے لیے اور بہت سے مقامات ہیں۔

میں گم ہوں مجھے مست ڈھونڈو

حکم شدہ لوگوں سے باتیں مت کرو

شرح

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حد کرنے والوں کے ایک گروہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شکایت کی تھی کہ آپ نے ان کو مخلوق کی تربیت و ہدایت کے لیے سب ازراہ سپرد فرمائی ہے مگر انہوں نے حضرت مجدد نے ابھی تک تعمیل حکم کا فرض ادا نہیں کیا، علاوہ ازیں کچھ اور باتیں بھی آپ کی طرف منسوب کی گئی تھیں۔ جب حضرت امام ربانی قدس سرہ کو بعض لوگوں کی ان

حاصلہ حکمتوں کا علم ہوا تو آپ نے زیر نظر سطور میں صورت حال کی وضاحت فرمائی کہ فریضہ ارشاد تبلیغ و ہدایت، انجام نہ دے سکنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ فقیر ابھی تک عروجی منازل میں مشغول ہے۔ ارشاد کے لیے نزولی مراتب میں واپس آنا ضروری ہوتا ہے۔ ان شاء اللہ نزول کے مرتبوں پر فائز ہوتے ہی ارشاد کا کام شروع کر دیا جائیگا و بانشاء التوفیق۔

نیز آپ نے اس مکتوب میں اپنے مُرشدِ برحق کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی ہے کہ حاسدوں کی اس جماعت کو آپ تلقین فرمائیں کہ اس فقیر کے ساتھ خیالی باتیں منسوب نہ کیا کریں۔ اس سے ظاہری و باطنی نقصان کا خدشہ ہے ہم تو انہی ہستی رضائے مولیٰ میں گم کر چکے ہیں اس لیے گم شدہ لوگوں سے پھٹ چھاپڑ مناسب نہیں اُستاد کے قابل شاگرد اور شیخ کے کامل خلیفہ کے ساتھ بسا اوقات بلیغہ نمبر ہم جنسوں اور پیر بھائیوں میں حسد اور رقابت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں جو روحانی ارتقاء سے مانع ہوتے ہیں۔ اہل سلوک و نسبت کو ایسی کدورتوں سے پاک رہنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ مقصود تک پہنچنے میں آسانی میسر آئے۔

متن و نزول در مقام قلب بحقیقت مقام فرق ست کہ مقام ارشاد دست و فرق درین موطن عبارت از جدا شدن نفس ست از رُوح و رُوح از نفس بعد از آن کہ نفس داخل بود در نورِ رُوح و آن جمع بود از جمع و فرق بیش ازین ہر پہ مفہوم می شود از سکرست۔

ترجمہ: اور مقام قلب میں نزول کرنا (جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا) حقیقت مقام فرق

ہے جو کہ ارشاد کا مقام ہے اس مقام میں مقام فرق سے مراد یہ ہے کہ نفس رُوح سے اور رُوح نفس سے جدا ہو جائے۔ اس کے بعد جب نفس رُوح کے نور میں داخل ہو جائے تو یہ مقام جمع ہے۔ جمع و فرق کے بارے میں اس بیان سے زائد جو کچھ سمجھا جاتا ہے وہ سُکر کی وجہ سے ہے۔

شرح

مقام ارشاد حضرت امام ربانی قدس سرہ مقام ارشاد کی حقیقت بیان فرماتے ہیں کہ سالک کا مقام قلب میں نزول ہی حقیقت مقام فرق ہے۔ اور اسی کا نام مقام ارشاد ہے۔

مقام جمع و فرق رُوح بدن انسانی میں داخل ہونے سے پہلے عرش سے اُپر رُوح عالم امر میں تھی بدن میں داخل ہونے کے بعد نفس میں فنا ہو کر نفسِ امّارہ کے نام سے تعبیر ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے رُوح کو فوق عرش کی طرف عروج بخشا تو نفس بھی عروج کی منزل تک پہنچ کر رُوح کے انوار میں ستور ہو گیا اسی مقام کو مقام جمع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد حق یقین کی منزل میں جب نفس امّارہ ترقی کر کے نفس مطمئنہ ہو گیا تو رُوح کے انوار سے جدا ہو کر دعوت و ارشادِ خلق کے لیے مقام قلب میں واپس اُتر آیا لیکن رُوح کمالاتِ عالیہ طے کرنے کے لیے عروج میں ہی رہی۔ اس مقام کو مقام فرق بعبد الجمع کہا جاتا ہے۔

خلاصۃ المرام رُوح اور نفس کے اتحاد کا مقام، مقام جمع ہے اور رُوح نفس کی جدائی کا مقام، مقام فرق ہے۔ مقام جمع و فرق کی

یہ معرفت حضرت امام ربانی قدس سرہ کی انفرادیت ہے۔ صوفیائے وجودیہ کے نزدیک واجب اور ممکن کے اتحاد واجب و ممکن کو ایک دیکھنا، کا نام مقام جمع ہے اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا دیکھنا مقام فرق ہے۔ امام ربانی کے نزدیک

صوفیائے وجودیہ کا یہ قول سکر کے قبیل سے ہے کیونکہ حق اور خلق کے درمیان اتحاد کی باتیں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔ ذات واجب تعالیٰ اس قسم کی قیاس آرائیوں سے ورا رہے۔ اس مقام میں بہت سے صوفیاء حقیقتِ حال سے بے خبر ہو کر رُوح کو خدا سمجھتے رہے اور اس کی پرستش کرتے رہے بعض مشائخ اس مقام میں تیس برس تک رُوح کو خدا جان کر پُوجتے رہے جب اس مقام سے اُوپر گزر ہوا تو اپنی غلطی پر نادوم اور تائب ہوتے رہے یہ لغزش ارباب سکریں سے بعض کو پیش آئی ہے اسی لیے امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک علوم سکریہ میں حقیقت الامر مفقود سمجھنی چاہیے۔

بعض اوقات سیر باطنی کے دوران جب سالک کی نظر عالم ارواح پر پڑتی ہے تو مرتبہ وجوب سے مناسبت صورتی کی بناء پر اس کو **بلینہ نمبر ۸** حق سمجھنے لگتا ہے اور شہودِ عالم ارواح کو شہودِ عالم وُجوب تصورِ کھ کے لذت و سرور حاصل کرتا ہے اور سجدہ عبودیت بجالاتا ہے بعد میں جب سالک اس مرتبے سے آگے ترقی کر جاتا ہے تو حقیقت معلوم ہونے پر نادوم اور تائب ہو جاتا ہے۔

دفترِ اولِ مکتوب (۱)

مکتوبِانیہ

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی قدس العزیز



موضوعات

سالک کس وقت بھی اپنے شیخ کی
توجہات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا



مکتوب - ۱۰

متن عرضداشتِ احقر الخدمہ آنکہ عزیز یکہ چند گاہ متوقف
بودند روزِ تحریر چنان ظاہر شد کہ اذانِ مقامِ نحوے از عروج
نمودہ بپایانِ فرود آمدن لیکن تمام نزولِ نکرده اند و بقایا
کہ در زیرِ آن مقام بود نیز عروج نمودہ از راہِ ہمان مقام
فوقِ رُوبنزول آورده است۔

ترجمہ : حقیر ترین خادم کی عرض یہ ہے کہ جو عزیز کچھ مدت سے ترقی سے رُکے
ہوئے تھے یہ مکتوب لکھنے کے دن ایسا ظاہر ہوا کہ اس مقام سے کسی قدر ترقی کر
کے اخیر تک نیچے آگئے ہیں لیکن انہوں نے پوری طرح نزول نہیں کیا ہے باقی جو
عزیز اس مقام کے نیچے تھے وہ بھی عروج کر کے اسی مقام فوق کی راہ سے نزول کی
طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ عزیز متوقف (ترقی سے رُکے ہوئے
عزیز) کو اس کی رُوحانی ترقی اور مقامِ توقف سے عروج اور اس کے بعد نزول کی خبر
دے رہے ہیں اور ساتھ ہی یہ صراحت بھی فرما رہے ہیں کہ ابھی کامل طور پر نزول نہیں
ہوا۔

بلینہ نمبر ۱ عزیز متوقف کا یہ لفظ دفترِ اول کے مکتوب ۱۵ اور مکتوب ۱۴ میں
استعمال ہوا ہے۔ شارحین کے نزدیک اس میں دو احتمال ہیں

اول یہ کہ اس سے مراد حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ دوسرا یہ کہ خود حضرت شیخ مجدد قدس سرہ مراد ہیں حضرت مولانا نصر اللہ قندھاری کا بلی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مکتوبات (فارسی) میں پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے (تفصیل کیلئے مکتوب ۵ کی شرح ملاحظہ فرمائیں)

متن اگر صاحب معاملہ نیز بعد از انکشاف مال خود چیزے نوید بصواب نزدیک ترست۔

ترجمہ : اگر صاحب معاملہ بھی اپنے مال کے منکشف ہونے کے بعد کچھ لکھے تو زیادہ بہتر ہے۔

شرح

اس میں عزیز متوقف کو اپنے احوال باطنیہ تحریر کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی

ہے۔ سالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے احوال و واردات کسی صاحب مقام یا اپنے شیخ کے سامنے تحریر یا تقریر امن و عن پیش کرے تاکہ شیخ کی توجہات ہلال میں اس کے ساتھ شامل رہیں اور راہ سلوک کے نشیب و فراز سے گزرتا ہو اسلامی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچ سکے۔

۵ مانا کہ عشق کی منزل میں ہر گام پر سو سو خطرے ہیں

لیکن یہ سفر آسان بھی ہے مگر ساتھ تمہارا ہو جائے

آیات تدرانیہ فاستلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون

اور کُنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۱ سے اسی مقصد کی تائید حاصل ہوتی ہے۔

مَنْ چُونِ حُدُوثِ اِیْنِ قَضِیَّہٗ نَزُوْلٍ پُر زوْد بُوْد و حَقِیْر اَبُو سَطَّہٗ
تَنَاولِ جُلَابِ ضَعْفِ طَارِی شَدَہٗ بُوْد بِاَنْجَامِ کَارِ اِیْنِ نَزُوْلِ
نِیْر دَاخِتِ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ظَاہِرِ خَوَاشِدِ

ترجمہ : چونکہ نَزول کے اس قضیہ کا واقع ہونا قوی اور زور دار تھا اور اس حقیر کو
اہمال و جلاب آور دوا لینے کی وجہ سے کمزوری لاحق ہو گئی تھی اس لیے نَزول
کے نتیجہ میں مشغول نہیں ہوا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی آئندہ ظاہر ہو جائے گا۔

شرح

آپ کے اس فرمان سے دو امر ثابت ہوئے پہلا یہ کہ راہِ طریقت میں سالک
کیلئے مجاہدہ و ریاضت کے ساتھ ساتھ شیخ کی باطنی توجہات بھی ضروری ہیں اور اس کے
لیے سالک کو کمالِ اہتمام اور اخلاص کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سالک
کو جس طرح عروجی مراتب میں مُرشد کی توجہ درکار ہے اسی طرح نَزول کے مرتبوں میں
بھی خصوصی توجہ کی ضرورت باقی رہتی ہے اور سالک (مُرید) کسی وقت بھی اپنے
شیخ کی توجہات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

دوسرا یہ کہ باطنی امور کے کشف و ظہور میں صرف بہمت اور وظائفِ طریقت
کی ادائیگی کے معاملات کے لیے سالک کی ظاہری جسمانی صحت و تندرستی بھی لازمی
ہے کیونکہ جسمانی صحت رُوحانی صحت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن

سنت اور طبِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت میں حفظانِ صحت کے اصول و قواعد بتائے گئے اور معاملاتِ زندگی میں اعتدال و توازن کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ سالک کو چاہیے کہ وظائفِ عبودیت بجالانے اور آدابِ طریقت ادا کرنے کے لیے جسمانی صحت و علاجِ معالجہ کے اصولوں پر بھی مکمل طور پر کاربند رہے۔ حدیثِ نبویؐ فَإِنَّ لِحَدِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے اسی امر پر دال ہے۔

ہمارے مشائخ کے نزدیک عبادات و معاملات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ رزق، صحت اور دوا جیسی نعمتوں کا بھی مناسب اہتمام و استعمال ہونا چاہیئے غیر شرعی جسمانی مشقتوں اور غیر سنون چلوں و ریاضتوں کے ذریعے رُوحانی ترقی حاصل کرنے کی بجائے سنت و شریعت پر عمل کر کے رُوحانی ارتقاء حاصل کرنا چاہیئے چنانچہ عزیمت پر عمل کرنا خصوصیاتِ نقشبندیہ میں سے ہے۔

دفترِ اولِ مکتوب (۱۸)

مکتوبِ ائیر

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی مدظلہ العزیز



موضوعات

تلوین تمکین ، مراتب یقین کی تعریفات
ولایت کے مراتب ثلاثہ ، تہیہ و تنزیہ کی بحث



مکتوب - ۱۸

متن عرضداشت کم ترین بندگان پر تقصیر احمد بن عبد اللہ
آنکہ تازمانے کہ از قسم احوال و موارد و رمید و بعض آن گستاخی
می نمود و جرأت میکرد چون حق سبحانہ و تعالیٰ بہ برکت توجہات
علیہ از رقیبت احوال محرز ساخت و از تلوین بہ تمکین مشرف
فرمود حاصل کار جز حیرت و پریشانی بدست نیامد و از وصل
جز فصل و از قرب جز بعد حاصل نشد و از معرفت جز نکرت
و از علم جز جہل نیفرود و لا جرم در عرضداشتہا توقف واقع شد
و بہ مجرد عرض اخبار روزمرہ جرأت نمود مع ذالک دل را برود
بہنجی مستولی شدہ است کہ بیچ امر سرگرمی ندارد و در رنگ
بیکاران بکارے نمیتواند پرداخت ۔

ترجمہ : بندہ کم ترین پر تقصیر احمد بن عبد اللہ عرض کرتا ہے کہ جب تک قلب پر
احوال و واردات ظاہر ہوتے رہے عرض کہنے کی گستاخی و جرأت کرتا رہا لیکن جب
حق تعالیٰ نے آپ کی بلند توجہات کی برکت سے احوال کی غلامی سے آزاد کر دیا اور
تلوین سے تمکین کے ساتھ مشرف فرمادیا تو کام کا حاصل حیرت و پریشانی کے ہوا کچھ
ہاتھ نہ آیا اور وصل سے جدائی اور قرب سے دوری کے ہوا کچھ حاصل نہ ہوا اور معرفت سے
عدم معرفت اور علم سے جہالت کے ہوا کچھ زیادہ نہ ہوا ۔ ناچار عرضیے ارسال کرنے میں

توقف واقع ہوا اور محض روزمرہ کے حالات عرض کرنے کی جرات نہیں کی اور اس کے ساتھ ہی دل پر ایسی معنوی سردی غالب آگئی ہے کہ کسی کام میں جوش و حرارت نہیں رکھتا اور بیکار لوگوں کی طرح کسی کام میں مشغول نہیں ہو سکتا۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے شیخ کی خدمت میں عرض پر داز ہیں کہ جب تک بندہ پر احوال و واردات اور تلویات کا غلبہ رہا خطوط و مکاتیب کے ذریعے تفصیلاً عرض کرتا رہا مگر جب سے آپ کی بلند توجہات کی برکت سے احوال کے تسلط سے آزادی ملی ہے اور تلویں سے تمکین میں لائے ہیں تب سے حیرت و پریشانی کے ہوا کچھ حاصل نہیں۔ لامحالہ آپ کے ساتھ تحریری رابطے میں بھی توقف واقع ہو گیا ہے یعنی جب تک بندہ مقام تلویں میں تھا مختلف اور متعدد احوال کا مشاہدہ ہوتا رہتا تھا جو آپ کی خدمت میں عرض کر دیئے جاتے تھے۔ اب چونکہ مقام تمکین سے مشرف کر دیا گیا ہے اس مقام میں مختلف احوال و واردات کا سلسلہ بند ہو گیا ہے توحید مان ہوں اب آپ کو کیا عرض کروں۔

تلویں و تمکین

تلویں صوفیاء کرام کی اصطلاح میں مقام تلویں مختلف تجلیات اور واردات سے عبارت ہے جو سالک پر اس کے لطیفہ کے اپنے مبداء فیض تک پہنچنے سے پہلے ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

تمکین مختلف حالات اور واردات کا سلسلہ منقطع ہونے اور سالک کے لطیفہ کا اپنے مبداء فیض تک پہنچ جانے کو مقام تمکین کہا جاتا ہے۔

صوفیاء کی اصطلاح میں تلوین کو حال اور تمکین کو مقام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

◎ تلوین، مقام طلب ہے جس میں احوال آتے اور جاتے رہتے ہیں اور سالک اکثر مغلوبِ احوال رہتا ہے۔

خوبے گریاں گے خداں گے حیراں گے نالاں
بجز این شغل یک لحظہ بنودے روزگار من

◎ تمکین، مقامِ روح و استعزاد ہے جس میں سالک صاحبِ مقام ہوتا ہے اور مغلوبِ احوال نہیں ہونے پاتا۔

مردماں در من وبے ہوشی من حیدر اند
من در آں کس کہ ترا بسند و حیراں نشود

◎ جب مصر کی محورتوں نے جمالِ یوسف کو دیکھ کر عالمِ مدہوشی میں ہاتھ کاٹ دیئے تو یہ ان کا مقامِ تلوین تھا لیکن زلیخا وارفتہ محبت ہو کر بھی ہوش میں رہی وہ مقامِ تمکین میں تھی۔

◎ سالک مقامِ تمکین میں ابیاءِ کرام کے کمالاتِ معنویہ سے فیض پاتا ہے لیکن مقامِ تلوین میں وہ ان کمالات سے محروم رہتا ہے گویا مقامِ تمکین، تلوین سے بہت بلند مقام ہے۔

◎ موسیٰ علیہ السلام جلوہ طور کے وقت مدہوش ہو گئے یہ مقامِ تلوین تھا لیکن سید الانبیاء علیہ السلام و التسليم معراج کی رات عین ذات کے مشاہدے کے وقت بھی ہوش میں رہے یہ مقامِ تمکین تھا۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات
تو عین ذات می نگری و در تبستی

◎ تلوین اربابِ احوال کی صفت ہے اور تمکین اربابِ حقانیت کی صفت

ہے۔ (واللہ اعلم)
 ① توین فقر کا ایک مقام ہے جس میں سالک کے دل پر مختلف اقسام کے حالات وارد ہوتے اور پھرتے رہتے ہیں۔ فقیر ایک حال پر نہیں رہتا تجلیات آتی اور جاتی رہتی ہیں۔

گئے بر طارم اعلیٰ نشینم
 گئے بر پشت پائے خود نہ بینم

② ممکن سلوک کا ایک مقام ہے جس میں سالک قرب الہی کے مرتبے میں پہنچ کر اطمینان قلب حاصل کر لیتا ہے اور دائمی طور پر کشف حقائق سے ممتاز رہتا ہے اور مختلف و متنوع احوال و واردات سے فارغ ہو جاتا ہے۔

حیرت پریشانی
 حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "کام کا حاصل حیرت و پریشانی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا" اس کا مطلب یہ ہے کہ مقام ممکن کے بعد مقامات قرب کی انتہا میں مرتبہ ذات کے اور اک سے عجز کی بنا پر حیرت و پریشانی کا غلبہ ہو گیا کیونکہ عالم و مجرب کے مقابلے میں عالم امکان کی بے مناسبتی دیکھ کر حیرت کا چھا جانا ایک قدسی امر ہے۔ آپ کا یہ فرمان کمال پر دلالت کرتا ہے نہ کہ نقص پر، کیونکہ یہ تکمیل مرتبہ ہے جیسا کہ اگلے الفاظ میں اس حقیقت کی نشاندہی بھی موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "از وصل جز فصل و از قرب جز بعد حاصل نشد" یعنی اس وصل اور قرب کے مقام میں پہنچ کر بھی مرتبہ ذات کے اور اک سے عجز کی بنا پر سوائے جدائی اور دوری کے کچھ حاصل نہ ہوا واضح رہے کہ تمام اولیاء کرام کو مشاہدہ عظمت و جلال کے وقت یہ حیرت حاصل ہوتی ہے۔

معنوی سردی
 آپ کا یہ فرمان کہ "دل پر معنوی سردی غالب آگئی ہے" اس امر پر دال ہے کہ کام پورا ہو جانے کے بعد جب

منزل مقصود مل جائے تو سوائے آرام اور بے کاری کے کوئی کام نہیں رہتا اسی کو معنوی سردی کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسی لیے بعض صوفیاء وصل پر فضل اور قرب پر بعد کو ترجیح دیتے ہیں گو یہ مرتبہ تکمیلی نہیں ہوتا مگر لذت و شوق ضرور دیتا رہتا ہے۔ اسی لیے یہ ابرار کا مرتبہ کہلاتا ہے نہ کہ مقررین کا۔ (واللہ اعلم)

متن بر سر اصل سخن آئیم عجب آنست کہ حالا بحق یقین
مشرف ساختہ اند کہ دران موطن علم و عین حجاب یک دیگر
نیتند و فنا و بقا در آنجا جمع اند در عین حیرت و بے نشانی
بعلم و شعور ست و نفس غیبت حضور ست با وجود علم و معرفت
جزا زدیا و جہل و نکرت نیست ۵

عجب این ست کہ من و اصل و سرگردانم
ترجمہ: اب ہم اصل بات بیان کرتے ہیں تعجب یہ ہے کہ اب اس خدا و دم کو
حق یقین کے ساتھ مشرف فرمایا ہے کہ جس مقام میں علم یقین اور عین یقین ایک
دوسرے کا حجاب نہیں ہیں اور فنا و بقا اس جگہ جمع ہیں عین حیرت و بے نشانی
کی حالت میں علم و شعور کے ساتھ ہے اور نفس غیبت میں حضور حاصل ہے۔ علم و
معرفت کے باوجود جہل و ناشناسی کی زیادتی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔
تعجب یہ ہے کہ میں و اصل ہوں اور پھر بھی پریشان و سرگرداں ہوں

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ مرتبہ حق یقین سے مشرف ہونے کے بعد اس مرتبے کے کمالات بیان فرما رہے ہیں۔ صوفیائے کرام کے نزدیک یقین کے تین مرتبے ہیں علم یقین، عین یقین اور حق یقین۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے تینوں مرتبوں کی تعریف اس طرح بیان فرمائی ہے۔

علم یقین علم یقین در ذات حق سبحانہ و تعالیٰ عبارت از شہود آیات است کہ دال اند بر قدرت او تعالیٰ و تقدس و شہود ان آیات را سیر آفاقی گویند۔

ترجمہ: حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات میں علم یقین ان آیات و نشانات کے شہود سے مراد ہے جو اس کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔ ان آیات کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں گویا مشاہدہ آفاقی مفید علم یقین ہے۔ جیسے دھواں، آگ کی موجودگی پر دلالت کرتا ہے۔

عین یقین عبارت از شہود حق است سبحانہ بعد ان کہ ان معلوماً بالعلم الیقین و این شہود مستلزم فنا سالک است در غلبہ این شہود تعین او بالکلیۃ محم می گردد و در دیدہ شہود او اثرے اذان باقی نمی ماند و در مشہود خود خافی و متہلک می گردد و این شہود نزد این طائفہ علیہ تقدس اللہ تعالیٰ اسرار محم معتبر است با دواک بسیط و معرفت نیز گویند۔

ترجمہ: عین یقین سے مراد حق سبحانہ کا شہود ہے، علم یقین کے طریقے پر معلوم ہو جانے کے بعد اس کا شہود سالک کی فنا کو لازم ہے اور اس شہود کے غلبہ میں

سالک کے وجود کا تعین بالکل محم ہو جاتا ہے اور اس کے دیدہ شہود میں اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور سالک خود اپنے شہود میں فانی و متہلک ہو جاتا ہے اور یہ شہود اس بزرگ جماعت کے نزدیک اور اک بسط سے تعبیر کیا گیا ہے اور اسی کو معرفت بھی کہتے ہیں۔

حق الیقین حق الیقین عبارت از شہود اوست سُبحانہ بعد از تَفَاجِ الشَّعِیْنِ و اَضْلالِ الیقینِ اَمَّا اِنْ شَہِدَ اَوْ حَقِّ رُجُحانہ حق است عَلَّ و علانہ باؤ و لا یَحْمِلُ عَطَاِیَا الْمَسْلُکِ اِلَّا مَطْلَاً و اِنْ دَر بَقَا بِاللہ کہ مقامِ بِنِ یَسْمَعُ و بِنِ یُبْصِرُ است صورتِ بند کہ سالک را بعد از تحقیق بقا مطلق کہ فناء ذات و صفات است حق سُبحانہ و تعالیٰ بعض عنایتِ خویش از نزدِ خود وجود می بخشد و از سکرِ حال و بے خودی بصحو و افاقت می آرد و اِنْ و جود را و جودِ موهوبِ حقانی گویند و رانِ موطنِ علم و عینِ حجابِ یک دیگر نمی شوند

ترجمہ : اور حق الیقین سے مراد اس سُبحانہ کا ایسا شہود ہے کہ جس کے بعد طالبِ کاتعین اور اَضْلالِ ختم ہو جائے لیکن (عارف کے لیے حق سُبحانہ کا یہ شہود حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ عارف کے اپنے ساتھ کیونکہ

”بادشاہ کے عطیات کو اس کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں“

اور یہ شہود بقا باللہ میں جو بِنِ یَسْمَعُ و بِنِ یُبْصِرُ ”یعنی وہ میرے ذریعے سنتا ہے اور میرے ہی ذریعے دیکھتا ہے“ کا مقام ہے حاصل ہو جاتا ہے جہاں سالک کو فناء مطلق کی تحقیق کے بعد جو ذات و صفات کی فنا ہے حق سُبحانہ و تعالیٰ بعض اپنی عنایت سے اپنی طرف سے ایک وجود عطا فرماتا ہے اور سکرِ حال اور بے خودی سے صحو و افاقت (ہوشیاری) میں لاتا ہے اور اس وجود کو و جودِ موهوب

حقانی اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ وجود کہتے ہیں اس مقام میں علم اور عین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتے۔

بلیۃ نمبر ۱ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں مجہد تعالیٰ مجھے حق یقین کے مرتبے سے شرف فرمایا گیا ہے جو کمال علم و معرفت کا مرتبہ ہے لیکن اس کے باوجود سوائے بے علمی اور حیرت کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا یعنی مرتبہ ذات کے ادراک سے عاجز و حیران ہوں گویا وہل متحیر ہوں کیونکہ وصل و عرفان کی انتہا یہی ہے کہ ذات باری تعالیٰ انسانی ادراک اور شعور میں نہ آئے جیسا کہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا :۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ ایم و شنیدہ ایم و خواندہ ایم

اقسام عارف عارف دو قسم کے ہوتے ہیں :

- ۱ بعض عارف عمر بھر مرتبہ خیال میں ہی رہتے ہیں۔
- ۲ بعض اس مرتبے سے آگے گذر کر مرتبہ ادراک بلا کیف سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔

پہلی قسم کے عارفین مرتبہ ذات کے ادراک سے قطعاً عاجز ہوتے ہیں دوسری قسم کے عارفین جب مقام نیچو نیچے سے مشرف ہو کر خود بھی بے چوٹ ہو جاتے ہیں تو بے چوٹ حقیقی (مرتبہ ذات) کے ادراک بلا کیف سے فیض یاب ہوتے ہیں جیسا کہ مولانا روم علیہ الرحمۃ نے فرمایا :۔

اتصالے بے تکلیف بے قیاس
ہست رب الشاس را با جان ناس

بلیہ نمبر ۲ یاد رہے کہ عارفین کے لیے بے چوٹی کے لفظ کا اطلاق مجازاً ہے اور ذات کے لیے حقیقی ہے۔ علمائے معقولین نے جو فرمایا ہے کہ لَا يَتَصَوَّرُ وَلَا يُدْرِكُ یعنی ذات کا ادراک و تصور محال ہے۔ ان کا یہ قول مرتبہ خیال سے تعلق رکھتا ہے اور یہ جو حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ لَا تَتَفَكَّرُوا فِي الْخَالِقِ لہٰ یعنی خالق (تعالیٰ) میں تفکر نہ کرو اس سے مراد تفکر باقتبہ کیف و کم (چون و چند) ہے نہ کہ تفکر بلا کیف (بے چون) بعض صوفیاء نے فرمایا کہ غلاب صفات کا تفکر و ادراک جائز ہے کیونکہ صفات کا نمونہ اس جہاں میں موجود ہے جیسا کہ بندہ کی صفت علم و قدرت وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم و قدرت کا نمونہ ہے لیکن اس کی ذات بمقدسہ ہر قسم کے نمونے و مثال سے پاک ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے، لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ لہٰ پس ذات واجب تعالیٰ ادراک خیال سے دور و آرا ہے۔ فافہم

متن فوق مقام ولایت مقام شہادت سے نسبت ولایت بہ شہادت نسبت تجلی صوری تجلی ذات سے بَلْ بَعْدَ لَمَّا بَيْنَهُمَا أَكْثَرُ مِنْ بَعْدِ هَٰذَيْنِ التَّجَلِّيَيْنِ كَذَٰمَرَّةٌ وَفَوْقِ مَقَامِ شَهَادَتِ مَقَامِ صِدْقِيَّتِ سَت۔

ترجمہ: مقام ولایت سے اوپر مقام شہادت ہے اور ولایت کو شہادت

کے ساتھ وہی نسبت ہے جو تجلی صوری کو تجلی ذاتی کے ساتھ ہے بلکہ ان دونوں نسبتوں کا درمیانی بُعد اس بُعد سے کئی درجے زیادہ ہے جو کہ ان دونوں تجلیات کے درمیان ہے اور مقام شہادت سے اُوپر مقام صدیقیت ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ رقم طراز ہیں کہ ولایت تین مراتب میں پہلی ہے

۱ مقام ولایت

۲ مقام شہادت

۳ مقام صدیقیت

یہ تینوں مقامات اعلیٰ فرق المراتب، ولایت کے حصے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مقام ولایت سے اُوپر مقام شہادت ہے اور مقام شہادت سے اُوپر مقام صدیقیت ہے اور مقام ولایت کی مقام شہادت کے ساتھ وہی نسبت ہے جو تجلی صوری کی تجلی ذاتی کے ساتھ ہے بلکہ ان دو تجلیوں کے درمیان جو مسافت ہے ولایت اور شہادت کے درمیان اس سے بھی کئی درجے زیادہ بُعد مسافت ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ بالا دونوں تجلیوں کے درمیان تعین و لاتعین (یعنی توحید شریلی اور توحید عیسائی) کا فرق ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح مقام شہادت اور مقام صدیقیت میں جو تفاوت ہے وہ تو کسی عبارت یا اشارے سے علمی تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

تعریف مراتب

پہلا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے قُرب اور محبت کا پہلا مرتبہ ولایت ہے و لای

بروزینِ فَعِیلِ فاعل اور مفعول دونوں معنوں میں آتا ہے اِنَّ الْوَلِیَّ مَنْ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ وَلٰی وَہ ہوتا ہے جو اپنے رب کی طرف سے واضح اور روشن دلیل پر ہو۔ جیسا کہ اللہ رب العزت جل مجدہ الکریم نے فرمایا وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّشْرِیْ بِہٖ فِی الْمَآئِیْنِ یعنی ہم نے اسے ایک نور دیا ہے جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔ اولیاء در اصل انبیاء کے ورثہ ہوتے ہیں نبوت کے بعد یہی حضرات زمین پر اخلاقِ الہیہ کی تصویر اور سرِ پاؤں پر ہدایت ہوتے ہیں اور اس دنیا کے رہنے والوں کے لیے ان کا وجود فریۃ رحمت و برکت ہوتا ہے۔

دوسرا مرتبہ وَالَّذِیْنَ بَدَلُوْا اٰذِیْنَہُمْ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاعْلَیْہِ کَلِمَۃٌ یَّعْنٰی شَہٰدَۃً اُسے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے دین کی سرِ بندگی کے لیے وقف کر دیں۔ شہادت کی دو قسمیں ہیں شہادتِ صُغْرٰی اور شہادتِ کُبْرٰی۔ شہادتِ صُغْرٰی کی متعدد اقسام ہیں ان میں سب سے اعلیٰ شہادتِ اللہ تعالیٰ کی راہ میں غازی ہونے کی حالت میں کفار و مشرکین کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دینا ہے۔

شہادتِ کُبْرٰی کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم اللہ تعالیٰ کی صفات کی وجہ سے اس کے ساتھ بلا علت محبت کرنا ہے دوسری قسم شہادت کی اعلیٰ قسم ہے اور وہ یہ ہے کہ عارف کو حق تعالیٰ کا شاہد (بلا کیف) نصیب ہو جائے۔ وَہُمْ اَهْلُ الْخُصُوْرِ مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی بَسَاطِ الْعِلْمِ بِہٖ

یعنی اہل شہادت وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بساطِ علم کی مطابقت

شرفِ حضوری حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا :
 شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ ۚ اس
 آیت میں مرتبہ شہادت والوں کو اُولُو الْعِلْمِ قرار دے کر بساطِ شہادت پر فرشتوں کے
 ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔ یہاں شہادت سے عرفِ عام والی شہادت مراد نہیں بلکہ
 شہادت بمعنی حضور و مشاہدہ مراد ہے شہادت کی ان دو قسموں کو یوں بھی بیان
 کیا جاسکتا ہے۔

تواریک شہادت، شہادتِ صغریٰ ہے۔

اور محبت کی شہادت، شہادتِ کبریٰ ہے۔

یوں سمجھ لیجئے ایک وہ شہید ہے جو لہجے کی تواریک سے شہید ہوتا ہے دوسرا
 وہ شہید ہے جو عشق کی تواریک سے شہید ہوتا ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ لہجے
 کی تواریک جب چلتی ہے تو ایک کو دو کر دیتی ہے اور عشق کی تواریک جب چلتی ہے تو دو
 کو ایک کر دیتی ہے۔ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بسیار دیدہ ایم کہ یک را دو کرد تنج

شیر عشق ہیں کہ دو کس را یکے کند

ولایت کے تیسرے درجے کا نام مرتبہ صدیقیت ہے صدیق مبالغہ کا
 تیسرا مرتبہ صیغہ ہے بمعنی المتقدم فی التصدیق یعنی تصدیق میں آگے بڑھنے
 والا اور جلدی کرنے والا۔ بعض علماء نے صدیق کا معنی یوں بیان فرمایا کَثِيرُ
 الصِّدْقِ وَكَثِيرُ التَّصْدِيقِ یعنی بہت زیادہ سچ بولنے والا اور بہت زیادہ
 تصدیق کرنے والا۔

بیہقی وقت حضرت علامہ قاضی شمس الدین فی سبیل نقشبندی مجددی رحمۃ

اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں :

الْصِّدِّيقُونَ وَهُمْ الْمُبَالِغُونَ فِي الصَّدَقِ الْمُتَصِفُونَ
بِكَمَالٍ مُتَابِعَةِ الْأَنْبِيَاءِ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا الْمُسْتَغْفِرُونَ
فِي كَمَالَاتِ النَّبَوَةِ وَالتَّجَلِّيَّاتِ الذَّائِبَةِ ۱

یعنی صدیق مبالغے کی حد تک پہنچے ہوتے ہیں اور ظاہری و باطنی طور پر انبیاء
کرام کی کامل ترین اتباع سے متصف ہوتے ہیں اور کمالات نبوت اور تجلیات
ذاتیہ میں مستغرق ہوتے ہیں ۔

صاحب تفسیر روح المعانی علامہ محمود آلوسی بغدادی
چار کامل مرتبے نقشبندی مجددی قدس سرہ نے آیت مبارکہ

أُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ الخ کے تحت تحریر فرمایا ہے :

وَنَقَلَ بَعْضُ تَلَامِذَةِ مَوْلَانَا الشَّيْخِ خَالِدِ النَّقْشَبَنْدِيِّ قَدِّسَ
سِرُّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَرَّرَ يَوْمًا أَنَّ مَرَاتِبَ الْكُمُلِ أَرْبَعَةٌ
نَبَوَةٌ وَقُطِبَ مَدَارِهَا نَبِيِّنَا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ثُمَّ صِدِّيقِيَّةٌ وَقُطِبَ مَدَارُهَا أَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقُ ؓ

ثُمَّ شَهَادَةٌ وَقُطِبَ مَدَارُهَا عُمَرُ الْفَارُوقُ ؓ

ثُمَّ وَلايَةٌ وَقُطِبَ مَدَارُهَا عَلِيٌّ كَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی

وَجْهَهُ ۲

ترجمہ : حضرت مولانا شیخ خالد نقشبندی قدس سرہ (علیضہ مجاز حضرت شاہ
غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کے بعض شاگردوں نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک

دن چار کامل مرتبوں کو مقرر کیا اور فرمایا کہ :

پہلا کامل مرتبہ نبوت ہے اور نبوت کے قطب مدار ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
دوسرا کامل مرتبہ صدیقیت ہے اور اس کے قطب مدار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

تیسرا کامل مرتبہ شہادت ہے اور اس کے قطب مدار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ چوتھا
کامل مرتبہ ولایت ہے اور ولایت کے قطب مدار حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔
مقام ولایت میں معارفِ سُکریہ کا اکثر اظہار ہوتا رہتا
ہے جیسا کہ وحدت الوجود کے معارف اکثریت میں
غایۃ ما فی الباب وحدت کا شہود وغیرہام

◎ مقام شہادت میں معارفِ سُکریہ بہت کم ظاہر ہوتے ہیں اگرچہ یہ مقام ایسے
معارف سے بالکل خالی بھی نہیں۔

◎ مقام صدیقیت میں معارفِ سُکریہ کا وجود قطعاً ناپید ہوتا ہے کیونکہ معارف
صدیقیت معارفِ نبوت کی مانند ہوتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ
معارفِ نبوت قطعی ہوتے ہیں اور معارفِ صدیقیت ظنی۔

متن و نشاید کہ میان صدیقیت و نبوت مقامے بودہ باشد
بلکہ محال است و این حکم بہ بحالیت اُبکشف صریح صحیح معلوم گشتہ
و آنچہ بعضے از اہل اللہ واسطہ میان این دو مقام ثابت کر د
اند و بقربت نامیدہ اند بان نیز مشرف ساختند و بر حقیقت آن
مقام اطلاع دادند بعد از توجہ بسیار و تضرع بے شمار اولاً

ہمان طور کہ بعض اکابر فرمودہ اند ظاہر شد آخر الامر حقیقت
را معلوم فرمودند آری حصول آن مقام بعد حصول مقام
صدیقیت است در وقت عروج آقا واسطہ بودن محل
تأمل است

ترجمہ : اور ممکن نہیں کہ مقام صدیقیت اور مقام نبوت کے درمیان کوئی اور
مقام ہو بلکہ محال ہے اور اس کے محال ہونے کا یہ حکم واضح اور صحیح کشف سے معلوم ہوا
ہے اور بعض اہل اللہ نے ان دونوں مقاموں کے درمیان جو واسطہ ثابت کیا ہے
اور اس کا نام قربت رکھا ہے اس سے بھی مشرف فرمایا گیا اور اس مقام کی حقیقت
پر اطلاع بخشی گئی۔ بہت توجہ اور بے شمار عاجزی کے بعد شروع میں اسی طرح جیسا
کہ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے ظاہر ہوا آخر کار حقیقت کا علم کرا دیا۔ ہاں اس مقام
کا حاصل ہونا عروج کے وقت میں مقام صدیقیت کے حصول کے بعد ہے لیکن واسطہ
ہونا غور طلب مقام ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ صدیقیت اور نبوت کے درمیان کوئی مقام
نہیں اور بعض اکابر مثلاً شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ان دونوں کے
درمیان جو مقام ثابت کیا ہے اس کا نام قربت رکھا ہے اور اس کو واسطہ قرار دیا ہے
ان کا یہ فرمان محل تأمل اور غور طلب ہے کیونکہ قرآن پاک نے نبی اور صدیق کے درمیان
کوئی مقام ثابت نہیں کیا۔

کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

أُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ
وَالصِّدِّيقِينَ ۖ

قرآن کا انبیاء کے بعد صدیقین کا تذکرہ کرنا اس امر پر دلیل ہے کہ نبی کے بعد اگر کوئی
درجہ ہو سکتا ہے تو وہ صرف صدیق کا ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

بلیہ نمبر ۳ واضح ہو کہ نبوت اور صدیقیت کے درمیان مقام قربت واسطہ نہیں ہو
سکتا کیونکہ مقام وہ ہے جو عروج و نزول کا متقاضی ہو اور قربت

وہ ہے جو عروج و نزول سے خالی ہو نیز قربت صدیقیت سے علیحدہ کسی چیز کا نام نہیں بلکہ یہ
صدیقیت کا جزو و اخیر ہے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ مقام قربت کی توجہ خالص تنزیہ
کی طرف ہے اور وہ تمام عروج و فنا ہے اور مقام صدیقیت و نبوت سرسبز و محدود
بقا ہے پس ان دونوں مقاموں میں بہت بڑا فرق ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

◎ مفسرین کرام بھی اسی امر کے قائل ہیں کہ نبوت کے نیچے صرف مرتبہ صدیقیت ہے
تفسیر صاوی میں ہے: فَالصِّدِّيقِيَّةُ تَحْتَ مَرْتَبَةِ النَّبُوَّةِ

متن وزائدیت وجود بر ذات جلّ و علا درین مقام ظاہر

می شود چنانکہ مقرر علماء اہل حق ست شکر اللہ تعالیٰ سنجیم

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر وجود کا زاید ہونا اسی مقام میں ظاہر ہوتا ہے جیسا
کہ علماء اہل حق کے نزدیک ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کی جزائے
خیر عطا فرمائے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو مقام صدیقیت کی سیر و معرفت کے دوران بذریعہ

کشف والہام معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اس کی ذات پر زائد ہے۔ آپ کا یہ کشف علمائے حق اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے عین مطابق ہے کیونکہ ان کے نزدیک وجود حق ذات حق پر زائد ہے یعنی ذات موجود، عالم ہستی و وجود سے منترہ و مُبرّہ ہے اور ذات کائنات سے ورّاء الودّ ہے جبکہ صوفیائے وجودیہ ذات اور کائنات میں اتحاد ثابت کرتے ہیں۔ صوفیائے شہودیہ کے امام حضرت ابوالمکارم رکن الدین شیخ علاؤ اللہ سمنانی قدس سرہ کے فرمان ”فَوْقَ عَالَمِ الْوُجُودِ عَالَمٌ مَلِکِ الْوُجُودِ“ (عالم وجود و ہستی کے اوپر بہت محبت کرنے والے بادشاہ کا عالم ہے) کا بھی یہی مطلب ہے پس معلوم ہوا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا کشف و شہود علمائے شریعت (اہل سنت و جماعت) کے اصول سے بال برابر بھی مخالف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے شرعی نظری، استدلالی علوم کو ضروری کشفی بنادیا تھا۔ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سلوک سے مقصود یہی ہے کہ جمالی معرفت تفصیلی اور استدلالی معرفت کشفی ہو جائے پس ثابت ہوا کہ علوم شرعیہ ہی اصلی علوم ہیں راہ سلوک میں جو علوم سکر یہ پیش آتے ہیں وہ اصلی علوم نہیں ہوتے ان سے گزر جانا چاہیے۔ (وَبِاللّٰهِ التَّوَسَّلُ)

متن و برسر مسئلہ قضا و قدر نیز اطلاع دادند و آن را بر نہجے اعلام فرمودند کہ بہ پیچ و جہ بہ اصول ظاہر شریعت غرّا مخالفت لازم نیاید و از نقص ایجاب و شائبہ جبر مُبرّہ او منترہ است و در ظہور مشابہ قمر لیلۃ البدر ست عجب ست کہ باوجود عدم مخالفت با اصول شریعت این سکہ را چہرہ پوشید

داشته اند۔

ترجمہ : اور مسئلہ قضا و قدر کے راز پر بھی اطلاع بخشی گئی اور اس کا اس طرح پر علم کر لیا گیا کہ کسی طرح بھی روشن شریعت کے ظاہری اصول و قواعد سے مخالفت لازم نہیں آتی اور یہ مسئلہ ایجاب (واجب کرنا) کے نقص اور جبر (مجبور کرنا) کی آمیزش سے پاک و صاف ہے اور جو دھویں رات کے چاند کی طرح ظاہر ہے تعجب ہے کہ جب یہ مسئلہ اصول شریعت کے مخالف نہیں ہے تو پھر اس کو پوشیدہ کیوں رکھا ہے ؟

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مقام شہادت کے معارف کے ضمن میں اس فقیر کو مسئلہ قضا و قدر کے راز پر بھی مطلع فرمایا گیا یعنی اس راز کی استدلالی معرفت فقیر کے لیے کشفی معرفت ہو گئی ہے اور ہدایہ کشف و الہام معلوم ہو گیا ہے کہ واجب تعالیٰ ایجاب کے نقص اور جبر کے ثنائیہ سے قطعاً متبرک ہے اور علمائے اہل سنت کا یہی متفقہ عقیدہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز تقدیر الہی کے ساتھ وابستہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے **كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ** یعنی ہر چیز قضا و قدر سے تعلق رکھتی ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایک قسم کا اختیار عطا فرما رکھا ہے اور وہ جمادات کی طرح مجبور محض نہیں ہیں جیسا کہ جبر یہ کا عقیدہ ہے کیونکہ جبر یہ کے عقیدے کی صورت میں بندہ ثواب و عذاب کا مستحق نہیں رہے گا اور یہ عقیدہ شریعت مطہرہ کے سر اسر خلاف ہے لہذا امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان نوشتہ تقدیر پر مجبور نہیں مختار ہے کیونکہ بندہ خالق فعل نہیں کاسب فعل ہے اور مسئلہ قضا و قدر میں یہ امر ثابت ہے کہ بندہ اپنے کسب اور اختیار سے جو کچھ کرنے والا تھا اللہ تعالیٰ نے تحریر قضا و قدر سے پہلے اس کے اختیاری فعل کو اپنے

علم ازلی سے جان لیا تھا اور قضا و قدر میں اس کو مرتبہ علم میں ثابت کر دیا تھا لہذا انسان تقدیر کے لکھے ہوئے پر مجبور نہیں بلکہ تقدیر کا لکھا ہوا اس کے فعل اختیار کے تابع ہے پس نوشتہ تقدیر کو نوشتہ تاریخ کی طرح محمول کرنا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

◎ فرقہ قدیریہ بندہ کو خالق افعال مانتا ہے لیکن علماء متکلمین اہل سنت و جماعت نے افراط و تفریط کے برعکس استدال منتجب کیا ہے جو قرآن و سنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ ان کے نزدیک خالق افعال اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جیسا کہ آیت قرآنیہ شاہد ہے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ۝ ”یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو۔“

◎ بندہ قدرت مخلوق کے بل بوتے پر کسب افعال اور عدم کسب دونوں پر قادر و مختار ہے۔ اگر چاہے کسی فعل کو انجام دے اور اگر چاہے چھوڑ دے اسی بنا پر وہ ثواب عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ”یعنی دخول جنت و دوزخ بندوں کے اعمال کی جزاء ہے۔“ تیز فرمایا فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ ۝ ”یعنی جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے“ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ”ایمان لانا اور کفر کرنا“ بندہ کے ارادہ و اختیار کے ساتھ مربوط ہے پس ثابت ہوا کہ جبریہ و قدیریہ کے عقائد نصوص قرآنیہ کے خلاف ہیں۔

متن بعضہ از علوم بعض میرساند قال اللہ سُبحَانَهُ
تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ

الْبَصِيرُ أَوَّلُ كَلَامِ اثْبَاتِ تَنْزِيهِهِ مُحْضٍ سِتْ كَمَا
هُوَ الظَّاهِرُ وَقَوْلُهُ سُبْحَانَهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ
مُتَمِّمٌ وَمُكَمِّلٌ لِلتَّنْزِيهِ بِبَيَانِهِ أَنْتَ كَمَا
ثَبُوتِ سَمْعٍ وَبَصَرٍ عَالَمٍ رَأُوهُمْ ثَبُوتِ مِمَّا ثَلَّتْ اسْتِ
وَلَوْ فِي الْجُمْلَةِ نَفَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَنْهُمْ
السَّمْعَ وَالْبَصَرَ لَدَفَعَ هَذَا الْوَهْمَ بِعَيْنِ سَمْعٍ وَ
بَصِيرَةٍ أَوْ سَبَلِ شَأْنِهِ وَسَمْعٍ وَبَصَرٍ كَمَا فِي مَخْلُوقٍ سِتْ

در رویت و سماع، هیچ مدخلی ندارد و الخ

ترجمہ: اُن علوم میں سے بعض عرض خدمت ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اس کی
مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے“ اس آیت کا پہلا جزو الْمَسْمُوعِ
کَمِثْلِهِ شَيْءٍ، خالص تنزیہ کو ثابت کرتا ہے اور دوسرا جزو وَهُوَ السَّمِيعُ
الْبَصِيرُ، اس تنزیہ کو پورا اور کامل کرنے والا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے چونکہ
عالم کے لیے سمع و بصر کے ثابت ہونے میں باہم مشابہت کے ثبوت کا وہم ہوتا ہے
”اگرچہ فرضی طور پر ہی ہو“ اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس وہم کو دور کرنے کے
لیے مخلوق سے سمع و بصر کی نفی فرمادی یعنی سَمِيعٌ وَبَصِيرٌ اللہ جل شانہ ہی ہے اور سَمِيعٌ
بصر کی طاقت جو مخلوق میں پیدا کی گئی ہے، دیکھنے اور سننے میں ان کا کچھ دخل نہیں ہے

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ مقام شہادت کے مناسب بعض علوم و معارف
بیان فرما رہے ہیں جو آپ پر بطریق کشف و الہام وارد ہوئے چنانچہ آپ فرماتے ہیں

آیہ مبارکہ لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ کے دو جز ہیں :

پہلا جز وَلَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ اللہ تعالیٰ کی شانِ تنزیہ کا بیان ہے اور دوسرا جز وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ بھی اس کی شانِ تنزیہ ہی کو پورے طور پر ظاہر کر رہا ہے لیکن صوفیائے وجودیہ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ آیت کا پہلا جز و تنزیہ اور دوسرا جز و تشبیہ کا بیان ہے ان کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جامع تنزیہ و تشبیہ ہے

تشبیہ و تنزیہ

○ اہل تصوف کے نزدیک اشیائے کائنات میں ظہورِ ذات کا نام تشبیہ ہے اور ذاتِ حق کا صفاتِ ممکنات سے پاک و منترہ ہونا تنزیہ ہے۔

○ صوفیائے وجودیہ کے نزدیک مراتبِ وجوب چھ ہیں اور وہ مرتبہ تشبیہ کو بھی انہی مراتب سے جانتے ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ ہماری سمع و بصر بھی اللہ تعالیٰ کی ہی سمع و بصر ہے جو یہاں ظہور کرتی ہے جیسے کہ بارش کا پانی پر نالے سے ظاہر ہوا ہے دراصل پر نالے سے نہیں۔

○ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک ذاتِ حق تعالیٰ بے مثل اور بے چوں و بے چگون ہے اور مرتبہ تشبیہ سے منترہ و مبرا ہے۔ تَعَالَى اللَّهُ عَن ذَٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا

○ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک صوفیائے وجودیہ کا مذکورہ قول سُکْر کے قبیل سے ہے اور مقامِ ولایت کے علوم کے مناسب ہے اور آپ کا مکشوفِ صحو کے قبیل سے ہے اور مقامِ شہادت کے علوم کے مناسب ہے جو شریعت کی

نشار کے عین مطابق ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

○ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک آیہ مبارکہ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سمیع و بصیر ہے اور بندہ بذات خود ہرگز سمیع و بصیر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی عادت جاریہ کے مطابق ہماری سمع و بصر اکان و آنکھ کو سننے اور دیکھنے کی تاثیرات عطا فرماتا ہے جو سننے اور دیکھنے کا سبب بنتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ وہ تاثیرات نہ بخش تو بندے سننے اور دیکھنے سے محروم ہو جائیں کیوں کہ بندوں کی یہ صفات جماد محض ہیں اور سننے دیکھنے میں کوئی تاثیر نہیں رکھتیں۔

○ صوفیائے وجودیہ کا اس آیت کے حصر و اختصاص سے مرتبہ تشبیہ پر دلیل لانا از قبیل سُکر ہے جو حقیقت سے بعید ہے کیونکہ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّیْ لَہُ کے مطابق صفات باری تعالیٰ حد و حصر سے باہر ہیں۔

○ ذات حق کو کمالات کے کسی مرتبے کے ساتھ تشبیہ و تمثیل سے وراء جاننا چاہیئے جیسا کہ آیت کریمہ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ میں صریح حکم موجود ہے بعض آیات و اقوال صوفیائے جو تشبیہ و تمثیل کے الفاظ وار دہوئے ہیں وہ تشبیہ یا تمثیل مِنْ کُلِّ الْوُجُوہِ نہیں ہوتی بلکہ کسی خاص امر میں ہوا کرتی ہے اور وہاں بھی عارضی اور حقیقی کافرق ملحوظ رہنا چاہیئے۔ اصل بات یہ ہے کہ عالم مثال میں دلچسپی سے لے کر ممکن تک ہر چیز مثال ہے اگرچہ اس کی مثال کوئی چیز نہ ہو مشکل نور و غیرہ کی تمثیل کو بھی اسی قاعدہ پر محمول کرنا چاہیئے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

دفترِ اولِ مکتوب (۱۹)

مکتوبِ النیر

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

حاجت مند فقراء و علماء کی مالی امداد و سفارش



مکتوب - ۱۹

متن عرضداشتِ احقر اِخذمہ آنکہ شخصے از لشکر آمدہ
وانمود کہ مبلغ و طیفہ داران فقرار دہلی و سرہند از بابت فصل
ضریف گذشتہ حوالہ ملازمان عتبہ علیہ کردہ اند کہ بعد
از تحقیق حق مستحقان رسانند

ترجمہ : حقیر ترین خادم کی درخواست ہے کہ لشکر سے ایک شخص نے آکر بتایا
کہ گذشتہ فصل ضریف کے متعلق دہلی اور سرہند کے و طیفہ دار فقیرار کا روپیہ
حضور کی بلند بارگاہ کے ملازموں کے حوالے کیا گیا ہے تاکہ صحیح تحقیق کے بعد
مستحقین کو پہنچا دیں ۔

شرح

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہ نے بعض حاجت مندوں کی امداد
کے لیے بطور سفارش اپنے مرشد برحق کی بارگاہ میں ارسال فرمایا ہے جس میں
شیخ ابوالحسن حافظ، مولانا علی اوشین شاہ محمد حافظ و دیگر اہل علم حضرات علیہم الرحمۃ
کے سالانہ وظائف ایک ایک ہزار تک (بکہ رائج الوقت) کی ادائیگی و حاجت
برآری کے لیے درخواست پیش کی گئی ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی خانقاہ عالیہ باقویہ دہلی شریف
کے منتظم اعلیٰ حضرت خواجہ شیخ سید فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو صوفی مشرب ہونے

کے ساتھ ساتھ صاحب ثروت، امیر، سخی دل اور فیاض طبع بھی تھے۔ انہوں نے خانقاہ کے اخراجات کے علاوہ خاص خاص حاجت مند علماء اور فقراء کے معقول وظائف بھی مقرر فرما رکھے تھے جو حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہما کی معرفت ادا فرمایا کرتے تھے۔

واضح ہو کہ ارباب سوانح کی حاجتیں پوری کرنا، موجب اجر عظیم اور عادات اہل کرم سے ہے۔ حدیث نبوی علی صاہبا الصلوات خیر الناس من نفع الناس کے مطابق حضرت خواجہ دہلوی اور حضرت امام ربانی قدس اللہ انرا رُحما غرہا و مساکین کی خیر خواہی، ہمدردی اور ہر ممکن معاونت فرمایا کرتے تھے اور اس سلسلے میں آپ نے اپنے کئی مکتوبات میں اہل ثروت حضرات کو اس امر پر توجہ دلائی ہے۔

اہل علم اور اہل ذکر کی خصوصیت کے ساتھ دستگیری اور مالی معاونت بجائے خود ایک بہترین عبادت ہے کیونکہ اس طرح بالواسطہ دواعی علم و ذکر کی سرپرستی ہوتی ہے جو صدقہ جاریہ کے زمرے میں شامل ہے۔

بزرگان دین کا معمول رہا ہے کہ وہ علماء اور صوفیاء کو اپنے جو دوسخا کام مرکز قرار دیتے تھے جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا جاتا تو فرماتے یہ وہ خوش نصیب حضرات ہیں جن کا نصب العین فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو پوری کائنات کے ساتھ قرب الہی اور خدمت دین کے درجات کے حصول کے درپے ہیں اگر ان کی مدد نہ کی جائے تو ان کی کیسوتی اور اخلاص میں فرق آئے گا۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمہ ہمیشہ اپنے صدقات و عطیات علماء و صوفیاء کیلئے وقف رکھتے۔ حدیث نبوی ہے اطعموا طعامکم

الْاَتَقِيَاءَ وَاُولُوْا مَعْرُوفٍ كُمْ الْمُؤْمِنِيْنَ اپنی دعوتوں میں انہی لوگوں کو شریک کرو جو نیک اور پرہیزگار ہیں یا ایسے مومنوں کو جن کو نیکی سے شغف ہے۔

آپ اس کا سبب یہ بیان فرماتے کہ علماء کو علم دین کی تعلیم و تبلیغ کی طرف متوجہ رکھنا فرائض میں داخل ہے اگر یہ حضرات روزمرہ کی ضروریات میں اُبکھے رہے تو علمی و دینی مشاغل کیونکر جاری رکھ سکیں گے۔

صوفیاء کرام کے نزدیک خدمتِ خلق اور نصیبت زدہ افراد کی ہر ممکن امداد بڑی اہم عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے :

مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا
نَفَسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ
یعنی جس شخص نے کسی مومن کی دنیاوی تکالیف میں سے ایک تکلیف رفع کی اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی تکالیف میں سے ایک تکلیف رفع کر دیگا۔
قابلاً حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اسی لیے فرمایا تھا :

طریقت بخیر خدمتِ خلق نیست
تبیح و سبّادہ و دلق نیست

دفترِ اول - مکتوب (۲۰)

مکتوبِ عالیہ

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ



یہ مکتوب گرامی بھی آپؑ نے بعض حاجت مندوں
کی سفارش کے سلسلے میں اپنے مرشد بزرگوار مدرسہ
کی خدمتِ عالیہ میں تحریر فرمایا ہے۔

دفترِ اولِ مکتوب (۲۱)

مکتوبِ انیس

حضرت شیخ محمد امجدی دہلوی قاری موسیٰ لاہوری مدظلہ العالی



موضوعات

قُرْبُ فِرَاقِ اَوْ قُرْبِ زَوَافِل ، عَشَائِکِ کے وقت
میں مذاہبِ اربعہ ، مَارِ مُسْتَعْلٰی کی تعریف و احکام
سید عالم صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فضائل مبارکہ طاہر ہیں
احادیثِ تحریمِ سجدۂ تحیّۃ

مکتوب الیہ

حضرت شیخ محمد سیّد ولد حاجی قاری سونئی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
(ان کے حالات زندگی معلوم نہیں ہو سکے)

مکتوب - ۲۱

مَنْ اَعْلَمُوا اِخْوَانِي اَنَّ الْمَوْتَ الَّذِي قَبْلَ
الْمَوْتِ الْمُعْتَبَرِ عَنْهُ بِالْفَنَاءِ عِنْدَ اَهْلِ
اللّٰهِ مَا لَمْ يَتَّحَقَّقْ لَمْ يَتَيَسَّرِ الْوُصُولُ
اِلَى جَنَابِ الْقُدْسِ بَلْ لَمْ يَكُنِ النِّجَاتُ
عَنْ عِبَادَةِ الْمَعْبُودَاتِ الْبَاطِلَةِ الْاَفَاقِيَّةِ
وَالْاِلَهَةِ الْهَوَانِيَّةِ الْاَنْفُسِيَّةِ

ترجمہ: میرے رومانی بھائیو! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جب تک وہ موت جو معروف موت سے پہلے ہے جس کو اہل اللہ فنا سے تعبیر کرتے ہیں ثابت نہیں ہو گئی اس وقت تک بارگاہ قدس تک وصول میسر نہیں ہوگا بلکہ آفاقی باطل معبودوں (کفار و فجار کے معبود لات و منات وغیرہ) اور انسانی ہوائی خداؤں (خواہشات نفس) کی پوجا سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ فنا انسیان ماسوی اللہ کے بغیر سالک کو خدا تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ بزرگان دین کا قول مَوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ، اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا،

موت معروف (طبعی موت) سے پہلے مر جانا لطائفِ ستہِ قلبیہ سے جدا ہو جانا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ سالک کا نفس ترقی کر کے مقامِ قلب تک پہنچتا ہے اور پھر یہ دونوں مل کر مقامِ رُوح تک اور پھر یہ تینوں مقام ستر تک پھر چاروں مل کر مقامِ خفی تک پھر پانچوں مل کر مقامِ اخفی تک پہنچتے ہیں پھر سارے مل کر عالمِ قدس (وطنِ اصلی) کی طرف پرواز کر جاتے ہیں اور لطیفہِ قلبیہ کو خالی چھوڑ جاتے ہیں۔ لیکن ابتداء میں یہ پرواز بطریقِ احوال ہوتی ہے اور انتہائیں بطریقِ مقام اور اس جدائی کے باوجود قالب میں حس و حرکت باقی رہتی ہے یہ

اس حقیقت کو پنجابی زبان کے معروف شاعر حضرت میاں محمد بخش (عارفِ کھڑی، رحمۃ اللہ علیہ نے یوں قلم بند کیا ہے۔

تن حویلی تے توں وچہ بیل جان مکان تہارا
میں مرچکی آں سج کر مشیں سیف ملو کا یارا

موت تفرقہ ہیت اجتماعیہ کا نام ہے
موت دو قسم پر ہے۔
۱. موت اضطراری ۲. موت اختیاری

◎ مفارقتِ رُوح از بدن (رُوح کا بدن سے جدا ہونا) موتِ اضطراری ہے۔

◎ خواہشاتِ نفس کا مقاطعہ لذاتِ جسمانیہ سے اعراض اور گناہوں سے کامل توبہ موتِ اختیاری ہے اور مُؤْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا سے اسی موت کی طرف اشارہ ہے۔

موت اختیاری کی اقسام
اس موت کی چار قسمیں ہیں :

۱۔ موتِ اَبِیض (سفید موت) یعنی بھوک، پیاس، نیند پر قابو پالینا، چونکہ اس موت سے اشراقیت بڑھتی ہے لہذا اسے سفید موت کہہ دیتے ہیں۔

۲۔ موتِ اَسْوَد (سیاہ موت) یعنی دونوں جہاں سے منہ پھیر لینا جیسا کہ فرمایا گیا اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ ”فقر دارین سے منہ کالا کر لینا“ پھیر لینا ہے۔ چونکہ دونوں جہاں سے آنکھ بند کر لی جاتی ہے لہذا اسے سیاہ موت کہتے ہیں۔
۳۔ موتِ اَحْمَر (سُرخ موت) یعنی خواہشات و لذاتِ دنیوی کو قربان کر کے ان پر غلبہ پالینا اور ان کا خون بہا دینا چونکہ یہ قربانی خواہشات کا خون کر کے سُرخ روئی کا باعث بنتی ہے لہذا اسے سُرخ موت کہتے ہیں۔

۴۔ موتِ اَخْضَر (سبز موت) یعنی اُندہ کے لیے اُمیدوں اور اُمنگوں پر پانی پھیر دینا اور طویل اہل یعنی لمبے منصوبوں کو خیر باد کہہ دینا۔ چونکہ اس سے سالک کی خوشحالی اور سرسبزی کا آغاز ہوتا ہے لہذا اسے سبز موت قرار دیا گیا ہے۔

مَنْ فَلَمْ يَتَحَقَّقْ حَقِيقَةُ الْإِسْلَامِ وَلَمْ يَتَيَسَّرْ كَمَالُ الْإِيمَانِ فَكَيْفَ يَحْصُلُ الدُّخُولُ فِي زُمْرَةِ الْعِبَادِ وَالْوُصُولُ إِلَى

دَرَجَةِ الْاَوْتَادِمَعَ اَنَّ هَذَا الْفَنَاءَ قَدَمُ اَوَّلٍ يُوضَعُ فِي اَطْوَارِ الْوَلَايَةِ ۱۰

ترجمہ: پس افسانہ بنیاد اسلام کی حقیقت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی کمال ایمان حاصل ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں داخل ہونا اور اوتاد کے درجے تک پہنچنا کس طرح میسر آ سکتا ہے۔ حالانکہ یہ فنا پہلا قدم ہے جو ولایت کے درجے میں رکھا جاتا ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جب تک سالک مقام فنا میں قدم نہیں رکھتا آفاقی اور انسانی معبودوں سے ربانی حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اسلام اور ایمان کی حقیقت ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اس سے پہلے اگر اسلام ہے تو صورت اسلام ہے اگر ایمان ہے تو صورت ایمان ہے۔ اسی طرح تزکیہ سے پہلے نماز و زکوٰۃ، روزہ و حج کی بھی صورتیں ہی ہیں نہ کہ حقیقتیں۔

صورت ایمان اور حقیقت ایمان کا فرق
صورت ایمان تصدیق احکام شرعیہ کا نام ہے حقیقت ایمان شہود مصداق احکام شرعیہ کو کہا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ ظاہر شریعت کے حکم میں صرف آفاقی معبودوں کی نفی کرنے سے ایمان ثابت ہو جاتا ہے یہ ایمان کی صورت ہے لیکن ایمان کی حقیقت انسانی معبودوں کی نفی پر موقوف ہے۔ صورت ایمان کے تو زائل ہونے کا

کا احتمال ہے لیکن حقیقت ایمان اس احتمال سے محفوظ ہے۔
اسی طرح اعمالِ صالحہ (نماز، روزہ وغیرہ) اگر تکلف اور مزاحمتِ نفس کے ساتھ ادا ہوں تو یہ ان کی صورت ہے اور اگر بلا تکلف و رغبتِ نفس کے ساتھ ادا ہوں تو یہ ان کی حقیقت ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں۔

۱ ایمانِ تقلیدی ۲ ایمانِ تحقیقی

ایمانِ تحقیقی بھی دو قسم پر ہے :

۱ استدلالی ۲ کشفی

اور ہر ایک ان دو قسموں سے یا تو محدود نہایت رکھتا ہے یا نہ محدود نہایت رکھے وہ علمِ یقین ہے اور جو نہ رکھے اس کی پھر دو قسمیں ہیں یا شاہدہ ہے کہ اس کا نام عینِ یقین ہے اور یا مشہود ذاتی ہے کہ اس کو حقِ یقین کہتے ہیں۔

حقیقتِ ایمان، اطمینانِ قلب کے بعد ہوتی ہے
استشہادِ بالحدیث اور اطمینانِ قلب اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا

ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ اور اس کی علامت یہ ہے کہ مومن کا دل اس قدر منور ہو جائے کہ اس کی روشنی میں عرش و فرشِ جنت و دوزخ اور عالمِ برزخ وغیرہ اس کے سامنے منکشف ہو جائیں۔

جیسا کہ حدیثِ حارث بن مالک اس امر پر شاہد ہے ملاحظہ ہو۔

عَنْ حَارِثِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ مَرَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ كَيْفَ أَصْبَحْتَ

يَا حَارِثُ قَالَ أَصَبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ لِكُلِّ حَقٍّ حَقِيقَةً
فَمَا حَقِيقَةُ إِيْمَانِكَ قَالَ عَزَفْتُ نَفْسِي عَنِ
الدُّنْيَا وَأَهْلِهَا وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى عَرْشِ رَبِّي بَارِزًا
وَالِى أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُونَ فِيهَا وَأَهْلُ السَّارِ
يُعَذِّبُونَ فِيهَا فَقَالَ عَبْدُكَ نَوَّرَ اللَّهُ قَلْبَهُ ۝

ترجمہ: حضرت حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک
دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حارث
تیرا کیا حال ہے؟ میں نے کہا ”میں حقیقی مومن ہوں“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر
حق کی حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ میں نے کہا دنیا اور
اہل دنیا سے رُخ پھیر لیا ہے گویا کہ میں عرش الہی کو ظاہر دیکھ رہا ہوں اور اہل جنت
کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک دوسرے سے ملاقاتیں کر رہے ہیں اور اہل دوزخ کو دیکھ
رہا ہوں کہ انہیں عذاب دیا جا رہا ہے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایسا بندہ ہے
جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے منور کر دیا ہے۔

بَیِّنَةٌ مِمَّا
حَدِثَ مَذْكُورٌ فِي إِيْمَانِ شَهْوَدِي كَوَهِ إِيْمَانِ حَقِيقِي قَرَارٌ دِيَا كِيَا هِي قُرْآنِ
كَرِيمِ فِي أَسَى إِيْمَانِ كَوَلُورُ كَمَا كِيَا هِي اللَّهُ وَلِيَّ الَّذِينَ آمَنُوا
يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۝ دُوسرے مقام پر ارشاد ہے
نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۝ اور یہی وہ نُورِ إِيْمَانِ
ہے جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ ۝

مَنْ وَلَّوْا لَیَّةَ دَرَجَاتٍ بَعْضُهَا فَوْقَ
بَعْضٍ اِذْ عَلٰی قَدَمٍ کُلِّ نَبِیٍّ وَّ لَایَّةٌ
خَاصَّةٌ بِهٖ وَاَفْصٰی دَرَجَاتِهَا هِیَ الَّتِیْ
عَلٰی قَدَمِ نَبِیِّنَا عَلَیْهِ وَاَعْلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ
مِنَ الصَّلٰوَاتِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَیْمُنُهَا۔

ترجمہ : اور ولایت کے کئی درجے ہیں جن میں بعض درجے بعض سے افضل ہیں
کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اسی کے ساتھ خاص ہے اور ان درجات
میں سب سے بلند وہ درجہ ہے جو ہمارے نبی (آپ پر اور تمام انبیاء کرام پر ہماری
طرف سے کامل درود اور مبارک دیے پیش ہوں) کے قدم پر ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ ولایت کے کئی درجات
ہیں جو ایک دوسرے سے بلند و بالا ہیں واضح رہے کہ اس امر پر قرآن و حدیث کے
واضح اشارات موجود ہیں اور کتب صوفیاء میں اس کی تفصیلات مذکور ہیں۔
ارباب طریقت کے نزدیک ولایت کی دو قسمیں ہیں۔

جو تمام مومنین کو حاصل ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے :

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ

۱ ولایت عامہ

الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ

جو متقین (ارباب سلوک) سے مختص ہے جیسا کہ

۲ ولایتِ خاصہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

إِنْ أَوْلِيَآءُ هَٰؤُلَاءِ الّٰهَ الْمُتَّقُونَ ۝

یہ ولایت عروج و نزول اور فنا و بقا سے عبارت ہے اس کی تعریف صوفیاء کرام نے یوں فرمائی ہے، **ہی عبارتہ عن فنائہ العبد فی الحق و بقائہ** عارف کامل حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ولایتِ خاصہ کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں **اول ولایت (فتح و اق)** دوم ولایت (بکسر و اق)۔

ولایت (واق کی فتح (زبر) کے ساتھ) حق تعالیٰ کے ساتھ بندے کے قرب کو کہتے ہیں اور ولایت (واق کے کسر) (زیر) کے ساتھ اس صفت کو کہتے ہیں جس کے سبب سے بندہ مخلوق میں مقبول ہو جاتا ہے اور دنیا والے اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں **خوارق تصرفات** اس دوسری قسم میں داخل ہیں اور جو برکات مستعد لوگوں کو حاصل ہوتی ہیں وہ ولایت (بالفتح) کا اثر ہوتا ہے بعض لوگوں کو ان دونوں قسموں میں صرف ایک قسم حاصل ہوتی ہے اور بعض حضرات کو ان دونوں کا کافی حصہ حاصل ہوتا ہے اور بعض ان دونوں قسموں کی ولایتوں میں سے کسی ایک کا حصہ دوسری سے زیادہ حاصل ہوتا ہے **مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ ولایت (بالفتح) کا ولایت (بالکسر) پر غلبہ رہتا ہے** اور اگر کوئی مقتدا شخص اس دنیا سے انتقال فرماتا ہے تو ولایت (بالکسر) کو اپنے کسی مخلص کے لیے چھوڑ جاتا ہے اور ولایت (بالفتح) کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور کبھی کسی لغزش کی بناء پر ولایت (بالکسر) کو ولی سے واپس لے لیتے ہیں ۱۔

درجات ولایت اہل علم کو اللہ تعالیٰ نے مختلف درجات سے نوازا ہے (خواہ ظاہری ہو یا باطنی) جیسا کہ ارشاد ہے :

وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ

صوفیاء کرام کے نزدیک ولایت کے دو درجے ہیں۔ اقل ولایت صُغریٰ، دوم ولایت کبریٰ (بعض نے ولایتِ ثُلّیٰ کا بھی ذکر فرمایا ہے)۔ ولایتِ صُغریٰ تو عامۃ المؤمنین و صالحین کو شامل ہے اور ولایتِ کبریٰ کے چار درجے ہیں۔

پہلا درجہ غلت
ابراہیم خلیلا

دوسرا درجہ حُب

یہ درجہ محبوبِ خدا اصلی اور عینِ یکتا کے لیے ظاہر ہوا اور ان کو اللہ تعالیٰ نے حبیب کے لقب سے نوازا جیسا

کہ آپ نے فرمایا اَنَا حَبِيبُ اللَّهِ وَلَا فَخْرَ لِي مَدِیْثِ قَدِیْسِ مِیْسِ ہے :
 كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاحْيَيْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ نُوْرَ مُحَمَّدٍ
 بلکہ آپ کی تبعیت میں آپ کے فلاسوں کو بھی یہ درجہ عطا ہوا۔ جیسا کہ اِنْ كُنْتُمْ
 يُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاسْتَعُوْا نِیْ اُحْبِبْكُمْ اللّٰهُ سے ثابت ہے۔

تیسرا درجہ خستہ ام
یہ درجہ غایتیت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ کے ساتھ
مخصوص ہے جیسا کہ فرمایا وَلَیْکُمْ رَسُوْلٌ

اللہ و خاتم النبیینؐ یہ مرتبہ ختم نبوت سے ختم ولایت کی طرف مشعر ہے
یہ درجہ عبدیتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء سے تعلق رکھتا
ہے جیسا کہ سُجَّانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ
چوتھا درجہ عبودیت
سے ظاہر ہے۔

نہوت اور ولایت کا باہمی تعلق واضح رہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات حقیقہ و غلطیہ کے مظہر ہیں اور بمطابق حکم فاشیعونی یجئکم اللہ کمالات انسانی کا انحصار بھی آپ کی اتباع پر موقوف ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام، اہل بیت عظام و اولیائے فہام کو تمام کمالات ظاہری و باطنی آپ کی اتباع ہی کے ذریعے مسرائے اور آپ ہی کے مشکوٰۃ نبوت سے فیض یاب ہوئے۔

اتباع کی دو قسمیں ہیں۔ متابعت ظاہری اور متابعت باطنی۔ متابعت ظاہری مرتبہ نبوت سے متعلق ہے اور متابعت باطنی مرتبہ ولایت سے مرتبہ نبوت سے ان احکام شرعیہ کی طرف اشارہ ہے جو عالم و جب سے بواسطہ جبریل علیہ السلام سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور آپ نے خلق خدا تک پہنچا دیئے۔ مرتبہ ولایت سے وہ اسرار توحید و معرفت مراد ہیں جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام بی مع اللہ سے بلا واسطہ جبریل علیہ السلام (براہ راست) حق سبحانہ و تعالیٰ سے حاصل کر کے خاصان امت کو سکھا دیئے۔

نہوت کا ظاہر و باطن واضح رہے کہ نبوت کا ظاہر شریعت ہے اور نبوت کا باطن ولایت ہے ظاہر کو باطن سے اور باطن کو ظاہر سے ایک خاص تعلق کی بناء پر ادا اور پرورش ملتی رہتی ہے۔

نبوت کا باطنی پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کامل استغراق و فنا کا قومی تعلق قائم ہو جائے اسی کا نام ولایت ہے۔ نبوت کا ظاہری پہلو یہ ہے کہ اسی باطنی تعلق کی بناء پر عالم قدس سے جو کچھ حاصل ہو وہ خلق خدا تک بطریق مناسب پہنچا دیا جائے تاکہ بیک وقت خالق اور مخلوق دونوں کے ساتھ تعلقات استوار رہیں۔ یہی نبوت ہے لہذا برہنہ ولی ہوتا ہے لیکن ہر ولی نبی نہیں ہوتا جبکہ ولایت مروج الی الخلق کا نام ہے اور نبوت نزول الی الخلق کو کہا جاتا ہے۔

صوفیائے محققین کے نزدیک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات حقیقہ و خلقیہ کے اصل اور مظہر ہیں اور ساری کائنات کو تمام مراتب کمالیہ آپ کے ہی وجود سے حاصل ہوئے ہیں۔ لہذا جملہ انبیاء و مرسلین کی روحانیت نے آپ کی ہی روحانیت سے اخذ فیضان کیا ہے کیونکہ آپ ہی اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہ تبارک و تعالیٰ کے شرف سے مشرف ہیں۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُولِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
عَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيمِ

اور یہ بات بھی محتاج دلیل نہیں کہ اولیاء اللہ انبیاء کرام کے وارث اور نائب ہوتے ہیں اور انبیاء ہی سے اقتباس فیض کرتے ہیں جس ولی کو جس نبی سے فیض ملتا ہے اس کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ولی فلاں نبی کے قلب پر یا زیر قدم ہے۔

یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ ہر اولو العزم نبی و رسول ایک ولایتِ انبیاء

جدا گانہ شان ولایت کا مظہر ہوتا ہے اور وہ اپنے ایک موعین لطیف سے مقام کمال تک پہنچتا ہے مثلاً آدم علیہ السلام لطیف قلب سے، نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام لطیف روح سے، موسیٰ علیہ السلام لطیف برتر سے، عیسیٰ علیہ السلام لطیف خفی سے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم لطیف اخفی سے اپنے مقام کمال تک پہنچے ہیں نیز ہر نبی کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت مرقی ہوتی ہے چنانچہ آدم علیہ السلام کی مرقی صفت التکوین ہے، نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی مرقی صفت العلم ہے، موسیٰ علیہ السلام کی مرقی صفت الکلام ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی مرقی صفت القدرت ہے اور سید الانبیاء علیہ التحیۃ والتشاد کی مرقی شان العلم ہے جو صفات سے بلند تر ہے۔

بلیۃ نمبر ۲ واضح ہو کہ دیگر تمام انبیاء کرام انہی انبیائے اولوالعزم کے مشارب میں ان کے ساتھ شریک ہیں اور صفات میں سے کوئی ایک صفت ان کی مرقی ہوتی ہے۔ لیکن اولیائے کرام کے لیے صفات کے خلال مرقی ہوتے ہیں اور خلال تعلقات صفات اور مثال صفات سے عبارت ہیں۔

عنود شعی مرتبت علی اللہ و علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے لیکن آپ **بلیۃ نمبر ۳** کی تبیت میں تعلیم و تبلیغ ظاہری و باطنی کے لیے سلسلہ ولایت قائم جاری و ساری ہے۔ کوئی دور بھی ارباب ولایت سے خالی نہیں رہا، دنیا کے انتظامات اولیاء کرام کے سپرد ہوتے ہیں جس طرح ملائکہ عظام کو تدبیر امور کی خدمات سپرد کی گئی ہیں۔ اسی طرح قدرت نے اولیاء اللہ کو تشریعی و کوینی خدمات و کرامات سے بھی نوازا رکھا ہے اور بے شمار کتب تصوف میں اولیاء اللہ کے مقامات و مناصب کی تفصیلات و تشریحات مذکور ہیں متعدد احادیث مبارکہ میں بھی ان امور و مناصب کی نشاندہی موجود ہے۔

مناصب و مراتب اولیاء اولیائے کرام کے درجات و مراتب اور مقامات و مناصب کے متعلق جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور جن کے خلاف بدعات کے نام سے نظریں پھیلانی جاتی ہیں ان کے ازالہ کے لیے احادیث مبارکہ سے چند شواہد ہدیہ ناظرین ہیں۔

⑥ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے **آلای المصنوعۃ** میں قریباً بیس کتب رواۃ سے "اہال" کی احادیث نقل فرمائی ہیں اور ان احادیث کے روات پر جرح کے بعد تمام احادیث کو حسن اور صحیح قرار دیا ہے تمام طرق لمادی کو جمع کرنے پر ایک قدر مشترک (یعنی اہال کے وجود کو تسلیم کرنے) پر علماء و مشائخ

امت متفق ہیں اس موضوع پر امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام **الْخَبْرُ الدَّالُّ عَلَى وُجُودِ الْقُطْبِ وَالْأَوْتَادِ وَالنُّجَبَاءِ وَالْأَكْبَادِ** لے ہے۔

صوفیاء کی بعض اصطلاحات کی اصل تو قرآن و حدیث سے ثابت ہے مثلاً اول ابرار، اخیر، نجباء، نقباء، عمد، رجال اور ابدال وغیرہ۔ اسی طرح غوث، ہستیوم افراد اور اوتاد وغیرہ کی اصطلاحات کتب صوفیاء میں کثرت کے ساتھ موجود ہیں علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے ”الخبر الدال“ میں اس سلسلے کی چند احادیث نقل فرمائی ہیں۔

حدیث اول
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْخَلْقِ ثَلَاثَةَ قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلِلَّهِ فِي الْخَلْقِ أَرْبَعُونَ قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلِلَّهِ فِي الْخَلْقِ سَبْعَةٌ قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلِلَّهِ فِي الْخَلْقِ خَمْسَةٌ قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلِلَّهِ فِي الْخَلْقِ ثَلَاثَةٌ قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ مِيكَائِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلِلَّهِ فِي الْخَلْقِ وَاحِدٌ قَلْبُهُ عَلَى قَلْبِ إِسْرَافِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۝

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ کے تین سو بندے مخلوق میں ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ہیں چالیس ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب کی مانند ہیں سات ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

قلب کی مثل ہیں: پانچ ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت جبرائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں تین ایسے ہیں جن کے دل میکائیل علیہ السلام کے دل پر ہیں اور ایک ایسا ہے جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہے۔
 اس کے بعد رقم طراز ہیں:

وَالْخَطِيبُ مِنْ طَرِيقِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعَبْسِيِّ
قَالَ سَمِعْتُ السَّكَنَانِيَّ يَقُولُ الثَّقَبَاءُ ثَلَاثُ مِائَةٍ
وَالْجُبَّاءُ سَبْعُونَ وَالْبِدَلَاءُ أَرْبَعُونَ وَالْأَخْيَارُ
سَبْعَةٌ وَالْعَمَدُ أَرْبَعَةٌ وَالْغَوْثُ وَاحِدٌ لَهُ

ترجمہ: خطیب نے بطریق عبداللہ بن محمد العباسی اس حدیث کا اخراج کیا کہ میں نے کثافت سے سنا ہے کہ نقباء تین سو ہیں، پنجاب ستر ہیں، ابدال چالیس ہیں، اخیار سات، قطب چار اور غوث ایک ہے۔

حديث ثانى
عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ تَخْلُقُوا الْأَرْضَ مِنْ
أَرْبَعِينَ رَجُلًا مِثْلَ خَلِيلِ الرَّحْمَانِ فِيهِمْ يُسْقَوْنَ وَبِهِمْ
يُنْصَرُونَ قَالَ الْحَافِظُ أَبُو الْحَسَنِ الْهَيْثَمِيُّ فِي تَجْمَعِ
الرُّوَايَةِ اسْتِنَادُهُ حَسَنٌ لَهُ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا چالیس آدمیوں سے زمین خالی نہ رہے گی جو مثل خلیل اللہ کے ہیں، ان کی برکت سے ان پر بارش برساتی جائے گی اور ان کی وجہ سے ان کی ابداد کی جائے گی

مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہیں۔
واضح رہے کہ حدیث اس کے شواہد متعدد احادیث میں موجود ہیں اور حدیث
ابن سعد کی تفصیل حدیث خطیب سے بھی ثابت ہے۔

حدیث ثالث
وَمِنْهَا خَيْرُ الْبَيْتِ قِيَانُ أَبَدَالِ أُمَّتِي لَمَّا
يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِالْأَعْمَالِ (وَلَكِنْ) إِنَّمَا
دَخَلُوهَا بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَسَخَاوَةِ الْأَنْفُسِ وَسَلَامَةِ الضُّمُورِ
ترجمہ: یہی شریف کی حدیث ہے تحقیق میری امت کے ابدال اپنے اعمال
کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت انہوں کی سخاوت
اور سینوں کی سلامتی سے داخل ہوں گے۔

بعض اصطلاحات مناصب کا مفہوم

لفظ ولی حضرت علامہ سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ لفظ
ولی کے دو معنی ہیں۔

(اول) وَلِيٌّ بَرَزُوذِنْ فَعِيلٌ بِمَعْنَى فَاعِلٍ مِثْلِي قَرِيبٌ اقْرُبْ رَكْنُ
والا جیسا کہ مکریم و تدبیر

(دوم) وَلِيٌّ بَرَزُوذِنْ فَعِيلٌ بِمَعْنَى مَفْعُولٍ مِثْلِي مُقَرَّبٌ قَرِيبٌ کَمَا
گیا جیسا کہ قبیل یعنی مقبول ہے

باصطلاح معنی اول "ولی" اللہ تعالیٰ کا قُرب تلاش کرتا رہتا ہے۔ باعتبار معنی ثانی
"ولی" کو خود اللہ تعالیٰ اپنے قُرب میں رکھتا ہے۔ اسی طرح حسب تصریح مذکور ولی
کے معنی مدحیبت اور محبوب کے بھی آتے ہیں غرضیکہ ولی کا شخص اپنے تمام معانی

کے لحاظ سے آیتہ کریمہ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۰ سے استفادہ ثابت ہے اور جب مرتبہ ولایت کسی کے لیے ثابت ہوتا ہے تو اپنے تمام لوازمات سمیت ثابت ہوتا ہے۔ اِذَا ثَبَتَ الشَّيْءُ ثَبَتَ بِجَمِيعِ كَوَازِمِهِ ۝۱۱ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى ذٰلِكَ

قُطْب

لُغَتِ عرب میں قطب چل کی میخ (کیل) کو کہتے ہیں جس پر چپکے گردش کرتی ہے اگر وہ نہ ہو تو چکی نہیں چل سکتی۔ یونہی قطب کے

بغیر نظام عالم بھی نہیں چل سکتا۔ قطب کے سبب ہی دائرہ وجودِ عالم قائم و محفوظ رہتا ہے اور دنیا میں آثارِ برکات اور ظہورِ حسنات اسی کے دمِ قدم سے وابستہ ہوتے ہیں۔

اقسامِ اقْطابِ

اقْطاب کی کئی اقسام ہیں۔ مثلاً اْقطْبُ الاقْطابِ، اْقطْبُ الوحدتِ، اْقطْبُ عالمِ، اْقطْبُ اکبرِ، اْقطْبُ الارشادِ، اْقطْبُ الابدالِ، اْقطْبُ المدارِ، اْقطْبُ تعلیمِ بعض حضرات نے بارہ اْقطاب کے وجود کا قول کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اقطاب کے فرائض کے متعلق فرمایا ہے۔

”قطب ابدال واسطہ وصول فیوض است کہ بوجود عالم بقائے ال تعلق
دارد و قطب ارشاد واسطہ وصول فیوض است کہ بارشاد و ہدایت عالم
تعلق دارد پس تخلیق و تزیین و ازالہ بلیات و دفع امراض و حصول فیات
و صحت منوط بفیوض مخصوصہ قطب ابدال است و ایمان و ہدایت و
توفیق حسنات و انابت از سیئات نتیجہ فیوضات قطب ارشاد است
ترجمہ قطب ابدال عالم کے وجود اور اس کی بقا سے تعلق رکھنے والے امور میں

وصول فیض کا واسطہ ہوتا ہے اور قطب ارشاد ہدایت و ارشاد سے متعلق امور میں وصول فیض کا ایک واسطہ ہوتا ہے۔ اس لیے پیدائش، رزق، مصائب و امراض کے دور ہونے اور صحت و عافیت کے حاصل ہونے کا تعلق قطب ابدال کے فیض کے ساتھ مخصوص ہے اور ایمان و ہدایت اور نیکیوں کی توفیق اور گناہوں سے توبہ کا تعلق قطب ارشاد کے فیض کا نتیجہ ہے۔

قطب مدار قطب مدار کے متعلق حضرت قاضی شہداء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کے تحت حضرت امام ربانی قدس سرہ سے حضرت خضر علیہ السلام کا قیل نقل فرمایا ہے:

وَجَعَلَنَا اللَّهُ تَعَالَى مُعَيَّنًا لِلْقُطْبِ الْمَدَارِ مِنْ
أَوْلِيَاءِ اللَّهِ تَعَالَى الَّذِي جَعَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى مَدَارَ الْعَالَمِ
وَجَعَلَ بَقَاءَ الْعَالَمِ بِبَرَكَاتِهِ وَجُودِهِ وَإِفَاضَتِهِ
ترجمہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم کو قطب مدار کا معاون بنایا ہے جو اللہ کے ولیوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عالم کا مدار بنایا ہے اور جس کے وجود کو برکت اور فیض رسانی کی بقا کا سبب بنایا ہے۔

غوث غوث اسم مصدر مبنی للفاعل ہے اس کے معنی ہیں دُعا کرنا والا، فرما دینے والا فرایس، پکارنے والا جیسے غوثُ الرُّجُلِ وَاسْتَعَاثَ صَاحَ وَاعْتَوَشَاهُ

اصطلاح صوفیاء میں غوث ایسے ستجائب الدعوات انسان کے لیے بولا جاتا ہے جس کی طرف لوگ اضطراب کے وقت دُعا کے لیے محتاج ہوں اور وہ اگر کسی

بات میں قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دیتا ہے۔ غوث اللہ تعالیٰ کے اذن سے متصرف فی الاخوان والادوان ہوتا ہے۔

قیوم قیوم مخلوق پر تمام اعمال الہیہ کا سبب ہوتا ہے اولوالعزم رسول کا نائب ہوتا ہے اس کا مخالف اس کے فیض سے محروم ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا :
معاملہ انسان کامل تا بجائے می رسد کہ اورا قیوم جمیع اشیاء بحکم خلافت می سازند و ہمہ را فاضل وجود و بقا و سائر کمالات ظاہری و باطنی تربط اومی رسانند !

ترجمہ : قیوم انسان کامل ہوتا ہے جس کو تمام اشیاء کائنات کا قیوم یعنی خلیفۃ اللہ بنایا جاتا ہے۔ تمام مخلوق کو وجود اور بقا اور تمام کمالات ظاہری و باطنی اسی کے وسیلے سے پہنچتے ہیں۔

نیز آپ نے فرمایا :

”این عارفی کہ بہ منصب قیومیت اشیاء مشرف گشته است حکم وزیر دارد کہ مہمات مخلوق را با و مرجوع داشته اند“ !

ترجمہ : وہ عارف جو قیوم کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ مخلوق کے اہم معاملات کا تعلق اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔

قیوم کے دو مفہوم لفظ قیوم جب ذات باری تعالیٰ جل مجدہ الکریم کیلئے بولا جائے تو اس کا معنی اَقَامَ اَيْدِ اَيْتِهْ وَمَقْوَمًا لِّغَيْرِهْ ہوگا یعنی جو بذات خود قائم ہو اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہو اور یہ لفظ جب کسی مخلوق کے لیے بولا جائے تو اس کا لغوی معنی مُرَاد لیا جائے گا اور اس

کی تاویل کی جائے گی یعنی کسی شے کے قیام اور بقا کا وسیلہ و ذریعہ۔
صوفیائے کرام نے وضاحت فرمائی ہے کہ قیوم، غوث، قطب الاقطاب اور
فرد کامل تقریباً ایک جیسا مفہوم رکھتے ہیں۔ صرف قیوم کی اصطلاح حضرت امام ربانی
قدس سرہ سے مشہور ہوئی اور آپ نے قیومیت سے خلافت اور وزارت مُراد لی ہے
چنانچہ آپ نے اپنے متعلق اور اپنے جانشین عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ
اللہ علیہ کے متعلق منصب قیومیت کے عطا ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ ملاحظہ
فرمائیں :

بعد از لمحہ دید کہ بفرزندِی مرحمت فرمودند و آن خلعت اور ابتسام
پوشانیدند و این خلعت زائلہ کنایت از معاملہ قیومیت بُودہ است کہ
تربیت و تکمیل تعلق داشته اے

یعنی آپ نے واقعہ میں دیکھا تھا کہ آپ کے جسم سے ایک خلعت (لباس)
جدا ہو گئی اور وہ آپ کے فرزند ارجمند خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کو مرحمت فرمائی گئی
وہ خلعت زائلہ معاملہ قیومیت ہے جو کہ تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتا ہے۔ صاحب
روضۃ القیومیۃ نے تصریح فرمائی ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ
اقدس سے قیوم اَوّل حضرت امام ربانی قدس سرہ کے سر مبارک پر دستار مبارک باندھی
اور منصب قیومیت کی مبارک باد دی اے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں :
ابدال خصائص اُمتِ محمدی سے ہے کہ اس میں اقطاب و اوتاد و نجباء
ابدال موجود ہیں حدیث مرفوعہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ ابدال چالیس
مرد اور عورتیں ہیں جب ان میں سے کوئی وصال کر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی مرد یا عورت

کو اس کے بدل میں پیدا کر دیتا ہے ۱

- ◎ بعض مشائخ نے ابدال کی وجہ تسمیہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ وہ لوگ جو کہ وراثت بشریہ سے منقطع ہو کر اپنی صفاتِ ذمیرہ کو صفاتِ حمیدہ سے بدل لیتے ہیں۔
- ◎ ابدالِ حظیم خلافت سے پوشیدہ ہوتے ہیں، اولیائے کاملین کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا ۲

بقیہ نمبر ۴ ابدالانِ حق باذن اللہ نظامِ عالم میں تصرفات فرماتے ہیں اور جب کوئی ان سے مدد طلب کرتا ہے تو وہ امداد اور فیض پہنچاتے ہیں اس کی تائید میں امام شمس الدین جزری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

وَإِنْ أَرَادَ عَوْنًا فَلْيَقُلْ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَعِينُنِي يَا عَبْدَ اللَّهِ أَعِينُنِي يَا

عَبْدَ اللَّهِ أَعِينُنِي ۳

یعنی جب کوئی ان سے مدد لینا چاہے تو کہے ”اے اللہ کے بندو میری مدد کرو“

واضح ہو کہ بزاز نے اپنی سند میں حضرت ابن عباس سے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اسی مفہوم کی تائید میں قاضی محمد بن علی شوکانی نے حضرت عبد اللہ بن سعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث لکھی ہے:

إِذَا انْقَلَبْتَ دَابَّةً أَحَدِكُمْ فَلْيُنَادِ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَحْبِسُوا ۴

یعنی جب کسی کا جانور جنگل میں کھوجائے تو اس کو پکار کر یوں کہنا چاہیے کہ اے اللہ کے بندو اس کو روکو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے

بھی ہیں جو عالم کو گھیرے ہوئے ہیں تو اُمید ہے کہ شاید وہ روک لیں۔
اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ الموصلیٰ اور طبرانی نے بھی ابن اسنی کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

اُمتدادِ اولیاء کا مسئلہ آج کل متنازعہ فیہ بنا ہوا ہے لیکن یہ امر یاد رہے کہ باذن اللہ کے عقیدے کے ساتھ یہ کمالات اولیاء کے لیے ماننا شرک کے زمرے میں نہیں آتا۔ ہاں اگر استقلالِ ذاتی اور بلا اذنِ اولیاء کے لیے یہ تصرفات مانے جائیں تو یقیناً شرک ہے لیکن ایسا عقیدہ کسی مسلمان کا نہیں ہے۔

حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں :

شیر مردانند در عالم مدد
آں زماں کا فغان مظلوماں رسد
بانگ مظلوماں ز ہر باب شنوند
آں طرف چوں رحمت حق میدوند
آں ستون ہائے خلل ہائے جہاں
آں طبیبانِ مرض ہائے نہاں

مَنْ إِذَا تَجَلَّى الذَّاتِ الَّذِي لَا اِعْتِبَارَ فِيهِ
لِلْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَالشُّيُونِ وَالْاِعْتِبَارَاتِ
لَا بِالْاِتِّجَابِ وَلَا بِالسَّلْبِ مَخْصُوصٌ
بِوَلَايَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

ترجمہ: جبکہ تجلی ذاتی جس میں اسماء و صفات و شیونات و اعتبارات کا کوئی اعتبار نہیں نہایجاب (اثبات) کے طور پر کوئی اعتبار ہے اور نہ سلب (نفی) کے طور پر۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت (ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ) کے ساتھ مخصوص ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ تجلی ذاتی میں اسماء و صفات اور شیونات و اعتبارات کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ حجابات ہیں اور تجلی ذاتی میں بے حجاب و صل غریبی نصیب ہوتا ہے اور یہ تجلی ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و التسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے۔ انبیائے عظام اور اولیائے کرام کو یہ تجلی بطریق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تبعاً حاصل ہوتی ہے نہ کہ اصلاً۔

اسماء و صفات اور شیونات و اعتبارات تصوف کی دقیق اصطلاحات ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے بعض مکتوبات قدسیہ میں ان کی تعریفات اور ان کے باہمی فرق کو واضح فرمایا ہے۔ تفصیل دفتر اول مکتوب چہارم کی شرح میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں بھی اختصار کے ساتھ چند اشارات نذر قارئین ہیں۔

اسماء و صفات اور شیونات و اعتبارات کی بحث

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ صفات و جود، حقیقیہ، اضافیہ، صفات سلبیہ اور ان اسمائے حسنی سے موصوف ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ احادیث مبارکہ کے اشارات اور اولیاء کرام کے کشف و شہود سے پتہ چلتا ہے کہ اسماء و صفات کے ظلال بھی ہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات انبیاء اور ملائکہ کے مبادی تعینات (جہاں سے وہ فیض حاصل کرتے ہیں) اور اسماء و صفات کے ظلال (حجابات، لطیفے اور واسطے) باقی

مخلوق کے سب آدمی تعینات ہیں۔

اسمار و صفات اسم، اس لفظ یا عبارت کو کہتے ہیں جس سے حق سبحانہ و تعالیٰ کی جانب اشارہ کیا جائے۔ وہ اشارہ باعتبار اس کی ذات کے ہو خواہ باعتبار اس کی صفات کے، اسم شئی کی تخصیص کرتا ہے اور صفت موصوف کی حالت بیان کرتی ہے۔

اصل اسماء کی اصل ربوبیت ہے اور صفات کی اصل الہیت تمام اسماء کا اشتقاق رب سے ہے اور جملہ صفات کا استخراج اللہ اور اللہ سے ہے اسماء و صفات ذات کے حجابات ہیں جو جلالی بھی ہیں اور جمالی بھی، ذات حق سبحانہ و تعالیٰ ان حجابات میں ستور اور ان سے ور آر ہے جب سالک یا عارف ان حجابات پر نظر ڈالتا ہے تو اس کا سامنا اسماء و صفات کے نشانات و آثار سے ہوتا ہے اور جب ان سے آگے نظر بڑھاتا ہے تو وہ ربوبیت اور الہیت کی معرفت کے بعد ذات حق وحدۃ لا شریک کا امتیاز معلوم کر لیتا ہے۔ (واللہ اعلم)

اسماء حسنی اسماء و صفات غیر متناہی ہیں کیونکہ اس کے افعال غیر متناہی ہیں لیکن ان سب کا مخرج اصول متناہی کی جانب ہوتا ہے جو تعداد میں ننانوے ہیں انہیں اسماء حسنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا

یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی ہیں اس کو ان اسماء سے پکارو۔

حدیث پاک میں ہے :

اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً غَيْرَ وَاحِدَةٍ
مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ننانوے ایک کم سو نام ہیں جس نے ان کا احصار کر لیا (ان کے عرفان و شہود سے باطن کو متور کر لیا) وہ جنت میں جائے گا۔

ان اسماء حسنیٰ کا مرجع آٹھ اصولوں کی جانب ہے جنہیں اُہیاتِ اسماء اسماء کہتے ہیں اور انہیں صفاتِ ثبوتیہ ثمانیہ بھی کہا جاتا ہے وہ یہ ہیں۔

۱) حیات ۲) علم ۳) قدرت ۴) ارادہ
۵) سماع ۶) بصر ۷) کلام ۸) متکون

واضح رہے کہ جب اسماء و صفات غیر متناہیہ کا مرجع ننانوے اصول متناہیہ کی جانب ہے جنہیں اسماء حسنیٰ کہتے ہیں اور اسماء حسنیٰ کا مرجع آٹھ اُہیاتِ اسماء کی جانب ہے تو لازمی طور پر یہ اُہیاتِ اسماء و صفات بھی حقیقتاً ایک ہی اصل کی جانب راجع ہوں گے اور وہ اسم اللہ ہے جو جامع ہے جمیع اسماء الہیہ کا اور شامل ہے جمیع صفاتِ الہیہ کو۔

اسماء الہیہ جن صورتوں میں ظاہر اُعیانِ ثابتہ و اُعیانِ ممکنات ہوتے ہیں انہیں مظاہرِ اسماء کہتے ہیں وہ صورتیں یا وہ مظاہر جن میں اسماء علم الہی میں ظاہر ہوتے ہیں اُعیانِ ثابتہ اور صورتِ علمیہ کے نام سے موسوم ہیں اور وہ مظاہر جو خارج میں ظاہر ہوتے ہیں اُعیانِ ممکنات و وجودِ عینی اور عالمِ شہادت کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں،
ذات و صفات
”ذات آنست کہ قائم بنفسہ باشد و صفات قائم باو“ یعنی ذات اس کو کہتے ہیں جو خود اپنے نفس کے ساتھ قائم ہو اور صفات

جو اسی ذات کے ساتھ قائم ہوں (لیکن ذات پر زائد ہوں)
 جمہور علماء متکلمین (اہل سنت) کے نزدیک صفات نہ مبین ذات ہیں اور نہ غیر
 ذات یعنی لَا هُوَ وَلَا غَيْرُهُ ہیں اور یہی فیصلہ صحیح اور واقعہ کے مطابق ہے۔
 حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں :

اہل حق بوجہ صفات قائل شدہ اند و وجود ایشان را زاید بر وجود ذات
 می دانند حق سبحانہ را عالم بعلم می گویند و قادر بقدرت می دانند و علیٰ هذا
 القیاس و معتزلہ و شیعہ و حکماء انہی صفات قائل اند
 ترجمہ : اہل حق صفات کے وجود کے قائل ہیں اور ان کے وجود کو ذات کے
 وجود پر زائد سمجھتے ہیں وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کو علم کے ساتھ عالم اور قدرت کے ساتھ قادر
 جانتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اور معتزلہ و شیعہ اور حکماء صفات کی نفی کے قائل ہیں۔
 اسی معرفت میں آگے رقم طراز ہیں :

و بعضے از متاخرین صوفیاء کہ بوحث وجود قائل اند و نفی صفات بمعتزلہ
 و حکماء موافق اند۔

یعنی متاخرین صوفیہ میں سے بھی کچھ حضرات جو وحدت الوجود کے قائل ہیں صفات
 کی نفی کے مسئلہ میں معتزلہ اور حکماء کے ساتھ متفق ہیں۔

تعلقات ذات یا سبحات وجہ اللہ کے مرتبہ کا نام ہے۔ یعنی
 شئونات لاہوت کے ساتھ جو انکشافات اشیاء کا مبداء ہے، اشیائے کائنات
 کے جو اختصاصی تعلقات قائم ہیں انہی کو صوفیاء کی اصطلاح میں شئونات کے نام
 سے موصوم کرتے ہیں۔ بعض صوفیائے مرتبہ احدیت یا وحدت محضہ کے اس جلالی
 مرتبہ (سُرادات جلال) کو شئونات کا مرتبہ قرار دیا ہے جس کے انکشافات (محجبات

اُٹھنے، پر عالم اسکان جل کر محسوس ہو جائے جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہے اس اصطلاح کی اصل آیت قرآنیہ **كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ** ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا:

شیونات الہی فرع اند مرذات راجل شانہ

یعنی اللہ تعالیٰ کی شیونات اس کی ذات کی فرع ہیں۔ واضح ہو کہ ہر تجلی کے لیے ایک حکم خاص ہے جسے شان کہتے ہیں۔ حق تعالیٰ جب بندے پر تجلی فرماتا ہے تو اس تجلی کا نام حق کے اعتبار سے شان الہی رکھا جاتا ہے اور بندے کے اعتبار سے حال یا امر کہتے ہیں۔

اعتبارات تعینات و تنوعات ذات کے ظہورات کا وہ مرتبہ جو ذات سے منتزع ہو اور اس کا وجود خارجی نہ ہو مرتبہ اعتبارات کہلاتا ہے جیسے شعلہ جو الہ کے گھمانے سے دائرے بنتے چلے جاتے ہیں یہ دائرے اس شعلہ جلہ کے اعتبارات ہیں۔ یہ مرتبہ عارفوں کے اور اک سے درجہ ہوتا ہے اور مرتبہ ذات کے ساتھ خاص مناسبت رکھتا ہے۔

بقیہ نمبر ۵ سالک کا خلل صفت تک وصول ولایت صغریٰ ہے اور صفت تک وصول ولایت کبریٰ ہے اور یہ انبیائے عظام کی ولایت ہے اور شیونات تک وصول ولایت ملائکہ اعلیٰ ہے اور ذات تک وصول مرتبہ کمالات نبوت ہے۔

◎ صفات شیونات اور اعتبارات کے درمیان فرق یہ ہے کہ صفات کا وجود خارجی ذات پر زائد ہوتا ہے اور مرتبہ شیونات مرتبہ ذات سے منتزع ہے اور وجود خارجی نہیں رکھتا اور مرتبہ اعتبارات بھی ذات سے منتزع اور وجود خارجی نہیں رکھتا

لیکن شیونات اور اعتبارات کے درمیان فرق باعتبار ادراک عارف ہے یعنی اگر عارف مشاہدہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ثمانیہ میں سے فلاں صفت مثلاً علم یا قدرت یا مخصوص و معلوم صفت منتزع ہوئی ہے۔ اس کو مشاہدہ شیونات کہا جائے گا اور اگر عارف معلوم کرے کہ صفات باری تعالیٰ سے کوئی ایک صفت منتزع ہوئی ہے لیکن اس صفت کا تعین عارف کے ادراک میں نہیں آتا اس کو مشاہدہ اعتبارات کے نام سے پکارا جائے گا۔

واضح ہو کہ مرتبہ ظلال سے مرتبہ صفات بلند ہے اور مرتبہ صفات سے مرتبہ شیونات افضل ہے اور مرتبہ شیونات سے مرتبہ اعتبارات اعلیٰ ہے کیونکہ اس آخری مرتبہ میں عارف ذات حق بھانسنے کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ مرتبہ قرب ذات اور بے کیفی کے سبب سے عارف کے ادراک سے بہت بلند ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحقائق

مَنْ وَخَرَقَ جَمِيعَ الْحُجُبِ الْوُجُودِيَّةِ
وَالْإِعْتِبَارِيَّةِ عِلْمًا وَعَيْنًا يَتَحَقَّقُ فِي هَذَا
الْمَقَامِ فَحِصْلُ الْوَصْلِ غُرْيَانًا وَتَحَقُّقُ
الْوَجْدِ حَقِيقَةً لَّا حُسْبَانًا.

ترجمہ : اور علم و عین کے کھانے سے تمام وجودی اور اعتباری حجابات کا اٹھ جانا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے اس وقت وصل پوری طرح نصیب ہوتا ہے اور وجد درجہ گمان میں نہیں بلکہ حقیقتاً حاصل ہو جاتا ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں عارف جب ولایتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا
اضلوات و التسلیمات کے مرتبے میں پہنچتا ہے تو اس مقام میں تمام حجابات و جوہر
و اعتباری اٹھ جاتے ہیں اور عارف کو وصلِ غریابی حاصل ہو جاتا ہے اور مطلوب کی فیت
حقیقی طور پر میسر آ جاتی ہے جس میں گمان اور وہم کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ
مذکورہ بالا عبارت کو سمجھنے کے لیے ظلال و حجابات کے بارے میں کچھ حقائق

ظلال

ہدیہ قارئین ہیں :

عارفین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات انبیاء اور ملائکہ کے مبادی تعینات
(جہاں سے فیض اخذ کیا جاتا ہے) ہیں اور اسماء کے ظلال باقی مخلوقات کے مبادی
تعینات ہیں۔

ظلال سے مراد سائے نہیں بلکہ ظلالِ مخلوق کے وہ لطائف ہیں جن کو اسماء و
صفات سے پوری مناسبت ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے اسماء و صفات کا فیض
مخلوق تک پہنچتا ہے اسی بنا پر ان لطیفوں اور نسبتوں اور واسطوں کو سمجھنے میں آسانی
کے لیے ظلال کہا جاتا ہے۔

ممکن ہے کہ ظلال سے مراد وہی حجابات ہوں جن کا ذکر حدیث

حجابات

شریف میں آتا ہے :

حِجَابُہُ النُّورِ لَوْ کَشَفَہُ لَأَخْرَقَتْ سُبْحَاتُ وَجْہِہُ مَا
اَنْتَہٰی اِلَیْہِ بَصَرُہُ مِنْ خَلْفِہُ ۱
حِجَابُہُ النَّارِ لَوْ کَشَفَہَا لَأَخْرَقَتْ سُبْحَاتُ وَجْہِہُ

کُلِّ شَيْءٍ آذَرَ كَهَ بَصَرُهُ لَه

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے نور اور نام کے حجابات ہیں اگر وہ اٹھ جائیں تو جہاں تک اس کی نظر جائے اس کے چہرے (ذات) کی تجلیات اس کی مخلوق کو جلا ڈالیں۔
یعنی اگر وہ حجابات (ظلال) نہ ہوتے تو دنیا اپنی پستی مرتبہ اور ضعیف استعداد کے باعث اقتباس فیض کے لیے غیر صالح ہونے کی وجہ سے ذات کے اسماء و صفات کی تجلیات کے آگے جل کر معدوم ہو جاتی۔

ولایتِ محمدیہ کے مرتبے میں تمام حجابات کے اٹھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ ظلال کے تمام مرتبے طے ہو جاتے ہیں اور عارف مرفوع عالمِ مطلق اللہ علیہ وسلم کے مبداء تعین تک رسائی حاصل کر کے ظلال سے گزر کر اسماء و صفات کے مرتبے میں پہنچ جاتا ہے اور بوجہ استعدادِ تامہ اور قابلیتِ جذبِ فیض کے عارف اس مقام کی تجلیات کا تحمل ہو جاتا ہے۔ و بِإِذْنِ التَّوْفِیْقِ

اقسامِ حجابات

حجاباتِ نورانی سے مراد صفات، شیونات اور اعتبارات کے ظلال ہیں۔
حجاباتِ ظلمانی سے مراد عالمِ امکان اور کدورتِ بشریہ ہیں۔
حجاباتِ نورانی کی دو قسمیں ہیں۔

حجاباتِ وجودیہ و حجاباتِ اعتباریہ
حجاباتِ وجودیہ: حجابات وجودیہ، ظلالِ اسما و صفات ہیں۔
حجاباتِ اعتباریہ: حجابات اعتباریہ ظلالِ شیونات و اعتبارات ہیں۔
زوالِ حجابات بھی دو قسم پر ہے

زوالِ علمی و زوالِ عینی (وجودی) حجاباتِ نورانی کا زوال، زوالِ علمی ہے
 رہتی ہیں صرف عارف کے علم و دید سے باہر ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ایک عارف نے کہا ہے
 سُنئے تو چناں کرد مرا زیر و زبر

کز خال و خط زلف تو ام نیست خبر
 حجاباتِ ظلمانی کا زوال، زوالِ عینی و وجودی ہے کہ عالم امکان کی کثافتوں اور
 بشریت کی کدورتوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

وصلِ عُریانی اس کا لغوی معنی ہے برہنہ وصل (بے پردہ ملاقات) اصطلاح
 صوفیاء میں وصلِ عُریانی "بدون اعتبار زائد بر ذات مجردہ صرفہ"
 کا نام ہے یعنی ذاتِ حق کا ایسا مشاہدہ جس میں کسی اعتبار زائد کا نشان نہ ہو۔
 حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولایتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و
 التسلیمات کے مرتبے میں عارف کو مقصودِ حقیقی کا وصلِ تحقیقی میسر آتا ہے نہ کہ وصلِ گمانی
 یعنی ایسا وصل کہ عارف اور ذات کے اسماء و صفات و شیونات کے درمیان نہ حجاباتِ
 ظلمانی حائل رہتے ہیں اور نہ حجاباتِ نورانی۔

آپ فرماتے ہیں اگر کوئی خوش نصیب اس مقام کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس
 کو لازم ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل متابعت و محبت اختیار کرے اور
 سنت و شریعت کی پابندی کا خوب اہتمام کرے کیونکہ یہ مقام عزیز الوجود ہے۔

مَنْ وَهَذَا التَّجَلِّيَ الذَّاتِي بَرَقَ عِنْدَ أَكْثَرِ
 الْمَشَائِخِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى سُبْحَانَهُ

ترجمہ: اور یہ تجلی ذاتی اکثر مشائخ (اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان پر رحم فرمائے)

کے نزدیک برقی ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ "تجلی ذاتی" جو ولایتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اکثر مشائخ طریقت کے نزدیک برقی ہے یعنی یہ تجلی اولاً اور بالذات سرور کائنات علیہ التحیۃ والثناء کو حاصل ہے دیگر جملہ انبیاء کرام کو تو سلاً اور تمام اولیاء کرام کو تبعاً اور وراثتاً میسر آتی ہے اور ولایت کا بلند ترین و اکمل ترین درجہ ولایتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا درجہ ہے

صاحب فتوحات مکیہ

ولایتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

اور صاحب مرآۃ الاسرار

نے ولایت کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں اور ولایتِ محمدیہ مطلقہ کو تصرفاتِ صوریٰ معنوی کے درمیان جامع اور مقرون بہ خلافت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کے خاتم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ اسی جہت سے آپ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ اگر اہل کتب اربعہ جمع ہو جائیں تو میں ان میں سے ہر ایک کو ان ہی کی کتابوں سے حکم کر سکتا ہوں۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

تجلی ذاتی برقی صوفیاء کے نزدیک ذاتِ احدیت کے پہلے مرتبہ ظہور یا رنگ تجلی ذاتی برقی اور بے جہت تجلی کو تجلی ذاتی کہا جاتا ہے۔ تجلی ذاتی میں سالک و عارف فانی مطلق ہو کر اپنے علم و شعور اور ادراک سے بے تعلق ہو کر اپنے آپ کو بلا تعین جسمانی و روحانی اطلاق کے رنگ میں پاتا ہے۔ اور بقا باللہ کے مرتبہ پر فائز ہو کر کمالِ توحیدِ عیانی اور وصلِ غریانی کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ وباللہ التوفیق یہ تجلی ذاتی جس کو اکثر مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے برقی کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تجلی ان کے نزدیک دائمی نہیں بلکہ برقِ آسمانی بجلی کی طرح تھوڑی دیر

کے لیے اسما و صفات کے حجابات عارف کے علم اور اس کی دید و شنید سے باہر ہوتے ہیں اور پھر دوبارہ حائل ہو جاتے ہیں ایسی حالت میں ان پر حضور ذاتی کم اور غیبوت زیادہ رہتی ہے۔

بگفت احوال ما برقی جہاں است

دے پیدا و دیگر دم نہاں است

تجلی ذاتی دائمی اکابر مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ”تجلی“ برقی نہیں بلکہ دائمی ہے ان کا حضور ذاتی و دائمی ہوتا ہے غیبوت و زوال حضور کا ان کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں یہی وجہ ہے کہ ان کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ان کی نسبت سب نسبتوں سے بالاتر ہے۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

مَنْ كَمَا وَقَعَ فِي عِبَارَاتِهِمْ اِنَّ نِسْبَتَنَا

فَوْقَ جَمِیْعِ النِّسَبِ وَاَسْرَادُ وَاِبَالِ النِّسْبَةِ

الْحُضُورِ الذَّاتِی الذَّائِعِی

ترجمہ: جیسا کہ ان بزرگوں کی عبارتوں میں یہ جملہ آیا ہے کہ بے شک ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بالاتر ہے اور نسبت سے ان کی مراد حضور دائمی ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ رقم طراز ہیں کہ اکابر نقشبندیہ نے اپنی کتابوں میں اس امر کی صراحت فرمائی ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بالاتر ہے وہ نسبت

حضور ذاتی و انہی مراد لیتے ہیں۔

نسبت نقشبندیہ فی البدایۃ ہے یعنی جذبہ جو دوسرے سلاسل طریقت میں انتہا میں عطا فرمایا جاتا ہے وہ اس سلسلے کے سالکوں کو ابتداء میں ہی دے دیتے ہیں۔ ان بزرگوں کے نزدیک جذبہ دو قسم پر ہے جذبہ ہدایت اور جذبہ نہایت اس سلسلے میں جذبہ ہدایت سالک کو ابتداء میں اس لیے دیا جاتا ہے تاکہ طالب جذبہ کی لذت چکھے بغیر مرنے جائے۔ یہ خواجہ بلاگرداں حضرت خواجہ شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ کی طرف سے اپنے مریدوں کے لیے صدقہ اور خیرات ہے سلسلہ نقشبندیہ میں انبجائے الہیائۃ فی البدایۃ کی اصطلاح کی اصل یہ ہے کہ یہ سلسلہ خصوصی طور پر طریق صحابہ کرام علیہم الرضوان پر قائم ہے یعنی اس میں حصول فیض کا دار و مدار صحبت اور محبت پر ہے کیونکہ صحابہ کرام نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی صحبت میں ہی وہ فیوض و برکات حاصل کر لیے تھے جو دوسروں (اولیاء کرام) کو انتہا میں بھی حاصل نہیں ہوتے۔

بلیغہ نمبر ۷ یہ امر ملحوظ رہے کہ طریقت کے تمام سلاسل عالیہ کی بنیاد عقائد اہل سنت اور اتباع صحابہ پر قائم ہے لیکن دوسرے تمام سلاسل کے نزدیک افادہ و استفادہ ریاضت پر موقوف ہے اور حضرات نقشبندیہ کے نزدیک یہ دولت صحبت پر منحصر ہے ہی مناسبت اس سلسلے کا خاصہ کہلاتی ہے جو اس کو دوسرے سلاسل سے ممتاز کرتی ہے۔

نسبت صدیقیہ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں اَنَّ وَلَا یَتَّهِمُ مَنَسُوبَةً اِلَى الصِّدِّیقِ الْاَكْبَرِ کَبْرَ رَضِیَ اللہ عَنْہُ یعنی اکابر نقشبندیہ کی ولایت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ واضح رہے کہ یہ بزرگ دو طریقوں سے اس نسبت جامعہ تک پہنچے ہیں۔

اولاً..... بطریق حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ثانیاً..... بطریق حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جبکہ دوسرے سلاسل کے بزرگ صرف سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے طریق سے
واصل ہیں۔

اس مقام پر یہ شبہ وارد ہو سکتا ہے کہ جب اکابر نقشبندیہ اور دوسرے
تمام طریقوں کے اکابر بھی حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے منسوب ہیں تو پھر نقشبندی اکابر کے امتیاز کی وجہ کیا ہے؟ تو اس شبہ کا جواب یہ
ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نسبت صدیقی اور نسبت علوی دونوں
کے جامع تھے۔ آپ کے وجود مسعود میں یہ دونوں نسبتیں جداگانہ شان کے ساتھ
پذیر تھیں اور آپس میں اختلاط و استزاج نہ رکھتی تھیں۔ جیسا کہ دریائے جمن و گنگا
دونوں اکٹھے بہتے ہیں مگر ایک دوسرے سے علیحدہ رہتے ہیں۔ کَمَا قَالَ
اللَّهُ تَعَالَى مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سیرۃ فرماتے ہیں کہ اگرچہ
دوسرے سلاسل کے بعض کامل مشائخ کو بھی کمالی ذاتی و دائمی کی نسبت
حاصل ہوئی ہے لیکن یہ حصول بھی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت ہی سے
مقتبس ہے جیسا کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کو حضرت سیدنا صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کا جبہ مبارک پہننے سے یہ نسبت حاصل ہوئی تھی چنانچہ اس جبہ مبارک کا
ایک ٹکڑا آج تک دارالانصرت شہر ہرات میں موجود ہے۔

جبہ لباس یا کسی متبرک چیز کے ذریعے القائے نسبت و
فیض کا مسئلہ قرآن و سنت سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت
یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمرے مبارک کے مٹس سے حضرت

یعقوب علی نسبتنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں کی بینائی واپس لوٹ آئی یا
جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا جُبَّہ مبارکہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ
کے لیے بھیج کر انہیں اپنی خصوصی نسبت سے نوازا اور امت کے لیے اُن کی دعا
کو قبولیت کی سند عطا فرمادی یہ

دفترِ اول - مکتوب (۲۲)

مکتوبِ نائیب

حضرت شیخ عبد المجید ولد شیخ محمد مفتی لاہوری رحمہ اللہ



موضوعات

روح و نفس کی تفصیلی بحث

اولیائے مستہکین و مرجوعین



مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت شیخ عبد المجید و لد شیخ محمد مفتی لاہوری رحمۃ اللہ علیہما کی طرف صادر فرمایا گیا۔ آپ بڑے عالم و فقیہہ اور صلحاء زمانہ میں سے تھے۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خدمت میں ایک عریضہ عربی زبان میں لکھا تھا جس نے بھی اس کا جواب عربی میں دیا تھا مکتوبات شریفہ میں آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے آپ کے والد شیخ محمد مفتی لاہوری بھی اکبری دور کے بزرگ عالم اور صاحب کمالات تھے۔

۱۰ ذی قعدہ ۱۲۵۹ھ ج ۵

مکتوب - ۲۲

مَنْ سُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ النُّورِ وَالظُّلْمَةِ
وَقَرَنَ اللَّامَكَانِي الْمُتَبَرِّيَّ عَنِ
الْجِهَةِ مَعَ الْمَكَانِي الْحَاصِلِ فِي
الْجِهَةِ فَحَبَّبَ الظُّلْمَةَ إِلَى النُّورِ فَعَشِقَ
بِهَا الْح

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے نور (روح) کو ظلمت (نفس) کے ساتھ
جمع کیا اور لامکانی (روح) کو جو کہ جہت (اطراف) سے بری ہے مکانی (نفس)
کا جس کو جہت حاصل ہے ہم قرین (ساتھی) بنایا اور ظلمت کو نور کی نظر میں محبوب کر
دیا پس وہ نور اس ظلمت پر فریفتہ ہو گیا۔

شرح

نفس مضمون کی شرح سے قبل روح اور نفس کی حقیقت کے متعلق کچھ مواد
قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس مکتوب اقدس کے مضمون کو سمجھنے
میں سہولت ہو۔ وَاللّٰهُ التَّوَفِیْقُ۔

رُوح کا معنی رُوح کا لفظ رِیح سے مشتق ہے رِیح کا معنی ہوا ہے، رُوح بھی ہوا کی جنس سے ہے قرآن و حدیث سے اس کا لفظ (پھونک) ہونا ثابت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نفخ ملک رِیح (ہوا) کے معنی میں ہے لفظ رُوح ذوات واؤ سے ہے اور اس کا اول مضموم ہے اور یار کو واؤ سے بدل دیا گیا ہے لہذا اس کی جمع ارواح آتی ہے اور رِیح کی رِیاح، رُوح جسم نورانی ہے اور رِیح جسم متحرک جیسا کہ امام ابوالقاسم سہلی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الالاف میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

رُوح کی تعریف رُوح کی تعریف میں بہت اختلاف ہے علامہ ابن قیم رُوح کی تعریف میں رقم طراز ہیں :

إِنَّهُ جِسْمٌ مُخَالَفٌ بِالْمَاهِيَةِ لِهَذَا الْجِسْمِ
الْمَحْسُوسِ وَهُوَ جِسْمٌ نُورَانِيٌّ عَلَوِيٌّ خَفِيفٌ حَرٌّ
مُتَحَرِّكٌ يَنْفُذُ فِي جَوْهَرِ الْأَعْضَاءِ وَكَسْرِيٍّ فِيهِمَا
سَرِيانَ الْمَاءِ فِي الْوَرْدِ وَسَرِيانَ الذَّهْنِ فِي الزُّيْتُونِ
وَالنَّارِ فِي الْفَحِيمِ

ترجمہ: بے شک رُوح ایک جسم ہے جو اپنی ماہیت کے اعتبار سے اس محسوس عنصری جسم کے مخالف ہے اور وہ جسم نورانی، علوی، ہلکا، زندہ اور متحرک ہے جو بدن کے تمام اعضاء کے جوہر میں نفوذ کرتا ہے اور بدن میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جیسے گلاب کے پھول میں پانی، زیتون میں تیل اور کونے میں آگ کا سریران ہوتا ہے۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے اہل حق کا مسلک یوں بیان فرمایا ہے :

مِنْهُمْ مَنْ قَالَ الرُّوحُ غَيْرُ مَوْجُودٍ فِي دَاخِلِ الْعَالَمِ
وَلَا فِي خَارِجِهِ وَغَيْرُ مُتَّصِلٍ فِي دَاخِلِ الْعَالَمِ وَلَا
فِي خَارِجِهِ وَغَيْرُ مُتَّصِلٍ وَلَا مُنْفَصِلٍ عَنْهُ لَكِنَّهُ
بِالْبَدَنِ تَعَلَّقُ التَّذَبُّرِ وَالتَّصَرُّفِ

ترجمہ بعض محققین کا قول ہے کہ رُوح نہ عالم میں داخل ہے نہ خارج میں نہ
داخل میں متصل ہے نہ خارج میں، نہ متصل ہے نہ اس سے منفصل، لیکن انسانی بدن
سے اس کا تعلق تدبیر و تصرف کا ہے۔

◎ علمائے متکلمین، صوفیائے محققین، حکمائے اشراقین و مشائین کا یہی مسلک ہے
کہ رُوح جسم مادی، غیر فانی، محدث، متجزی، لُؤلُی، لامکانی اور جوہر مجرّد ہے۔

◎ رُوح کے مادی، محدث اور غیر فانی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ قدیم نہیں کہ
اس کے لیے ابتداء ہے مگر اس کے لیے انتہا نہیں یعنی اس کے لیے فنا نہیں جیسا کہ
حدیث میں ہے خُلِقَ الْاَنْرَواحُ قَبْلَ الْاَجْسَادِ بِاَلْفِ عَامٍ لَّ
یعنی رُوحوں کو جسموں سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا گیا اس حدیث سے اس
کے لیے حدوث زمانی بھی ثابت ہو گیا۔

◎ متجزی ہونے کا معنی یہ ہے کہ جمع و تفرق سے شہم ہے جو صفات محدثات سے
ہے بخوانے حدیث نبویہ علی صاحبہا الصّٰلٰتُ الْاَرْوَاحُ جُنُودٌ مُّجْتَدِدَةٌ

۱۔ تفسیر کبیر ص ۴۴ ج ۵

۲۔ کتاب الرُّوح ص ۴۰ (طبع میرٹ)

۳۔ صحیح بخاری ص ۴۶ ج ۱

یعنی رُوحیں جمع کیے گئے لشکر میں اور یہ حدیث رُوح ہے ان صوفیائے وجودیہ کا کہتے ہیں کہ رُوح واحد ہے اور ممکنات اسی کے مظاہر ہیں حالانکہ حدیث کے مطابق ہر رُوح ایک الگ اور مستقل حیثیت رکھتی ہے نیز جو ہر فرد بھی نہیں کہ حدیث میں کافر کی موت کے وقت رُوح کی کیفیت یہ بتائی گئی ہے کہ تَنفَرُّقٌ فِی جَسَدٍ کہ میت کے بدن میں تفسر ترقی ہو جاتی ہے۔

◎ نورانی اس لیے کہا گیا کہ یہ عالم امر سے ہے اور نفخ ملائک ہونے کی وجہ سے ٹوڑ ہے اور فرشتوں سے زیادہ لطیف ہے کہ نفخ شئی اس شئی سے لطیف ہوتا ہے جیسے انسان کا نفخ اس سے لطیف ہے اور لامکانی کا اطلاق مجازاً ہے۔ رُوح کی اس کیفیت کو حدیث میں لفظ عمارت سے بیان کیا گیا ہے۔

◎ جو ہر ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ عرض نہیں اور مجرد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کشف نہیں بلکہ جسم لطیف ہے اور اس کی شکل و صورت اس جسم کی شکل و صورت کے عین مشابہ ہوتی ہے جس جسم کی رُوح ہے اور رُوح کی جسمیت متعدد احادیث سے ثابت ہے

◎ رُوح کے متعلق موجودہ سائنس کا یہ نظریہ بھی غلط ہے کہ رُوح حیات کی ایک ترقی پذیر شکل کا نام ہے۔ اس نظریے کے مطابق جسم اور رُوح میں دوئی کا فرق باقی نہیں رہتا جس کے نتیجے میں حیات بعد الممات کا انکار لازم آئے گا، دہریت کی بنیاد بھی یہی عقیدہ ہے جو کفر صریح اور شرک متبج ہے۔ وَالْعِیَادُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی

بہر حال رُوح ایک لاہوتی لطیفہ ہے جس کو متعلقاتِ سلمہ رُوح اللہ تعالیٰ نے جہانی جُتے میں ودیعت فرمایا ہے

وہ ذی شعور اور مدرك الحقائق ہے لیکن خود کیفیت و ایتیت سے ورا ہے محققین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ انسان کی تین روعیں ہیں۔ روع نباتی، روع حیوانی اور روع انسانی انسانی روع کو نفس ناطقہ اور نفس مدرکہ بھی کہتے ہیں۔

روح کے دو بدن حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گواروی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں :

”محققان کابل کہ کشف ایشان مقتبس از مشکوٰۃ نبوت است برانند کہ روح را دو بدن است عنصری و مثالی درنشار دنیا بدن عنصری تعلق دارد و بعد فساد این بدن بآن مثالی لطیف و درحشر باز بدن عنصری تعلق خواہد گرفت و ہمہ را معلوم است کہ بدن عنصری در خواب معطل می شود و آن بدن دیگر است کہ در خواب دیدہ می شود، دریں حالت روح تدبیر ہر دو بدن می کند و الا بدن عنصری فاسد شود و روح در عالم مثال سیر می کند عجائب عالم ملکوت را، روح کمال اولیاء و ریاست انشاؤں ازیں بدن عنصری می تواند کرد کہ آن را انتراع و انخلع می خوانند و این موت اختیاری است کہ بریاضت حاصل می شود“

ترجمہ: محققین کابل جن کا کشف مشکوٰۃ نبوت سے نور لیتا ہے ان کے نزدیک روح کے دو بدن ہیں ایک عنصری اور دوسرا مثالی، ایک روح تو حیات دنیوی میں اس عنصری اور محدود بدن سے متعلق رہتی ہے اور اس بدن ظاہری کے فنا ہو جانے کے بعد مذکورہ بدن مثالی میں جو بدن ظاہری کی نسبت لطیف ہوتا ہے منتقل ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن، بدن مثالی (برزخی) سے نکل کر دوبارہ بدن عنصری میں آجائے گی سب کو معلوم ہے کہ انسان کا عنصری بدن نیند میں معطل اور بیکار ہو جاتا ہے اور

انسان کو خواب میں جو بدن انسانی نظر آتا ہے وہ یہ بدن عنصری نہیں بلکہ وہی مثالی بدن ہوتا ہے لہذا روح دونوں بدنوں کی تدبیر کرتی ہے ورنہ بدن عنصری فاسد ہو جائے اور روح عالم مثال میں عالم ملکوت کے عجائبات کی سیر کرتی ہے اور اولیائے کاملین کی رُوحیں اس بدن عنصری سے ذاتی اختیار کے تحت بھی جدا ہو سکتی ہیں اس حالت کو اصطلاح تصوف میں انتزاع اور انخلاع (الگ ہونا) کہتے ہیں اور اس قسم کی موت اختیاری ہوتی ہے جس پر شوق و ریاضت سے قدرت و اختیار حاصل ہو سکتا ہے۔

دو گروہ روح کے بارے میں اہل تحقیق کے دو گروہ ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ کا موقف یہ ہے کہ دراصل روح ایک ہی ہے جسے روح کل حقیقت محمدیہ، عقل اول، تعین اول، قلم اعلیٰ، لوح اول، نور اول کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ارواح جزئیہ اسی روح کل سے منعکس ہیں۔

دوسرا گروہ تعدد ارواح کا قائل ہے اور تعین میں علیحدہ روح کا وجود مانتا ہے جو بلا انعکاس ذاتی لطافت کی مالک ہے اور وہ دلیل میں حدیث آلاء رُوح جُنُودِ مُجَنَّدَہ کے پیش کرتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ ارواح کی تخلیق اجسام سے پہلے ہوئی یا اجسام کے بعد قرآن وحدیث سے صراحتاً یہی ثابت ہے کہ ارواح کی تخلیق اجسام سے قبل ہوئی۔

دو مکتب فکر یہ امر طے شدہ ہے کہ روح کی صحیح تعریف اور اس کی حقیقت ماہیت کے بارے میں حتمی رائے قائم کرنا ایک مشکل ترین مسئلہ

ہے اور فرمان باری تعالیٰ یَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا لہ کے مطابق ایمان رکھنا ہی حقیقی

کامیابی ہے۔ صوفیاء محققین کے ایک گروہ نے رُوح کی ماہیت اور اس کے تعین کے بارے میں توقف کو اہم محمود قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہم ماہیتِ رُوح کی دریافت کے لیے مکلف ہی نہیں پھر اس پر غور و غوض کی کیا ضرورت ہے۔ اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ ہم قرآن و سنت کے مطابق وجودِ رُوح کا اقرار کر لیں۔

◎ دوسرا گروہ حکمائے مغرب کا ہے ان میں کچھ لوگ تو ہرے سے رُوح کے قائل ہی نہیں ان کے نزدیک انسان صرف جسدِ عنصری کا نام ہے جس میں اعضاء و قویٰ کی ترکیب و تنظیم کے ساتھ زندگی کا سلسلہ قائم و جاری ہے۔ اس سے زیادہ وہ انسان کی کوئی حقیقت تسلیم نہیں کرتے یہی وہ باطل خیال ہے جس سے انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ ان میں سے بعض نے رُوح کی حقیقت پالینے کا دعویٰ بھی کیا ہے جبکہ ان کی تحقیق کا انحصار سائنسی اور مادی اصولوں پر ہے جس میں ناکامی یقینی ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ رُوح ہزار ہی کو کہتے ہے ان کا خیال بھی باطل محض ہے کیونکہ رُوح عالمِ امر سے ہے اور ہم زادناری اور چٹائی حقیقت کا نام ہے۔ آج کل یورپ میں حضراتِ ارواح کے مراکز بھی قائم ہیں جہاں رُوحوں کو بلاتے اور ملاقاتیں کراتے ہیں یہ بھی ایک خوش فہمی ہے ممکن ہے کہ ہم زاد سے کام لیتے ہوں یا عالمِ ناسوت کے شیاطینِ ارواحِ سفلیہ جبیشہ کا کرشمہ ہو۔ (واللہ اعلم)

یہ حقیقت بھی ناقابلِ انکار ہے کہ صوفیائے عارفین میں کچھ حضرات ایسے بھی گزرے ہیں جو حضرت رُوح کی ماہیت سے آگاہ ہیں (گو اس بارے میں ان کا علم قلیل اور اجالی ہی ہو) یہ حضرات ریاضت و مجاہدات اور مراقبات و مکاشفات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشفِ سرِّ اُر کی توفیق پاتے ہیں اور انسانوں کو حیرت میں ڈال دینے والے علوم کا اظہار فرماتے ہیں۔

نفس کا معنی اور وجہ تسمیہ نفس کا لغوی معنی ہے ”وجود شئی“ یعنی کسی چیز کی ذات یا اس کے وجود کو نفس کہا جاتا ہے۔ لفظ نفس نفاست سے ہے یا تنفس سے، اگر نفاست سے ہو تو اس کا معنی ہے نفیس اور لطیف۔ تو نفاست اور لطافت کی وجہ سے اس کو نفس کہتے ہیں اگر تنفس سے ہو تو اس کا مطلب ہے ”سانس کا آنا جانا“ تو سانس کے آنے اور جانے کی وجہ سے اسے نفس کہا جاتا ہے، اگر نفس سے مراد رُوح لی جائے تو یہ اس معنی میں درست ہوگا کہ نیند کی حالت میں رُوح جسم سے نکل کر چلی جاتی ہے اور بیداری کی حالت میں واپس لوٹ آتی ہے لیکن اصطلاحی طور پر نفس سے مراد اخلاق ذمیمہ کی وہ کیفیات ہیں جو فطری اور خلقی ہیں مثلاً حسد، بخل، تکبر، غیبت اور کذب وغیرہا۔

◎ نفس سے مراد ایک ایسا لطیف وجود ہے جو اخلاق ذمیمہ کا موز و مصدر ہو جیسا کہ کان سننے کا، ناک سونگھنے کا اور زبان چکھنے کا مرکز و مصدر ہے۔ اسی طرح نفس اخلاق ذمیمہ و عاداتِ رذیلہ کا لطیف اور رُوحانی محلِ اِتِّصاف ہے، نفس کا یہ مفہوم قرآن سے ثابت ہے اِنَّ النَّفْسَ لَا مَرَّةً بِالسُّوْءِ یعنی نفس برائیوں کا حکم دینے والا ہے نفس کی اسی تشریح سے رُوح کے متعلق بھی یہ نظریہ قائم کیا جاسکتا ہے کہ وہ اخلاقِ حمیدہ اور اعمالِ صالحہ کا نورانی محلِ اِتِّصاف ہے اور ان کا مرکز و موز اور مصدر ہے، اور اس استدلال کی بنیاد یہ حقیقت تسلیم کی جاسکتی ہے کہ قرآن پاک میں کسی جگہ بھی کسی بدی یا گناہ کو رُوح کی جانب منسوب نہیں کیا گیا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْصُّوَابِ

اقسامِ نفس صوفیائے کرام کے نزدیک نفس عالم غلق کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جس کا مقام جسم انسانی میں وسط پیشانی یا ناف کے متصل ہے، جو نفس عاداتِ سفلیہ سے مغلوب ہو اس کو نفس امارہ کہتے ہیں اِنَّ

النَّفْسَ لَا مَآسَرَ بِالسُّوءِ جو نفس ریاضت اور مجاہدہ کے نور کی برکت سے مصیبت پر ملامت کا اظہار کرتا ہو اس کو نفسِ لوامہ کہتے ہیں وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَامَةِ جو نفس مُزکی و مُطہر ہو کر صلاح و فلاح کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہو جاتا ہے اس کو نفسِ مُطہنہ کہتے ہیں يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

ابلیس اور نفس عرفار کے نزدیک ابلیس، نفس کی جہتِ جلالت و ضلالت کا مظہر ہے اور اسے انسانوں پر نفس ہی کی وساطت سے کامیابی حاصل ہوتی ہے شیاطین، ابلیس ہی کی اولاد ہیں انسانوں کو گمراہ کرنے میں ابلیس ایک خاص فن اور مہارت کا حامل ہے لیکن اسکے برعکس نفس بلا کا ہندی اور ہٹ دھرم واقع ہوا ہے۔ اسی لیے شیاطین کجمن سے شیاطین الانس زیادہ خطرناک قرار دیئے گئے ہیں، لیکن چونکہ نفس کی اصل غراب نہیں اس لیے ہدایت کی معمولی سی تحریک سے اس کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے نفس کی یہ وہ خاصیت ہے جو ابلیس کو حاصل نہیں چنانچہ اسی بنا پر جمہور علماء رُوح اور نفس کے اتحاد کے قائل ہیں۔

نفس اور رُوح حقیقتِ واحدہ ہیں اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ نفس اور رُوح حقیقتِ واحدہ ہیں یا مختلفہ، جمہور علماء کے نزدیک رُوح اور نفس ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں، ان میں تغایر باعتبار صفات کے ہے نہ کہ باعتبار ذات کے باعتبار اولیت کے رُوح ہے اور باعتبار بقدرت کے نفس ہے یعنی نفخِ ملک و فرشتے کا ماں کے پیٹ میں بھونکنا، کے وقت تو رُوح ہے لیکن کسبِ مصیبت کے وقت اس پر نفس کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ امام ابو القاسم ہسلی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الانف میں بحث

فرمائی ہے اور کتاب الروح میں علامہ ابن قیم نے صراحتاً ذکر کیا کہ إِنَّ النَّفْسَ وَالرُّوحَ مُسْتَمَاهِمَا وَاحِدٌ وَهُمَا الْجُثَّةُ هُوَ رُوحٌ يَعْنِي نَفْسٌ اور رُوح کا مصداق و سُمی واحد ہے اور مجہور علماء کا یہی مسلک ہے اس امر کی دلیل قرآن سے ثابت ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا يَعْنِي اللّٰهُ تَعَالٰی ہی رُوحیں قبض کرتا ہے موت کے وقت اس آیت میں نفس سے مراد رُوح ہے اور رُوح پر ہی لفظ نفس کا اطلاق ہے۔ اس کی دوسری دلیل حدیث لَيْسَ لَكَ التَّعْرِيسُ ہے قَالَ بِلَالٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي اَخَذَ بِنَفْسِكَ دوسری حدیث میں ہے فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ أَرْوَاحَنَا ترجمہ: حضرت بلالؓ نے کہا میری رُوح کو اسی ذات نے پکڑا جس نے آپ کی رُوح کو پکڑا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے ہماری رُوحوں کو قبض کر لیا۔

ملاحظہ فرمائیں! کہ جس چیز کو حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نفس سے تعبیر کرتے ہیں اسی چیز کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رُوح سے تعبیر فرماتے ہیں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ رُوح اور نفس کو حقیقت واحدہ مان لیا جائے۔ (وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ زیرِ نظر مکتوب خلاصہ مکتوب اقدس میں رُوح اور نفس کے باہمی تعلق کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ ذاتِ باری تعالیٰ سبحانہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے نور اور ظلمت، مکانی اور لامکانی کو جمع کر دیا ہے یعنی رُوح کو جو کہ نور اور لامکانی ہے نفس کے ساتھ جو کہ ظلمت اور مکانی ہے آپس میں اس طرح ملا دیا ہے کہ نور (رُوح) کو ظلمت (نفس) کا عاشق بنا دیا ہے

اور نفس کو رُوح کا محبوب و معشوق بنا کر باہمی اتصال و مجاورت کے ذریعے رُوح کی جلا اور چمک میں اضافہ کر دیا ہے۔ کیونکہ

۷ لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن ز نگار ہے آئینہ باد بہاری کا

جیسا کہ آئینہ ساز گرد آلود آئینے میں صفائی اور لطافت پیدا کرنے کے لیے اس کو خاک آلود کرتے ہیں حتیٰ کہ ظلمتِ ترا بید کی رگڑ سے شیشے کی صورت نورانیہ ظاہر ہو جاتی ہے پس جب حکمتِ الہیہ کا تقاضا ہوا کہ رُوح انسانی کو اپنے قرب و ارتقاء کی منزلوں پر فائز کیا جائے تو اس ذاتِ حق تعالیٰ نے جسموں سے پہلے رُوحوں کو پیدا کر کے ان کو فوق العرش یعنی عالمِ امر (لا مکان) میں قیام بخشا اور ان کی توجہات کو عالمِ قدس (مرتبہ وجوب) کی جانب مبذول کر دیا لیکن چونکہ رُوحوں کو ذات کے مزید قرب و وصال کی تمنّا تھی اور کمالِ قرب وصال کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدے اور ریاضت پر موقوف کر رکھا تھا اور عالمِ قدس (عالمِ امر) مجاہدے کی مشقتوں اور کفّتوں سے پاک تھا بنا بریں اللہ تعالیٰ نے رُوح کو عالمِ امر کی نورانیتوں سے نکال کر عالمِ خلق میں انسانی بدنوں کی ظلمتوں میں داخل کر کے نفس کی مخالفت پر مامور کر دیا حتیٰ کہ رُوح اپنے معشوقِ ظلمانی (نفس) میں فنایت اور استغراق کی وجہ سے اپنے شہودِ قدسی (اپنی نورانیت و لامکانیت) کو فراموش کر کے اصحابِ مبین (دائیں جانب والوں) سے نکل کر اصحابِ شمال (بائیں جانب والوں) میں شامل ہو گئی۔

حضرت ابو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اسی بار پر رُوح کو خطاب فرماتے ہیں ۷

چند باشی از مقام خود جدا
چند گردی در بد اے بے حیّا

چنانچہ اگر رُوح اسی معشوقِ ظلمانی (نفس) کے استغراق میں باقی رہ کر فنایتِ مطلقہ تک نہ پہنچی تو اس کے لیے یقیناً ہلاکت اور بربادی ہے کیونکہ وہ اپنے وطنِ اصلی سے دُور رہ کر اپنی استعداد و صلاحیت کے جوہر کو ضائع کر رہی ہے۔ اسی ضرورت کی تکمیل کے

لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انبیاء و اولیاء کو اپنی طرف دعوت دینے کا فریضہ سونپا اور لوگوں کو ان کے وطنِ اصلی کی یاد دلانے کا حکم دیا۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :-

ہر کسے کہ دُور ماند از اصل خویش
باز جوید روزگار وصل خویش

چنانچہ اہل سعادت کی رُوحیں انبیاء و اولیاء کی دعوت پر اپنے وطنِ اصلی کی طرف عروج کر جاتی ہیں اور صالحین و مقربین کا مقام حاصل کر لیتی ہیں اور اہل شقاوت کی رُوحیں دعوت سے اعراض و انکار کر کے اپنے معشوقِ ظلمانی یعنی نفس کی قید میں رہ کر فاسق و فاجر اور عاصی کافر کا خطاب پاتی ہیں۔

◎ رُوح نے بدنِ انسانی میں داخل ہونے کے بعد معشوقِ ظلمانی (نفس) میں فنا ہو کر اپنے وطنِ اصلی (الامکان) کو فراموش کر دیا تھا ذکرِ لطائف اور شیخِ کامل کی توجہات کی وجہ سے جب رُوح انسانی بیدار ہو کر عالمِ قدس کی جانب پرواز کرتی ہے تو نفس کو بھی اپنے ساتھ عروج کراتی ہے اور یہ عروجی کے ذریعے نفس کو مطمئن بنا دیتی ہے چنانچہ نفس مز کی و مظہر ہو کر نزول کرتا ہے اور رُوح مزید کمالاتِ قرب حاصل کرنے کے لیے عروج کرتی ہے اس طرح یہ دونوں اپنے اپنے مقاماتِ اصلیت و کمالاتِ علیہ پر پہنچ کر عروج و نزولِ نفسی (جسدی) و رُوحی سے مشرف ہو کر فنا و بقائے نفسی و رُوحی سے شاد کام ہو جاتے ہیں۔

◎ رُوح کے بدن میں استغراق کی دو قسمیں ہیں۔ اگر رُوح اپنے وطنِ اصلی کو مکمل طور پر فراموش کر دے اور کچھ بھی یاد نہ رکھے تو ایسے لوگوں کو طائفہ ناسیاں کہتے ہیں اور اگر رُوح اپنے وطنِ اصلی کو بالکل فراموش نہ کرے تو ان کو طائفہ ساجتاں کہا جاتا ہے۔

اولیائے تہلکین و مرجوعین

جب نفس مطمئن ہو کر فنا و بقا سے مشرف ہو کر اپنے مبداء فیض تک پہنچ جائے تو اس وقت ایسے شخص صادق پر لفظ ولایت کا اطلاق صادق آتا ہے۔

◎ ولی دو حال سے خالی نہیں ہوتا یا تو عالم قدس میں اس کا استغراق و اہلاک (عروج، دائمی ہو گیا دعوتِ خلق کے لیے رجوع، نزول) ہوگا۔
اگر نفس اور روح کا استغراق و عروج دائمی ہوگا اور نزول نہ ہوگا تو وہ اولیائے متہلکین میں سے ہوگا اور اگر نفس نزول کرے اور روح عروج میں رہے تو ایسا شخص اولیائے مرجوعین میں سے کہلائے گا۔

◎ اولیائے متہلکین کے استغراق دائمی کا یہ مفہوم نہیں کہ ان کا رابطہ اور تعلق مخلوق سے منقطع ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کا روح اور نفس مشاہدہ محبوب میں مصروف رہتا ہے اور ان کے حواس و جوارح جو تفصیل نفس ہیں مخلوق کے ساتھ رہتے ہیں جبکہ اولیائے مرجوعین کا نفس حصولِ اطمینان کے بعد نزول کر کے مخلوق سے ایک قسم کی مناسبت پیدا کر لیتا ہے اور روح بدستور عروجی منازل طے کرتی رہتی ہے۔

◎ حواس و جوارح انسانی کو تفصیل نفس کہنے کی حکمت یہ ہے کہ نفس اور قلب صنوبری (مضغہ گوشت)، آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں کیونکہ یہ دونوں عالمِ خلق سے ہیں اور قلب صنوبری (مضغہ گوشت) حقیقتِ جامعہ (قلبِ نوری) کے ساتھ ظہریت و مظهریت کا تعلق رکھتا ہے اور قلبِ نوری، روح کے ساتھ خاص مناسبت کا حامل ہے کیونکہ یہ دونوں عالمِ امر کے لطیفے ہیں مبداءِ فیاض (ذاتِ حق) سے تمام فیوض و برکات اولاً روح پر وارد ہوتے ہیں اس کے بعد روح سے قلبِ نوری پر اور قلبِ نوری سے قلبِ صنوبری پر اور وہاں سے نفس پر پھر بواسطہ نفس حواس و جوارح تک پہنچتے ہیں اور چونکہ حواس و جوارح کا خلاصہ نفس میں موجود ہے اس

یہ ان کو تفصیل نفس کہا جاتا ہے۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)
 ◎ ادراکِ حواس کے مسئلے میں علماء معقول کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک
 حواسِ مُذَرِّکِ نفس ہیں اور بعض کے نزدیک حواسِ صرفِ آلۂ ادراکِ نفس ہیں
 حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے فرمان و مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ
 کے نزدیک حواسِ مُذَرِّکِ نفس ہیں۔

دفترِ اولؑ مکتوب (۲۳)

مکتوب رائیہ

مرزا عبدالرحیم خان خانان



موضوعات

شیخ ناقص و شیخ کامل کی پہچان
اولیائے نقشبندیہ مجددیہؑ سالک ہوتے ہیں
کفریہ عبارات و القابات سے اجتناب کی تلقین



مکتوب الیہ زیر نظر مکتوب حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے مرزا عبدالحکیم خانخانان رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا آپ کے نام حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے تیرہ مکتوب ارسال فرمائے جن کی تفصیل یہ ہے دفتر اول میں مکتوب ۲۳-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴ اور دفتر دوم میں مکتوب ۸-۷۲-۷۶

ولادت و تعلیم مرزا عبدالحکیم خانخانان کے والد کا نام مرزا بیرم خاں تھا۔ آپ ۱۴ صفر المنظر ۹۶۴ بمطابق ۱۵۵۶ء بروز جمعرات قطب البلا دلاہور میں امیر جمال خاں سیواتی کی صاحبزادی کے لطن سے متولد ہوئے، ابھی چار برس کی عمر تھی کہ آپ کے والد کو گجرات میں قتل کر دیا گیا، وارثوں نے آپ کو آگرہ منتقل کر دیا جہاں آپ شاہی ماحول میں پرورش پاتے رہے ذرا ہوش سنبھالی تو تعلیمی سلسلے کا آغاز کیا۔ اپنے وقت کے نامور علماء و فضلاء خاص کر علامہ فتح اللہ شیرازی، قاضی نظام الدین بدخشی، مولانا محمد امین اندجانی، حکیم علی گیلانی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے علوم ظاہری و باطنی و فوائد کثیرہ حاصل کیے۔ گجرات کے معروف بزرگ شیخ و جیہہ الشہ بن شیخ نصر اللہ علوی رحمہما اللہ تعالیٰ سے روحانی طریقہ اخذ کیا۔ امیر کبیر محمد شمس الدین غزنوی کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔ اکبر کے دور حکومت میں اعلیٰ حکومتی عہدوں پر فائز رہے۔ گجرات، سندھ اور دکن کے بعض علاقے آپ کے ہاتھوں فتح ہوئے اکبر نے آپ کو خانخانان کا لقب دیا ایک متمجر اور قابل اعتماد عالم ہونے کے ساتھ ساتھ آپ عربی، فارسی، ترکی، ہندی اور سندھی لغات کے بھی زبردست ماہر تھے۔ اپنے دور میں صاحب القلم و السیف کے لقب سے مشہور ہوئے اپنے دور میں آپ جیسا متنوع الصفات اور جامع الفضائل شخص شاید ہی کوئی ہو، ۱۰۲۶ھ میں دہلی میں انتقال فرمایا (نزعہ الخواصر و مآثر الامراء)

مکتوب - ۲۳

مَنْ تَجَنَّأَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَإِيَّاكُمْ عَنِ
الْمَقَالِ الْخَالِي عَنِ الْحَالِ وَالْعِلْمِ الْمَعْتَرِ
عَنِ الْأَعْمَالِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ الْمُبْعُوثِ
إِلَى الْأَسْوَدِ وَالْأَحْمَرِ عَلَيْهِ وَعَلَى إِلِهِ مِنْ
الضَّلَوَاتِ أَفْضَلُهَا وَمِنْ الشَّيَلِمَاتِ أَكْمَلُهَا
وَيَرْحَمُ اللَّهُ عَبْدًا قَالَ آمِينَ

ترجمہ: حق سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اپنے حبیبِ لیبیبِ سید البشر
صلی اللہ علیہ وسلم (جو اسود و احمر) جن و انس یا سیاہ فام و سُرخ فام یا عرب و عجم کی طرف
مبعوث ہوئے، کے طفیل ایسے قال سے جو حال سے اور ایسے علم سے جو عمل سے
خالی ہو نجات بخشے (آمین) اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحمت نازل فرمائے جو
اس دُعا پر آمین کہے۔

شرح

یہ مکتوب مرزا عبد الرحیم خانِ ناں کے ایک مکتوب کے جواب میں صادر ہوا
جس میں شیخِ ناقص سے طریقہ اخذ کرنے کی ممانعت اور شیخِ کامل سے ملازمت

صحبت کی ترغیب کا بیان ہے نیز اہل کفر کے مشابہ القاب رکھنے پر سخت مذمت فرمائی گئی ہے مکتوب گرامی کی ابتداء ایک دُعائیہ مصرع سے ہے وَیَزَحْمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالِ اٰمِنًا یہ مصرع دراصل مجنوں کے ایک شعر کا ہے اس سلسلے میں یہ قصہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ مجنوں کا باپ اس کو حرم بیت اللہ شریف میں لے گیا اور غلاف کعبہ اس کے ہاتھ میں تھا کہ کہا کہ اب دُعائے مانگ کہ لیل کی محبت تیرے دل سے نکل جائے چنانچہ مجنوں نے دُعائیں یہ شعر پڑھا

یَا رَبِّ لَا تَسْلُبْنِي حُبَّهَا اَبَدًا
وَيَزَحْمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالِ اٰمِنًا
یعنی اے اللہ! لیل کی محبت کو ابد تک میرے دل سے دُور نہ
فرما اور رحم کر اس شخص پر جو میری اس دُعا پر آمین کہے۔

مَنْ اَعْلَمَ اَيُّهَا الْاَخُ الْقَابِلُ لِظُهُورِ
الْكَمَالَاتِ اَظْهَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی
فِعْلَكُمْ مِنَ الْقُوَّةِ اَنَّ الدُّنْيَا مَزْرَعَةٌ
الْاٰخِرَةِ۔

ترجمہ : اے کمالات کے ظہور کی استعداد رکھنے والے بھائی! اللہ تعالیٰ آپ کی استعداد کو قوت سے فعل میں لائے آپ کو جاننا چاہیے کہ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے

شرح

امام ربانی قدس سرہ السُّبحانی نے مرزا عبد الرحیم غانغاناں علیہ الرحمۃ کے لیے

ایک دُعائیہ کلمہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی ذات میں جو کمالات ولایت بالقوۃ رکھے ہوئے ہیں ان کو بالفعل ظاہر فرمائے تاکہ آپؐ کی استعداد و قابلیت عمل طور پر سامنے آجائے پھر دُعا کے بعد ایک حدیث شریف کے مفہوم کی طرف توجہ دلائی کہ اَلْذَّنْبُ اَمْرٌ رَّعَاةُ الْاٰخِرَةِ (دُنیا آخرت کی کھیتی ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ جسم انسانی تخم ولایت کی کھیتی ہے اس شخص پر افسوس ہے کہ جس نے کھیتی میں فقر و ولایت کا بیج نہ بویا اعمالِ صالحہ کا پانی نہ دیا اور اس کی استعداد کو ضائع کر دیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ زمین
شیخ ناقص و شیخ کامل کی پہچان
 کی استعداد کو ضائع کرنا دو

طرح پر ہے ایک یہ کہ زمین استعداد میں کچھ نہ بویا دوسرے یہ کہ خراب اور فاسد بیج بویا اور کچھ نہ بونے سے فبیٹ اور فاسد تخم بویا زیادہ نقصان دہ ہے اور فاسد بیج بویا یہ ہے کہ طریقہ کسی شیخ ناقص سے حاصل کر لے کیونکہ شیخ ناقص وہ ہے جو خواہشاتِ نفس کے تابع ہو، سنت و شریعت کا مکمل پابند نہ ہو، طریقِ موصول اور غیر موصول میں امتیاز نہ کر سکتا ہو، طالبوں کی مختلف استعدادات کو نہ سمجھتا ہو ظاہر ہے کہ جب شیخ ان اُمود میں ادراک و فہم نہ رکھتا ہوگا تو یقیناً جذبہ کی استعداد والے طالب کو سلوک کے راستے پر اور سلوک کی استعداد والے کو جذبہ کے طریق پر ڈال کر ان کی قابلیت کو ضائع کر دے گا اس طرح خود بھی گمراہ ہے اور ان کو بھی گمراہ کر دے گا کیونکہ طالبوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں بعض محبوبِ مجذوب اور محمدی المشرَب ہوتے ہیں اور بعض محبتِ سلاک اور غیر محمدی المشرَب ہوتے ہیں ان میں ہر دو کے ذوق، سبق اور ادو و وظائف بھی جُدا جُدا ہوتے ہیں چنانچہ مجبولوں کا سبق تکرار اسم ذات و مراقبات ہیں تاکہ جذبہ بالقوۃ سے بالفعل ہو جائے

اور محبتوں کا سبق تکرار نفی اثبات اور مجاہدہ و ریاضت ہیں تاکہ انہیں تزکیہ نفس کی شان حاصل ہو جائے۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کشف و فراست کی دو قسمیں ہیں۔

اقول کشف و فراست اہل جُوع و ریاضت جیسا کہ ہند کے جوگی برہمن اور یونان کے حکیم و فلسفی جو فاقول اور مجاہدوں کے ذریعے امور کونیہ کے کشف پر قادر ہو جاتے ہیں۔

دوم کشف و فراست اہل صلاح و معرفت جو طالبان حق کی استعدادوں میں تمیز کر سکتے ہیں اور جانتے ہیں کہ کون شخص حصول معرفت کی قابلیت رکھتا ہے اور کون نہیں رکھتا۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جو شیخ کامل کہلانے کے سستی ہیں چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

الشَّيْخُ الْكَامِلُ الْمُكْمِلُ إِذَا أَرَادَ تَرْبِيَةَ هَذَا
الطَّالِبِ وَتَسْلِيكَهُ إِحْتَاجَ أَوَّلًا إِلَى
مَا أَصَابَ مِنَ السَّالِكِ النَّاقِصِ الْحَقِ

یعنی شیخ کامل مکمل جب طالب کی تربیت کرنے اور اس طریق پر چلانے کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے اس غرابی کو دور کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے جو اس کو شیخ ناقص سے پہنچی ہے۔ پھر اس کی زمین قلب میں اس کی استعداد کے مطابق عمدہ تخم ڈالتا ہے تب اس سے اچھی کھیتی اُگنے کی امید وابستہ ہوتی ہے جیسا کہ آیات قرآنیہ مثلاً کَلِمَةً طَيِّبَةً ۝ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ جَعَلْنَا لَكُمُ الشَّجَرَةَ عِزًّا ۝ سے یہ ظاہری مفہوم سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

حضرت امام ربانی کے نزدیک شیخ کامل مکمل کی محبت کبریتِ احمرِ سرخ گندھک کی طرح اکیر ہے۔ اس کی نظر دوا اور اس کا کلام شفا ہے چنانچہ حسب تصریحاتِ صوفیائے کرام شیخ کامل کے شرائط و قیود درج ذیل ہیں۔

پابندِ عقیدہ اہل سنت، عالمِ قرآن و حدیث، عادل و متقی، عامل بالکتاب و السنۃ زاهد فی الدنیا، راغب فی الآخرۃ، آمر بالمعروف، ناہی عن المنکر، مجذوب سالک سلوک تمام کردہ، سالک مجذوب، سلوک تمام کردہ، صاحبِ شجرہ سلسلہ، صاحبِ اجازت و خلافت وغیرہم۔ (کافی شفاء العلیل وغیرہ من کتب التصوف)

اولیائے نقشبندیہ مجذوب سالک ہوتے ہیں سلسلہ نقشبندیہ مجذوبہ کے

مشائخ زیادہ تر مجذوب سالک ہوتے ہیں کیونکہ وہ نسبتِ صدیقی کی وجہ سے محبت اور جذب کی راہ سے پہنچتے ہیں اسی لیے خواجگانِ نقشبندیہ پر جذب (محبت) کا غلبہ رہتا ہے اور انہیں محبوبیت کی مسند پر بٹھایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت خواجہ بلاگرداں شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

سی سال شد آنچہ بہاؤ الدین میگوید اند او کند

یعنی مجھے تیس برس سے محبوبیت کی مسند پر یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں جو کہتا ہوں خدا وہی کرتا ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ مجذوبہ میں عالمِ امر کے لطائف کی سیر کو مقدم رکھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ عالمِ امر کی سیر کو جذبہ اور عالمِ خلق کی سیر کو سلوک نام دیا جاتا ہے۔ نیز عالمِ امر کی سیر سے طالب کو تصفیہ کی دولت سے نوازا جاتا ہے اور عالمِ خلق کی سیر سے تزکیہ؛ مقام حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ عالمِ امر اپنی ذات کے اعتبار سے لطیف اور نورانی

ہے اور عالم خلق اپنی ذات میں کثیف اور ظلمانی ہے۔ لطائف عالم خلق کی مصابحت اور مجاورت سے عالم امر کے لطائف پر جو گرد و خبار اور ظلمت چھا جاتی ہے اس کا کثرت ذکر، اتباع سنت اور توجہات شیخ سے تصفیہ کیا جاتا ہے اور عالم خلق چوں کہ باعتبار ذات کے ظلمت اور کدورت سے طوٹ ہے اس لیے مجاہدہ و ریاضت سے اس کا تزکیہ لازم ہوتا ہے تاکہ بالفعل جذبے کی لیاقت پیدا ہو جائے کیونکہ جذبہ محبوبیت کا متقاضی ہے۔ محبوبیت خواہ ذاتی ہو جو کہ محمدی المشرب کا خاصہ ہے اور وہ تزکیہ سے پہلے بھی ایک قسم کا جذبہ رکھتا ہے اور محبوبیت خواہ عارضی ہو جو کہ غیر محمدی المشرب کی صفت ہے اور تزکیہ سے پہلے جذبہ کی لذت سے آشنا نہیں ہوتا۔

اقسام شیخ شیخ کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔

۱ مجذوب سالک (محبوب)

۲ سالک مجذوب (محب)

طالب کے لیے شیخ اول کی صحبت اکیر اور عزیز الوجود ہے۔ اگر ایسے شیخ کی صحبت حاصل نہ ہو سکے تو پھر شیخ دوم کی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ گود و نال صحبتوں میں بہت فرق ہے۔ جس مقام پر شیخ اول کی صحبت پہنچا سکتی ہے شیخ دوم کی صحبت وہاں کے تصور سے بھی خالی ہے۔

شیخ کامل و مکمل طالب کے باطنی مزاج اور اس کی استعداد کے مطابق تربیت کرتا ہے مثلاً اگر شیخ کسی صاحب استعداد محمدی المشرب کو سلوک کی راہ پر لے جائے تو لازماً اس کی استعداد کو ضائع کر دے گا اسی لیے شیخ کامل اگر کسی طالب کی تربیت اپنے ذمے لیتا ہے تو وہ پہلے شیخ ناقص کی فاسد تربیت کے ضرر کو دور کرتا ہے اور اس کے بعد طالب کی استعداد کے مطابق اس کے قلب کی زمین میں صالح بیج ڈالتا ہے جو کار آمد اور تسبیح خیز ثابت ہوتا ہے۔

مَنْ الشَّيْءُ الْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ
أَنَّ الْأَخَ الصَّادِقَ قَدْ نَقَلَ آتٍ مِنْ
جُلَسَائِهِمْ مِنَ الشُّعْرَاءِ الْفُضَلَاءِ مَنْ
يُلَقَّبُ فِي الشُّعْرِ بِالْكَفْرِ وَالْحَالِ
أَنَّهُ مِنَ السَّادَاتِ الْعِظَامِ .

ترجمہ : آخر کلام، نہایت تعجب کی بات ہے کہ سچے بھائی (قاصد) نے یہ بھی بتایا کہ آپ کے ہم نشین فاضل شاعروں میں ایک شخص شعروں میں اپنے لیے "کفری" مختص و لقب استعمال کرتا ہے۔ حالانکہ وہ ساداتِ عظام میں سے ہے

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مرزا عبد الرحیم خان خاناں کو اپنے مکتوب میں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ آپ کے ایک فاضل شاعر دوست اپنے شعروں میں اپنے لیے "کفری" مختص استعمال کرتے ہیں حالانکہ وہ ساداتِ عظام کے بزرگ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ ایسے کفریہ القابات و اتسابات سے اس طرح دور بھاگے جس طرح پھاڑنے والے شیر سے دور بھاگنا چاہیے اور مسلمانوں کو قرآن حکیم میں کافروں سے دشمنی رکھنے اور ان پر سختی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ

مِنْ ذَوِي الْمُؤْمِنِينَ ۱

(یعنی) اے ایمان والو! مسلمانوں کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ

نیز فرمایا :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَ

اَغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۲

(یعنی) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجیے اور ان

پر سختی کیجیے۔

اس سے آگے آپ نے خانخاناں کو حکم دیا ہے کہ اس فاضل شاعر کو میری طرف سے پیغام دیجیے کہ اس قوم کے کافرانہ تخلص کو بدل کر کوئی بہتر اسلامی لقب اپنائیں جو جامع برکات ہو اور مسلمان کے قال و حال کے موافق ہو۔ نیز کافرانہ لقب و تخلص مسلمانوں کے نزدیک موجب تہمت اور باعث شک و شبہ ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان بھی یہی ہے :

اتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهْمِ ۳ ”یعنی تہمت کے موقعوں سے بچو“

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

وَلَعَبْدُ مُؤْمِنٍ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ۴

اور البتہ مومن غلام، مشرک مرد سے بہتر ہے۔

لہذا اسلامی القاب اپنے آپ کو منسوب کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب

پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ امر ہے۔ وَهُوَ الْمَطْلُوبُ

مَنْ وَمَا وَقَعَ فِي عِبَارَاتٍ بَعْضُ

الْمَشَائِخِ قَدَسَ اللَّهُ تَعَالَى أَسْرَارَهُمْ فِي
غَلَبَاتِ السُّكْرِ مِنْ مَدْحِ الْكُفْرِ
الْتَّرَغِيبِ عَلَى شِدِّ الزُّنَارِ وَأَمْثَالِ ذَلِكَ
فَمَصْرُوفٌ عَنِ الظَّاهِرِ وَمَحْمُولٌ عَلَى

التَّائِيلِ

ترجمہ : اور یہ جو بعض مشائخ کی عبارتوں میں غلبہ سکر کی وجہ سے کفر کی تعریف
اور زُنار باندھنے کی ترغیب اور اس قسم کی دوسری باتیں صادر ہوئی ہیں ان کو
ظاہری مطلب سے پھیر کر ان کی تاویل و توجیہ کی جائے گی۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بعض مشائخ کی سکر یہ عبارات جو
کفر کی تعریف اور زُنار دھاگا رستی جنجو وغیرہ جو مجوس و نصاریٰ اپنے مذہبی شعار
کے طور پر کمر میں باندھتے ہیں اور ہندو جو گی وغیرہ گلے میں ڈالتے ہیں ان کی ترغیب
پر مشتمل ہیں۔ دراصل وہ غلبہ سکر و حال کی وجہ سے اس قسم کی ممنوعات کے ارتکاب
میں معذور سمجھے جاتے ہیں اور ان کے اس قسم کے کلام کو ظاہر سے پھیر کر کسی اچھے
مفہوم پر گمان کیا جانا چاہیے۔

جیسا کہ کلام شیخ منصور حلاج میں ہے :

كَفَرْتُ بِدِينِ اللَّهِ وَالْكَفْرُ وَاجِبٌ
لَدَى وَعِنْدَ الْمُسْلِمِينَ قَبِيحٌ

اور کسی دوسرے بزرگ نے غلبہ حال میں کہا ے

کافر عشقم سلمانی مرا درکار نیست

ہر گ من تا رگشتہ حاجت زنا ر نیست

حالانکہ ان بزرگوں کے نزدیک بھی کفر حقیقتاً نقص و عیب ہے اور اسلام حقیقتاً سراپا کمال ہے۔

اور جو لوگ اہل سکر میں سے نہ ہوتے ہوئے اس قسم کے اقوال و احوال کو دلیل و سند بنائیں اور ایسی کلام کے مرکب ہوں وہ اہل شریعت و اہل طریقت دونوں کے نزدیک ملحد اور کافر سمجھے جائیں گے جبکہ منصوصاً علاج جیسے مغلوب احوال بزرگ کے سُکریہ اقوال پر اہل شریعت نے فتوے کفر صادر کیا ہے اور اہل طریقت حقیقت کے نزدیک بھی وہ خطرہ و نقص سے خالی نہیں اور اکثر اولیائے کاملین نے اس کو کاملوں بلکہ حقیقی مسلمانوں میں بھی شمار نہیں کیا کیونکہ اہل شریعت و حقیقت کے نزدیک حقیقت کار اور غلبہ حال ظاہر ہونے سے پہلے کفر و اسلام میں امتیاز نہ کرنا بالاتفاق کفر اور زندہ ہے اور حقیقت کار اور غلبہ حال ظاہر ہونے کے بعد بھی کفر و اسلام میں فرق نہ کرنا نقص صریح اور عیب قبیح ہے اور یہی اہل حق کا موقف ہے۔ واللہ اعلم الکافی مآشیہ مکتوبات

عرفاء کے نزدیک اسلام دو قسم کا ہے اول اسلام

صوری دوسرا اسلام حقیقی۔ اسلام صوری علمائے

اسلام کی دو قسمیں

ظواہر کا اسلام ہے جنہوں نے مصادقات قضایائے شرعیہ کو کشفی نظر سے دیکھا تو نہیں مگر دل سے تسلیم ضرور کرتے ہیں انہیں اقراراً باللسان و تصدیقاً بالقلب کا درجہ حاصل ہے اور اسلام حقیقی صوفیائے محققین اور عرفائے کاملین کا اسلام ہے جنہوں نے مصادقات قضایائے شرعیہ کو کشفی نظر سے مشاہدہ بھی کیا ہے اور زبان و قلب سے تسلیم و تصدیق کے مرتبے پر بھی فائز ہیں اور

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ ۚ کی نوید سے بھی شاد کام ہیں۔ ان کا ایمان استدلالی، ایمان شہودی سے تبدیل ہو چکا ہے اور ان کے علوم اجمالی ان کے حق میں تفصیلی ہو چکے ہیں اور وہ شنید سے دید تک اور گوش سے آغوش تک پہنچ چکے ہیں۔ فَهَذَا هُوَ الْمُرَادُ۔

دفترِ اولِ مکتوب (۲۴)

مکتوبِ اَللّٰہِ

قیلیح خانِ اندجانی رحمۃ اللہ علیہ



مَوْضُوعَاتُ

صوفی کائناتِ باطن ہوتا ہے

محبتِ ذاتیہ میں انعام و ایلام برابر ہوتے ہیں



مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے قلیج خان اندجانی علیہ الرحمۃ کے نام صادر فرمایا۔ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہ کے برادر نسبتی تھے۔ مکتوبات شریفہ کے دفتر اول میں آپ کے نام حسب ذیل تین مکتوبات ہیں۔ مکتوب نمبر ۲۴-۷۶-۱۴۱ قلیج دراصل ترکی زبان کا لفظ ہے ترکی میں قلیج تلوار کو کہتے ہیں۔ بادشاہ اکبر نے آپ کو اپنے بیٹے دانیال کا امالیق مقرر کیا تھا۔ پھر مختلف اوقات میں لاہور، کابل، آگرہ، مالوہ اور پنجاب کا انتظام آپ کے سپرد کیا گیا اور سنبھل کا علاقہ آپ کو جاگیر میں دے دیا گیا۔ آپ جہانگیر کے عہد میں بھی گجرات، پنجاب اور کابل کے حاکم رہے۔ آپ ایک متبحر عالم، متقی اور خدا ترس انسان تھے پنجاب کی صوبیداری کے زمانے میں بھی آپ فقہ، تفسیر اور حدیث کی تعلیم و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ علوم شرعیہ کی ترویج و اشاعت میں آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ غرضیکہ آپ صاحب سیف و علم بھی تھے اور صاحب درس و علم بھی آپ نے ۱۰۲۳ھ میں وفات پائی۔

لے حضرت القدس جلد دوم جز سوم لے مآثر الأُمراء و نزہۃ الخواطر

مکتوب - ۲۲

مَنْ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ فَطُوبَى لِمَنْ
لَمْ يُبْقِ لِقَلْبِهِ حُبًّا إِلَّا مَعَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَ
لَمْ يُرِدْ إِلَّا وَجْهَهُ تَعَالَى وَتَقَدَّسَ فَيَكُونُ
هُوَ مَعَ اللَّهِ جَلَّ سُلْطَانُهُ وَازْكُكَّانَ
ظَاهِرُهُ مَعَ الْخَلْقِ وَاشْتَغَلَ بِهِمْ صُورَةٌ
وَهُوَ شَانُ الصُّوفِيِّ الْكَائِنِ الْبَائِنِ -

ترجمہ: آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے پس اس شخص کو مبارک ہو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کے سوا کسی دوسرے کی محبت باقی نہ رہ گئی ہو اور وہ ذات حق کے سوا کسی کی طلب نہ رکھتا ہو پس ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اگرچہ صورتاً اس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ مشغول ہو اور یہ اس صوفی کی شان ہے جو کائن بائن ہے (حقیقت میں خدا سے وصل ہے اور خلق سے جُدا ہے یا ظاہر میں خلق کے ساتھ ہے اور حقیقت میں اس سے جُدا ہے)۔

شرح

صوفی کائن بائن حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ صوفی کی شان یہ ہے کہ وہ کائن بائن ہوتا ہے اور اس کے دل میں حق تعالیٰ کے سوا کسی کی محبت نہیں ہوتی اور اس کی مراد صرف رضائے حق تعالیٰ ہوتی ہے۔ کائن بائن کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ صوفی حقیقت میں کائن (حق کے ساتھ) ہوتا ہے اور بائن (خلق سے جدا) ہوتا ہے۔

دوسرا مفہوم اس طرح ہے کہ صوفی صورت میں کائن (خلق کے ساتھ) ہوتا ہے اور حقیقت میں بائن (خلق سے جدا) ہوتا ہے۔

انہی نفوس قدسیہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ
یعنی مردانِ حق کی شان یہ ہے کہ انہیں تجارت اور خرید و فروخت جیسے دنیاوی کام اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتے۔ سالارِ طریقت حضرت خواجہ سید محمد بہاؤ الدین بخاری اویسی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میں نے حج کے دوران منیٰ کے بازار میں ایک ایسے صاحبِ ذکر مرد جو ان کو دیکھا جو تقریباً پچاس ہزار دینار کا سودا سلف خرید رہا تھا اور اس کا دل ایک لمحہ کے لیے بھی یادِ حق سے غافل نہ تھا۔ طریقتِ نقشبندیہ کی نسبت خاصہ بھی یہی ہے جس کو دوامِ حضور مع اللہ کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ و شش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

ایک دل میں دو محبتیں جگہ نہیں پکڑتیں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قلبی محبت ایک سے

زیادہ کے ساتھ نہیں ہوتی کیونکہ محبت کا اصول یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایک کے ساتھ ہوتی ہے اور اس کا محبوب ایک ہوتا ہے جب تک اس محبوب کی محبت اس کے دل سے زائل نہیں ہوتی کسی دوسرے کی محبت وہاں جگہ نہیں پکڑ سکتی مطلب یہ کہ جب تک انسان کے دل میں نفس کی محبت موجود رہے گی محبت خداوندی اس میں ہرگز نہ سما سکے گی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ مَّا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِۦ ۚ كَے مطابق ایک سینے میں دو دل نہیں ہو سکتے اسی طرح ایک دل میں دو محبتیں بھی نہیں ہو سکتیں ۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس کا جواب بھی آپ نے خود ارشاد بلینہ نمبر ۱ فرمایا ہے سوال یہ ہے کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسان کے دل میں متعدد چیزوں مثلاً مال ، اولاد ، حسن و جمال ، عزت اور مرتبہ کی محبت پچی بسی رہتی ہے پھر یکس طرح تسلیم کیا جاتے کہ محبت ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہوتی ۔ آپ نے اس سوال کا جواب یوں ارشاد فرمایا کہ متعدد اشیاء کے ساتھ محبت کے باوجود اس وقت بھی محبت صرف ایک کے ساتھ ہی ہوتی ہے اور وہ انسان کا نفس ہے باقی تمام اشیاء کی محبت نفس کی محبت کی فرع ہے یہ بات اکثر مشاہدے میں آتی ہے کہ جب ایک شخص محبت نفس سے فارغ ہوتا ہے تو باقی محبتوں سے بھی خلاصی پالیتا ہے اور صرف حق تعالیٰ کی محبت سے ہی شاد کام رہتا ہے ۔

ہے ایں سہائے و باغ تو زندان تو
خانہ ان تو بلائے جان تو

اسی کیفیت میں صوفی پکار اٹھتا ہے۔

جس زیاد تو، از دل ناشاد برفت
وز سینہ ہوائے گل و شمشاد برفت
مستغرق ذکر چمنم کہ دگر
در ذکر تو، ذکر تو از یادم برفت

ترجمہ: سوائے تیری یاد کے مرے دل ناشاد سے ہر چیز جاتی رہی سینے
سے گلاب اور شمشاد کی خواہش بھی نکل گئی اور اب تیرے ذکر میں اس قدر ڈوبا ہوا
ہوں کہ تیرے ذکر میں تیرا ذکر بھی میری یاد سے جاتا رہا۔

پس ثابت ہوا کہ زیادہ چیزوں سے محبت رکھنے والا ان چیزوں کو اپنے
نفس ہی کے لیے چاہتا ہے۔ فی نفسہ ان اشیاء کو نہیں چاہتا جب اس کو اپنے نفس
سے محبت نہیں رہے گی تو ان چیزوں کی محبت بھی اس کے نفس کے تابع ہونے
کی وجہ سے دور ہو جائے گی۔ اسی لیے صوفیاء کرام کے نزدیک بندے اور حق تعالیٰ
کے درمیان حجاب بندے کا اپنا نفس ہے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ
فَلِهَذَا قِيلَ إِنَّ الْحِجَابَ بَيْنَ
الْعَبْدِ وَالرَّبِّ هُوَ نَفْسُ الْعَبْدِ
لَا الْعَالَمُ فَإِنَّ الْعَالَمَ فِي نَفْسِهِ غَيْرُ
مُرَادٍ لِلْعَبْدِ حَتَّى يَكُونَ حِجَابًا.

ترجمہ: پس اسی لیے کہا جاتا ہے کہ بندے اور حق تعالیٰ کے درمیان حجاب
بندے کا اپنا نفس ہے نہ کہ جہان کائنات کیونکہ کائنات فی نفسہ بندے کا مقصود نہیں

جو کہ حجاب بن سکے۔

شرح

آپ فرماتے ہیں اشیائے کائنات فی نفسہ انسان کا مطلوب و مقصود نہیں بلکہ بندے کا اپنا نفس اور اس کی خواہشات انسان کی مُراد ہوتے ہیں اور وہ اپنے نفس ہی کے لیے تمام اشیاء کو محبوب رکھتا ہے اور پھر نفس کی کدو تیں ہی انسان کو حق تعالیٰ سے دُور رکھنے کا سبب بنتی ہیں۔ ایک عارف فرماتے ہیں :

أَنْتَ الْغَمَامَةُ عَلَى شَمْسِكَ يَعْنِي تِيرِي نَفْسَانِي كَدُو تَيْهِ هِيَ تِيرِي قَلْبِي اسْتَعْدَادٍ بَرَادِلِ بْنِ كَرَجَحَا جَاتِي هِيَ۔

حدیث قدسی میں ارشاد ہے : عَادِ نَفْسَكَ فَإِنَّهَا إِنْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِي یعنی اپنے نفس سے دشمنی رکھ کیونکہ یہ میری دشمنی پر کھڑا ہے اور اسی مفہوم کی تائید میں ہے دَعِ نَفْسَكَ وَتَعَالَ اپنے نفس کو چھوڑ دے اور میری طرف چلا آ۔

حافظ شیرازی فرماتے ہیں : ع

تو خود حجاب خودی حافظ از میاں خیزد

یعنی اے حافظ تیرا اپنا نفس تیرے لیے حجاب ہے تو خود درمیان سے اٹھ جا۔

نیز فرمایا :

تو از سرائے طبیعت نیروی بیرون
گجا بہ کوئے حقیقت گزر توانی کرد

یعنی تو اپنی طبیعتِ انفس کی سرائے سے باہر نہیں نکلتا تو حقیقت کے کوپے میں تیرا گور کیسے ممکن ہے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ نفس سے چھٹکارا پا جانے کی دولتِ عظمیٰ فنائے مطلق کے بغیر میسر نہیں آسکتی۔

مَنْ وَهَذِهِ الدَّوْلَةُ الْقُصْوَى لَا تَتَحَقَّقُ
إِلَّا بَعْدَ الْفَنَاءِ الْمُطْلَقِ الْمُنَوِّطِ بِالتَّجَلِّيِ
الذَّاتِيِّ۔

ترجمہ : اور یہ انتہائی اعلیٰ درجے کی نعمت فنائے مطلق کے بعد ہی حاصل ہو سکتی ہے جو کہ تجلی ذاتی پر موقوف ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ذاتِ حق کے ساتھ محبت اور خواہشِ انفس سے نجات کا یہ اعلیٰ ترین درجہ سالک کو فنائے مطلق کے بغیر میسر نہیں آسکتا اور فنائے مطلق تجلی ذاتی کے ساتھ مربوط ہے کیونکہ تجلی صفاتی تمام بشری کدورتوں اور مادی کشمکشوں کا ازالہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی سالک کو محبت ذاتی سے مشرف کر سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

بے فنائے مطلق و جذبِ قوی

کے حرمِ وصل را محرمِ شوی

کیونکہ جس طرح سورج کے طلوع ہونے بغیر رات کی تاریکیاں دُور نہیں ہو سکتیں اسی طرح فنائے مطلق اور تجلی ذاتی کے بغیر نفسانی آلائشوں سے چھٹکارا محال ہے۔

فنائے مطلق سالک کے تمام لطائف کا مکمل طور پر اپنے مبداء فیض تک پہنچ جانے کا نام فنائے مطلق ہے۔ اس مقام میں سالک فناء کی تمام قسموں سے گزر کر کامل طور پر نسیان ماسومی اللہ کی دولت سے شاد کام ہو جاتا ہے۔

بلیۃ نمبر ۲ واضح رہے کہ ایک ہے سالک کی فنائے مطلق (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے) اور ایک ہے لطیفے کی فنائے مطلق وہ صرف اسی ایک لطیفے کا ماسومی کو فراموش کر دینے کا نام ہے۔

محبّت ذاتیہ میں انعام و ایلام برابر ہوتے ہیں
متن
فَاِذَا حَصَلَتْ تِلْكَ الْمَحَبَّةُ
الْمُعْتَبَرُ عَنْهَا بِالْمَحَبَّةِ الذَّاتِيَّةِ
اسْتَوَى عِنْدَ الْمُحِبِّ اِنْعَامُ الْمَحْبُوْبِ
وَ اِيْلَامُهُ فَحَصَلَ الْاِخْلَاصُ

ترجمہ: پس جب یہ محبت حاصل ہو جاتی ہے جس کو محبت ذاتیہ کہا جاتا ہے تو محبت کے نزدیک محبوب کا انعام اور ایلام (رنج و تکلیف دینا) برابر ہو جاتا ہے پس اس وقت اس کو اخلاص حاصل ہو جاتا ہے۔

شرح

سالک جب محبت ذاتیہ کے مرتبے کو پالیتا ہے اور اس کو اخلاص کی حقیقت میسر آ جاتی ہے تو اس وقت اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی نعمتیں

اور رحمتیں اس کے لیے ایک جیسی ہو جاتی ہیں کیونکہ محبت کو محبوب کے ہر فعل سے ایک خاص قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے اور عاشق ہمیشہ معشوق کے افعال کا شہود چاہتا ہے خواہ وہ انعام کے رنگ میں ہو یا ایلام کی صورت میں اس کے نزدیک جو کچھ جمیل مطلق کی طرف سے آتا ہے جمیل ہوتا ہے۔ ع
از دست دوست ہر چہ رسد نیک گفتہ اند“

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ محبت جس طرح محبوب کے انعام سے لذت پاتا ہے اسی طرح اس کے ایلام سے بھی لذت حاصل کرتا ہے بلکہ ایلام میں لذت کی زیادتی پاتا ہے کیونکہ اس میں حظ نفس کی آمیزش نہیں ہوتی۔

مُحِبَّتِ ذَاتِیہ محبت ذاتیہ عارف کا وہ مرتبہ ہے جس میں عارف کی عبادت اور اس کے اعمال میں طمع و خوف، ثواب و عذاب اور نفع و نقصان کا جذبہ و رجحان غلبہ پذیر نہیں ہوتا بلکہ محبتِ الہیہ میں فانی ہونے کی وجہ سے اس کے ہر عمل اور اس کی ہر عبادت سے رضائے الہی مقصود ہوتی ہے۔

ع غرض ز عشق تو اُم چاشنی درد و غم است
درد نہ زیرِ فلک عیش و تنعم چہ کم است

مُتَقَرَّبِین و اَبْرار کی عبادات میں فرق متقربین کی عبادات میں جنت کا طمع اور دوزخ کا خوف شامل نہیں ہوتا بلکہ محض رضا الہی پیش نظر رہتی ہے جبکہ ابرار کی عبادات طمع اور خوف سے ملوث ہوتی ہیں کیونکہ وہ محبتِ ذاتیہ سے بہرہ یاب نہ ہونے کی وجہ سے نفس کے تقاضوں سے پورے طور پر آزاد نہیں ہوتے لہذا ان کی عبادات پر طمع و خوف سے ملوث ہونے کا اطلاق ان کے نفس کی شرکت کی بناء پر کیا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں پس لامحالہ ابرار کی نیکیاں جہتِ عبادت کے اعتبار سے خُصَاتِ نیکیاں ہیں اور جہتِ نفس کے لحاظ سے سُنَّاتِ (گناہوں)

کے زمرے میں آتی ہیں اور مقربین کی نیکیاں حُسناتِ محضہ ہیں کیونکہ وہاں نفس کی آلائش کا کوئی خطرہ نہیں ہوا۔ چنانچہ ”حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ“ کا یہی مطلب ہے۔ مقربین کو مرتبہ ولایتِ خاصہ کے بعد کمالاتِ نبوت سے بھی پورا حصہ ملتا ہے جبکہ ابرارِ اولیائے ستملکین (اولیائے مغلوبِ کمال) میں سے ہوتے ہیں اور مرتبہ کمالاتِ نبوت اور مقامِ تلقین و ارشاد کے اہل نہیں ہوتے۔

دلیل واضح رہے کہ مقربین کی عبادات کا طمع اور خوف سے خالی ہونا
بیت نمبر ۳ عروج کے وقت متحقق ہوتا ہے کیونکہ یہ کیفیت عروجی مرتبوں میں پیش آتی ہے۔ نزول کے مرتبے میں مقربین بھی طمع اور خوف سے خالی نہیں ہوتے لیکن اس مرتبے میں ان کا طمع اور خوف نفس کے تقاضوں کے تحت نہیں ہوتا وہ جنت کا طمع اپنے نفس کے آرام کے لیے نہیں رکھتے بلکہ جنت کے صرف اس لیے طالب ہوتے ہیں کہ وہ رضائے الہی کا محل ہے اور دوزخ کا خوف اپنے نفس کی اذیت و تکلیف کے پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ دوزخ سے صرف اس لیے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ قہرِ الہی کا محل ہے۔ وہ اپنے نفس کے لیے انعام و ایلام کے تصور سے فارغ ہوتے ہیں کیونکہ وہ نفس کی غلامی سے کامل طور پر آزاد ہو چکے ہوتے ہیں۔

جنت کی طلب کرنا اور دوزخ سے نجات مانگنا مقربین کا مرتبہ

یہ امر مستحضر رہے کہ جنت محلِ رضائے الہی ہے لہذا جنت کی طلب دراصل رضائے الہی کی طلب ہے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے جنت الفردوس کا سوال کیا اور میں بھی کم دیا کہ اللہ تعالیٰ سے جنت الفردوس طلب کریں بعض کوتاہ دلوں

نے جنت کی طلب کو غیر کی طلب سمجھ لیا اور جنت سے لاشعری اور دوزخ سے لاپرواہی ظاہر کرنے لگے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ جنت کی طلب انبیاء و مقربین کا مرتبہ ہے اور انبیاء و مقربین غیر کی طلب و محبت سے فارغ ہوتے ہیں۔ آپ نے حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے اس قول کہ ”میں جنت کو جلانے اور دوزخ کو بجھانے چلی ہوں“ کو مسکریہ محمول فرمایا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ رابعہ مسکریہ کے عالم میں جنت اور دوزخ کی حقیقت سے واقف نہ ہوئیں ورنہ یہ کلمات ان کی زبان پر نہ آتے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ دوزخ محل غضب الہی ہے لہذا مقربین کا دوزخ سے پناہ مانگنا دراصل اللہ تعالیٰ کے غضب سے پناہ مانگنا ہے جو کہ عند اللہ شرعاً مطلوب ہے۔ اکثر شعراء اپنے کلام میں جنت اور دوزخ کو ایک معمولی اور ساقط الاعتبار شئی قرار دیتے ہیں یہ سراسر جہل اور دین سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ هٰذِهِ الْخَرَافَاتِ۔

بلیغہ نمبر ۴ مقربین کا مرتبہ نزول ان کے مرتبہ عروج سے زیادہ بلند ہوتا ہے کیونکہ عروج کا مرتبہ رجوع الی الحق ہے اور نزول کا مرتبہ رجوع الی الخلق ہے جو کہ دعوت و ارشاد کا مرتبہ ہے اور یہی انبیاء کی وراثت کا مقام ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِيَّاهَا۔

دفترِ اول - مکتوب (۲۵)

مکتوبِ عالیہ

دوستِ محترم! کاتبِ المعروضات خواجہ محمد علی



موضوعات

حضرتِ امام ربانیؒ کا مکتوبِ عالیہ کو چار دعائیں دینا
تعظیمِ نبیؐ (رضی اللہ عنہم اجمعین)



دوست محمد کابلی المعروف خواجہ جہاں محمد علیہ

آپ کا اصل نام دوست محمد لقب خواجہ جہاں تھا۔ کابل کے رہنے والے تھے۔ مکتوبات شریفہ دفتر اقل میں مکتوب ۲۵ اور ۷۲ آپ کے نام صادر فرمائے گئے۔ آپ کی صاحبزادی جہانگیر بادشاہ کی زوجیت میں تھیں۔ اسی بناء پر آپ کو اعلیٰ حکومتی منصب بھی حاصل تھا آپ نہایت متقی، عابد اور دیاندار تھے، اپنے فرائض پوری دیانداری اور توجہ سے انجام دیتے تھے۔ ۱۰۲۹ھ میں وفات پائی۔

مکتوب - ۲۵

مَنْ سَلَّمَ اللَّهُ تَعَالَى قَلْبَكُمْ وَشَرَحَ
صَدْرَكُمْ وَنَزَكَ نَفْسَكُمْ وَأَلَانَ
جِلْدَكُمْ كُلُّ ذَلِكَ بَلْ جَمِيعُ
كَمَالَاتِ الرُّوحِ وَالسِّرِّ وَالْخَفِيِّ
وَالْأَخْفَى مَنْوُوطٌ بِمُتَابَعَةِ سَيِّدِ
الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ
أَفْضَلُهَا وَمِنَ الشَّيَلِمَاتِ أَكْمَلُهَا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو سلامتی عطا فرمائے اور آپ کا سینہ کھول دے
اور آپ کے نفس کا تزکیہ کر دے اور آپ کے جسم (کھال) کو ملائم و نرم کرے یہ
سب کچھ بلکہ رُوح، سِر، خفی اور اخفی کے تمام کمالات سید المرسلین (آپ پر اور
آپ کی آل پر افضل درود اور کامل سلام ہوں) کی تابعداری پر موقوف ہیں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے ابتداً یہ مکتوب میں خواجہ جہاں کو منبجہ
ذیل چار دُعاؤں سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو قلب سلیم عطا فرمائے

پہلی دُعا

کیونکہ قلب سلیم ہی محلِ تجلیات و انوار ہے اسی پر شرفِ انسانیّت کا انحصار ہے آیت قرآنی یَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ کے مطابق قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قلب سلیم ہی نافع و موجبِ نجات ہوگا۔

قلب سلیم ماسوی اللہ کی آلودگی سے فارغ دل کا نام ہے۔ خدا کے ذکر سے غافل دل کو قلبِ اسقیم کہا جاتا ہے وَلَا تُطْعَمَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا سے دل بیدار اور دل بیمار کا فرق واضح ہے۔ حدیث میں اللہ تعالیٰ سے قلبِ فاشع طلب کرنے کی دُعا سکھائی گئی ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ ۚ قلبِ فاشع ہی قلبِ سلیم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شرح صدر عطا فرمائے۔

دوسری دُعا

شرح صدر وہ عطیہ ربّانی ہے جو حضور سرورِ عالم ﷺ کو عطا ہوا۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے بھی شرح صدر کی دُعا مانگی رَبِّ اَنْشِرْخَ لِّیْ صَدْرِیْ ہے شرح صدر بصیرتِ قلبی، فراستِ ایمانی اور قوتِ نورانی کا نام ہے۔ اَفْهَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُورٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ۚ انشراح صدر سے بندہ مومن کو عقلی شعور اور قلبی نور حاصل ہوتا ہے جس کی روشنی میں وہ رشد و ہدایت اور علم و معرفت کی منزلیں طے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے نفس کا تزکیہ فرمائے۔

تیسری دُعا

تزکیہ نفس ہی سالک کے لیے کامیابی کی کلید اور باریابی کی

نہید ہے، جیسا کہ فرمایا: **اَقْذِ افْلَحَ مَنْ تَزَكَّى** لے محبت ذاتی اور تجلی ذاتی کا شرف تزکیہ نفس پر موقوف ہے، اخلاص عمل بھی تزکیہ نفس ہی کا ثمرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے جسم کی کھال کو نرم کرے۔

چوتھی دعا تزکیہ نفس کے ذریعے جب سالک کی رُوح صفائی حاصل کر لیتی ہے اور نفس کے اثرات بد دور ہو جاتے ہیں تو اس کے نتیجے میں باطن کا اثر جسم کے ظاہر پر بھی نمودار ہوتا ہے اور سالک کا جسم بمنزلہ رُوح ہو کر نرم لطیف اور ملائم ہو جاتا ہے **اَجَسَادُنَا اَزْوَاحُنَا** کا مقولہ بھی اسی حقیقت پر صادقی آتا ہے بلکہ بعض بزرگان دین کے جسم کا سایہ بھی نہیں رہتا۔ حضرت سیدنا چمن شاہ آلوہاروی اور حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہما الرحمۃ کے بارے میں ایسی روایات سنی گئی ہیں۔ **وَاللّٰهُ اعْلَمُ**
مولانا روم نے فرمایا۔

چو فن در فقر پیرایہ شود

او محمّد وار بے سایہ شود

بلیہ نمبر ۱ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ دُعاؤں میں ذکر کیے گئے اور دیگر تمام کمالات رُوح، برتر جہنی اور اخفی المحض اشباع سنت نبوی علی صابہا الصلوٰۃ پر موقوف ہیں اور یہ امر حقیقت واقعی ہے کیونکہ سلامتی قلب نسیان ماسوی اللہ کے ساتھ مربوط ہے اور شرح صدر، تزکیہ نفس پر منحصر ہے نیز کمالات رُوح، تجلی صفات اور کمالات برتر، تجلی مشیونات اور کمالات خفی، تجلی صفات سلبیہ اور کمالات اخفی، تجلی شان جامع کے ساتھ مربوط و مشروط ہیں۔

مَنْ فَعَلَيْكُمْ بِمُتَابَعَتِهِ وَمُتَابَعَةِ
خُلَفَائِهِ الرَّاشِدِينَ الْهَادِينَ الْمَهْدِيِّينَ
مَنْ بَعْدَهُ فَإِنَّهُمْ نُجُومُ الْهَدَايَةِ
وَشُمُوسُ الْوِلَايَةِ.

ترجمہ: پس تم پر لازم ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے
راشیدین کی متابعت (پیروی) کریں جو آپ کے بعد ہدایت دینے والے اور ہدایت
پلنے والے ہیں کیونکہ وہ ہدایت کے ستارے اور ولایت کے سورج ہیں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے خلفائے راشدین حضرت ابوبکر
صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو
ہدایت کے ستارے قرار دے کر اصحابی کا لُجُوم لے اس حدیث کے مفہوم کی طرف اشارہ
فرمایا ہے اور ولایت کے آفتاب کہنے سے ان کے مراتبِ قرب و محبت کو بیان
فرمایا ہے۔ آپ نے خلافتِ راشدہ اور شانِ صحابیت کے متعلق اہل سنت کے عقائد
کی ترجمانی فرماتے ہوئے ان کی اتباع کو فوزِ عظیم (بڑی کامیابی) اور ان کی مخالفت
کو ضلالِ بعید (دُور کی گمراہی) قرار دیا ہے۔

حضرت مجددِ الف ثانی قدس سرہ السامی اپنے مکتوباتِ قدسیہ
تَعْلِیْمِ صَحَابِہ

میں جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعظیم و توقیر اور فضیلت و عظمت کا ذکر نہایت واضح اور پُر زور الفاظ میں فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہل سنت و جماعت کے عقائد کی پوری طرح تائید و تقویت فرماتے ہیں ان کے مخالفین و معاندین کے طعن و تشنیع اور اعتراضات کا نہایت شد و مد سے دفاع فرماتے ہیں۔ ان کے درمیان لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کرنے اور ان کی آپس میں مخالفتوں کو تاویل و اجتہاد پر مبنی قرار دینے اور ہوا و تعصب سے دُور سمجھنے پر زور دیتے ہیں اور آپس کے اختلاف میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطا پر کہا ہے ان کی خطا کو خطائے اجتہادی کی طرح قرار دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر اگرچہ خطبہ کی شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سغیتہم کے شعائر میں سے ہے سوائے اس شخص کے جس کا دل بیمار اور باطن ملید ہو اور کوئی شخص دانستہ اور سرکشی کے طور پر اس کو ترک نہیں کرے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ سَبَّ أَحَدًا مِنْ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعُونَ جس نے میرے صحابہ کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِنَّ شَرَّ أُمَّتِي أَجْرُهُمْ عَلَى صَحَابَتِي لَہ

میری امت میں سے بُرے وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں۔ ان لڑائی جھگڑوں کو جو ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں نیک وجہ پر محمول کرنا چاہیئے اور ہوا و تعصب سے دُور سمجھنا چاہیئے کیونکہ وہ مخالفین تاویل و اجتہاد پر مبنی تھیں نہ کہ ہوا و ہوس پر یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

شیخ سلطان اور ان کے بیٹوں کی سفارش
 آخر میں حضرت امام
 ربانی رحمۃ اللہ علیہ
 نے شیخ سلطان مرحوم کے دونوں بیٹوں کی معاشی پریشانی کا ذکر فرما کر ان کی مالی اُمت
 کے لیے سفارش فرمائی ہے۔ شیخ سلطان حضرت امام ربانی قدس سرہ کے خُسر تھے
 آپ حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف تھے علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر تھے
 اسی استعداد کی بنیاد پر کافی عرصہ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ کر شاہی خدمات انجام
 دیتے رہے۔ بعد میں گاوگشی کے جرم میں جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد
 پھر اپنے عہدہ پر بحال ہو گئے مگر ہندو لوگ تعصب کی بناء پر اکبر بادشاہ کو آپ
 کے خلاف سسل بھڑکاتے رہے۔ چنانچہ یکم جنوری ۱۵۹۹ء (۱۰۰۷ھ) میں حضرت
 شیخ سلطان علیہ الرحمۃ کو پھانسی دے دی گئی ہے

دفترِ اولِ مکتوب (۲۶)

مکتوبِ عالیہ

شیخ العالم حضرت مولانا حاجی محمد لاہوری رحمہ اللہ



موضوعات

حدیثِ شوق کا تفصیلی بیان ، وجہ تواجداور وجود کی بحث
شمار و قص اور وجہ حضرت امام ربانی کی نظر میں
نسبتِ سلاسل ، بدعت فی الطریقیت



مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی آپ نے شیخ العالم حضرت مولانا حاجی محمد لاہوری
 رحمۃ اللہ علیہ کو صادر فرمایا۔ دفتر اول میں آپ کے نام درج ذیل پانچ
 مکتوبات ہیں۔ مکتوب نمبر ۲۶، ۳۲، ۳۳، ۳۵، ۳۶
 آپ لاہور کے اکابر علماء و افاضل اساتذہ میں سے تھے۔ آپ کا
 خاندان مرکز علم و فضل تھا۔ کافی عرصہ مفتی لاہور کے عہدے پر فائز رہے
 صحیح بخاری و مشکوٰۃ کے ختم پر عالیشان اور پر تکلف محفل منعقد کرتے
 طویل عمر پاکر فوت ہوئے۔ (مختب التواریخ ص ۲۴۵)

مکتوب - ۲۶

مَنْ وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ الْقَدْسِيِّ الْأَطَالَ
شَوْقُ الْأَبْرَارِ إِلَى لِقَائِي وَأَنَا إِلَيْهِمْ لَا شَدُّ
شَوْقًا أَثَبَتَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ الشَّوْقُ لِلْأَبْرَارِ
لِأَنَّ الْمُقَرَّبِينَ الْوَاصِلِينَ لَا شَوْقَ لَهُمْ
لِأَنَّهُ الشَّوْقُ يَقْتَضِي الْفَقْدَ
الْفَقْدُ فِي حَقِّهِمْ مَفْقُودٌ الْخ

ترجمہ: حدیث قدسی میں وارد ہے ”آگاہ رہو ابرار (نیک بندوں) کا شوق میری ملاقات کے لیے بہت بڑھ گیا ہے اور میں ان کی طرف ان سے بھی زیادہ مشتاق ہوں۔“ اللہ تعالیٰ نے شوق کو ابرار کے لیے ثابت فرمایا ہے کیونکہ مقربین واصلین کو شوق باقی نہیں رہتا اس لیے کہ شوق مطلوب کے فقدان (حاصل نہ ہونے) کا متقاضی ہے اور مطلوب کا حاصل نہ ہونا ان کے حق میں مفقود ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شوق کو ابرار کے حق میں ثابت فرمایا ہے اور مقربین کو شوق سے فارغ رکھا ہے کیونکہ شوق مطلوب کے حاصل نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور مقربین تو پہلے ہی مطلوب کے حصول اور

وصول سے شاد کام ہوتے ہیں۔ آپ اس کی مثال یوں بیان فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنے وجود سے محبت کے باوجود اپنے وجود کا اشتیاق نہیں رکھتا کیونکہ اس کا وجود اس کے پاس ہمیشہ حاضر و حاصل ہے۔

شوق کا مفہوم لغت میں شوق سخت خواہش اور بڑی آرزو کا نام ہے۔ اصطلاح صوفیاء میں شوق مشاہدہ محبوب کے بعد پیدا ہونے والی حالت کو کہتے ہیں جس میں لقاۓ محبوب کے بغیر کسی صورت تسکین نہ ملے، کیونکہ اصولی طور پر وقتی مشاہدہ سے دائمی مشاہدہ کا شوق بڑھتا ہے یا سالک کے اس حال کا نام شوق ہے جس میں اُن دیکھے محبوب کی طرف رغبت کا مظاہرہ کرے اہل سلوک شوق کو قُربِ الہی کے لیے علتِ غائی قرار دیتے ہیں اور یہ حالت محبت اور محبوب دونوں پر برابر طاری رہتی ہے۔ یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّونَ میں اسی حالت کا بیان ہے۔

عاشقان ہر چند مشتاق جمالِ دلبر اند
دلبراں بر عاشقان از عاشقان عاشق تر اند

حضرت امام ابو القاسم قشیری قدس سرہ نے رسالہ قشیریہ میں شوق کی تائید اور اس کے ثبوت میں یہ آیت کھری فرمائی ہے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے (اسے معلوم ہونا چاہیے)

کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آنے والا ہے۔

نیز آپ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعا سے شوق بھی نقل فرمائی ہے۔

وَأَسْأَلُكَ النَّظَرَ إِلَى وَجْهِكَ الْكَرِيمِ وَشَوْقًا إِلَى
لِقَائِكَ فِي غَيْرِ ضَرَاءٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ لَهُ

بعض اہل تصوف کے نزدیک اولیاء کے ایک گروہ کو
رجالِ اشتیاق کہا جاتا ہے جو حالتِ شہود و اشتیاق میں رہتے
ہیں اور اشتیاق ان کو حالتِ اضطراب میں رکھتا ہے اور ان کے جگر میں حرقت
جلن پیدا کرتا ہے۔ ان کو ملوک طریق بھی کہا جاتا ہے۔

مُقَرَّبِينَ وَأَبْرَارٍ اصطلاحاتِ قرآن کریم سے ماخوذ ہیں جیسا کہ
أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ وَإِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝
ظاہر ہے۔

واضح رہے کہ جو مقربین شوق سے خالی ہوتے ہیں ان کو مقرب واصل کہا
جاتا ہے اور مقرب واصل وہ خوش نصیب افراد ہوتے ہیں جو صفاتِ بشریہ سے
فانی ہو کر صفاتِ باری تعالیٰ سے باقی ہو چکے ہوں اسی لیے مقربین کی تین قسمیں
بیان کی گئی ہیں۔

۱ مقرب مبتدی ۲ مقرب متوسط ۳ مقرب واصل
مذکورۃ الصمد پہلے دونوں مقربین (مبتدی و متوسط) اہل شوق سے شمار
کیے گئے ہیں۔

اُپراسے مراد وہ اہل شوق ہیں جو ابھی تک فنا و بقا کی لذت اور عروج
اُبرار و نزول کے معارف سے مشرف نہ ہوئے ہوں لیکن ذاتِ حق کی
طلب میں ہر وقت مضطرب اور بے قرار ہوں اور مطلوب کے تصورِ جمال و جمال
سے ان کے صبر و سکون کی دنیا میں زلزلے پیدا ہوتے ہوں جسرتِ موسیٰ

علیہ السلام کی اسی کیفیت کو قرآن نے یوں بیان فرمایا:

عَجَلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَا لَه

یعنی اے میرے رب میں تیری طرف آنے میں مضطرب تھا تا کہ تیری رضا حاصل کر سکوں۔

حدیث شوق حَدِیْثُ شَوْقٍ طَالَ شَوْقُ الْأَنْبَرَارِ إِلَى الْفَنَائِیْ ☆
حدیث قدسی ہے :

۱۔ طہ ۸۳ ۲۔ احیاء العلوم ص ۲۴۲ ج ۳

☆ تخریج حدیث : مُعَرَّب مکتوبات حضرت علامہ محمد راد کی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تخریج کے بارے میں جو کچھ فرمایا اس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ ذِکْرُهُ فِي الْإِحْيَاءِ بِلَفْظٍ لَقَدْ طَالَ شَوْقُ الْأَنْبَرَارِ يَعْنِي أَحْيَاءِ مِثْلِ اس حدیث کو ان الفاظ (مذکورہ) سے ذکر کیا ہے عراقی نے اس کی تخریج میں کہا ہے کہ میں نے اس کی کوئی اصل نہیں پائی لیکن صاحب الفردوس نے اس کو حدیث البور دار رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اور ان کے بیٹے نے سند الفردوس میں اس کی سند ذکر نہیں کی اور شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں کسی مقام پر کہا ہے کہ ”حدیث میں وارد ہوا ہے“ لیکن اس کی صحت کا مجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف شوق رکھنے کا ذکر فرمایا ہے اور اپنی ذات کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ ان سے زیادہ ان کا شائق ہے اور مجھے نہ کشف سے اس کا کچھ علم ہو سکا اور نہ کسی صحیح روایت سے۔ لیکن یہ مذکورہ حدیث مشہور ہے (انتہی ملخصاً) لیکن اس مذکورہ روایت کے معنی صحیح ہیں جو اس حدیث کے مطابق ہیں۔

إِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ يَشِيرُ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذُرَاعًا اصْصِحِّحْ لِلْبَعْدَى صِبًّا

یعنی اگر میرا بندہ میری طرف ایک باشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔

حَدِيثِ قَدْسِي : حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :
 الْحَدِيثُ الْقَدْسِيُّ ، وَالْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقُرْآنِ أَنَّ الْأَوَّلَ يَكُونُ
 بِالْهَامِ أَوْ مَنَامٍ أَوْ بِوَاسِطَةِ مَلِكٍ بِالْمَعْنَى اقْبَعَبْرُهُ بِالْفِظِ وَ
 يَنْسِبُهُ إِلَى رَتْبِهِ ، وَالثَّانِي لَا يَكُونُ إِلَّا بِانْزَالِ جِبْرِيلَ بِالْفِظِ
 الْمُعَيَّنِ وَهُوَ أَيْضًا مُتَوَاتِرٌ بِخِلَافِ الْأَوَّلِ فَلَا يَكُونُ مُحْكَمًا
 فِي الْفُرُوعِ

ترجمہ : حدیثِ قدسی اور قرآن میں فرق یہ ہے کہ حدیثِ قدسی الہام یا خواب
 یا فرشتے کے ذریعے بالمعنی نازل ہوتی ہے پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس کو
 اپنے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں اور اپنے رب تعالیٰ کی طرف اس کو منسوب فرماتے
 ہیں اور قرآن کریم جبریل امین علیہ السلام معین الفاظ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل
 کرتے ہیں اور قرآن متواتر ہوتا ہے بخلاف حدیثِ قدسی کے پس اس کا حکم فروع
 میں نہیں ہوتا۔

مَنْ نُقِلَ عَنِ الصِّدِّيقِ الْأَكْبَرِ
 رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى قَائِمًا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ
 وَيَبْكِي فَقَالَ هَكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ وَلَكِنْ
 قَسَتْ قُلُوبُنَا هَذَا مِنْ قَبِيلِ الْمَدْحِ
 بِمَا يُشَبِّهُ الذَّمَّ

ترجمہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک قاری کو دیکھا کہ قرآن پڑھ رہا ہے اور رو رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے تھے لیکن اب ہمارے دل سخت ہو گئے ہیں۔ آپ کا یہ فرمانا ”ایسی تعریف ہے جو مذمت کے مشابہ ہو“

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس بات کی تائید میں پیش فرمایا ہے کہ ”شوق ابراہیم کو ہوتا ہے مقررین کو نہیں“ قاری کا تلاوت کے دوران رونا شوق اور وجد کی علامت ہے آپ چونکہ مقرب و اصل ہو گئے تھے اس لیے شوق اور وجد وغیرہ باقی نہ رہا تھا۔ بظاہر آپ کے اس قول میں ذمہ ابراہیمی کا پہلو نکلتا ہے لیکن حقیقت میں یہ بھی آپ کی مدح کا مظہر ہے اور آپ کے مرتبہ کمال پر فائز ہونے کی خبر دیتا ہے۔

زوالِ شوق کے اسباب

مَنْ وَلِيَ رَفَعَ الشَّوْقَ مَقَامُ أَخْرَأَ كَمَلُ
مِنْ الْأَوَّلِ وَأَتَمُّ مِنْهُ وَهُوَ مَقَامُ الْيَاسِ
وَالْعَجْزِ عَنِ الْإِدْرَاكِ فَإِنَّ الشَّوْقَ
يُتَصَوَّرُ فِي الْمُتَوَقَّعِ فَحَيْثُ لَا تَوَقُّعَ
لَا شَوْقَ -

ترجمہ : اور شوق کے زائل ہونے کے لیے ایک دوسرا مقام ہے جو پہلے سے زیادہ کامل ہے اور وہ نا اُمیدی اور ادراک اپانے سے عجز کا مقام ہے کیونکہ شوق وہاں متصور ہوتا ہے جہاں مطلوب کو پالینے کی توقع موجود ہو، پس جہاں توقع نہ ہو شوق بھی نہیں ہوتا۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ رفع شوق (شوق کا زائل ہونا) کا سبب دو امر ہوتے ہیں۔ اول وصل، دوم عجز عن الادراک۔ کیونکہ وصل کے بعد مقرب و اصل کو شوق نہیں رہتا اور اسی طرح جب مطلوب کے حصول کی اُمید بھی باقی نہیں رہتی تو سالک عاجزی اور نا اُمیدی کی حالت میں شوق بھی کم کر لیتا ہے اور سالکین کی استعداد بھی دو طرح کی ہوتی ہے بعض وہ ہوتے ہیں جو صرف وصل پر قناعت کر لیتے ہیں اور ادراک کے طالب نہیں ہوتے لیکن بعض اپنی استعداد کی بلندی کی وجہ سے ادراک کی طلب بھی رکھتے ہیں۔

یہ دونوں قسم کے سالک نزولی مراتب میں مختلف الاحوال ہوتے ہیں مثلاً جو سالک وصل پر اُسی قناعت کر لیتے ہیں اور ادراک کی طلب نہیں رکھتے وہ حالت نزول میں جو کہ مطلوب کے کم ہو جانے کا وقت ہے، دوبارہ صاحب شوق ہو جاتے ہیں اور مطلوب کو حاصل کرنے کے لیے بے تاب رہنے لگتے ہیں اور جو سالک طالب ادراک ہونے کے باوجود ادراک سے عاجز اور مایوس ہو جاتے ہیں وہ حالت نزول میں بھی شوق سے خالی رہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ عروجی مراتب میں بھی ادراک ناممکن ہے۔ ایسے سالک کی استعداد بہ نسبت پہلے سالک کے زیادہ بلند ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے یہ معارف جو اس
 بیئہ نمبر ۱ مکتوب میں بیان ہوئے، آپ کو ابتدائی احوال میں پیش آئے
 تھے جو کہ معارف ولایت میں سے ہیں۔ آپ کے آخری معارف ان سے بہت
 بلند تر ہیں جو کہ معارف نبوت سے کامل مماثلت رکھتے ہیں جیسا کہ دفتر سوم کے
 آخری مکتوبات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اس وقت آپ وصل سے گزر کر
 اور اک بسیط اور ذک الادرک سے بھی مشرف ہو چکے تھے۔ ذَالِکَ فَضْلُ
 اللہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ

مَنْ لَا یُقَالُ اِنْ مَرَاتِبَ الْوُصُولِ لَا
 تَنْقَطِعُ اَبَدًا لَا بِدَیْنٍ فِیْتَوْعُ بَعْضُ
 تِلْكَ الْمَرَاتِبِ فِیْتَصَوِّرُ الشَّوْقُ حَیْنِئِذٍ

ترجمہ : یہ نہیں کہا جائے گا کہ وصول کے مرتبے ابد الابد تک ختم نہیں
 ہوتے پس ان مراتب میں سے بعض کی توقع کی جاتی ہے تو اس وقت وصل
 مقرب کے حق میں بھی شوق کا حاصل ہونا متصور ہوگا۔

شرح

سیر اجمالی سیر تفصیلی حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں
 کا یہ خیال ہے کہ چونکہ وصول کے مراتب کبھی ختم
 نہیں ہوتے لہذا شوق اور طلب ہمیشہ رہتے ہیں قرین قیاس نہیں کیونکہ آپ کے
 نزدیک یہ معرفت دو سیروں پر مشتمل ہے۔
 اول : سیر تفصیلی

فرمائی کہ خاتم النبوت علیٰ صاجہا الصلوات بادشاہ کی مثل ہیں اور خاتم الولايات وزیر خزانہ کی مثل ہے اور بادشاہ خزانے اپنے وزیر خزانہ سے ہی طلب کیا کرتے ہیں اے

لیکن واضح رہے کہ حضرت جامی علیہ الرحمۃ نے اپنے علم ظاہری کی قوت سے یہ توجیہ فرمائی ہے علم باطنی کشفی اس کا تحمل نہیں ہے اولیائے کرام کے ذمے میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو علوم ظاہریہ و کشفیہ میں ایک منفرد مقام عطا فرمایا ہے اسی بنا پر آپ فرماتے ہیں کہ :

”سیر محبوبان سیر اجمالی می باشد تا بمقصود برسد و بتمام تفصیل صفات التفات نیفرماید“

یعنی محبوبوں کی سیر اجمالی ہوتی ہے تاکہ جلدی مقصود ذات تک پہنچیں اسی لیے وہ تفصیل صفات کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔

آپ فرماتے ہیں چونکہ پیغمبر اُمت کے تمام کمالات کا جامع ہوتا ہے اور اُمت کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے نبی کی متابعت کے واسطے سے حاصل ہوتا ہے لہذا ہر اُمتی نبی سے فیض اخذ کرتا ہے نہ کہ نبی کسی اُمتی سے (لَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا) اور شیخ اکبر کے مقولہ میں جو مطلب ثابت کیا جاتا ہے وہ ہرگز مقصود اصل نہیں کیونکہ تجلیات صفاتیہ کے انعکاس میں یہ مرتبہ ظلی حیثیت رکھتے ہیں اور حضور سرور کائنات ﷺ کے تمام مرتبے اصلی اور ذات حق سبحانہ و تعالیٰ سے بلا واسطہ مقتبس ہیں وہاں کسی واسطے کی گنجائش کا تصور بھی محال ہے اسی حقیقت کو آپ نے ایک مثال کے ذریعے واضح فرمایا کہ اگر بادشاہ اپنے لشکر کے ذریعے کوئی شہر یا ملک فتح کرے تو یہ فتح و شوکت دراصل بادشاہ

کی ہے کیونکہ لشکر کے پاس آلاتِ حرب و ضرب سب کچھ بادشاہ ہی کا ہے ہاں
البتہ لشکر کو بادشاہ کی وجہ سے ہی یہ جزوی فضیلت ملی ہے لیکن اگر وہ یہ دعویٰ
کریں کہ بادشاہ کو یہ ساری شوکت اور فضیلت ہماری طرف سے ملی ہے تو یہ ایسا
دعویٰ ہوگا جس کی دلیل تمام نہ ہوگی اور محض تعلق شمار ہوگا۔ وَاللّٰهُ عَلٰمُ بَحِیْثَةِ اَحَال۔

مَنْ فَاصْحَابُ الشَّوْقِ وَالتَّوَّاجِدِ
لَيْسُوا اِلَّا اَصْحَابُ التَّجَلِّيَّاتِ
الصِّفَاتِيَّةِ وَلَيْسَ مِنَ التَّجَلِّيَّاتِ الذَّاتِيَّةِ
لَهُمْ نَصِيبٌ مَّا دَامُوا فِي الشَّوْقِ وَالْوَجْدِ

ترجمہ: پس شوق اور تواجد والے حضرات تجلیاتِ صفاتیہ والے ہیں اور
جب تک یہ حضرات شوق اور وجد میں رہیں گے ان کو تجلیاتِ ذاتیہ سے کچھ
حصہ حاصل نہیں ہوتا۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ صوفیاء
کا جو گروہ سیرِ فیضی کرتا ہے وہ تجلیاتِ صفاتیہ تک ہی محدود رہتا ہے یہ گروہ
شوق اور وجد والوں کا ہے جو مرتبہ اُبرار پر فائز ہوتے ہیں اور اربابِ قلوب
میں سے ہیں۔

لیکن صوفیاء کا جو گروہ سیرِ اجمالی کرتا ہے وہ تجلیاتِ ذاتیہ سے بہرہ یاب
ہوتا ہے یہ گروہ مقررین و اُصلیین اور کاملین کا ہے جو اربابِ تمکین میں سے ہے

اور وصل دائمی سے باریاب ہو کر شوق اور وجد سے بے نیاز ہو جاتا ہے کیونکہ شوق، وجد، توجہ، ہمع و رقص اور اضطراب کی کیفیات ہجر و فراق کی علامات ہیں جبکہ صبر و قرار، سکوت و ثبات، حضور و سکون کی کیفیات، قرب و وصال کی علامت ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام تجلی صفات کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے اور محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تجلی ذات کے باوجود ہوش میں رہے اور یہی مرتبہ تکمیل و تکمیل کا ہے۔

وجد کا معنی ہے ”پالینا“ اصطلاح صوفیاء میں خشیت البتہ اور سوز و گداز کی حالت میں سالک پر بے خود کر دینے والا تاثر جو خود بخود بغیر کسی تکلف کے طاری ہو جائے وجد کہلاتا ہے بعض کے نزدیک مشاہدہ کے لئے بے قراری سے قلب میں جو حرارت پیدا ہوتی ہے اسے وجد کہا جاتا ہے صوفیاء کے نزدیک وجد کی حقیقت ”حالت محمودہ غیر اختیاریہ“ کا غلبہ ہے اور یہ حالت محض عنایت ربانی کا نتیجہ ہوتی ہے البتہ اس عنایت کا سبب سالک کے اعمال و اور ادب بھی ہو سکتے ہیں اور اس کی روحانی نسبت کا اقتضاء بھی

مطلق وجد کا ثبوت

مطلق وجد کے ثبوت میں درج ذیل آیات قرآنیہ شاہد ہیں۔

آیت نمبر ۱
وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا
ہم نے ان کے دل مضبوط (استقیم) کر دیئے جب وہ کھڑے ہوئے۔

آیت نمبر ۲
تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِعَافِرُوهَا

مِنَ الْحَقِّ لَهُ

یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی دیکھ رہے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔

آیت نمبر ۳ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ ۚ

یعنی ایمان والے لوگوں کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

آیت نمبر ۴ ثُمَّ تَلَيْنُ جُلُودَهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ پھر ان اہل خشیت کے بدن اور دل نرم ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف۔

آیات بالا سے اہل خشیت کی مندرجہ ذیل علامات مفہوم ہوتی ہیں۔
رابط قلب، معرفت الہی میں رونا، ذکر کے وقت دلوں کا ڈر جانا، بدنوں اور دلوں کا نرم ہونا وغیرہ۔ انہی علامات خشیت کو صوفیاء کرام نے وجد کا نام دیا ہے بعض روایات سے وجد کی حالت میں جسم کی حرکات محمودہ غیر اختیار یہ کا ثبوت بھی ملتا ہے لیکن اس قسم کی روایات کی صحت پر کلام ہے۔ نیز مشائخ طریقت سے تو اثر کے ساتھ وجد کی مختلف کیفیات بھی ثابت ہیں جبکہ بعض مشائخ وجد میں جمائی حرکات کے قائل نہیں ان کے نزدیک وجد قلبی و روحی وجدان کے انہی تاثرات کا نام ہے جو صراحتاً قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

تو اوجد، باب تفاعل سے ہے جس کے معنی میں تکلف اور ذاتی اختیار کا اعتبار غالب ہوتا ہے چنانچہ اپنے اختیار سے وجد لانے کو تو وجد

کہتے ہیں لیکن اس قسم کے شخص کا وجد کامل نہیں ہوتا کیونکہ اگر یہ کامل ہوتا تو واجد کہلاتا۔

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص محض سماع یا حلقہ ذکر میں شریک ہو یا اشعار و قصائد سنے تاکہ اس کے دل میں رقت و گداز کے جذبات پیدا ہوں اور وہ اس حد تک بڑھیں کہ اس کو بے خود و مدہوش کر دیں۔ تاثر کی اس کیفیت کو دعوت دینا یا اس کے لیے اس طرح کا اہتمام و تکلف کرنا کہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں یہ سب کچھ تواجُد کے ضمن میں آتا ہے۔ تواجُد کے متعلق صوفیاء کی دو رائے ہیں۔ ایک گروہ اس میں کوئی مضائقہ خیال نہیں کرتا کہ رقت اور گداز کی فضا بے تکلف پیدا کی جائے ان کے اس موقف کی بنیاد اس حدیث پر ہے اَبْكَوْا فَاِنْ لَمْ تَبْكَوْا فَتَبَاكُوْا یعنی خوف خداوندی میں رویا کرو اگر تمہیں رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کیا کرو۔ صوفیاء کا دوسرا گروہ تواجُد سے احتراز کی تلقین کرتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس میں تکلف اور بناوٹ کا عنصر پایا جاتا ہے جو روحانی ارتقاء کے لیے رکاوٹ کا باعث ہے ان کے موقف کی بنیاد اس حدیث پر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں صحابہ کرام پر اس قدر سکوت و جمود طاری رہتا کہ پرندے سروں پر بیٹھ کر اڑ جاتے اور انہیں احساس بھی نہ ہوتا۔ جیسا کہ حضرت براہ بن عازب سے مروی ہے جَلَسْنَا كَأَنَّ عَلٰی رُؤُوسِنَا الظُّلُمَةُ یعنی جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (اگر حرکت کی تو کہیں اڑ نہ جائیں)

وجود کا مرتبہ وجد کے بعد حاصل ہوتا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں عارف وجود و مواجد سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور وجود حق کا ایسا غلبہ و

استیلا محسوس کرتا ہے کہ انفس و آفاق میں وجود باری تعالیٰ کے شواہد موجود پاتا ہے مگر یہ اسی وقت ہوتا ہے جب عارف کے جسمانی ہیکل کے مادی تقاضے ختم ہو جائیں اور سلطان حقیقت ظہور پذیر ہو جائے۔ انفس کی بشری کدورتیں رخصت ہو جائیں اور عارف اپنے وجود اور احساسِ انا سے آگے بڑھ کر وجودِ حق اور احساسِ ذات کی منزل پالے اسی حقیقت کو حضرت ابوالحسین نور علیہ السلام نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

اَنَا مُنْذُ عِشْرَتَيْنِ سَنَةٍ بَيْنَ الْوَجْدِ وَالْفَقْدِ

”میں بیس برس سے وجود اور فقہان وجود کی منزلوں میں ہوں“

یعنی جب جب مجھے اپنے وجود کا احساس ہوتا جاتا ہے اس کی ذات کا احساس مفقود ہوتا جاتا ہے اور جب جب اپنی ذات کو مفقود (گم) پاتا ہوں اس کی ذات کو موجود پاتا ہوں۔

صوفی صاحبُ الوجود صوفی صاحبُ الوجود کی دو حالتیں ہوتی ہیں
”صفا اور فحش“ حالتِ صحیح کے ساتھ بقا کا نام ہے اور حالتِ محض کے ساتھ فنا کو کہتے ہیں۔

رابطہ ثلاثہ وجد، تواجد اور وجود کا باہمی ربط یہ ہے کہ تواجد ابتداء کا نام ہے اور وجود انتہا سے تعبیر ہے جبکہ وجد اس سلسلہ کی درمیانی کڑی ہے۔ حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

اَلتَّوَجُّدُ يُوجِبُ اسْتِنْعَابَ الْعَبْدِ وَالْوَجْدُ يُوجِبُ اسْتِغْرَاقَ الْعَبْدِ وَالْوُجُودُ يُوجِبُ اسْتِهْلَاكَ الْعَبْدِ

تواجد یہ ہے کہ احساسِ عبدیت پوری طرح گھیرے میں آجائے وجد اسی

احساس کو گم کر دینے کا نام ہے اور وجودِ کلیتاً استہلاک کا تقاضا کرتا ہے۔
بینہ نمبر ۲ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی تحقیقِ انیق کے مطابق وجد و حال اور رقص و شوق متوسطین کے لیے ہے کاملین اور منہتی ساکین کو اس کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ امور اربابِ قلوب کے حال کے مطابق ہیں اربابِ تمکین کا حال اس سے بہت بلند ہے۔

اختلافِ صوفیا کی حکمت اختلاف ایک فطری حقیقت ہے لیکن اس میں توازن و اعتدال ایک حسین جھیل امتزاج کا روپ دھار لیتا ہے جس طرح علماء کے مختلف مکاتیب ہیں، فقہاء کے الگ الگ شعبے ہیں، حکماء کے ہاں معالجات کے متعدد طریقے ہیں اسی طرح باطنی اخلاق و اعمال کی درستگی کے لیے صوفیاء کے اندر بھی طریقت کے کئی سلاسل ہیں اور یہ سب جادہ حق و اعتدال پر مستقیم ہیں لیکن ان کا اختلاف رضائے الہی کے لیے اخلاص پر مبنی ہے کیونکہ یہ حضرات الائنشِ نفسانیہ سے پاک ہوتے ہیں تمام سلاسلِ تصوف اس امر پر متفق ہیں کہ ان کے سیر و سلوک کا اصل مقصود و مطلوب رضائے حقِ سبحانہ و تعالیٰ کا حصول ہے البتہ رضائے حق کے حصول کے طریقے مختلف اور متعدد ہیں جیسا کہ فرمایا گیا طُرُقُ الْمُصْنُولِ إِلَى اللَّهِ بِعَدَدِ أَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے طریقے مخلوق کی سانوں کی تعداد کے مطابق ہیں۔

اسی طرح تمام صوفیاء اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ وصولِ الی اللہ کی سعادت کا حاصل ہونا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر موقوف ہے جیسا کہ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ اس امر پر دلیلِ تام ہے چونکہ رحمتِ عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی فردیت کامل و اکمل ہے اور آپ کی ذات اقدس تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی صفات و کمالات کا مجموعہ ہے اور آپ ہی تمام انوار و تجلیات کا مورد اور مصدر ہیں لہذا اولیاء کرام جب آپ کی اتباع میں وصول کے مرتبوں کی جانب گامزن ہوتے ہیں تو آپ کی فردیت کاملہ کی کوئی جہت اور حقیقت محمدیہ کی کوئی تجلی ان کے قلوب پر منعکس ہوتی ہے تو اس جہت یا تجلی سے اس ولی کو ایک خاص باطنی تعلق پیدا ہو جاتا ہے جس کو اصطلاح طریقت میں نسبت کہا جاتا ہے۔ یہ خاص نسبت اس ولی سے منسوب ہونے والوں میں اتباع سنت و شریعت کی برکت سے ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے اور صوفیاء کے سلاسل میں نسبتوں کی یہی صورت اختلاف صوفیاء کی بنیاد ہے۔ اصولی طور پر تمام صوفیاء متحد الاصل ہیں البتہ مقصود کے حصول کے طرق و معابجات میں کسی قدر فرق ہے۔ سلاسل کی نسبتوں کے متعلق حضرت سید نور الحسن عرف نور میاں رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت احمد میاں کے خلیفہ تھے، نے نہایت اہم امور بیان فرمائے ہیں جو مختصاً ہدیہ قارئین ہیں۔

نسبت سلاسل

سلسلہ نقشبندیہ بزرگان نقشبندیہ میں نسبت صدیقی کا ظہور ہے یہ طریقتہ اقرب الطرق اور سہل الوصول ہے کہ معالاً صدیقی شاہد اسی معنی کے ہیں اور نسبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ابراہیمی تھی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمنیت کبریٰ حاصل تھی کہ ماصت اللہ فی صدری شکیلاً الا وقد صہبنتہ فی صدر ابی بکرؓ

لہذا فیض اس نسبت کا القاء سینہ بہ سینہ ہے جو حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے شائع ہوا اور نسبت معنیت روشن ہوئی حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے پیروم شد حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ تک ذکرِ خفی کو ذکرِ جہری کے ساتھ جمع کرنے کا رواج تھا لیکن جب حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ عبدالحق عجدوانی سے بطریق اولیت مستفیض ہوئے تو آپ نے دوبارہ اس سلسلے میں ذکرِ خفی کو جاری کیا۔

سلسلہ قادریہ بزرگانِ قادریہ میں نسبت فاروقی کا ظہور ہے اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نسبت موسوی تھی اسی بنابر جلالۃ الہیہ اور تصرفاتِ عظیمہ اس سلسلے کی مناسبت ہے جو حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے ظہور پذیر ہوئی۔

سلسلہ شہروردیہ بزرگانِ شہروردیہ میں نسبت عثمانی کا ظہور ہے اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نسبت نوحی تھی حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کم ہوا اور امت نے ایذا پہنچائی حضرت عثمان بھی شہید ہوئے یہی وجہ ہے کہ اس سلسلے کا رواج بھی کم ہے البتہ اس طریقے میں عبادات اور تعمیرِ اوقات کی طرف بڑا التفات ہے۔

سلسلہ چشتیہ بزرگانِ چشتیہ میں خاص طور پر نسبتِ علمی کا ظہور ہے اور سلسلہ چشتیہ وہ فیضِ حنیفیت کہ عَلَی مِثْلِیَّ وَأَنَا مِنْہُ سے عبارت ہے اس طریقے میں بہت ہے اور فیانی الشیخ کا یہی منشا ہے اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت عیسوی تھی تو اس میں وَتَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ تَرْوِجِی لَہِ کی مناسبت ہے کہ چشتیہ کا درجہ بے سماع آرام پذیر نہیں ہوتا۔

بیتات

◎ تصریحات بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ طریقت کے چاروں بڑے سلسلے غلفائے اربعہ کی نسبتوں کے مظاہر ہیں اور سائیکین کا سلوک انہی چار طریقوں پر واقع ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے رسالہ مکاشفات عینیہ میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ قرب الہی کے لیے دور استے ہیں پہلا راستہ قرب نبوت کا ہے دوسرا راستہ قرب ولایت کا ہے۔

◎ قرب نبوت کا فیض حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حاصل ہوتا ہے۔

◎ قرب ولایت کا فیض حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وسیع سے ملتا ہے۔

◎ باقی دونوں غلفاء حضرت فاروق و عثمان رضی اللہ عنہما بھی قرب نبوت کے سلوک سے وابستہ ہیں چنانچہ حضرت صدیق اکبر کا سلوک سیر انضی سے تعلق رکھتا ہے اور حضرت علی المرتضیٰ کا سلوک سیر آفاقی سے تعلق رکھتا ہے۔ گو دونوں سلوک مشکوٰۃ الابرار نبوت سے مقتبس ہیں لیکن دونوں حضرات کے ساتھ علیحدہ علیحدہ طور پر مخصوص ہو گئے ہیں۔

◎ دوسرے سلاسل اقادریہ، شہروردیہ اور حشمتیہ وغیرہ اکثر طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریق قرب ولایت کے ذریعے مقصود تک پہنچتے ہیں جبکہ سلسلہ نقشبندیہ دونوں طریقوں (قرب نبوت اور قرب ولایت) سے تحصیل ہے لیکن قرب نبوت کی نسبت اس میں غالب ہے تمام سلسلوں کے اکابر مشائخ ابتداء میں اسی نسبت کا سلوک طے کر کے مقصود تک پہنچتے رہے مگر بعد میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مسلک کا شیوع ہوا تو اکثر مشائخ نے اسی مسلک کو

اختیار کر لیا اس کی دو وجہیں تھیں۔

پہلی وجہ یہ کہ حضرت صدیق اکبر کے مسلک میں پوشیدگی و خفا کی وجہ سے
مبتدی کو اس پر چلانا دشوار تھا جیسا کہ عارف جامی نے فرمایا :
نقشبندان عجب تافلہ سالارانند

کہ بوند از رہ پنهان بحرم قافله را

اسی طرح حضرت فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مسلک میں پوشیدگی تھی
ان پر چلنا بھی آسان نہ تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک ظہور رکھتا تھا لہذا
آسان ہونے کی وجہ سے یہی مسلک ظاہر زیادہ شائع ہوا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ ارشاد تینوں خلفاء کرام
سے پیچھے ہے لہذا سلاسل کا انتساب قرب زمانہ کی بنا پر انہی کے ساتھ ہوا۔

◎ اس سے یہ مفہوم ہرگز اخذ نہ کیا جائے کہ تسلیک و تکمیل حضرت علی رضی اللہ
عنہ کے ساتھ مخصوص و منحصر ہے اور خلفائے ثلاثہ غیر مکمل تھے (لغو ذبا اللہ منہا)
یہ بہت بڑی جبارت ہے جن لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی انہوں نے صرف حضرت
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مسلک پر سلوک طے کیا اور خلفائے ثلاثہ کی راہوں سے
بے خبر رہے اور اسی بے خبری میں دوسری راہوں کی نفی کر دی۔ رسالہ مکاشفات
غیبیہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت سیدنا
عوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور حضرت شیخ ابوسعید خدری قدس
سرہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک سے سلوک طے کر کے
رتقی کرتے ہوئے غیب ذات تک پہنچے ہیں۔

نسبت نقشبندیہ مجددیہ کی افرادیت انہی اختصاصات سلاسل کی
بنیاد پر صوفیاء میں مخصوص مکتب
فکر قائم ہوئے وہ اپنی نسبتوں اور طبائع کے میلان سے مجبور ہو کر ایک جانب عملاً

مائل ہوتے ہیں اور دوسری جانب سے طبعاً گریز کرتے ہیں۔ یہ مقتضائے نسبت ہی ہے جو حضرات نقشبندیہ کو تواجہ، ذکر، باجمہر اور رقص و سماع سے دُور رکھتا ہے کیونکہ ان کی نسبت صدیقی ہے، ان کا طریق فیض القائے سینہ بہ سینہ ہے جو تکہ ان کی سیرافضی ہے لہذا اس نسبت میں سکوت و اخفاء اور دوام حضور کا غلبہ ہے یہی وجہ ہے کہ یہ سلسلہ نعرہ ہائے اشتیاق اور رقص و سماع کی طرف التفات نہیں رکھتا اور اس سلسلے میں شرع کے جو اہر نفیہ دے کر وجد و حال کے اخروٹ و منقح نہیں خریدتے اور نص (کتاب و سنت) کو چھوڑ کر نص (فصوص الحکم) کی طرف نہیں جھکتے اور فتوحات مدینہ (وحی) کے مقابلے میں فتوحات مکیہ (کشف) کی طرف التفات نہیں کرتے۔ امام طریقت عارف برحق حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ استجانی اسی نسبت کی تجدید و احیاء پر مامور ہوئے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس
سماع و رقص اور وجد امام ربانی کی نظر میں سرہ کے نزدیک اصحاب
وجد و حال، ارباب قلوب میں سے ہیں۔ ارباب تمکین کو وجد و حال اور رقص و سماع کی ہرگز ضرورت نہیں رہتی چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں :
سماع و وجد جماہر مانع است کہ بتقلب احوال مُتَصِف اندوہ
تبدل اوقات مُتَشَم و متے حاضر اند و وقتے غائب گاہے واجد اند
و گاہے فاقد ایش اند ارباب قلوب
کچھ آگے فرماتے ہیں :

فَهُمْ أَبْنَاءُ الْوَقْتِ وَمَغْلُوبُونَ فَمَرَّةً يَعْزُجُونَ وَ
أُخْرَى يَهْطُونَ ارباب تجلیات ذاتیہ کہ تمام از مقام قلب

برآمدہ بقلب قلب پیوستہ اندوہ کلیت از رقت احوال مجہول
 احوال محرر شدہ اند محتاج بہ سماع و وجد نیستند چه وقت ایشان دائمی
 است و حال شان سرمدی لا بیل لا وقت لہم ولا حال فہم
 اباء الوقت و ان رباب التمكن و ہم الواصلون
 الذین لا رجوع لہم اصلا ولا فقد لہم قطعاً فمن
 لا فقد لہ لا وجد لہ

ترجمہ: سماع اور وجد اس جماعت کے لیے مفید ہے جو قلب احوال سے
 جن کے احوال بدلتے رہتے ہیں، متصف ہیں اور تبدیلی اوقات کے ساتھ داغدار
 ہیں جو ایک وقت میں حاضر اور دوسرے وقت میں غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ
 واجد اپنے مقصود کو پانے والے ہوتے ہیں اور کبھی فاقد (گم کرنے والے)
 یہ لوگ ارباب قلوب ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ ابن الوقت (وقت کے بیٹے) ہیں اور
 وقت کے مغلوب ہیں کبھی عروج کرتے ہیں اور کبھی بہبوط (نیچے آ جاتے ہیں) لیکن
 ان کے برعکس، ارباب تجلیات ذاتیہ جو مقام قلب سے کلی طور پر باہر آکر مقلب
 قلب (حق تعالیٰ) کے ساتھ وابستہ ہو گئے ہیں اور کلیتہً احوال کی غلامی سے نکل کر
 مجہول احوال (احوال کو تبدیل کرنے والے یعنی حق تعالیٰ) کی بارگاہ میں پہنچ گئے ہیں
 وہ لوگ سماع و وجد کے محتاج نہیں ہیں کیونکہ ان کا وقت دائمی ہے اور ان کا حال
 سرمدی ہے، نہیں بلکہ ان کے لیے نہ وقت ہے اور نہ حال یہ لوگ ارباب الوقت
 (وقت کے باپ) ہیں اور اصحاب تمکین (اطمینان والے) ہیں اور یہ ایسے اصل
 ہیں جو رجوع سے قطعاً محفوظ ہیں اور نہ فقہ ہے (ان سے ان کا مقصود گم نہیں ہو
 سکتا) لہذا جن کے لیے فقہ نہیں ان کے لیے وجد بھی نہیں۔

اسی مکتوب میں کچھ آگے تحریر فرماتے ہیں:

آرام این بزرگواران بہ عبادات است و تسکین در ادائے حقوق

بندگی و طاعات ایشان را احتیاج بہ سماع و وجد نیست عبادت
ایشان را کار سماع می کند و نورانیت اصل از عروج کفایت می بخشد
جماعہ مقلدان از اہل سماع و وجد کہ بر عظیم شان این بزرگواران واقف
نیستند خود را از عشاق می گیرند و ایشان را از زہاد گویا عشق و محبت
را منحصر در رقص و وجد میدانند ۔

ترجمہ : ان بزرگواروں کا آرام و چین عبادات میں ہے اور ان کی تسکین بندگی و
طاعات کے حقوق کی ادائیگی میں ہے ان کو سماع و وجد کی کچھ حاجت نہیں ان کی
عبادات ان کے لیے سماع کا کام کرتی ہیں اور اصل کی نورانیت عروج سے کفایت
کرتی ہے اہل سماع و وجد کے مقلدوں کا ایک گروہ جو ان بزرگواروں کی عظیم شان
سے واقف نہیں ہے وہ اپنے آپ کو عشاق میں سے سمجھتے ہیں اور ان کو زہادوں
میں سے جانتے ہیں گویا یہ لوگ عشق و محبت کو رقص و وجد میں منحصر سمجھتے ہیں ۔
نیز فرماتے ہیں :

مبتدی را سماع و وجد مُضر است و منافی عروج ہر چند بشرائط واقع
شود و وجد او معلول است حال او وبال است حرکت او طبعی است
تحرک او مشوب ہو اے نفسانی و اَعْنِ بِالْمُبْتَدِی مَنْ لَا
يَكُونُ مِنْ اَرْبَابِ الْقُلُوبِ وَاَرْبَابِ الْقُلُوبِ
مُتَوَسِّطُونَ بَيْنَ الْمُبْتَدِیِّنَ وَالْمُنْتَهِیْنَ
ترجمہ : مبتدی کے لیے سماع و وجد مُضر (نقصان دہ) ہے اور عروج کے
منافی ہے اگرچہ شرائط کے موافق ہی کیوں نہ ہو اس (مبتدی) کا وجد علت کی وجہ
سے ہے لہذا اس کا حال وبال ہے اس کی حرکت طبعی ہے اور اس کا تحرک

ہو اے نفسانی سے مخلوط ہے اور بستدی سے میری مراد وہ شخص ہے جو اربابِ قلوب میں سے نہیں ہے اور اربابِ قلوب وہ ہیں جو مبتدی اور منتہی کے درمیانی مقام امتوسطین میں ہوتے ہیں

حقیقتِ نماز سے بے خبر ہیں: حضرت امام ربانی قدس سدرہ رقم طراز

جم غفیر اذین طائفہ تسکین اضطراب خود را از سماع و نغمہ و وجد و تواجہ
جستند و مطلوب خود را در پردہائے نغمہ مطالعہ نمودند لاجرم قص و رقاصی
را دیدن خود گرفتند بآنکہ شنیدہ باشند مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِي الْحَرَامِ
شِفَاءً بَلِ الْغَرِيقُ يَتَعَلَّقُ بِكُلِّ حَشِيشٍ وَحُبُّ الشَّيْءِ
يُعِينِي وَيُصَيِّمُ اگر شمع از حقیقت کمالات صلوٰتیہ برایشان منکشف
شدے ہرگز دم از سماع و نغمہ نزدندے و یاد و وجد و تواجہ نہ
کردندے۔

۵ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

ترجمہ: اس طائفہ کی ایک کثیر جماعت نے اپنے اضطراب و بے قراری
کی تسکین کو سماع و نغمہ اور وجد و تواجہ میں تلاش کیا اور اپنے مطلوب کو نغمہ کے
پردوں میں مطالعہ کیا اور قص و رقاصی کو اپنا مسلک بنا لیا ہے حالانکہ انہوں
نے سنا ہوگا مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِي الْحَرَامِ شِفَاءً اللہ تعالیٰ نے حرام چیز
میں شفا نہیں رکھی ہاں الْغَرِيقُ يَتَعَلَّقُ بِكُلِّ حَشِيشٍ وَحُبُّ الشَّيْءِ
الشَّيْءِ يُعِينِي وَيُصَيِّمُ (دوبنے والا شخص ہر ایک تنکے کا سہارا ڈھونڈتا
ہے اور کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے) اگر نماز کے کمالات کی کچھ

بھی حقیقت ان پر منکشف ہو جاتی تو وہ ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ بھرتے اور وجد و تواجُد کو یاد نہ کرتے ہیں۔

۵ جب حقیقت نہ ملی ڈھونڈ لی افسانے کی راہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں؛
بدعت فی الطریقیت و جماعہ از متاخرین خلفائے ایشان ترک

اوضاع این بزرگواران گرفتہ بعضے امور دین طریق احداث نمود
اند و سماع و رقص و جہر اختیار کردہ منشاء آن عدم وصول است
بہ حقیقت نیات اکابر این خانوادہ بزرگ خیال کردہ اند کہ بہ این
محدثات و مُبدعات تکمیل و تمسیم این طریقہ می نمایند اند
کہ در تخریب و اضعاف آن می کوشند

ترجمہ: اور سلسلہ نقشبندیہ کے خلفائے متاخرین کی ایک جماعت نے ان
بزرگوں کے اوضاع و اطوار کو ترک کر کے بعض ایسے نئے امور مثلاً سماع و
رقص اور ذکر جہر اختیار کر لیے ہیں اس کی وجہ عدم وصول ہے یہ لوگ اس بزرگ
خاندان کے اکابرین کی نیتوں کی حقیقت تک نہیں پہنچتے اور خیال کر بیٹھے ہیں کہ
ان محدثات (نئی باتوں) اور مُبدعات (بدعتوں) سے اس طریقہ کی تکمیل و تمسیم کر
رہے ہیں حالانکہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح سے وہ طریقہ کو خراب اور ضائع کرنے
کی کوشش کر رہے ہیں۔

آج کل اکثر نقشبندی
اور مجددی حضرات
اپنی طریقت کی حفاظت اہم ترین امر ہے
حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مسلک کے برعکس تواجُد، ذکر جہر اور رقص و

سماع کی رسموں پر عمل پیرا ہیں اور اس نسبت جامعہ کے باطنی فیوض و برکات سے خالی ہیں اور دوسرے سلاسل کی طرح اس سلسلہ کے لوگوں میں بھی تعلیم و تربیت کا تفاوت اور عملی طریقت کا فقدان نظر آ رہا ہے افسوس کہ اس خالص نسبت کے حامل افراد بہت کم ہیں اور یہ نسبت کبریتِ احمر (سرخ گندھک) سے بھی زیادہ نایاب ہے۔

اس کی چند وجوہات ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس نسبت کی اپنی دکانوں کو چمکانے کا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔ اصل حقیقت سے بے خبری کی بنا پر چھٹ

دوسری وجہ یہ ہے کہ مجددی تعلیمات کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے جس ذہانت استعداد اور اخلاص کی ضرورت تھی اس کے فقدان سے اس نسبت کے صحیح خدو خال اپنے مُریدوں پر واضح اور وارد نہ کر سکے اور خود بھی اس نسبت کی علمی اور عملی تشکیل سے محروم رہ گئے۔

تیسری وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اپنی نسبت کے ساتھ ساتھ دوسری نسبتوں سے بھی احتلاط و انتساب رکھتے ہیں لہٰذا حالہ اپنے مزاج کی مجبوری اور اپنی طبع کے میلان کے سبب جس نسبت کا غلبہ پاتے ہیں اسی پر فریفتہ ہو کر وہی رنگ اختیار کر لیتے ہیں (وَاللَّيْثَانِيسَ فَيَمَّا يَعْشِقُونَ مَذَاهِبَ اَحَالَا لَمْكَ حَضَرَتِ امام ربانی قدس سرہ السجانی نے اپنی نسبت میں دوسری نسبت کو غلط طوط کرنے پر سختی سے منع فرمایا ہے۔

آپ نے ارقام فرمایا؛

احداثے کہ در طریقت پیدا کنند نزد فقیر کم از بدعت نیست....

چون امر مُحدث در طریقت پیدا شد را و فیوض و برکات آن طریق
سند و گوشت پس محافظت طریقت از اہم مہام آمد ماشیر بصفتہ آئندہ

ترجمہ : وہ نئی بات جو طریقت میں پیدا کرتے ہیں فقیر کے نزدیک بدعت سے کم نہیں جب کوئی نیا طریقہ سابقہ طریقت میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے فیوض و برکات کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اس لیے اپنی طریقت کی حفاظت اہم ترین امر ہے۔



دفترِ اول - مکتوب (۲۷)

مکتوبِ بالیہ

حضرت خواجہ عکرمہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

نسبتِ نقشِ بُندیہ تمام نسبتوں سے مُبند ہے
یادداشت اور یادکرد میں فرق ، جہاتِ ستہ



مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت خواجہ عمک بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر
فرمایا جو غالباً شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ
اللہ علیہ کے پیر بھائیوں میں سے تھے۔ (واللہ اعلم) خواجہ
عمک کے نام دفتر اول میں صرف (مکتوب نمبر ۲۷-۲۸) یہی دو
مکتوب موجود ہیں مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔

مکتوب - ۲۷

متن مخدوماد عبارت اکابر این سلسلہ علیہ قدس اللہ
اترارہم واقع شدہ است کہ نسبت مافوق ہمہ نسبت
ہست از نسبت حضور و آگاہی خواستہ اند و حضور
کہ نزد ایشان معتبرست حضور بے غیبت ست کہ تعبیر
از ان بیادداشت نموده اند

ترجمہ : میرے مخدوم ! اس سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ) کے اکابر کی عبارتوں میں موجود
ہے کہ ”ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بلند ہے“ نسبت سے ان کی مراد حضور
و آگاہی ہے اور وہ حضور جو ان کے نزدیک معتبر ہے وہ ”حضور بے غیبت“
ہے جس کو ان بزرگوں نے ”بیادداشت“ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

شرح

نسبت نقشبندیہ تمام نسبتوں سے بلند ہے

اس مکتوبِ محرمی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ السجانی نسبت نقشبندیہ
کی بلندی و برتری بیان فرما رہے ہیں کہ اس سلسلہ کے بزرگوں نے اپنی کتابوں میں
تحریر فرمایا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بالا ہے اور یہ نسبت دواہ
الحضور مع اللہ بلا غیبوبۃ سے عبارت ہے یعنی عارف

کو ذات حق کے ساتھ ایسی حضور سی اور آگاہی حاصل ہو جائے جو دائمی ہو اور
کبھی غیبت اور پوشیدگی قبول نہ کرے۔ اسی مقام کو تجلی ذاتی دائمی سے تعبیر کرتے
ہیں اور خواجہ جہان حضرت خواجہ عبدالخالق عجد وانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو یادداشت
کا نام دیا ہے۔

یادداشت بعض مشائخ کے نزدیک یادداشت حفظ القلب
عَلَى شُهُودِ تَجَلِّيِ الذَّاتِ سے عبارت ہے اور بعض
نے فرمایا حُضُورُ الْقَلْبِ مَعَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى الدَّوَامِ فِي كُلِّ حَالٍ
سے کنایہ ہے حضرت شاہ نقشبند اویسی بخاری قدس سرہ العزیز کے نزدیک یادداشت
سے مراد ذکر نہیں بلکہ دوام حضور و آگاہی علی سبیل الذوق ہے صوفیائے کرام
فرماتے ہیں کہ ذکر کو چاہیے کہ جس دم کے ساتھ ذکر نفسی اثبات کرتے وقت اپنے
دل کو حق کے ساتھ حاضر رکھنے کی عملی مشق کرتا رہے تاکہ مراقبہ اور رابطہ کی کیفیت
پختہ ہو جائے کیونکہ یہ راز خواص ہی کی سمجھ میں آ سکتا ہے۔

یادداشت اور یاد کرد میں فرق یاد کرد اور یادداشت میں فرق یہ
ہے کہ یاد کرد میں کبھی غیبت اور
کبھی حضور ہوتا ہے بلکہ غیبت زیادہ اور حضور کم ہوتا ہے اور یادداشت میں حضور
ذات دائمی ہوتا ہے اور اسی کو تجلی ذاتی دائمی کہتے ہیں جبکہ یاد کرد تجلی ذاتی برقی سے
عبارت ہے درحقیقت تجلی برقی، تجلی ذاتی نہیں کیونکہ تجلی ذاتی جب ظہور کرتی ہے
پھر کبھی غائب نہیں ہوتی اور تجلی برقی کبھی ظاہر ہوتی ہے کبھی غائب ہو جاتی ہے۔
اکابر مشائخ نقشبندیہ علیہم الرحمۃ کی خاص نسبت تجلی ذاتی دائمی ہے لیکن دوسرے
مشائخ نے تجلی ذاتی برقی کو نہایت النہایت قرار دیا ہے۔ اسی بناء پر حضرت امام
ربانی قدس سرہ العزیز نے نسبت نقشبندیہ کو تمام سببوں سے بالاتر قرار دیا ہے۔

متن این نسبت علیہ برہمے غرابت پیدا کردہ است کہ
اگر فرضاً پیش ارباب ہمین سلسلہ بزرگ گفتہ شود ختمیل کہ اکثر
آہنہا در مقام انکار آیند و باور ندارند نسبتی کہ احوال در میان
ارباب این خانوادہ بزرگ متعارف شدہ است عبارت
از حضور حق ست سبحانہ و شہود او تعالیٰ بروجہ کہ از وصف
شاہمی و مشہودی منزہ باشد و توجہ ست مُعرّا از جہات
ستہ متعارفہ اگرچہ جہت فوق متوہّم باشد و بظاہر دوام
پذیر و این نسبت در مقام جذبہ فقط نیز متحقّق میگردد

ترجمہ : یہ بلند نسبت اس قدر نادر اور کمیاب ہو گئی ہے کہ اگر آج بالفرض
اسی بزرگ سلسلہ (نقشبندیہ) کے بزرگوں کے سامنے بیان کی جائے تو احتمال ہے کہ
اکثر مشائخ (اس کی ندرت و قلت کی بناء پر) اس کا انکار کر دیں اور یقین نہ کریں
اور جو نسبت کہ اب آج کل اس بزرگ خاندان کے مشائخ میں مشہور ہے اس سے
مُراد حق سبحانہ و تعالیٰ کا ایسا حضور و شہود ہے جو شاہد اور مشہود ہونے کے معنی اور
وصف سے پاک ہو اور ایسی توجہ مُراد ہے جو مشہور و متعارف چھ طرفوں سے خالی
ہو اگرچہ فوق (بلندی) کی طرف ذہن جاتا ہے اور بظاہر دائمی معلوم ہوتا ہے لیکن یہ
جہت فوق محض وہم اور گمان کے درجے میں ہے اور یہ نسبت صرف مقام جذبہ
میں ہی پائی جاتی ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ نسبت نقشبندیہ جو دوام حضور مع الحق بلا غیوبت سے تعبیر ہے اور جس کو تجلی ذاتی و دائمی کے نام سے پکارا جاتا ہے اس قدر قلیل الوجود اور کمیاب ہو چکی ہے کہ اگر بالفرض اسی سلسلہ کے آج کل کے مشائخ کے سامنے اس کی حقیقت بیان کر دی جائے تو اکثر اس کا انکار کر دیں گے کیونکہ اس عظیم نسبت کے حصول کے لیے جو استعداد و قابلیت درکار ہے وہ آج کل کے اکثر مشائخ و سالکین میں مفقود ہے۔ نیز اس نسبت کا حصول محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

سالک کے لیے حضور حق تعالیٰ میسر آنے کے دو وقت ہوتے ہیں۔

اولاً جذبہ ہدایت کے دوران جبکہ شیخ کی خصوصی توجہ یا اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو سالک لطائف کے تصفیہ اور تزکیہ سے پہلے بھی حضور حق کی نسبت سے شاد کام ہو جاتا ہے لیکن چونکہ بغیر سلوک طے کیے مقام جذبہ تک پہنچا ہے اور اس کے حصے میں صرف استہلاک و اضمحلال ہے اور شاہدہ کی لیاقت و صلاحیت حاصل نہیں کر سکا لہذا اسے شاہد نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی حق تعالیٰ و تقدس اس کے لیے شہود ہوں گے۔

ثانیاً سالک کے لیے حضور حق میسر آنے کا دوسرا وقت وہ ہوتا ہے جبکہ مقام جذبہ نہایت میں قدم رکھے اور مکمل سلوک طے کر کے لطائف کے تصفیہ اور تزکیہ کے بعد مقام شہود میں پہنچے اور یادداشت کی منزل حاصل ہو جائے تو اس وقت سالک ترقی کر کے عارف بن جاتا ہے اور اس کو شاہد اور حق تعالیٰ کو شہود کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس وقت عارف وصل عرفانی سے بہرہ یاب ہو کر وجود

مہربان حسانی سے بقا پاکر شہود و مشاہدہ کی لیاقت و صلاحیت حاصل کر لیتا ہے لہذا اس کے حق میں شہود و مشاہدہ کا اطلاق درست ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

جہاتِ ستہ مکتوب گرامی میں سالک کے لیے ایسی توجہ مذکور ہے جو جہاتِ ستہ (چھ طرف) سے خالی ہو اس سے مراد متعارف اور مشہور چھ طرفیں ہیں یعنی سامنے، پیچھے، اوپر، نیچے، دائیں اور بائیں۔ چونکہ ذاتِ حق سبحانہ و تعالیٰ جہات و اطراف کی قیود سے پاک ہے اور بمطابق آیت قرآنی اَیْنَمَآ تُوَلُّوْا فَسَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ لَہُ یعنی جس طرف بھی مُنہ کر و گے دھر ہی اللہ کی ذات ہے جو فیما کے نزدیک مشاہدہ کے لیے سالک کو بے جہت توجہ درکار ہوتی ہے جو ہر طرف سے خالی ہو کیونکہ ذاتِ حق کو کسی ایک جہت یا طرف میں محصور و محدود سمجھنا موبہم شرک ہے۔ وَالْعِیَاضُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی

تَعْرِیْب حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اس مکتوب کے آخر میں سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر مشائخ کی مدح میں جو رباعی درج فرمائی ہے وہ سلطان العاشقین حضرت مولانا عبدالرحمان جامی نقشبندی قدس سرہ العزیز کی طرف منسوب ہے بُعرب مکتوبات حضرت ملا مُراد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فارسی رباعی کا جو منظوم عربی ترجمہ کیا ہے وہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے آخر میں اس کا منظوم اُردو ترجمہ از حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ مرحوم (مترجم مکتوبات) بھی ہدیت رہن ہے۔

فارسی

قاصرے گر کنند این طائفہ را طعن قصور
عاشق بشد کہ بر آرم بزبان این گلہ را

ہمہ شیرانِ جہاں بستہ این سلسلہ اند
رُوبہ از حیدہ چسان بگسلہ این سلسلہ را

عَرَب

إِنْ عَابَهُمْ فَاصِرُ طَعْنًا بِهِمْ سَفَهَا
بَرَّاتُ سَاحَتَهُمْ مِنْ أَفْحَشِ الْكَلَمِ
هَلْ يَقْطَعُ الشَّعْلُ الْمُحْتَالُ سِلْسِلَةً
قَيَّدَتْ بِهَا أَسَدُ الدُّنْيَا بِأَسْرِهِمْ

اُرْدُو

ایسے لوگوں پر اگر ناقص کرے طعنہ زنی
میں کروں اپنی زباں سے کچھ گلہ؟ توبہ مری
گل جہاں کے شیر و ابستہ ہیں اس زنجیر سے
لوٹری توڑے گی اس حلقہ کو کس تدبیر سے

دفترِ اولِ مکتوب (۲۸)

مکتوبِ الیہ

حضرت خواجہ محمد علی صاحب

موضوعات

آزاد اور گرفتار کی اصطلاح
مرتبہٴ نزول کی مبلندی

مکتوب - ۲۸

متن چہ نعمتے ست کہ آزادان یاد گرفتاران کنند و چہ
دولتے ست کہ رسیدگان غم خواری مہجوران نمایند بیچارہ
مہجور چون خود را اشیایان وصال نیافت بضرورت مخمول
زاویہ ہجران گشت و از قُرب گرینختہ بہ بُعد آرام گرفت و
از اتصال بانفصال قرار یافت و چون در اختیار آزادی
گرفتاری دید بہ منت گرفتاری گزید

چوں طمع خواہد ز من سلطان دین

خاک بر منسرق قناعت بعد ازین

ترجمہ : کیا خوب نعمت ہے کہ آزاد لوگ گرفتاروں (قیدیوں) کو یاد کرتے
ہیں اور کتنی بڑی دولت ہے کہ منزل رسیدہ (عروج والے) جدائی کے مارے
ہوئے (نزول والے) لوگوں کی غم خواری کرتے ہیں۔ اس بیچارے ہجر کے مارے
ہوئے نے جب اپنے آپ کو وصال کے لائق نہ پایا تو مجبوراً جدائی کے گوشہ
میں گم نام ہو گیا اور مقام قُرب سے بھاگ کر مقام بُعد میں آرام لیا اور اتصال (وصل)
سے انفصال (ہجر) کے ساتھ قرار حاصل کیا اور جب (غیر حق سے) آزادی کے
اختیار کرنے میں (غیر کے ساتھ) گرفتاری دیکھی تو ناچار (مخلوق کے ساتھ) گرفتاری
قبول کر لی۔

جب سلطان دین کو میرا طمع پسند ہے تو پھر مجھے قناعت پر کار بند

رہنے کی کیا ضرورت ہے۔

شرح

یہ مکتوب حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضرت خواجہ عمک رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب کے جواب میں صادر فرمایا۔ ان کے گرامی نامہ پر اظہارِ شکر فرماتے ہوئے ازراہِ عجز و اخلاص تحریر فرمایا کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ آزاد اور واصل لوگ گرفتار اور مہجور لوگوں کو یاد کرتے ہیں۔ یہ ظاہر اس عبارت سے پڑھنے والے کو یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے مرتبے کی پستی اور تنزل کا ذکر فرما رہے ہیں لیکن درحقیقت آپ نے مرتبہ نزول کی بلندی اور اپنے درجات کی ترقی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ بزرگانِ دین کا یہی شیوہ رہا ہے کہ وہ اپنے ہر کمال اور بلندی کو تہمت زدہ اور نامکمل قرار دیتے رہتے ہیں اور یہی ان کی بلندی و درجات کا راز ہوتا ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جہاں اپنے مقامِ نزول کی خبر دی ہے ساتھ ہی حضرت خواجہ عمک رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ عروج کی طرف بھی اشارہ فرما دیا ہے۔

آزاد اور گرفتار کی اصطلاح اہل طریقت کے نزدیک ”آزاد“ کی اصطلاح ان بزرگوں کے لیے استعمال

کی جاتی ہے جو سیرِ عروجی میں مشغول ہوں اور ابھی نزول کے مرتبے تک نہ پہنچے ہوں اور گرفتار و مہجور کے الفاظ ان حضرات کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو مرجوعین یعنی سیرِ نزولی میں مصروف ہوتے ہیں اور حضراتِ انبیاء کرام کی نیابت کے طور پر سندِ دعوت و ارشاد پر فائز ہوتے ہیں۔ چنانچہ اہل عروج ”مُرادِ خویش“ یعنی اپنی مُراد کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اور اصحابِ نزول مُرادِ حق کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اور یہ شعر ان دونوں کے مناسب حال ہے۔

وَشَغْلِي بِأَحْبَبِ بِكُلِّ حَالٍ
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَغْلِي بِحَالِي

یعنی، محبوب کے ساتھ مشغول ہونا مجھے ہر حال میں اپنے حال کی مشغولیت سے زیادہ محبوب ہے۔

گویا عبارت کا مفہوم یوں ہوگا کہ آزادی اختیار کرنے والے دراصل اپنی مُراد (عروج) میں گرفتار ہیں جبکہ مُراد حق (نزول) میں گرفتار لوگ اپنی مُراد (عروج) سے آزاد ہیں۔

مرتبہ نزول کی بلندی مقام عروج کا شرف اپنی جگہ ہے لیکن فضیلت مقام نزول میں ہے کیونکہ عروج مراتبِ ولایت سے ہے اور نزول مراتبِ نبوت سے ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ ولایت کا انتہائی مقام نبوت کا ابتدائی مقام ہے۔

عبارت بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے متعلق مرتبہ نزول پر فائز ہونے کی نشاندہی فرما رہے ہیں جو کہ مقام نیابت، انبیاء اور مرتبہ دعوت و ارشاد ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب اس مہجور نے اپنے آپ کو وصل کے لائق نہ پایا تو مجبوراً گرفتاری اور عبدانی کو قبول کر لیا یعنی مجھے سند دعوت و ارشاد پر بٹھا دیا گیا ہے۔ اس مرتبہ میں عارف اور سالک حق سے خلق کی طرف رجوع کرتا ہے جبکہ عروج کے مرتبہ میں سالک خلق سے حق کی طرف سیر کرتا ہے۔

بیت واضح رہے کہ فضیلت کے اعتبار سے مرتبہ نزول بہت بلند ہے لیکن لذت کے اعتبار سے مرتبہ عروج محبوب سمجھا جاتا ہے کیونکہ نزول میں مخلوق کے ساتھ (بلسلہ رشد و ہدایت) مشغولیت ہوتی ہے اور عروج میں مخلوق سے دُوری اور خالق کے ساتھ مشغولیت ہوتی ہے۔ (وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ)

دفترِ اول - مکتوب (۲۹)

مکتوبِ انیس

شیخ نظام الدین ابن شیخ عبدالکرم بن علی بن عمری

موضوعات

قربِ فرائض اور قربِ نوافل ، عشاء کے وقت
میں مذاہبِ اربعہ ، ماہِ مستعمل کی تعریف و احکام
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل مبارکہ طاہرہیں
احادیثِ تحریمِ سجدہ تحییت

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی شیخ نظام الدین بن شیخ عبد الشکور عمری بلخی تھانیسری کی طرف صادر فرمایا جو علم و عمل کے جامع اور ظاہری و باطنی کمالات سے متصف تھے۔ آپ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے بزرگ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری کے بھتیجا، داماد اور خلیفہ تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے آپ کے نام دفتر اول میں صرف (۲۹، ۳۰) دو مکتوبات ہیں۔ شہزادہ خرم کے ساتھ تعاون کرنے پر جہانگیر سے مخالفت ہو گئی تھی۔ ۱۰۲۲ھ میں وفات پائی۔

اس مکتوب میں شیخ نظام الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ان معمولات پر ہدایت و تنبیہ فرمائی گئی ہے جو کہ خلاف سنت تھے۔ مثلاً نوافل کی جماعت کا اہتمام، وضو کا استعمال پانی مریدوں کو پلانا اور سجدہ تمغیمی کرنا وغیرہ۔ گماستیاتی ذکر ہا فی اخیر۔

هَذَا الْمَكْتُوبُ

مکتوب - ۲۹

متن مُقَرَّبَاتِ اَعْمَالِ یَا فَرَاغِ نَصْلِ اَنْدِ یَا نَوَافِلِ، نَوَافِلِ رَا دَر
 جَنْبِ فَرَاغِ نَصْلِ، یَسَّجِ اَعْتِبَارِ نِیَّتِ؛ اِدَا اِنِّے فَرَضِے اَز فَرَاغِ نَصْلِ
 دُرُوقَتِے اَز اَوْقَاتِ بَہِ اَز اِدَا اِنِّے نَوَافِلِ ہزار سالہ است
 اَلْکَرِچَہِ بِنِیَّتِ خَالِصِ اِدَا شُودِ ہَرْ نَفْلِے کَہِ بَاشَدِ اَز صَلَوةِ و
 زکوٰۃِ و صَوْمِ و ذِکْرِ و فِکْرِ و امثالِ اِیْنِہَا بَلْکَہِ کَوْنِمْ کَہِ رِعايَتِ
 مُسْتَقْتِے اَز سُنَنِ و اَدَبِے اَز اَدَابِ دَر حِیْنِ اِدَا اِنِّے
 فَرَاغِ نَصْلِ نِیز ہِمِیْنِ حَکْمِ دَارِو

ترجمہ: وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ کے قُرب کا باعث ہیں، فَرَاغِ نَصْلِ ہیں یا نَوَافِلِ،
 نَفْلوں کا فرضوں کے مقابلے میں کوئی اعتبار نہیں ہے، فرضوں میں سے کسی ایک فرض
 کا اس کے اپنے وقت میں ادا کرنا ہزار سال کے نَوَافِلِ ادا کرنے سے بہتر ہے اگرچہ
 وہ نَوَافِلِ اخلاصِ نِیَّتِ کے ساتھ ادا کیے جائیں خواہ وہ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور ذکر
 و فکر وغیرہ یا ان کی مثل کوئی اور نفل بھی ہو بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فَرَاغِ نَصْلِ کی ادائیگی کے وقت
 سنتوں میں سے کسی سنت اور مستحبات میں سے کسی مستحب کی رعایت کرنے کا بھی
 یہی حکم ہے (یعنی وہ بھی نَوَافِلِ کے ادا کرنے سے بہتر ہے)

شرح

زیر نظر مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے صراحت فرماتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب ادا سے فرائض و نوافل پر موقوف ہے۔ واضح ہو کہ قرب الہی کے دو درجے ہیں پہلا درجہ قرب فرائض کا ہے اور دوسرا درجہ قرب نوافل کا ہے۔ فرائض اور نوافل کا فرق یہ ہے کہ فرائض راس المال اور بنیاد ہوتے ہیں جبکہ نوافل منافع اور فروعات ہیں جب تک قرب فرائض حاصل نہ ہو قرب نوافل حاصل نہیں ہو سکتا۔ قرب نوافل باطنی ترقی کا زینہ ہے لیکن فرائض کی ادائیگی کے بغیر نوافل کوئی اہمیت نہیں رکھتے کیونکہ نوافل کا نفع اور ثواب فرائض کے تابع ہے۔ دراصل ولایت قرب الہی کا نام ہے اولیائے کرام کو تمام مراتب و مدارج قرب کی بنیاد پر ہی عطا ہوتے ہیں۔ قرب فرائض اور قرب نوافل کی اصل درج ذیل حدیث قدسی ہے !

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهُمَا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى آخِبْتُهُ لَهُ

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا بندہ میرے قرب حاصل کرنے کے لیے جو کچھ کرتا ہے میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ عبادت ہے جو میں نے اس پر فرض قرار دی ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے میرے قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔

قرب فرائض اور قرب نوافل کا فرق
مذکورہ بالا حدیث قدسی سے قرب فرائض اور قرب نوافل کے مراتب ثابت ہیں

حضرت امام ربانی قدس سرہ اسی امر شرعی کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ کسی ایک فرض نماز کا اس کے اپنے وقت میں ادا کرنا ہزار سال تک نوافل ادا کرتے ہونے سے بہتر ہے اگرچہ وہ نوافل اخلاص نیت کے ساتھ ادا کیے جائیں اور خواہ وہ عبادتِ نفسیہ، بدنیہ اور مالیہ میں سے کوئی بھی نفل عبادت ہو بلکہ اس پر مستزاد آپ فرماتے ہیں کہ فرائض ادا کرتے وقت سنتوں میں سے کسی سنت اور مستحبات میں سے کسی مستحب کی رعایت بھی ہزار سالہ نوافل سے بہتر ہے یعنی سنن اور مستحبات کا درجہ بھی نفلوں سے بہت زیادہ بلند و بالا ہے۔

متن منقول ست کہ روزے امیر المؤمنین حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نماز بامداد بجماعت گزار دند بعد از فراغ اِصلوٰۃ در قوم نگاہ کر دند شخصے راز اصحاب خود در ان وقت نیاقتند فرمودند کہ فلا نے بجماعت حاضر نشد حاضر ان عرض کر دند کہ اُو اکثر شب بیداری باشد یحتمل کہ درین وقت خوابش بُرودہ باشد فرمودند کہ اگر تمام شب غم اب میکرد و نماز بامداد بجماعت می گزارد بہتر می بود

اے تخریج حدیث: حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مذکورہ بالا متن فارسی میں ایک حدیث کی طرف اجمالاً اشارہ فرمایا ہے جس کو امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی توطا میں نقل فرمایا ہے اور شکوہ میں بھی یہ حدیث الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ موجود ہے۔ پوری حدیث درج ذیل ہے:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَدْ سَلِمَانَ بْنَ أَبِي حَتْمَةَ فِي صَلَوةِ الصُّبْحِ وَأَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ غَدَا إِلَى الشُّوقِ وَمَسْكَنَ سُلَيْمَانَ بْنِ الشُّوقِ وَالْمَسْجِدَ فَمَرَّ عَلَى الشِّقَاءِ أُمِّ سُلَيْمَانَ فَقَالَ لَهَا لِمَا رَسُلَيْمَانَ فِي صَلَوةِ الصُّبْحِ فَقَالَتْ أَنَّهُ بَاتَ يُصَلِّيَ فَعَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَقَالَ عُمَرُ لَا تَشْهَدْ صَلَوةَ الصُّبْحِ فِي الْجَمَاعَةِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقُومَ لَيْلَةً (موطا امام مالک ص ۱۸۰)

ترجمہ ہنقول ہے کہ ایک روز امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فجر کی باجماعت نماز سے فارغ ہو کر مقتدیوں کی طرف دیکھا تو اپنے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی سلیمان بن ابی حشمہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت موجود نہ پایا ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ فلاں شخص آج جماعت میں حاضر نہیں ہوا تو انہوں نے عرض کیا کہ وہ رات کا اکثر حصہ شب بیداری کرتا ہے ممکن ہے وہ اس وقت سو گیا ہو۔ آپ نے فرمایا اگر وہ تمام رات سوتا رہتا اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔

شرح

جماعت کی فضیلت اس حدیث سے جماعت کی فضیلت معلوم ہوئی
اس سے زیادہ فضیلت کا بیان حدیثِ مسلم میں ہے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ
اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا
صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ ۚ

یعنی جس شخص نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی تو گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت پڑھی تو گویا اس نے تمام رات قیام

۱ صیح مسلم ۲۳۲ ج ۱

بقیہ ماشیہ صفحہ گذشتہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز صبح میں حضرت سلیمان بن ابی حشمہ رضی اللہ عنہ کو نہ پایا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ صبح بازار کی طرف گئے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کا گھر بازار اور مسجد کے درمیان پڑتا تھا تو آپ ام سلمہ کے پاس سے گزرے اور انہیں مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے نماز فجر میں سلیمان کو نہیں دیکھا تو اس راہ میں انہوں نے عرض کیا کہ وہ شب بیداری کرتے ہیں پس ان پر نیند کا غلبہ ہو گیا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا میرے نزدیک ساری رات کے قیام سے زیادہ محبوب ہے

الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّى إِلَيْهَا

یعنی جس شخص نے اذان سُنی اور بغیر عذر جماعت سے نماز نہ پڑھی اس کی پڑھی ہوئی نماز مقبول نہ ہوگی صحابہ نے عرض کیا عذر کیا ہے؟ فرمایا خوف یا مرض
 ◎ شیخ ابوسلمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کسی شخص کی جماعت اس کے گناہ کی وجہ سے فوت ہوتی ہے سلف صاحبین کا معمول تھا کہ جس شخص کی تکبیر اُولیٰ فوت ہو جاتی اس شخص کی تین دن تک تعزیت کرتے اور جس کی پوری جماعت رہ جاتی اس کی سات دن تک تعزیت کرتے ۱

نماز باجماعت سُنّتِ مُؤکدہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت سُنّتِ مُؤکدہ ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے

ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدَى وَآثَرَ
 مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي
 يُؤَدَّنُ فِيهِ ۚ

(یعنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سُننِ ہُدٰی کی تعلیم دی ہے اور سُننِ ہُدٰی میں سے یہ بھی ہے کہ جس مسجد میں اذان دی گئی ہو اسی میں نماز پڑھی جائے۔

◎ دوسری روایت میں ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي
 هَذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ

وَلَوْ تَرَكَتُمْ سِتَّةَ نَبِيَّكُمْ لَضَلَلْتُمْ لَهُ
 (یعنی) اگر تم نے جماعت چھوڑنے والے اس شخص کی طرح اپنے گھروں میں نماز
 پڑھی تو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تارک ہو جاؤ گے اور اگر تم نے اپنے نبی
 کی سنت ترک کر دی تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ بلکہ ایک روایت میں یوں بھی ہے
 لَكُمُ فَرِيقَتَانِ ۚ كَتُمَا كَافِرًا ۖ هُوَ جَاوِزٌ ۚ

© ان احادیث مبارکہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو رہا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا
 سنت ہو کہ وہ ہے جبکہ بعض فقہاء و مشائخ کے نزدیک نماز باجماعت واجب
 ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض عین اور امام شافعی رحمۃ
 اللہ علیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے۔

متن پس نمازِ خُفْتَن رادر نصفِ اخیر از شب گزار دن و
 آن تاخیر را وسیلۂ تاکید قیام نسل ساختن بے مستنکر باشد
 چہ نزدِ خفیتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ادا نمازِ خُفْتَن دران وقت
 مکروہ ست ظاہر ازین کراہت کراہت تحریمیہ ارادہ دارند۔

ترجمہ: عشاء کی نماز کورات کے دوسرے نصف حصہ میں ادا کرنا اور اس
 تاخیر کو قیام (تہجد) کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت بُرا ہے کیونکہ فقہائے احناف رضی
 اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نماز اس وقت میں ادا کرنا مکروہ ہے ظاہر ہے کہ
 اس کراہت اسے ان کی مراد کراہت تحریمی ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے حضرت شیخ نظام تھاغیرسی کو اس مکتوب میں انتباہ فرمایا ہے کہ آپ عشاء کی نماز کو رات کے نصف اخیر میں ادا کرنے کی عادت چھوڑ دیں اور اس تاخیر کو نماز تہجد کی ادائیگی یقینی بنانے کا وسیلہ نہ بنائیں کیونکہ فقہائے احناف (اللہ ان سے رہنی ہو) کے نزدیک عشاء کی نماز رات کے نصف اخیر میں پڑھنا مکروہ ہے فقہار نے تصریح فرمائی ہے کہ نماز عشاء کا وقت مسنون و مستحب شفق (مُرخی کے بعد سفیدی) غائب ہونے سے لے کر ثلث اقل (رات کا پہلا تہائی حصہ) تک ہے اور ثلث اقل کے بعد نصف رات تک وقت مُباح ہے اور نصف رات کے بعد طلوع فجر تک وقت مکروہ ہے تو ظاہر ہے کہ وہ مکروہ جو مُباح کے مقابلے میں ہو مکروہ تحریمی ہوتا ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے:

وَأَقَادَ أَنْ التَّأْخِيرَ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ لَيْسَ بِمُسْتَحَبٍّ
وَقَالَ الزَّوَايِدُ: مُبَاحٌ وَإِلَى مَا بَعْدَهُ مَكْرُوهٌ ۱

(یعنی عشاء کی نماز کو آدھی رات تک مؤخر کرنا مستحب نہیں اور فقہار نے اس کو مُباح کہا ہے اور آدھی رات کے بعد مکروہ ہے۔

نیز قسیدہ سے (چند سطور کے بعد) منقول ہے :

تَأْخِيرُ الْعِشَاءِ إِلَى مَا نَزَادَ عَلَى نِصْفِ اللَّيْلِ يَكْرَهُ
كَرَاهَتُهُ تَحْرِيمٌ ۲

(یعنی عشاء کی نماز کو آدھی رات کے بعد مؤخر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

عشاء کے وقت میں مذاہب اربعہ آئمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک عشاء کا وقت شفق

غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر تک باقی رہتا ہے۔

قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخِرُ وَقْتِ الْمَغْرَبِ إِذَا اسْوَدَّ الْأَفْقُ.....

الْخِ وَأَخِرُ وَقْتِ الْعِشَاءِ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ

البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ شفق غروب آفتاب کے بعد سُرخی کا نام ہے یا سفیدی کا۔ آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سُرخی کا نام شفق ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کے نزدیک عشاء کی نماز ثلث اقل رات کا پہلا تہائی حصہ تک مؤخر کر کے پڑھنا مسنون و مستحب ہے۔ حضرت امام مالک بن انس اور حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہم کا ایک قول یہی ہے اور وقت عشاء کے متعلق حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں جو لفظ حتى اذْهَبَ عَامَةُ اللَّيْلِ رات کا اکثر حصہ گزر چکا تھا، وارد ہے تو فقہاء نے اس کو مبالغہ پر محمول فرمایا ہے کیونکہ نصف شب کے بعد عشاء کی نماز میں تاخیر کرنا کسی امام کا مذہب نہیں ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ کے موقف پر وہ حدیث دلیل ہے جس کو حافظ ابن ابی شیبہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ حِينَ يَسْوَدُّ الْأَفْقُ

(یعنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہی پھیلنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے تھے دوسری دلیل یہ حدیث ہے جس کو امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ

علیہ نے نقل فرمایا۔

عَنِ الثُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِوَقْتِ هَذِهِ
الصَّلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
يُصَلِّيْهَا السُّقُوطِ الْقَمَرِ الثَّالِثَةِ لَهُ
(یعنی) ثعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عشاء
کے وقت کو زیادہ جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت پڑھا
کرتے تھے جب تیسری رات کا چاند غروب ہو جاتا تھا۔
اور یہ بات ظاہر ہے کہ تیسری رات کا چاند افق کی سفیدی غائب ہونے کے
بعد غروب ہوتا ہے۔

اور وہ جو حدیث مسلم میں وارد ہے کہ وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ
نِصْفُ اللَّيْلِ الْأَوْسَطِ کہ یعنی عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے۔
احناف کے نزدیک یہ وقت انتہاء ہے۔

متن ایضاً آبِ مستعمل کہ اِذَا لَمْ يَحْدَثْ مُؤَدَّهٌ بِأَبٍ بِنِيَّةِ
قُرْبَتِ اسْتِعْمَالِشْ كَرْدِهٌ بَاشَدِ دَرُوضُو تَجْوِزِ نَكُنَدِ کہ مردم آن آب
را بخورند کہ آن آب نزد امامِ اعظم نجس مُغْلَطِست و فقہاءِ منع
خوردن آن آب کرده اند و خوردن آن را مکروہ داشته اند
آرے بقیہ آب و وضو را خوردن شفا گفتمہ اند
ترجمہ: نیز وضو کا مستعمل پانی کہ جس سے حَدَث کو دور کیا ہو یا وہ مستعمل پانی

جس کو قربت کی نیت سے وضو میں استعمال کیا ہو یعنی وضو ہونے کے باوجود ثواب کی نیت سے پھر وضو کیا ہو تو لوگوں کے لیے ایسے مستعمل پانی کا پینا جائز نہ کریں کیونکہ وہ پانی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک نجس مغلط ہے اور فقہار نے اس پانی کے پینے سے منع فرمایا ہے اور مکر وہ کہا ہے ہاں وضو کے پچے ہوئے پانی کے پینے کو شفا کہا ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضرت نظام تھانی سری رحمۃ اللہ علیہ کے نام اس مکتوب گرامی میں لوگوں کو اپنے وضو کا مستعمل پانی پلانے سے منع فرمایا ہے اور منع پر تاکید کرتے ہوئے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک قول کے مطابق اس پانی کو نجاست غلیظہ قرار دیا ہے گو امام اعظم کا یہ قول تقویٰ احتیاط اور کشف کے قبیل سے ہے اور فتویٰ اس کے برعکس ہے تاہم مقلدین کے لیے نجاست غلیظہ کا قول ثابت ہونے کے بعد مابہ مستعمل کا پینا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ مابہ مستعمل وہ پانی ہے جو از الہ حدث یا محمول قربت کے لیے استعمال کیا جائے حضرت صدر الشہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وَقَالَ الصَّدْرُ الشَّهِيدُ لَا يَصْنَعُ مُسْتَعْمَلًا مَا لَمْ يَكُنْ

يَسْتَقِرُّ فِي مَكَانٍ وَتَسْكُنُ مِنَ التَّحَرُّكِ ۱

یعنی پانی اس وقت تک مستعمل نہیں کہلاتا جب تک اعضاء سے جدا ہو کر کسی مکان میں ٹھہرنے لگے اور حرکت کرنے سے رُک نہ جائے۔

جب کہ علامہ مرغینانی فرماتے ہیں :

الَّذِي جُمِعَ أَنَّهُ كَمَا زَالَ عَنِ الْغَضْوَصَارِ مُسْتَعْمَلًا
(یعنی) صحیح یہ ہے کہ پانی عضو سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہو جائے گا۔ اسی مسئلہ
کو دیگر کتب فقہ میں درست کہا گیا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ماہ مستعمل کے حکم میں تین اقوال منقول ہیں
پہلا قول : روایت حسن بن زیاد کے مطابق نجس مغلط ہے۔

دوسرا قول : روایت امام ابو یوسف کے مطابق نجس مخفف ہے۔

تیسرا قول : روایت محمد بن حسن وزفر کے مطابق طاہر غیر مطہر ہے۔^۲
اسی تیسرے قول کو محققین ماوراء النہر نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اقوال ثلاثہ میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے
مگر حقیقت میں تضاد نہیں۔ رفع تضاد کے لیے وہ احادیث دلیل ہیں جن میں
وارد ہوا ہے کہ وضو سے گناہ دھلتے ہیں حتیٰ کہ آنکھ، کان، ناک، سر، ہاتھ، پاؤں
اور ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں مثلاً مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ
الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ
تَحْتِ أَظْفَارِهِ^۳

بلکہ ایک روایت میں یوں بھی ہے :

خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ^۴

چونکہ حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اہل مشاہدہ و کشف میں سے تھے
جب آپ لوگوں کے آب وضو کو دیکھتے تو ان گناہوں کو پہچان لیتے جو اعضائے
وضو سے دھل کر پانی میں گرتے۔ اسی وجہ سے ماہ مستعمل کے بارے میں آپ کے

تین قول ہو گئے چنانچہ سیدنا امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ماہِ مستعمل کے متعلق امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تین اقوال کی جو توجیہات بیان فرمائی ہیں ہدیہ قارئین ہیں حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میں نے اپنے سردار حضرت علی الخوص رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے مدارک اتنے لطیف ہیں کہ ان پر اکابر اولیاء اہل مشاہدہ ہی مطلع ہو سکتے ہیں۔

وَالْإِمَامُ أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ ثَلَاثُ
رَوَايَاتٍ أَحَدُهَا أَنَّ الْمُسْتَعْمَلِ فِي الْحَذِّ حُكْمُهُ
حُكْمُ الْمَاءِ الْمُتَغَيَّرِ بِالنَّجَاسَةِ ثَانِيهَا أَنَّهُ
كَبُولِ الْبَهَائِمِ سَوَاءً تَالِثُهَا أَنَّهُ طَاهِرٌ كَفِي

نَفْسِهِ غَيْرُ مُطَهَّرٍ لَغَيْرِهِ ۱۰

یعنی ماہِ مستعمل کے متعلق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے تین روایتیں ہیں پہلی روایت یہ ہے کہ یہ پانی اس پانی کے حکم میں ہے جو کسی نجاست کے ملنے سے متغیر ہو جائے لہذا وہ نجاستِ غلیظہ کے حکم میں ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ پانی حلال جانوروں کے بول کے حکم میں ہے لہذا اس پر نجاستِ خفیفہ کا اطلاق ہوگا اور تیسری روایت کے مطابق وہ پانی خود پاک ہے لیکن دوسری چیز کو پاک نہیں کرتا لہذا طاهر غیرِ مطہر ہوگا۔

اس کے بعد آپ نے تینوں روایات کی توجیہات بیان فرمائی ہیں کہ ماہِ مستعمل کو نجسِ مغلط قرار دینے کی توجیہ اخذ بالا احتیاط ہے کہ آپ نے مشاہدہ اور کشف کی نظر سے کبار کے مرکب افراد کے عسالہ (دھوون) کو نجاستِ غلیظہ سے طوٹ پایا اور صفائے مرکب کے عسالہ پر حلال جانوروں کے بول کی طرح نجاستِ خفیفہ

کا حکم لگایا اور حُسنِ ظن کی بنیاد پر اکثر اہل ایمان کا غسلِ طہر کے درجے میں مشاھدہ فرمایا لیکن اگر کتابِ مکروہات کے ظنِ غالب کی بناء پر غیر مطہر کا حکم لگایا۔ چنانچہ آپ نے صراحت فرمائی کہ سَمِعْتُ سَيِّدِي عَلِيًّا الْحَوَاصَّ رَحِمَهُ اللهُ يَقُولُ مِرَارًا إِنَّمَا قَالَ الْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ بِنَجَاسَةِ غُسَالَةِ مَاءِ الطَّهَارَةِ لِأَنَّهُ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْكُشْفِ الخ یعنی میں نے کئی مرتبہ سیدی علی الحوَص رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مابہ استعمال کے کس ہونے کا قول آپ کے کشف پر مبنی ہے ۔

حضرت سیدی امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”ہم کو روایت پہنچی کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جامع مسجد کوفہ کے حوض پر تشریف لے گئے ایک شخص وضو کر رہا تھا حضرت امام نے اس کے وضو کے بہتے ہوئے پانی پر نظر ڈالی تو فرمایا اے بیٹے ! ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر، اس نے فوراً توبہ کر لی۔ ایک دوسرے آدمی کا غسلہ دیکھ کر فرمایا اے بھائی ! زنا سے توبہ کر، ایک اور شخص کا دھوون دیکھ کر فرمایا اے بندے ! شراب پینے اور مرا مرنے سے توبہ کر، وہ دونوں تائب ہو گئے“۔

۲۔ وضو سے گناہ دھلنے کی حدیث کے تحت فقہاء و محدثین نے فرمایا کہ بقیۃ نمبر یہاں گناہوں سے صغائر مراد ہیں مگر اہل کشف و مشاہدہ کی تحقیق کے مطابق کبار بھی دھلتے ہیں۔ اگر پوری طرح زائل نہ بھی ہوں تاہم کبار کی تلویش آب وضو میں ضرور ہوتی ہے کیونکہ اکابرین اولیائے کرام کے مشاہدات اس ضمن میں توازن کے ساتھ موجود ہیں اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ تو سرِ حلقہ اہل مشاہدہ تھے وضو کے مستعمل پانی کے متعلق مفتیؒ یہ قول ہی ہے کہ وہ طاغیر ہے اور اس کی طہارت

پر یہ حدیث دلیل ہے :

السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ ذَهَبَتْ بِنْتُ
خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ
ابْنَ أُخْتِي وَقِحَ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَانِي بِالْبِرْكَاتِ
ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ لَهُ

ترجمہ : حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ مجھے اپنے
ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئیں اور عرض کیا کہ میری بہن
کے بیٹے کو درد یا تکلیف ہے (غالبا سر میں) تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ مبارک
پھیرا اور میرے لیے برکت کی دُعا مانگی اس کے بعد آپ نے وضو فرمایا تو میں نے
آپ کے وضو کا دھوون پی لیا۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں :
وَعَلَى هَذَا يَكُونُ دَلِيلًا عَلَى طَهَارَةِ الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ لَهُ
نیز ایک اور حدیث شریف میں ہے :

قَالَ أَبُو مُوسَى دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ
فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ ثُمَّ قَالَ
لَهُمَا اشْرَبَا مِنْهُ وَافْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَ
نُحُورِكُمَا

(یعنی) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ
پانی کا منگوایا اور اپنا ہاتھ اور چہرہ اقدس اس میں دھویا اور اسی میں گلی فرمائی پھر
بلال اور ابو موسیٰ سے فرمایا اس میں سے تم دونوں پی لو اور اپنے منہ اور سینہ

پر ڈالو۔

اس حدیث کے تحت علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعاب مبارک مُشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار تھا۔
اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ بزرگان دین کے آثار و مستعملات کو تبرک بنانا جائز ہے۔

سید عالم ﷺ کے فضلات مبارکہ طاہر ہیں

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے

صراحت فرمائی ہے کہ :

وَمِنْ ثَمَّ اخْتَارَ كَثِيرُونَ مِنْ أَصْحَابِنَا طَهَارَةَ
فُضْلَاتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ۝

(یعنی ہمارے بہت سے بزرگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات مبارکہ (بول و براز وغیرہ) کی طہارت کا موقف اختیار کیا ہے۔

◎ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے :

وَهُوَ يَقُولُ يَطَهَّرُهُ بَوْلُهُ وَسَائِرُ فُضْلَاتِهِ ۝

(یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بول مبارک اور تمام فضلات مبارکہ کو طاہر قرار دیتے ہیں۔

◎ اسی طرح عارف ربانی حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں :

كَمَا أَفْتَى بِهِ شَيْخُ الْإِسْلَامِ الْبَلْقَيْنِيُّ وَالشُّبْكِيُّ

وَالْجَلَالَ السُّيُوطِيُّ وَغَيْرُهُمْ حَتَّى قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ
السَّرَاجُ الْبَلْقِينِيُّ وَاللَّهُ لَوْ وَجَدْتُ شَيْئًا مِنْ بَوْلِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَائِطِهِ لَأَكَلْتُهُ وَشَرِبْتُهُ وَفِي الْحَدِيثِ
مَا يُؤَيِّدُ ذَلِكَ فَارَوَى الطَّبْرَانِيُّ وَغَيْرُهُ نَحْنُ مَعَاشِرُ
الْأَنْبِيَاءِ بَيَّتَ أَجْسَادُنَا عَلَى أَجْسَامِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ
لِذَاكَ كَانَ يَشْتُمُونَ الْمِسْكَ مِنْ مَوْضِعِ بَرَازِهِمْ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۱

ترجمہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ (بول و براز و غائط وغیرہ) کے
ظاہر ہونے پر شیخ الاسلام البلقینی، علامہ امام سبکی اور امام جلال الدین سیوطی رحمہم اللہ
تعالیٰ کے علاوہ متعدد ائمہ محدثین رحمہم اللہ اجماعاً نے فتویٰ صادر فرمایا ہے یہاں تک کہ
حضرت شیخ الاسلام السراج البلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خدا کی قسم اگر میں حضور علیہ
الصلوة والسلام کے فضلات مبارکہ میں سے کچھ بھی پالیتا تو اس کو کھا لیتا اور پی لیتا
اور اس مضمون کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے
اور وہ یہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”ہم انبیاء کا گروہ ہیں، ہمارے جسم
اہل جنت کے جسموں پر پیدا کیے گئے ہیں“ اور یہی وجہ تھی کہ آپ کے بول و براز فرمانے
کی جگہ سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔

متن و ایضاً مرد و معتد نقل کردہ اندکہ بعض از خلفاء
شمارا مریدان ایشان سجدہ می کنند بزمین بوس ہم کفایت
نمی کنند شاعت این فعل اظہر من الشمس است منع

شان مکنید و تاکید در منع نمائید

ترجمہ : اور نیز با اعتماد لوگوں نے بتایا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کو ان کے مریدین سجدے کرتے ہیں اور زمین بوسی پر بھی کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی بُرائی سُورج سے بھی زیادہ ظاہر ہے آپ انہیں منع کریں اور منع کرنے میں تاکید سے کام لیں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے زیرِ نظر سطور میں حضرت شیخ نظام تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے بعض خلفاء کی اس غلطی پر آگاہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے لیے مریدوں سے سجدے کرواتے ہیں۔ اس لیے آپ پر لازم ہے کہ ان کو اس فعلِ شنیع سے تاکید اُمنع کریں۔

سجدہ عبادت و تحیت

سجدہ کا لغوی معنی غَايَةُ التَّذَلُّلِ (انتہائی ذلت عابری) ہے۔ اس کا شرعی مفہوم ہے وَضْعُ الْجَبْهَةِ عَلَى الْأَرْضِ (پیشانی کا زمین پر رکھنا)

سجدہ کی دو قسمیں ہیں ۱) سجدہ عبادت ۲) سجدہ تحیت
سجدہ عبادت حضرت حق جلّ جلالہ کے لیے خاص ہے۔ غیرِ خدا کے لیے سجدہ عبادت یقیناً اجماعاً شرکِ مہین اور کُفرِ مہین ہے۔ یہ سجدہ تمام سابقہ مذاہبِ ملّٰی میں بھی غیرِ خدا کے لیے کبھی جائز نہ ہوا۔ (کَمَافِي كُتُبِ الْعَقَائِدِ)
سجدہ تحیت (جو صرف تعظیم و احترام کے لیے ہے) پہلی شریعتوں میں جائز

تھا۔ لیکن ہماری شریعت میں سخت حرام و گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس کی ممانعت پر احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں۔ (کَمَا فِي التَّفْسِيرِ الْعِزِّيزِيِّ)
اسی طرح علماء و مشائخ و مزاراتِ اولیاء کے لیے سجدہ کرنا قطعاً حرام و ناجائز ہے اگرچہ اس میں تعظیم و تحیت ہی مقصود ہو۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے شہر خیرہ (کوفہ) میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے شہریار کو سجدہ کرتے ہیں میں نے واپس آکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا،

كَانَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ تَسْجُدَ لَكَ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتُ بِقَبْرِ بَنِي آكُنْتُ تَسْجُدُ لَهُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا لَوْ كُنْتُ أَمِيراً أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَا مَرَّتِ الْيَسَاءُ أَنْ يَسْجُدَ لِأَزْوَاجِهِمْ لَ

ترجمہ: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سجدہ کے زیادہ مستحق ہیں فرمایا جہلا تم اگر میری قبر سے گزرو تو کیا میری قبر کو سجدہ کرو گے؟ میں نے عرض کی نہیں فرمایا پس تم سجدہ نہ کرو اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدے کا حکم دیتا تو عورتوں کو اپنے غاوندوں کے لیے سجدے کا حکم دیتا۔

نیز حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا،

لَا يَنْبَغِي لِمَخْلُوقٍ أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلَّهِ تَعَالَى لَمْ
کسی مخلوق کو زیبا نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ملک شام سے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ! یہ کیا ہے؟ عرض کیا میں نے ملک شام میں نصاریٰ کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں تو میرے دل میں خیال آیا کہ ہم حضور کو سجدہ کریں۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَا تَفْعَلُوا فَإِنِّي لَوَكُنْتُ
أَمِيرًا أَحَدًا أَنْ تَسْجُدَ لِغَيْرِ اللَّهِ تَعَالَى لَا مَرَّتُ الْمَرْأَةَ
أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَاهُ

(یعنی) مجھے سجدہ نہ کرو اگر میں غیر خدا کے لیے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو اپنے شوہر کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا۔

سجدہ تحیت کو شرک قرار دینا ادعائے باطل ہے۔ فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا اور بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا اس امر کے ثبوت کے لیے دلیل کافی ہے کہ سجدہ تعظیمی شرک نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا کسی مخلوق کو اپنا شریک بنانے کا حکم دینا محال قطعی ہے اور ملائکہ کرام و انبیائے عظام علیہم السلام کی شان کے بھی منافی ہے کہ وہ ایک آن کے لیے بھی غیر اللہ کو اس کا شریک بنائیں یا جائز ٹھہرائیں۔

البتہ سجدہ تحیت کے بارے میں بعض فقہاء سے کفر کا قول منقول ہے لیکن تحقیق کے بعد اس کو کفر صوری پر محمول کیا گیا ہے۔

طریقہ محمدیہ (علمی) نوع سیزدہم آفات قلب میں تذلل کو حرام بتا کر فرمایا :
وَمِنْهُ السُّجُودُ وَالزُّكُوعُ وَالْإِنْحِنَاءُ لِلْكَبَرَاءِ
عِنْدَ الْمُلَاقَاتِ وَالسَّلَامَ وَرَدَّهُ -

(یعنی) اُمراء و سلاطین کے لیے سجدہ، رکوع یا رکوع تک جھکنا بھی حرام و ممنوع ہے۔ ایسے ہی اُمراء و سلاطین اور مشائخ طریقت کے لیے زمین کو بوسہ دینا بھی حرام ہے اور اس فعل کو کرنے والا اور اس سے خوش و راضی ہونے والا دونوں گناہگار ہوں گے۔

◎ فقہیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص بادشاہ یا امیر کے سامنے زمین کو بوسہ دے یا سجدہ کرے اگر وہ سجدہ تعظیمی ہوگا تو اس سے وہ شخص مشرک و کافر تو نہیں ہوگا لیکن گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا اور اگر عبادت کی نیت سے کرے گا تو مشرک و کافر ہو جائے گا اور اگر اس کی نیت کچھ بھی نہ ہو تو اکثر علماء کے نزدیک وہ کافر نہیں ہوگا۔

◎ امام صدر شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

مَنْ قَبَّلَ الْأَرْضَ بَيْنَ يَدَيِ السُّلْطَانِ أَوْ أَمِيرٍ أَوْ سَجَدَ لَهُ
فَإِنْ كَانَ عَلَى وَجْهِ الشَّجِيَّةِ لَا يُكْفَرُ وَلَكِنْ أَرْتَكَبَ
الْكِبْرَةَ

(ترجمہ) جس نے بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کے سامنے زمین کو بوسہ دیا یا اسے سجدہ کیا اگر تعظیم کے لیے ایسا کیا تو کافر نہ ہوگا لیکن کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا۔

◎ اسی طرح علماء و مشائخ کو تعظیمی سجدہ کرنا یا مزارات کی طرف سجدہ کرنا اور رکوع کی حد تک جھکنا بھی حرام قطعی ہے۔

◎ حضرت امام عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ کسی شخص کے ادب و احترام کے لیے حد رکوع سے کم تک جھکنے میں کوئی عرج نہیں۔

وَلَا بَأْسَ بِمَا نَقَصَ مِنْ حَدِّ الرُّكُوعِ

دفترِ اول - مکتوب (۳)

مکتوبِ ایضاً

حضرت شیخ نظام الدین تھانی رحمہ اللہ



موضوعات

مطلوب آفاق و انفس سے ورار ہے

سہو و انفسی و تجلی صوری کافرق

وجود عدم اور وجودِ فنا ، مقامِ عبدیت



مکتوب - ۳۰

متن این معنی ہم در سیر انفسی کہ نہایت کار میسر شود میسر
ست حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ
القدس فرمودہ اند اہل اللہ بعد از فنا و بقا ہر چہ مے بینند در خود
مے بینند و ہر چہ مے شناسند در خود مے شناسند و حیرت ایشان
در وجود خود ست وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ
پیش ازین ہر سیرے کہ ہست داخل سیر آفاقی است کہ
حاصلش بے حاصلی ست اطلاق لفظ بے حاصلی نسبت
بمصول اصل مطلب ست وَاَلَا أَن نَّزِجَهُمْ سُرَّاتِ
وَمِعَادَاتِ ست

ترجمہ : یہ معنی بھی (سالک کے) سیر انفسی میں میسر آتے ہیں جو کہ کام کی انتہا میں حاصل
ہوتی ہے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
ہے کہ اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنی ذات میں دیکھتے ہیں اور جو
کچھ پہچانتے ہیں اپنی ذات میں پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہوتی
ہے وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ اور کیا تم اپنے نفسوں میں نہیں
دیکھتے۔ اس سے پہلے جو سیر بھی ہے وہ سیر آفاقی میں داخل ہے جس کا حاصل

کچھ بھی حاصل نہ ہونا ہے اور یہاں بے حاصلی کے لفظ کا اطلاق اصل مطلب کے حاصل ہونے کی نسبت سے ہے۔ ورنہ وہ منجملہ شرائط اور اصل مطلب کے لیے آمادہ کرنے والے امور میں سے ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ السبحانی نے اس مکتوب میں منجملہ دیگر امور کے شہودِ انفسی و آفاقی کا فرق بیان فرمایا ہے۔

ابتدائی کلمات میں آپ نے یہ فرما کر کہ "بندہ اپنے سے باہر کی کچھ خبر نہیں رکھتا"

اپنے مرتبہ شہودِ انفسی کی خبر دی ہے اور یہ مرتبہ شہودِ آفاقی سے بہت بلند ہے شہودِ آفاقی کو آپ نے بے حاصلی قرار دے کر اس کی وضاحت یوں فرمادی ہے کہ اگرچہ شہودِ آفاقی سلوک کا ایک مرتبہ ہے لیکن اصل مطلوب شہودِ انفسی ہے لہذا اصل کی نسبت سے یہ مرتبہ بے حاصلی کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔ ورنہ یہ مرتبہ بھی علمِ یقین کے قبیل سے ہونے کی بنا پر اصل کی شرائط اور اس کی طرف آمادہ کرنے والے امور میں سے ہے جبکہ شہودِ انفسی حقِ یقین کے مرتبہ میں ہے۔ واضح ہو کہ سیرِ آفاقی میں تعلقاتِ آفاقی سے انقطاع ہوتا ہے جبکہ سیرِ انفسی میں اصلاحِ نفس اور تزکیہ حاصل ہوتا ہے۔

مطلوبِ آفاق و نفس کو رابر ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ

سلوک کا ایک اعلیٰ مقام قرار دے کر حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ کے اس قول سے مؤید فرمایا ہے کہ "اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنی ذات میں ہی دیکھتے اور پہچانتے ہیں" لیکن واضح ہو کہ حضرت خواجہ بزرگ اور حضرت امام ربانی قدس سرہ

سُرمہ کے یہ دونوں فرمان ان کے ابتدائی معارف میں سے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ اس کے بعد ان کے دیگر اقوال اس سے بھی بلند معرفت پر مشتمل نظر آتے ہیں جیسا کہ آپ نے فرمایا ”مطلوب ماورائے آفاق و انفس است“ یعنی مطلوب آفاق و انفس سے آگے ہے اور نیز فرمایا ”فَهُوَ مُجَانَهُ وَرَاءَ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءَ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءَ الْوَرَاءِ“ اور حضرت خواجہ بزرگ نے ارشاد فرمایا ”ہرچہ دیدہ شد و شنیدہ شد و دانستہ شد آن ہمہ غیر است“ یعنی جو کچھ دیکھا گیا اور جو کچھ سنا گیا وہ سب غیر ہے اور یہی معرفت حقیقت اور شریعت کے عین مطابق ہے کیونکہ شہود آفاق و انفس ظلال کے ساتھ مربوط ہے اور آفاق و انفس اصل کے درک و وصل کی قیمت نہیں رکھتے۔ پس لا محالہ وہ سیر جو سالک کو آفاق و انفس کی سیر کے بعد میسر آتی ہے اس سیر کا تعلق ظلال کی بجائے اصل کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کو سیرِ اُقربت کہا جاتا ہے جس کا مدلول آیت قرآنی ”وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبَلِ الْوَسْطَى“ ہے جہاں مطلوب لباس، وہم و خیال سے منزہ مشہود ہوتا ہے اور یہ مرتبہ وصلِ غریانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

من شوم غریاں ز تن او از خیال
تا حسرتِ اُمم در نہایات الوصال
اور اسی معرفت کو عارف کھڑکی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے
جے محبوبِ پیارا اک دن فتنے نال اساڈے
جاناں میں ہما پکھیر و پھپھاتا جال اساڈے
اسی معرفت کو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا :

”ہرچہ درمرایائے آفاق و انفس ظاہر شود بداع ظلیت متسم است پس
سزاوار نفی بود تا اثبات اصل نموده آید و چون معاملہ از آفاق و انفس
گذشت از قید ظلیت رست منہیان دائرہ ظل را بجلی برقی کہ
ناشی از مرتبہ اصل است میسر است کہ یک ساعت از قید آفاق و انفس
وار باند و جمے کہ از دائرہ آفاق و انفس در گذشتند و از ظل باصل
پیوستند این بجلی برقی در حق ایشان دائمی است“

ترجمہ : جو کچھ آفاق و انفس کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے ظلیت کے داغ
سے داغدار ہے پس لازماً نفی کے لائق ہے تاکہ اصل کا اثبات واضح ہو جائے
اور جب معاملہ آفاق و انفس سے گذر کر ظلیت کی قید سے خلاصی پالیتا ہے
تو منہی سالکوں کو جو دائرہ ظل سے نجات پا چکے ہیں بجلی برقی میسر آتی ہے جو مرتبہ
اصل سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ساعت کے لیے سالک کو (برق کی طرح)
آفاق و انفس سے رہائی دلاتی ہے اور وہ حضرات (نقشبندیہ) جو دائرہ آفاق و انفس
سے گذر کر ظل سے اصل تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں یہ بجلی برقی ان کے لیے دائمی
ہو جاتی ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :
”و نزد حضرت ایشاں ماقدسا اللہ سبحانہ بسترہ یافت مطلوب بیرون
آفاق و انفس است او تعالیٰ را چنانچہ درمرایائے آفاق گنجائش
نیست در مراتب انفس نیز گنجائش نہ“

ترجمہ : ہمارے حضرت ایشاں (امام ربانی قدس سرہ) کے نزدیک مطلوب کی
یافت آفاق و انفس سے باہر ہے۔ ذات حق تعالیٰ کے لیے جس طرح آفاق کے

آئینوں میں گنجائش نہیں اسی طرح انفس کے آئینوں میں بھی گنجائش نہیں ہے۔

شہودِ انفسی و تجلیِ صوری کا فرق

متن از شہودِ انفسی کہے در تو ہم نیفتد و آن را در رنگِ
شہودِ تجلیِ صوری کہ در نفسِ متجلیٰ نہ ست تخیل نہ کند۔

ترجمہ: شہودِ انفسی سے کوئی شخص وہم میں مبتلا نہ ہو جائے اور اس کو تجلیِ صوری کے شہود کی مانند جو کہ متجلیٰ نہ جس پر تجلی ظاہر ہوئی کہ انفس میں ہے خیال نہ کرے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں کہ جب سالک عالمِ قدس کی تجلیات وارد ہوتی ہیں تو مبتدی سالکین حقیقتِ تجلیات سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے بسا اوقات وہم یا غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جیسا کہ بعض سالکین نے شہودِ صوری کو شہودِ انفسی سمجھ لیا اور معرفت کی کیمی کے باعث مجبوراً اتحاد کی باتیں کرنے لگے حالانکہ اصل معاملہ اس کے برعکس ہے۔ تجلیِ صوری سالک کو فنائے حقیقی سے پہلے حاصل ہوتی ہے جبکہ شہودِ انفسی عارف کو فنائے حقیقی کے بعد میسر آتا ہے۔ لیکن یہ امر ملحوظ رہنا چاہیے کہ تجلیِ صوری اور شہودِ انفسی دونوں سالک و عارف پر بقاء کے وقت میں وارد ہوتی ہیں۔ یعنی تجلیِ صوری کا شہود وجودِ بشری کی بقاء کے وقت میں ہوتا ہے اور شہودِ انفسی وجودِ نوہوئی کی بقاء کے وقت میسر آتا ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ بعض سالکین ان دو بقاء کا فرق نہ سمجھنے کی بنا پر شہودِ

صوری کو بھی شہودِ انسی کا درجہ دینے گئے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ بقا کی دو قسمیں ہیں ایک بقا قبل الفناء اور ایک بقا بعد الفناء جو بقا قبل از فنا ہے اس بقا سے مراد سالک کے وجودِ بشری کی بقا ہے اور جو بقا بعد از فنا ہے اس بقا سے مراد عارف کے وجودِ مہوئی کی بقا ہے جس کو بقا باللہ اور تخلق باخلاق اللہ کا نام دیا جاتا ہے۔

بلیۃ نمبر ۱ واضح ہو کہ عالمِ قدس کی تخلیقات سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہوتی ہیں لیکن تخلی صوری کی یہ شان نہیں اور وہ سالک کو مرتبہ فنا تک نہیں پہنچا سکتی البتہ بعض کدوراتِ بشریہ مثلاً حسد، طمع، تکبر اور غیبت وغیرہا کا ازالہ ضرور کرتی ہے جبکہ دیگر بعض تخلیقات بلا کیف وجودِ بشریت کو فانی کر دیتی ہیں۔

بلیۃ نمبر ۲ سالکین پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ اپنے مشہودِ قلبی و انسی کو شہودِ حقِ متجانبہ و تعالیٰ گمان کر بیٹھتے ہیں اور یہ توحید کا ابتدائی مرتبہ ہے حقیقی توحید اس سے بلند تر ہے لیکن اس مرتبے کی دلیل وہ حدیثِ قدسی ہے جس میں اللہ ربُّ العزت نے فرمایا :

لَمْ يَسْعُنِي أَنْ رَضِي وَلَا سَمَائِي وَسِعَنِي قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ لَهُ

میں زمینوں اور آسمانوں میں نہیں سما سکتا، لیکن بندہٴ مومن کے دل میں سما سکتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان شہودِ حق کی قابلیت و گنجائش ہرگز نہیں رکھتے لیکن بندہٴ مومن کا دل جو کہ حقیقتِ جامعہ ہے ایک قسم کی بے چوْن قابلیت اور بے کیف گنجائش رکھتا ہے اگرچہ یہ گنجائش، عالیت، خلقت، ظرفیت

اور ظرفیت سے مبرا ہے۔ اس امر کو سمجھنے کے لیے آئینہ اور عینک کی مثال پیش نظر رہنی چاہیے جیسے کہ آئینے اور عینک میں بغیر حالت و ظرفیت کے صورتیں مشہود ہوتی ہیں اسی طرح قلب عارف کو آئینے یا عینک کی مثل سمجھ لیا جائے تو یہ مسئلہ قریب الہم ہو جاتا ہے۔ (واللہ اعلم)

وجودِ عدم اور وجودِ فنا

متن این جا کے نگوید کہ بقائے باللہ عبارت از یافتن خود ست عین حق تعالیٰ و تقدس نہ چنین ست اگر این معنی از بعضے عبارات این قوم استفاد شود آن را جواب گوئیم کہ این بقا در مقام جذبہ بعضے را بعد از استہلاک و اضمحلال کہ شبیہ بہ فناست دست میدہد و اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ استرارِ حُکم تعبیر از ان بوجودِ عدم می کنند

ترجمہ : یہاں کوئی شخص یہ نہ کہے کہ بقا باللہ سے مراد سالک کا اپنی ذات کو حق تعالیٰ و تقدس کی ذات کا عین مشاہدہ کرنا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر اس گروہ کی بعض عبارتوں سے یہ معنی بھی سمجھا جاتا ہو تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ بقا جذبہ کے مقام میں بعض حضرات کو استہلاک و اضمحلال کے بعد جو کہ فنا کے مشابہ ہے حاصل ہوتی ہے اور اکابر نقشبندیہ قدس اللہ استرارِ حُکم اس کو وجودِ عدم سے تعبیر فرماتے ہیں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اس مضمون میں ایک سوال کا جواب ارشاد فرمایا ہے۔ سوال یہ ہے کہ بعض سالک حضرات کی عبارتوں میں ہے کہ بقا باللہ کے مرتبے میں سالک اپنے آپ کو عین حق تعالیٰ معلوم کرتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ تو آپ نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا ہے کہ سالک کو یہ وہم فقط مقام جذبۂ بدایت میں اہلاک و اضمحلال استغراق و نیستی کے سبب پیدا ہوتا ہے لہذا سالک اس وقت یہ گمان کر لیتا ہے کہ میری ذات عین ذات حق تعالیٰ ہے لیکن یہ حالت دوام پذیر نہیں ہوتی بلکہ زوال پذیر ہوتی ہے غیسی سالک پر عالم و جوب کی تجلیات کبھی اس کو معدوم کا نشان دیتی ہیں اور کبھی موجود کا پتہ دیتی رہتی ہیں۔ تجلی کے وقت وہ اپنے وجود بشری کو معدوم پاتا ہے اور انقطاع تجلی کے وقت اس کا وجود بشری پھر عود کرتا ہے کیونکہ وہ ابھی تک فنا فی حقیقی سے مُشرف نہیں ہوا۔ اکابرین نقشبندیہ علیہم الرحمۃ سالک کی اس حالت کو وجودِ عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی سالک اپنی عدمیت کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور یہ حالت فنا فی حقیقی سے پہلے میسر آتی ہے کبھی اس سے یہ حالت لے لیتے ہیں اور کبھی دے دیتے ہیں اور وہ بقا جو فنا فی حقیقی کے بعد حاصل ہوتی ہے ہر قسم کے زوال اور غلل سے محفوظ ہوتی ہے اس کو وجودِ فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وجودِ عدم کی مثال اس لوہے کی سی ہے جو آگ کی جھٹی میں جا کر آگ بن جاتا ہے لیکن سرد ہونے کے بعد پھر وہی لوہے کا لوہا ہے اور وجودِ فنا کی مثال اس تانبے کی سی ہے جو کیمیا گری کے عمل سے سونا بن جاتا ہے لیکن پھر دوبارہ تانبہ نہیں بن سکتا۔ سونا ہی رہتا ہے پس ان بزرگان نقشبندیہ علیہم الرحمۃ کی فنا و بقا دائمی ہے۔ یہ حضرات عین بقا میں فانی اور عین فنا میں باقی ہوتے ہیں اور جو فنا و بقا

زوال پذیر ہیں وہ احوال و کمونیات میں سے ہیں ان کی فنا و بقا دوام پذیر ہے۔ ان کے احوال سرمدی ہیں بلکہ یہ ابوالوقت ہیں ان کے لیے نہ وقت ہے نہ حال ان کا معاملہ و قوتوں کے پیدا کرنے والے اور احوال کے پھیرنے والے کے ساتھ ہے۔ تجلی کا زائل ہونا وقت اور حال کے ساتھ مخصوص ہے اور جو لوگ وقت و حال سے گزر چکے ہوں وہ زوال سے محفوظ ہوتے ہیں۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنۡ یَّشَآءُ

جیسا کہ حضرت خواجہ نقشبند اویسی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ :
”وجود عدم وجود بشریت کی طرف عود کرتا ہے لیکن وجود فنا وجود بشریت کی طرف عود نہیں کرتا“

حضرت خواجہ محمد معصوم سرمدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

”عدم جو اس سلسلہ کی عبارتوں میں آتا ہے اس سے مراد اس اسم الہی کی ہستی کا وجود ہے جو کہ عارف کا مبداء تعین ہے اور کسی پردے کے پیچھے سے جذب و محبت کے راستے سے مڈر کہ سالک پر وارد ہوتا ہے جس کے پہلو میں سالک کی ہستی چھپ جاتی ہے اور سالک اپنے آپ کو اور اپنے اوصاف کو گم کر دیتا ہے اور نہیں پاتا اور وجود عدم سے مراد اس ہستی کا ثابت ہونا ہے وہ وجود و بقا جو عدم پر مرتب ہوتی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وجود عدم سے مراد حالت عدمیہ کا متحقق ہونا ہے یعنی سالک کے اندر صفت عدم کا پیدا ہو جانا مراد ہے اور یہ عدم اور وجود عدم بمعنی اول جہت جذبہ میں فنا و بقا ہے۔ اس ظہور کو دوام نہیں پس جو فنا و بقا اس پر مرتب ہوگی وہ بھی دائمی نہیں ہوگی اور وجود بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہیں ہوگی جب تک وہ ظہور واقع ہے اس وقت تک سالک کی ہستی چھپی ہوئی ہے اور جب وہ ظہور پوشیدہ ہو جائے گا وجود بشریت عود کر آئے گا۔“

بلینہ نمبر ۳ جذبہ ہدایت میں سالک پر ایسی حالتِ عدمیہ کا طاری ہونا جو دوام پذیر نہ ہو ووجودِ عدم کھلاتا ہے۔

بلینہ نمبر ۴ جذبہ نہایت میں عارف کا ایسی بقا سے مشرف ہونا جو فنا کے حقیقی پر مرتب ہو اور دوسری ولادت میں وجودِ مہو بہ حقانی کے ساتھ موجود ہو، وجودِ فنا کھلاتا ہے۔ اس فنا اور بقا کو دوام لازمی ہے اور وجودِ بشریت کی طرف عود سے محفوظ ہے۔

بلینہ نمبر ۵ حق تعالیٰ کی ہستی کا عارف کی ذات پر اس قدر غلبہ ہو جانا کہ عارف تمام تعلقات سے خالی ہو کر وَتَبَّكَلْ اِلَيْهِ تَبَّتْ اَلْاُكُفُورُ بن جائے فنا کے حقیقی کھلاتا ہے اور یہی اخلاص کا مرتبہ ہے۔

متن لہذا نہایت مراتبِ ولایت مقامِ عبدیت است

در درجاتِ ولایت فوقِ عبدیت مقامِ نیست
ترجمہ : لہذا ولایت کے مرتبوں میں آخری مرتبہ ”مقامِ عبدیت“ ہے
ولایت کے درجہ میں عبدیت کے درجے سے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے۔

تشریح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ارشادِ خداوندی کے مطابق انسان کی تخلیق سے مقصود بندگی و عبادت کے معمولات بجالانا ہے اور صوفیاء نے جو عشق اور محبت کو بنیاد قرار دیا ہے وہ مبادی اور وسائل کے اعتبار سے ہے نہ کہ مقاصد کے اعتبار سے۔ محبت اور عشق تو صرف ماسوی اللہ کی گرفتاری سے

آزاد ہونے کا وسیلہ ہے اصل مقصود تو صرف عبادت اور معرفت الہیہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ لہذا امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک توحید وجودی عشق و محبت کے غلبے کا نتیجہ ہے جب کہ توحید شہودی عبادت اور معرفت کا ثمرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ توحید وجودی سالک کو ابتدا میں اور درمیان میں پیش آتی ہے جبکہ توحید شہودی عارف کو آخر میں مشہود ہوتی ہے۔ جیسا کہ شب معراج میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قرب کے آخری مرتبہ پر فائز ہو کر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں بِنَسَبَتِي إِلَيْكَ بِالْعُبُودِيَّةِ کا ہی تقاضا کرتے رہے یعنی اے اللہ مجھے مقام عبدیت میں ہی قرار عطا فرما۔

مقام عبدیت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک ولایت کے مراتب میں آخری مرتبہ "مقام عبدیت"

ہے اور اسی مقام کو آپ وَحْدَتُ الشُّهُود کا بھی نام دیتے ہیں۔ آپ نے نظریہ وحدت الشہود پیش کر کے نظریہ وحدت الوجود کی تعلیط یا تردید نہیں فرمائی بلکہ تصدّد وحدت الوجود سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں اور خالق و مخلوق کے درمیان اتحاد و حلول کے تمام شبہات کو دور فرما کر یہ سمجھا دیا کہ توحید وجودی صوفیاء کا ایک حال ہے۔ لیکن یہ آخری حال نہیں اس کو مقام عبور سمجھنا چاہیئے نہ کہ مقام قرار..... اور جن بزرگوں نے اس حال کی باتیں فرمائی ہیں وہ اسی حال میں ہمیشہ نہ رہے تھے بلکہ اکثر مشائخ اس حال سے ترقی کر کے مقام عبدیت سے مشرف ہوتے رہے ہیں۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ کیونکہ توحید وجودی مقام وجودیت ہے اور اس سے آگے مقام عظمتیت ہے اور پھر سب سے بڑھ کر مقام عبدیت ہے وَهَذَا هُوَ الْمُرَادُ۔

مقامِ عبدیت میں سالک اور عارف اپنی ذات کو بندہ اور مخلوق سمجھتا اور دیکھتا ہے اور اپنی ذات و صفات کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں دیتا اور نہ ہی اپنے آپ کو ذاتِ خدا کا ظل (سایہ) قرار دیتا ہے اور نہ ہی اپنے افعال کو عینِ افعالِ باری تصور کرتا ہے جبکہ مقامِ عبدیت کے علاوہ بعض دوسرے مقامات میں سالک کو اس قسم کی کئی پیچیدگیاں اور غلط فہمیاں رونما ہوتی رہتی ہیں اور اگلا مقام منکشف ہونے پر پچھلے مقامات سے توبہ کرتے رہتے ہیں۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ

متن توحیدِ فعلی کہ جمعے را در اثناءِ راہ دستِ میدہ
و فاعلِ جز حق را سُبْحَانَهُ نمی یا بند این بزرگواران می دانند
کہ خالقِ این افعال یکے ست نہ مُبَاشِرِ آن افعال کہ این
سُخُنِ خود نزدیک ست کہ بزند قد رساند

ترجمہ : توحیدِ فعلی جو کہ ان بزرگوں (صوفیائے وجودیہ) کی ایک جماعت کو راہِ سلوک کے دوران حاصل ہوتی ہے اور وہ سوائے حقِ سُبْحَانَهُ و تعالیٰ کے کسی کو فاعل نہیں پاتے لیکن یہ بزرگوار (مشائخِ نقشبندیہ) جانتے ہیں کہ ان افعال کا خالق وہی ایک (ذاتِ حق) ہے نہ کہ وہ بندہ جو ان افعال کا مرتکب ہے کیونکہ یہ بات زندہ و اسکا دمک پہنچا دینے والی ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ بعض صوفیاء نے خالق اور بندہ کے درمیان جو وحدتِ فعل کا حکم کیا ہے یہ ان کا مسکریہ کلام ہے۔ حق یہ

ہے کہ افعال کا خالق ایک ہے اور فاعل متعدد ہیں آپ فرماتے ہیں کہ صریح حق وہی ہے جو علمائے اہل سنت و جماعت کی تحقیق سے ثابت ہوا ہے سابقہ انبیاء کی شریعتیں بھی اسی حکم کو ثابت کرتی ہیں۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ بھی اسی امر کی توثیق ہے اس کے علاوہ زندہ و اسکا ہے یا سکر وقت اور غلبہ حال ہے اور یہ تمام مطابقت مقام عبدیت میں حاصل ہوتی ہے مقام عبدیت میں توحید فعلی ساقط ہو جاتی ہے اور استدلالی علوم کشفی ہو جاتے ہیں۔

توحید فعلی سالک مبتدی کے لیے اثنائے راہ سلوک میں ذوق اور جذبہ بڑھانے کے لیے حق تعالیٰ عالم مثال کی کسی نہ کسی شان میں اپنی تجلیات حسیہ ظاہر فرماتے رہتے ہیں اصطلاح صوفیاء میں اس ظہور کو تائیس کا نام بھی دیا جاتا ہے اور اس قسم کی تجلیات کو تجلیات افعالیہ کہا جاتا ہے ان تجلیات کا سالک پر وہی اثر مرتب ہوتا ہے جو شراب کا شراب پینے والے پر ہوتا ہے۔ اس تجلی میں سالک صفات فعلیہ میں سے کسی صفت کیساتھ حق تعالیٰ کو متعلق پاتا ہے اس وقت سالک اپنا فعل، حول اور ارادہ سلب پاتا ہے اور وہ ہر چیز میں اللہ کی قدرت اور اس کے افعال کو جاری و ساری پاتا ہے اور یہ سب کچھ غلبہ حال اور سکر وقت کا نتیجہ ہوتا ہے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق افعال ہے اور بندہ فاعل افعال ہے۔ اس کو آپ ایک مثال کے ذریعے واضح فرماتے ہیں اور وہ یہ کہ مثلاً کوئی شعبہ باز پرے کے پیچھے بیٹھ کر چند بے جان صورتوں اور صورتوں کو حرکت دیکر ان میں عجیب و غریب حرکات اور افعال صدور میں لاتا ہے باریک بین لوگ تو جان لیتے ہیں ان افعال کا صادر و خالق تو پرے کے پیچھے بیٹھا ہو ہے اور ان افعال کو اختیار کرنے والی وہ صورتیں ہیں جو پرے سے باہر موجود ہیں اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ صورت متحرک ہے اور یہ نہیں کہتے کہ شعبہ باز متحرک ہے۔ فافہم۔

منقبت

کیا نہاد شکستہ دیں کو آ کے پھر استوار تو نے
 خزاں رسیدہ چمن کو پھر کر دیا سدا بہار تو نے
 زمین سرسبز کر لیا اپنا عرش رفعت و قار تو نے
 سلا کے آغوش عاطفت میں نقیب پروردگار تو نے
 عجم کے ماحول کے سبب جو اسے مکدر کیے ہوئے تھا
 ردائے روعانیت کے دامن سے دھو دیا وہ غبار تو نے
 دلوں کو پھر سے سکھائی تو نے ادائے بے باکی محبت
 کیا ہے صدیق اور حیدر کا آ کے زندہ شعار تو نے
 ہوس کی ریشہ دوانیوں سے رٹائے غیرت تھی پارہ پارہ
 کیا رفو آ کے پھر نقیسی کا دامن تار تار تو نے
 اثر ذرا بھی نہ ہو سکا تجھ پہ سیل باطل کی یورشوں کا
 جہاں کو بن کر دکھا دیا حق کا ساحل استوار تو نے
 معافضائے بسیط میں اڑ گئے دھوئیں دین اکبری کے
 جو آ کے ہندوستان میں پھونکا فسون باطل شکار تو نے
 دکھایا ایماں کا اس طرح زور فقر و شاہی کے معرکے میں
 بڑھا دیا ہے سریر شاہی سے بوریے کا وقار تو نے
 عبائے شائستگی خیمہ زن ہوئی ہے گلیم بودر
 بیک نگہ محفل جہاں کے بدل دیئے کار و بار تو نے

خرد کی بادِ سموم سے برگ و بار مُر جھاپے تلے تھے سارے
 کیا ہے کشتِ یقیں کو سیراب آکے اُبر بہار تو نے
 رہے گا محفوظِ حشر تک جو کہ دستِ باطل کی یورشوں سے
 فقیرِ سیہی پہ آکے رکھا وہ تاجِ پُر افتخار تو نے
 دلِ عجم کو کیا ہے سحرِ نغمہ ہائے حجاز سے پھر
 بڑے ایلقے سے چھوڑ کر بریلِ محبت کے تار تو نے
 تری نوائے جبرس کی دھن پر ہے گامزن ذوقِ و نودی
 عطا کیا ہے رہروِ طریقت کو شوقِ منزلِ شکار تو نے
 رفو نہ اب کر سکے گی اس کو خرد کی حیلہ گری ابد تک
 کیا ہے دامنِ شرک و بدعت کو اس طرح تار تار تو نے
 خزانہِ لازوالِ حکمت ہیں تیرے مکتوبِ اے مجاہد
 لکھے ہیں قرطاسِ علم پر کلکِ شوق سے شاہکار تو نے
 بڑے سکوں سے اس اشیاءِ بندِ شاخِ نخلِ مُراد پر اب
 کیا ہے دامِ فرد سے فیضِ عزی کو یوں دستگار تو نے

خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ

دارتِ سند آلودہ ہمار شریف سیالکوٹ

ارغوانِ فیض





إِنَّا نَحْمَدُكَ يَا حَمْدُكَ يَا حَمْدُكَ يَا حَمْدُكَ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

عَالِمِ الدِّينِ نَظِيمِ الْأُمَمِ

Maktabah Mujaddidiyah

www.maktabah.org

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.